

شہنشاہِ احمد آباد

جس میں شہر کی ابتدائی تاسیس سے لے کر نویں صدی
تک کے بزرگوں کے حالات مذکور ہیں

تالیف

مولانا محمد یوسف ابن سلیمان متالا

امرین بک انجینیئر، احمد آباد

مشائخ احمد آباد

(جلد اول)

جس میں شہر کی ابتدائی تاسیس سے لے کر نویں صدی
تک کے بزرگوں کے حالات مذکور ہیں۔

تالیف

قطب الاقطاب حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

مہاجر مدنی قدس سرہ کے خلیفہ اجل

مولانا محمد یوسف ابن سلیمان مَقَالَا

PUBLISHER

AMREEN BOOK AGENCY

105, Block-8, Municipal Quarters, Nr. Kanch Ki Masjid

Jamalpur, Ahmedabad-380022

(Mobile : 8401010786)

amreen.book.agency@gmail.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بخدمت حضرت حافظ صغیر احمد صاحب مدنی

سیدی قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی
 قدس سرہ کا علمی، عوامی ہر طرح کی تصانیف کے سلسلہ میں یہ معمول تھا کہ اپنے
 معاصرین میں سے کسی کی نظر ثانی کو اس پر ضروری سمجھتے تھے چاہے وہ حضرت
 کے شاگرد ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر عمل کا ارادہ جب میں نے مشائخ احمد آباد کے
 سلسلہ میں کیا تو چونکہ یہ صدیوں پہلے کے اہل علم کے احوال تھے جن میں صوفیاء،
 مہتممین، مفتیین، شعراء ہر قسم کے حضرات تھے اس لیے سوچا کہ کسی علمی شخصیت
 کی نظر سے یہ کتاب گزر جائے تو بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ تصنیف بلکہ کتابت
 کے بعد طباعت کو موقوف رکھا گیا یہاں تک کہ مدینہ طیبہ قیام کے دوران مفتی اعظم
 حضرت مفتی محمود حسن صاحب عمرہ کے لیے تشریف لائے تو مفتی صاحب کے
 وہاں قیام کے دوران احقر انہیں یہ کتاب سناتا رہا کیونکہ مفتی صاحب ان دنوں
 لکھنے پڑھنے سے معذور تھے اور بحمد اللہ جلد اول معتد بہ حقہ سن کر حضرت
 نے تشجیحی کلمات بھی فرمائے۔ مگر پھر بھی طباعت کی ہمت نہ ہوئی کہ کاش
 کوئی صاحب علم بنظر اصلاح پوری کتاب دیکھ لیتا۔ اللہ کا کرم کہ مفکر اسلام
 حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی راجہ تعلیم اور کسٹور ڈا سلٹا ملک سینٹر کی دعوت پر برطانیہ
 تشریف لائے اور ہماری دعوت پر دارالعلوم ہولکمپ بری بھی تشریف لائے۔
 اس سفر میں حضرت کے ساتھ پروفیسر خلیق احمد نظامی ڈائریکٹر شعبہ تاریخ علیگرہ
 مسلم یونیورسٹی بھی تھے جو مشائخ چشت پر وقیح کتب کے مصنف تھے اور اس

سفر میں حضرت مولانا علی میاں صاحب نے نظامی صاحب کے متعلق یہ کلمات بھی فرمائے کہ ”ایشیا کی اسلامی تاریخ پر نظر میں اس وقت ان کی نظیر نہیں“ چنانچہ احقر نے مشائخ احمد آباد کی دونوں جلدیں بقصد اصلاح و تصحیح نظامی صاحب کو پیش کیں اور انہوں نے کتاب کو ملاحظہ فرما کر ذیل کا مکتوب ارسال فرمایا۔

مگر ان کی تمنا اور خواہش کے مطابق اس پر تفصیلی مقدمہ نہ لکھ کے یا کوئی تحریر لکھی ہو اور اس کی ترسیل سے قبل معذوری اور بالآخر وقت موعود آ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس شفقت تعلق اور محبت کی بے حد جزائے خیر دے۔

محمد یوسف

خادم مدرسہ

دارالعلوم ہولکھپ بری

برطانیہ

تقریظ

باسمہ تعالیٰ

پوسٹ باکس ۱۹، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۱۳ آگست ۱۹۹۲ء

حضرت مولانا نے محترم زید لطفہ۔۔۔ السلام علیکم ورحمہ اللہ۔

گرامی نامہ باصرہ نواز ہوا جس کے ساتھ ہی آپ کی کتاب کے بعض حصے بھی منسلک تھے، نوازش اور کرم فرمائی کے لئے ممنون ہوں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔

آپ کے جو مضامین آئے تھے وہ سب چھپ گئے ہیں، انہیں روکنے کا وقت ختم ہو گیا۔ اب ان شاء اللہ جو تازہ مضامین بھیجے ہیں، انہیں حسب سہولت اور گنجائش شائع کیا جائے گا۔

معارف کے خاص نمبر کی اشاعت سے معذوری ہے، علاوہ ازیں اس طرح کی نئی اشاعت کے لئے مجلس انتظامیہ سے منظوری بھی ضروری ہے، معلوم نہیں اس کا کیا رویہ ہو، میرے خیال میں وہ بھی اشاعت کی اجازت نہ ہوگی۔ پھر جب آپ کی کتاب چھپ رہی ہے جس کے لئے ایک صاحب آمادہ بھی ہو گئے ہیں تو میرے خیال میں اس کی ابتدا کر دیجئے۔۔۔۔۔

والسلام محتاج دعاء

ضیاء الدین

تقریظ

ضیاء الدین ڈیسانی

باسمہ سبحانہ

۱۴ خورشید پارک احمد آباد

۳۸۰۰۵۵

محترمی و مکرمی مولانا دام مجدکم بعد سلام مسنون

کافی دن ہوئے جناب عالی نے تحریر فرمایا تھا کہ مشائخ احمد آباد کی جلد اول کتابت کے لئے بھیج دی گئی ہے اور طباعت کے بعد ایک کاپی مجھے بھجوانے کی مہربانی فرمائیں گے، کتاب کا انتظار ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ ڈاکٹر باقر علی مرحوم کے انگریزی پی ایچ ڈی کے مقالے گجرات کا عربی ادب کی نقل میں آپ کو ارسال نہ کر سکا، میرے مرحوم دوست پروفیسر احمد قریشی صاحب جن کو میں نے نسخہ اس کا دیا تھا ان کے ہاں ان کی اہلیہ کی پاکستان سے واپسی کے بعد میں نے ان کی کتابوں میں دیکھا تو وہ ناپ شدہ مسودہ نہیں ملا، نہ یہ پتہ چلا کہ اس کا کیا ہوا، میں خود اکتوبر ۱۹۹۲ء میں پاکستان گیا تھا وہاں بھی باقر علی صاحب مرحوم کے بھائی مرحوم جاوید علی ترمذی کے خانوادے میں تفتیش کی ان کے پاس بھی نسخہ نہیں ہے۔

بہیویونیورسٹی میں اس کا نسخہ ہے لیکن وہ لوگ اس کی نقل کی اجازت نہیں دیتے، ویسے میں نے اس مقالے کو دیکھا ہے اور یہ گجرات کے عربی دان علماء کی عربی ادب میں تالیفات سے

متعلق ہے، البتہ ان میں چند مشائخ بھی حضرت شاہ عالم بخاری یا شیخ حسن محمد چشتی وغیرہ مذکور ہیں جن کی عربی تالیفات ہم تک پہنچی ہیں، لیکن مشائخ کے لئے یہ بہت زیادہ کام نہیں دیتی، البتہ جیسا کہ میں نے اپنے گذشتہ خط میں لکھا تھا احمد آباد کی خانقاہ چشتیہ میں منجملہ تقریباً ایک ہزار مخطوطات میں اس کے مشائخ اور بزرگوں کا تذکرہ موسوم بہ مخبر الاولیاء ہے، اس میں احمد آباد کے بزرگوں کے بارے میں نہایت اہم اور نادر معلومات ہیں لیکن اس کی نقل حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔

اس کا نہایت ہی ناقص اور غلط نسخہ تقریباً ۱۹۰ صفحوں کا بمبئی ایشیا تک سوسائٹی کے کتب خانے میں ہے، لیکن وہاں سے بھی اس کی نقل کی میری کوشش بار آور نہیں ہوئی، ابھی ابھی مجھے پتہ چلا ہے مخبر الاولیاء کا احمد آباد والا نسخہ ۹۰۰ صفحات پر محتوی ہے اور آخر کے کچھ یا ایک دو اوراق غائب ہیں اگرچہ یہ نسخہ تیرھویں صدی ہجری کے اسی چشتیہ خاندان کے ایک بزرگ رشید الدین لالا چشتی نے لکھا ہے یعنی کافی بعد کی چیز ہے، تاہم اس میں جو معلومات ہیں وہ کسی اور جگہ نہیں ملتیں۔ دوسرے انہوں نے مکرراً انہی کے خاندان کے بزرگوں کے حالات کے لئے چار چھ کتابوں کے حوالے دئے ہیں وہ کتابیں بھی غالباً ان کے ہاں ہوں گی، یہ دیکھنے کو مل جائیں تو ہماری معلومات میں اضافہ ہو۔ ویسے میری کوشش جاری ہے کہ اس کتاب کی نقل نہیں تو کچھ یادداشتیں نقل کر لوں۔ اب دل کے عارضے کے شکار کی وجہ سے میری نقل و حرکت پر کچھ پابندی ہے اور دوڑ دھوپ کے قابل نہیں ہوں، بہر حال دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے۔

ویسے میں ان شاء اللہ مئی کے ۱۵ کے لگ بھگ لندن چار چھ روز کے لئے آرہا ہوں، میں ۲۵

اپریل کو ان شاء اللہ بمبئی سے امریکہ جا رہا ہوں، وہاں میرے ایک امریکن دوست جو پروفیسر ہیں ان کے ساتھ تاریخ شاہجہاں کے پروجیکٹ کے سلسلے میں لندن آنا ہوگا۔ لندن سے ہی دونوں ان شاء اللہ ہندوستان ساتھ واپس ہوں گے۔ لندن میں برٹش لائبریری اور ملکہ ایلیزبتھ کے ذاتی کتب خانے وینڈر ہیلیس میں بادشاہ نام کا نسخہ دیکھنا ہے۔

پتہ نہیں میرا قیام کہاں ہوگا، گذشتہ مرتبہ ہم دونوں ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ جناب کے دارالعلوم کی جائے وقوع لندن سے کتنے فاصلے پر ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو اس خط کی رسید اور ہالکمب کی جائے وقوع کے بارے میں مطلع فرمائیں۔ میرا پتہ مندرجہ ذیل ہے:

جناب والا کے مراسلے کا انتظار رہے گا۔ اگر نیاز حاصل کرنے کی کوئی صورت نکل آئی تو ان شاء اللہ بالمشافہ تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

طالب دعا

ضیاء الدین ڈیپائی

جناب ڈیپائی صاحب مرحوم کے شاید دیگر تاریخی مکتوب بھی اسی طرح کے مل گئے تو شائع کریں گے باذن اللہ۔

تقریظ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

مخدومی المکرم محسن المعظم ذوالعجز والکرم اطال اللہ ظللہ برکاتکم

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج والا بعافیت ہوں گے اور خدائے پاک ہمیشہ بایں فیوض و برکات
بصد ہزار عافیت رکھے۔ یہ ناکارہ بھی بدعاء آنحضدوم بجز اللہ واحسانہ تعالیٰ بخیر ہے۔
جناب والا کی تالیف تاریخ مشائخ احمد آباد کی کتابت قریب تکمیل ہے، اس کے
مقدمہ اور سرورق کا انتظار ہے۔ امید کہ جلد ارسال فرما کر احسان فرمائیں گے۔

جامعہ محمودیہ کے لئے جو سامان ارسال فرمایا تھا بجز اللہ سب پہنچ گیا۔ مادی معنوی
اعلیٰ ترقیات، سہولت و عافیت تمام ضروریات کی تکمیل اور تمام شر و فتن و مکارہ سے حفاظت
کی دعاء کی درخواست ہے، خودیہ نکارہ جناب والا کی دعاء و توجہ کا بہت محتاج ہے۔ اخلاص و
استقامت اور قبولیت کی دعاء فرما کر کرم بالائے کرم فرمائیں۔۔۔

آنانکہ خاک را کیمیا کنند آیا بود گوشہ چشمے بجا کنند

جناب والا کی کریم ذات سے امید ہے کہ محروم نہیں فرمائیں گے۔

والسلام مع الاکرام

۱۴۱۲/۱۰/۸ھ

العبد فاروق غفرلہ

جامعہ محمودیہ

مشائخ احمد آباد کی پہلی طباعت کی تیاری کا اس مکتوب میں ذکر ہے۔

تقریظ

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

۳۱ جولائی ۱۹۹۳ء

محترم المقام مولانا متالا صاحب مدنیوضہ، سلام مسنون

"مشائخ احمد آباد" کی دونوں جلدیں پہنچ گئیں۔ عرصہ سے میں ان کے لئے چشم براہ تھا۔ رسید لکھنے میں دیر کا سبب طبیعت کی ناسازی تھی۔ میرے بلیڈر میں پتھر ہیں جن کی وجہ سے پچھلے کچھ دنوں سے شدت کا درد ہونے لگا ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائے۔ آمین۔

میں عرصہ سے "مشائخ احمد آباد" کے متعلق سوچ رہا تھا۔ ان جلدوں کو دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ علم، تعلق اور جذبہ نے مل کر اس میں عجیب دلکشی پیدا کر دی ہے۔

۱۔ میرا خیال ہے کہ جلد ایک ہی ذہنی چاہئے۔ چونکہ صرف ایک طرف عکس لیا گیا ہے، اس لئے دو جلدوں کا حجم ہو گیا ہے۔ طبع ہو کر حجم ایک جلد کا ہو جائے گا جو نہایت مناسب رہے گا۔

۲۔ کتابت اوسط درجہ کی ہے۔ لیکن دوسری کتابت کی قطعاً ضرورت نہیں۔

۳۔ تصحیح کتابت کا کام احتیاط سے ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔

۴۔ آپ مجھ سے کس نوعیت کی تحریر چاہتے ہیں اور اس کو کس طرح استعمال

کرنا ہے۔ مقدمہ، پیش لفظ، ریویویا کیا۔

آپ نے غالباً "یادایام" {مصنفہ مولانا حکیم سید عبدالح عرحمہ اللہ} پر میری تحریر دیکھی ہوگی۔
بہر حال تعمیل ارشاد ہوگی۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ میری بڑی خواہش تھی کہ آپ کے دورہ؟
حدیث میں شرکت کروں، لیکن علالتوں کی وجہ سے ممکن نہ ہو سکا۔ بیوی کی طبیعت بفضلہ
بہتر ہے۔ وہ بعد سلام آپ کی پرسش احوال کا شکریہ ادا کرتی ہے۔

والسلام

مخلص خلیق احمد نظامی

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳	تقریظ	
۴	عرض مرتب	
۷	قدوم صحابہ کرام سے پہلے گجرات میں	۱
۱۴	سلطنت گجرات	۲
۱۶	زین البلاد احمد آباد	۳
۱۹	بانی احمد آباد، سلطان احمد شاہ	۴
۲۳	بنار احمد آباد	۵
۲۹	مساجد	۶
۲۹	پورہ جات	۷
۳۱	چہار دیواری کی تعمیر	۸
۳۴	پورہ جات کا تعارف	۹
۳۸	تعمیرات	۱۰
۴۱	اٹھانوے گنبد کی مسجد	۱۱
۴۱	احمد آباد کی جامع مسجد	۱۲
۴۳	سید میراں کی تعمیرات	۱۳
۴۳	باغات	۱۴
۴۶	دلکش باغات	۱۵
۴۸	باغ فتح	۱۶

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۴۹	جہانگیر بادشاہ کی مولفہ مرآة سکندری کے بلوغ کی سیر	۱۷
۵۰	گلاب کی کاشت	۱۸
۵۱	جہانگیر کا تالاب کا کریہ کے کنارے قیام	۱۹
۵۲	اس تالاب کی ساخت	۲۰
۵۳	کارخانے	۲۱
۵۴	مبارک نام کا اثر	۲۲
۵۹	جہاز سازی	۲۳
"	بہادر شاہی توپ	۲۴
"	بندوق	۲۵
"	تلوار	۲۶
۶۰	احمد آباد کے مدارس	۲۷
"	مدرسہ سیف خاں	۲۸
"	مدرسہ شیخ الاسلام	۲۹
۶۱	مدرسہ سرخیز	۳۰
"	مدرسہ وجیہ الدین	۳۱
"	مدرسہ عثمان پور	۳۲
۶۲	ولی اللہ کا مدرسہ	۳۳
"	دارالارشاد	۳۴
۶۳	صنعتی مدارس	۳۵
"	علمی مراکز اور کتب خانے	۳۶

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۶۴	عثمان پورہ کا کتب خانہ	۳۷
۶۴	خانقاہ سرخیز کا کتب خانہ	۳۸
۶۵	شاہ عالم کا کتب خانہ	۳۹
۶۶	شاہ جہاں کا کتب خانہ	۴۰
"	مدرسہ ہدایت بخش کا کتب خانہ	۴۱
"	مدرسہ ولی اللہ کا کتب خانہ	۴۲
۶۷	شیعہ بوہرون کا کتب خانہ	۴۳
"	احمد آباد کے محکمہ قضاہ کا کتب خانہ	۴۴
۶۸	شیخ حضرمی کا کتب خانہ	۴۵
"	اعتماد خاں گجراتی کا کتب خانہ	۴۶
۶۹	قاضی برہان الدین کا کتب خانہ	۴۷
"	مدرسہ شیخ الاسلام کا کتب خانہ	۴۸
۷۰	بعض دیگر کتب خانے	۴۹
۷۱	ولی اللہ کا کتب خانہ	۵۰
"	کتب خانہ آصف خاں	۵۱
۷۲	صحیح مسلم کا سب سے قدیم نسخہ سلطان محمود کے کتب خانہ میں	۵۲
۷۴	۱، نسخہ صاحب الجبلوری	۵۳
۷۵	۲، نسخہ مغربیہ	۵۴
"	۳، نسخہ حافظ اسماعیل اصفہانی	۵۵
"	۴، نسخہ حافظ عبدالغنی مقدسی	۵۶
"	۵، نسخہ مکیہ	۵۷

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۵۸	سنخے کے سرورق پر عربی تحریریں اور ہمیں ثبت ہیں		۷۶
۵۹	اردو اور گجرات		۷۸
۶۰	دکن پر اتر گجرات		۸۰
۶۱	قدیم اردو فقرے		۸۲
۶۲	جہانگیر کی اردو ترجمہ کی فرمائش		۸۵
۶۳	اہلسنت کا احمد آباد		۸۶
۶۴	علماء و مشائخ کی قدر دانی		۸۷
۶۵	موسیقی		"
۶۶	سادات احمد آباد		۸۸
۶۷	احمد آباد کی آخری جھلک		۹۰
۶۸	دولت		۹۱
۶۹	منگلوں کے ہاتھوں بربادی		۹۲
۷۰	وہ تاریخی کتب جو گجرات پر لکھی گئیں		۹۳
۷۱	حضرت شاہ شیروانی چشتی	۷۲۹ھ	۹۵
۷۲	شیخ علامہ کمال الدین قدس سرہ	۷۵۶ھ	۹۶
۷۳	شیخ رضی الدین عثمانی گنج علم	۷۷۰ھ / ۱۲۶۹ء	۹۷
۷۴	صاحبزادہ جمال الدین خنداں رو	۷۷۵ھ / ۱۳۷۲ء	۹۸
۷۵	سلسلہ راقم الحروف بمخدوم جہانیاں		۹۹
۷۶	حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت	۷۸۵ھ / ۱۳۸۲ء	۱۰۰
۷۷	سیر و سیاحت		۱۰۱
۷۸	مخدوم جہانیاں کا لقب		۱۰۲

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۷۹	شیخ سہار الدین	۹۰۱ھ / ۱۴۹۶ء	۱۰۸
۸۰	خسرتہ خلافت		۱۱۰
۸۱	سفر گجرات		۱۱۱
۸۲	معمولات		۱۱۳
۸۳	سید صدر الدین راجو قال	۸۲۷ھ / ۱۴۲۲ء	۱۱۵
۸۴	سید تاج الدین		۱۱۷
۸۵	بابا اسحاق مغربی اور حضرت شیخ احمد کھٹوی سرہندی "۷۶۳ھ"		۱۱۸
۸۶	شیخ وجیہ الدین (یوسف ثانی)		۱۱۹
۸۷	شیخ احمد کھٹو ملقب بہ گنج بخش		۱۲۰
۸۸	سفر حج		۱۲۲
۸۹	حباز سے واپسی		"
۹۰	مسجد خانجہاں میں		"
۹۱	تیمور کا حملہ		۱۲۵
۹۲	سفر سمرقند		"
۹۳	سلاطین سے تعلقات		۱۲۹
۹۴	شیخ احمد کھٹو کی سوانح		"
۹۵	وصال		۱۳۵
۹۶	گجراتیوں کی مرغوب غذا کھیچڑی		۱۳۷
۹۷	عرف بابو کا قریبی استعمال		"

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۹۸	جہانگیر بادشاہ کی شیخ احمد کھٹو کے مزار پر حاضری		۱۳۷
۹۹	آپ کا مدرسہ		۱۳۸
۱۰۰	آپ کا کتب خانہ		"
۱۰۱	شیخ کھٹو ہی سلطان گرا در پیر گرجی		۱۴۱
۱۰۲	مخدوم شیخ صلاح الدین		۱۴۲
۱۰۳	غوث اور شیخ حسن فقیہ		۱۴۲
۱۰۴	ابوالبرکات سراج الدین سید محمد		"
۱۰۵	شاہ عالم کا نکاح		۱۴۵
۱۰۶	سلاطین کے تعلقات		۱۴۶
۱۰۷	اوصاف و کمالات		"
۱۰۸	شاہ عالم کا لقب		۱۴۷
۱۰۹	جہانگیر کی شاہ عالم کے مزار پر فاتحہ خوانی		۱۵۰
۱۱۰	شاہ عالم کا فیض اصدا آباد سے بہارت تک		۱۵۱
۱۱۱	مدرسہ شاہ عالم		۱۵۲
۱۱۲	شاہ عالم کا کتب خانہ		"
۱۱۳	علیہ اور زبان		۱۵۳
۱۱۴	شاہ عالم کا خاندان اور اسکی متعلقہ عمارتیں		۱۵۵
۱۱۵	شیخ محمد		۱۵۶
۱۱۶	شاہ محمد راجو		۱۵۷
۱۱۷	سید محمد شاہ عالم کے پوتے		"

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۱۱۸	میاں قطب الدین		۱۵۹
۱۱۹	شاہ بھیکن		۱۶۰
۱۲۰	سید محمد مقبول عالم		"
۱۲۱	ملک عبداللطیف داور الملک	م ۸۸۹ھ / ۱۲۸۴ء	۱۶۱
۱۲۲	شیخ الاسلام خواجہ احمد بن دوسن	" ۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء	۱۶۳
۱۲۳	حضرت مولانا محمد صدیقی	" ۸۶۰ھ / ۱۴۶۵ء	۱۶۳
۱۲۴	ملک محمد اختیار اور شیخ کبیر الدین		۱۶۵
۱۲۵	احمد میاں مخدوم	م ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء	
۱۲۶	قاضی سید اسماعیل اصفہانی	" ۸۶۵ھ / ۱۴۶۱ء	۱۶۰
۱۲۷	مولانا صدر جہاں حسام الدین		۱۶۲
۱۲۸	صدر جہاں کا مدرسہ		۱۶۷
۱۲۹	شیخ احمد	" ۸۹۰ھ	۱۶۸
۱۳۰	سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم	" ۱۰۰۳ھ	۱۶۹
۱۳۱	سید جعفر بدر عالم		۱۸۰
۱۳۲	ابو المجد محمد بن جعفر محبوب عالم	" ۱۱۱۱ھ	۱۸۱
۱۳۳	تفسیر شاہیہ		۱۸۲
۱۳۴	سید جلال حمید عالم	" ۱۱۰۴ھ	"
۱۳۵	جعفر مجید عالم	" ۱۱۰۹ھ	۱۸۳

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۱۳۶	سید محمد محمود عالم	۱۱۴۹ھ	۱۸۳
۱۳۷	سید محمد مراد		۱۸۴
۱۳۸	شیخ نور الدین	۱۱۵۵ھ / ۱۱۶۲ھ	"
۱۳۹	شیخ نور الدین کا مدرسہ		۱۸۸
۱۴۰	کتب خانہ مدرسہ ہدایت بخش		۱۹۱
۱۴۱	نور العسرفان		"
۱۴۲	مدرسہ ہدایت بخش کا مطب		"
۱۴۳	بہاؤ الدین ابن نور الدین		"
۱۴۴	شیخ محمد صالح عرف پیر بابا ابن نور الدین		۱۹۲
۱۴۵	قاضی محمد رکن الحق خاں بن نور الدین		۱۹۳
۱۴۶	شیخ فخر الدین ابن نور الدین		"
۱۴۷	قاسمی شمس الدین شیبانی	۸۰۹ھ	"
۱۴۸	شیخ علم الدین	۸۰۹ھ	۱۹۴
۱۴۹	شیخ محمد بن ابوبکر دامینی	۸۲۷ھ	۱۹۵
۱۵۰	لقائیف		۱۹۶
۱۵۱	تعلیق للعصایح ابواب الجامع الصحيح		۲۰۱
۱۵۲	ابی فراس بن حمدان کے چند اشعار		"
۱۵۳	علامہ بدر الدین دامینی کے چند اشعار		۲۰۴
۱۵۴	شیخ غوث الدین	۱۲ صفر ۸۲۵ھ	۲۰۶
۱۵۵	ملا جعفر	۱۲ صفر ۸۲۶ھ	"

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۱۵۶	سید محمد خدا بخش	۵ جمادی الثانیہ ۸۴۴ھ	۲۰۷
۱۵۷	شیخ حاجی رجب		۲۰۸
۱۵۸	شیخ عزیز اللہ مندوی	۲۳ صفر ۸۵۲ھ	"
۱۵۹	شاہ موسیٰ سپہاگ	۸۵۳ھ	۲۰۹
۱۶۰	شیخ کبیر الدین ناگوری	۱۷ ذیقعدہ ۸۳۵ھ / ۸۵۶ھ	۲۱۱
۱۶۱	قطبہ تاریخ		۲۱۲
۱۶۲	شیخ کمال الدین کرمانی	۸۶۵ھ	۲۱۳
۱۶۳	شیخ حسن بن محمد اسادولی	۱۳ شوال ۸۷۰ھ	۲۱۴
۱۶۴	بی بی خوند کار دی		"
۱۶۵	شیخ خوند میر	۱۰ ربیع الثانی ۸۷۴ھ	۲۱۵
۱۶۶	سید یعقوب چشتی		۲۱۹
۱۶۷	شیخ محمود بن عبداللہ بناری	۸۸۰ھ	۲۲۰
۱۶۸	شاہ جلال الدین	۸۸۱ھ	۲۲۱
۱۶۹	شیخ احمد بن برہان الدین	۲۲ ربیع الثانی ۸۸۲ھ	۲۲۲
۱۷۰	مخدوم العالم محمد بن اسمعیل بن ابوالفکام		۲۲۳
۱۷۱	بن ابوجعفر بن ابویوسف بن یعقوب بن زوالی	۱۳ جمادی الاولیٰ ۸۸۲ھ	
۱۷۲	مخدوم بن برہان الدین	۸۹۰ھ	۲۲۴
۱۷۳	سید غوث الدین بغدادی قادری	۲۲ صفر ۸۹۵ھ	"
۱۷۴	حضرت شیخ محمود راجن بن علیم الدین عمری	۹۰۰ھ	۲۲۶
۱۷۵	شیخ محمد فلاوہ قدس سرہ	۹۰۰ھ	۲۲۷

نمبر شمار	عنوان	سن	صفو
۱۷۶	شیخ رزق اللہ	۲۰۲	۲۲۹
۱۷۷	شیخ سعد اللہ	"	۲۳۰
۱۷۸	خواجہ حسین ناگوری	"	۲۳۱
۱۷۹	مؤلف تاریخ منظر شاہی	"	۲۳۲
۱۸۰	شیخ یوسف	"	۲۳۵
۱۸۱	شیخ قاسم بن داؤد	"	"
۱۸۲	قطب عالم سید برہان الدین ابو محمد	"	۲۳۶
۱۸۳	عبداللہ سناری	"	"
۱۸۴	سید شرف الدین مشہدی سے ملاقات	"	۲۳۸
۱۸۵	سید گیو دراز سے ملاقات	"	۲۳۹
۱۸۶	سلاطین سے تعلقات	"	"
۱۸۷	قطب العالم کی زبان	"	۲۴۰
۱۸۸	حضرت شاہ عالم	"	۲۴۲
۱۸۹	مولانا سید جیو	"	۲۴۳
۱۹۰	ابن قطب عالم	"	۲۴۴
۱۹۱	شیخ محمود عثمان الملقب بر شمع برہانی	"	۲۴۶
۱۹۲	عثمان پورہ کاکب خانہ	"	۲۴۸
۱۹۳	سوز	"	۲۵۲
۱۹۴	شیخ محمود عبداللہ حسینی سناری	"	۲۵۳

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۱۹۵	مخدوم شیخ محمود دریا نوش	۸۸۴ھ / ۱۴۷۹ء	۲۵۳
۱۹۶	شیخ عبداللطیف	۸۸۵ھ / ۱۴۸۰ء	۲۵۴
۱۹۷	شیخ سراج خلیفہ قطب عالم		۲۵۶
۱۹۸	سید محمد زاہد بن قطب عالم بخاری	۸۹۲ھ / ۱۴۸۷ء	۲۵۸
۱۹۹	شاہ محمد امین		۲۶۰
۲۰۰	مصطفیٰ		۲۶۱
۲۰۱	سید جعفر شیرازی		"
۲۰۲	شیخ احمد بن سید جعفر شیرازی	۹۲۲ھ / ۱۵۲۵ء	۲۶۲
۲۰۳	سید احمد مخدوم جہاں شاہ	۸۹۹ھ	"
۲۰۴	ملک شرف الدین شاہ شہباز		۲۶۴
۲۰۵	شاہ حماد ابن قاضی محمد		۲۶۶
۲۰۶	علامہ وجیہ الدین علوی	۹۹۸ھ	۲۷۱
۲۰۷	شیوخ سے تعلق		۲۷۲
۲۰۸	شاہ محمد غوث نے حلقہ ارادت میں آئین کاسب		۲۷۳
۲۰۹	اوصاف و کمالات		۲۷۶
۲۱۰	مدرسہ کا قیام		"
۲۱۱	زبد و قناعت		۲۷۷
۲۱۲	کرامات		"
۲۱۳	تلامذہ		۲۷۹
۲۱۴	ملفوظات حضرت وجیہ الدین		"

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۲۱۵	ملفوظات کے اس مجموعہ میں		۲۸۲
۲۱۶	شاہ وجیہ الدین کا کتب خانہ		۲۸۳
۲۱۷	شیخ وجیہ الدین مصنفین کی نظر میں		۲۸۴
۲۱۸	شیخ غوث اور شیخ وجیہ الدین		۲۸۹
۲۱۹	شیخ وجیہ الدین کا شیخ غوث سے والہانہ تعلق		"
۲۲۰	شیخ وجیہ الدین کے مدرسہ کافیض اور عمارتیں		۲۹۱
۲۲۱	وجیہ الدین علوی گجراتی کی تصانیف باعتبار فنون		۲۹۲
۲۲۲	شیخ برہان الدین علوی		۲۹۶
۲۲۳	قاضی علی بن اسد اللہ	۱۰۴۰ھ	"
۲۲۴	سید صبغت اللہ بھروچھا شطاری	۱۰۱۵ھ	۲۹۷
۲۲۵	محمد عبدالرحمن بیجاپوری	۱۰۸۳ھ	۲۹۹
۲۲۶	شیخ کمال محمد عباسی	۱۰۱۳ھ	۳۰۰
۲۲۷	شیخ ابوتراب لاہوری	۱۰۱۷ھ	۳۰۱
۲۲۸	شجرۂ نسب		۳۰۲
۲۲۹	شیخ وجیہ الدین کی بیعت		"
۲۳۰	خروتہ خلافت		۳۰۳
۲۳۱	شیخ وجیہ الدین		"
۲۳۲	شاہ گدا کا شجرۂ طریقت		"
۲۳۳	شجرۂ قادری		"
۲۳۴	شجرۂ شطاریہ		"
۲۳۵	لاہور میں مستمن		"

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۲۳۶	خلفائے سید ابوتراب		۳۰۴
۲۳۷	مبارک صدیقی شطاری	۱۰۱۰ھ	۳۰۵
۲۳۸	محمد رضا لاہوری	۱۱۱۸ھ	"
۲۳۹	محمد بن فضل اللہ برہانپوری	۱۰۳۵ھ	۳۰۶
۲۴۰	سید حسین سامانوی		۳۱۳
۲۴۱	شیخ یوسف بنگالی		۳۱۴
۲۴۲	قاضی عبدالشہید بجاپوری		"
۲۴۳	جلال الدین ملتانی	۹۹۹ھ	۳۱۵
۲۴۴	مولانا عثمان سبھلی	۹۸۰ھ	"
۲۴۵	قاضی عبدالعزیز	۹۸۲ھ	۳۱۶
۲۴۶	قاضی عبدالعزیز کے والد شیخ عبدالکریم		"
۲۴۷	قاضی عبدالعزیز کے دادا		۳۱۷
۲۴۸	شیخ عبدالشہید صوفی شطاری	۱۰۱۰ھ	۳۱۸
۲۴۹	مولانا محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاری		۳۲۱
۲۵۰	گلزار ابرار		۳۲۶
۲۵۱	سید شاہ ہاشم حسن علوی	۱۰۵۹ھ	"
۲۵۲	شیخ حاجی حمید	۹۶۷ھ	۳۲۸
۲۵۳	اصحاب شطاریہ	۹۷۰ھ	۳۳۰
۲۵۴	شیخ محمد غوث گواہیاری	۹۷۰ھ	۲۲۱
۲۵۵	رسالہ معراجیہ		۲۳۵

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۲۵۶	تحقیقین کی راتے		۳۳۶
۲۵۷	مریدین		۳۳۷
۲۵۸	تصانیف		۳۳۹
۲۵۹	وفات		"
۲۶۰	حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کے خلفاء کرام		۳۴۳
۲۶۱	مرزا شیخ بہلول		۳۴۴
۲۶۲	شیخ نور الدین ضیاء اللہ	۱۰۰۶ھ	۳۴۵
۲۶۳	شیخ عبداللہ گوالیاری	۱۰۲۱ھ	۳۴۸
۲۶۴	شیخ صالح بن محمد		"
۲۶۵	شیخ اویس بن محمد گوالیاری		۳۴۹
۲۶۶	شیخ علی شیر بنگالی	۹۷۰ھ	"
۲۶۷	شیخ لشکر محمد عارف قدس سرہ	۹۹۳ھ	۳۵۱
۲۶۸	شیخ طاہر محمد سندھی	۱۰۰۴ھ	۳۵۶
۲۶۹	تقلیم		"
۲۷۰	خاندان کی ذمہ داری		"
۲۷۱	احمد آباد میں آمد		۳۵۷
۲۷۲	حضرت غوث گوالیاری سے ارادت		"
۲۷۳	برار میں آمد		۲۵۸
۲۷۴	برہان پور میں قیام		۲۵۹
۲۷۵	تصانیف		"

صفحہ	سن	عنوان	نمبر شمار
۳۶۰		تفسیر مجمع البحار	۲۷۶
۳۶۱	۱۰۱۰ھ	شیخ سراج محمد بنانی	۲۷۷
۳۶۲	۹۸۵ھ	شیخ برہان الدین	۲۷۸
"	۹۹۲ھ	سید حسین بن سید محمد ترمذی	۲۷۹
۳۶۳	۹۹۳ھ	شیخ ودود اللہ مالوی	۲۸۰
"		شیخ داؤد محمد مندوی	۲۸۱
۳۶۴	۹۱۲ھ	شیخ عزیز اللہ متوکل	۲۸۲
۳۶۵	۹۷۵ھ	محدث شیخ علی متقی صاحب کنز العمال	۲۸۳
۳۶۶		کنز العمال	۲۸۴
"		ابن حجر اور علی متقی	۲۸۵
۳۶۷		شیخ علی متقی گجرات میں	۲۸۶
۳۶۸		دعوتِ وزیر پر شرائط	۲۸۷
"		زوقِ علم	۲۸۸
۳۶۹		گجرات میں دوسری آمد	۲۸۹
"		بشارتِ نبوی	۲۹۰
۳۷۰		علی متقی علماء کبار کی نظر میں	۲۹۱
۳۷۱		علامہ شترانی شیخ علی متقی کی خانقاہ میں	۲۹۲
۳۷۲		محدث عبداللہ دہلوی کی استعداء	۲۹۳
"		تحمل مزاجی	۲۹۴
"		کثرتِ عبادت	۲۹۵

صفحہ	سن	عنوان	نمبر شمار
۳۷۳		شیخ علی کی کرامت	۲۹۶
۳۷۵		دوسو کا علاج	۲۹۷
"		شدائد سکرات	۲۹۸
۳۷۶		جنات کی آمدورفت	۲۹۹
"		پہلا خط	۳۰۰
"		دوسرا خط	۳۰۱
۳۷۷		قبل از وفات	۳۰۲
۳۷۸		ذکر بانجھیر	۳۰۳
"		تصانیف	۳۰۴
۳۸۲		مہدوی تحریک	۳۰۵
۳۸۳		طریقت کے چند اصول	۳۰۶
۳۸۴		شیخ علی اور نہجبت شیوخ	۳۰۷
۳۸۵		شیخ محمد طاہر بیٹنی	۳۰۸
"		انتقال کے چودہ سال بعد	۳۰۹
"		وفات	۳۱۰
۳۹۸		حسام الدین ملتانی در شیخ علی متقی کے استاد <small>۱۹۶۱ء</small>	۳۱۱
۴۰۱		شیمین شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ	۳۱۲
۴۰۲		شیخ عبدالوہاب متقی <small>۱۹۶۱ء</small>	۳۱۳
۴۱۴		مخدوم جیو قادر می سے شیخ عبدالوہاب متقی کی عقیدت	۳۱۴
۴۱۶		شیخ ادلیا بن شیخ سراج	۳۱۵

صفحہ	سن	عنوان	نمبر شمار
۴۱۶		سید ابراہیم غیاث پوری	۳۱۶
۴۱۷	۱۰۰۳ھ	خواجہ نظام الدین احمد بخش	۳۱۷
۴۲۲		طبقات اکبر شاہی کے متعلق	۳۱۸
۴۲۳		شیخ حسن علی موصلی	۳۱۹
۴۲۴	۹۸۰ھ	میر محوی	۳۲۰
۴۲۵		ملا حالتی	۳۲۱
۴۲۶		صرفی ساؤ جی	۳۲۲
"		بقالی	۳۲۳
۴۲۷		نطفی منجم	۳۲۴
۴۲۸		خانماناں مرزا عبدالرحیم	۳۲۵
۴۳۰		فیاضی	۳۲۶
۴۳۱		ادبی سرپرستی میں زر پاشی	۳۲۷
۴۳۲		کتب خانہ خان خانان	۳۲۸
۴۳۳		خوش نویس	۳۲۹
"	۱۰۶۰ھ	جانان بیگم	۳۳۰
۴۳۴	۱۰۲۰ھ	مولانا نظیری	۳۳۱
۴۳۷	۱۰۲۰ھ	مولانا محمد رضا شکیبی	۳۳۲
۴۳۹		ملا محمد حسین ہرودی	۳۳۳
۴۴۰	۱۰۳۲ھ	مولانا صوفی	۳۳۴
		میر باقی ماوراء النہری	۳۳۵

نمبر شمار	عنوان	سن	صفحہ
۳۳۶	ملا محمد مومن		۲۴۱
۳۳۷	ملا عبد الباقی مصنف آثار رحیمی	۱۲۳۳ھ	"
۳۳۸	مولانا شکیب بن ظہیر الدین عبداللہ امای اصفہانی	۱۲۳۳ھ	۲۴۳
۳۳۹	ملائخوشالی		۲۴۴
۳۴۰	مولانا شتابی جنابیری		۲۴۵
۳۴۱	مولانا کمال الدین حسبی		۲۴۶
۳۴۲	حکیم روح اللہ		۲۴۸
۳۴۳	مولانا مقصود علی تبریزی		۲۵۰
۳۴۴	میر محمد ہاشم قصہ خواں		۲۵۱
۳۴۵	مولانا مشرقی		۲۵۲
۲۴۶	میر دوستی سمرقندی		"
۳۴۷	مولانا نادمی		۲۵۳
۳۴۸	میر محمد یوسف طبعی		"
۳۴۹	مولانا دامق بلخی		۲۵۴
۲۵۰	مولانا نصیری		۲۵۵
۳۵۱	غازی خاں بدخشی		"
۲۵۲	ابراہیم حسین دیر		"
۲۵۳	حکیم مشہدی		۲۵۶
۳۵۴	مولانا شعری		"
۳۵۵	مولانا حیدری		۲۵۷

صفحہ	سن	عنوان	نمبر شمار
۲۵۸		مولانا صیدی	۳۵۶
۲۵۹		مولانا نسبتی	۳۵۷
"		میر عہدی	۳۵۸
"		شاہ نظربگ اصفہانی افشاری	۳۵۹
۲۶۰		آقا جلال	۳۶۰
"		ملا خزینی	۳۶۱
۲۶۱		مولانا محمود	۳۶۲



تقریر

فقیر الامت جامع المنقول و المنقول جامع الشریعہ و
الطریقہ حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی زید مجدہم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد : اس دنیا میں
اللہ تعالیٰ نے بہت سے اخلاقِ فاضلہ کے حامل بندوں کو بھیجا کسی نے یکسوئی کی زندگی
گزاری اور مدتِ معینہ پر رخصت ہو گئے، کسی نے آہ و بکا کے ساتھ گزارا کیا کسی
نے تلامذہ بہت کچھ پھوڑے۔ الغرض ہر ایک کی زندگی میں کچھ اوصاف تھے جو
ان کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئے۔ پھر بعد کے لوگوں نے ان کے حالات کو قلب بند
کیا، اور بہت کچھ خود بھی فائدہ اٹھایا اور مخلوق کو بھی فائدہ پہنچایا، اسی سلسلہ
کی ایک کڑی یہ زیر نظر کتاب ہے، پڑھنے والوں کو اس سے بہت کچھ حاصل
ہو سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جزا بخیر دے حضرت المساجح مولانا
يُوسُفُ مُنَالَا صاحب کو کہ انہوں نے مشائخ احمد آباد کے حالات
اخلاق و اعمال، خدمات کو جمع کیا، اور امت کے سامنے پیش کر دیا اور اس
کا نام بھی مشائخ احمد آباد تجویز کر دیا، احمد آباد ایک مدت دراز تک
سفینہ علم و عمل رہا ہے۔ ان کے احوال پڑھنے والوں کو بہت فائدہ
ہو سکتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو بے حد قبول فرمائے اور مفید و نافع
بنائے۔ آمین۔

فقط والسلام

املاہ العبد محمود غفرلہ

چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند ۲۴ ۱۳۱۳ھ

عرض مرتب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَوْلِيَاءِ وَ
 الْآخِرِينَ إِمَامِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ
 گجرات میں مقیم قبائل اور خاندانوں کے جو نام مسلمانوں میں رائج ہیں متارا
 تلی املا وغیرہ انکی اصل اور معانی کی تلاش کا خیال ہوا، مختلف زبانوں کی لغات
 ڈکشنریاں دیکھنے کے بعد بھی کوئی رہنمائی نہ مل سکی تو رومنہ شریفہ کی عاضری پر
 صلوة وسلام کے بعد اس کام کی صحیح سمت کی طرف رہنمائی اور تسہیل کے لئے
 راقم السطور نے دعا و توجہ کی درخواست کی۔

جس کے فوراً بعد ہی عرض و معروض قبول ہو جانے کے آثار اس شکل میں ظاہر
 ہوئے کہ: **مُعْجَمُ الْقَبَائِلِ الْعَرَبِيَّةِ**، میں وہ تمام قبائل نکل آئے جو اس وقت
 گجرات میں انہی عربی ناموں کے ساتھ معروف ہیں، اور چارٹ کی شکل میں اس
 کو طبع کیا گیا، یہ تھی آپ کے زیر نظر کتاب کے لئے کاوش کی ابتداء، اس
 کے بعد کام کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔

وغیرہ کتب کا مطالعہ کر کے مشائخ کے احوال کو جمع کرنے کی کوشش
 کی متعدد حصہ جمع ہو جانے کے بعد اشاعت کے لئے ترتیب یہ سوچی گئی کہ متعدد
 جلدوں میں اس کو شائع کیا جائے۔ چنانچہ مشائخ احمد آباد آپ کے ہاتھوں
 میں ہے اللہ تعالیٰ قبول فرماوے، ان حضرات علماء، مشائخ کے معارف و علوم
 کو عام فرماوے اور عالم کو ان سے مستفید فرماوے۔ آمین یا رب العالمین۔

اس کتاب میں ایسے حضرات کا تذکرہ بھی ہے جنکا طویل قیام نہیں رہا بلکہ اثناء سفر میں وقتی طور پر قیام کیا ہوگا مگر پھر بھی ہم نے یہاں ان کا ذکر اس لئے کر دیا ہے کہ علمی اور روحانی سلسلے ایسے ہیں جس کے لئے اتنا قیام بھی صدیوں تک سلسلہ کی ترویج و اشاعت کے لئے بنیاد بن جاتا ہے۔

اہل علم و فضل و مشائخ میں سے احمدآباد کے وارویں و صادرین تک کو بھی ہم نے اس میں ذکر کیا ہے۔ کیونکہ احمدآبادی (منسوب بہ احمدآباد) حضرات کا ذکر صرف مد نظر نہیں کیونکہ کسی جگہ کی طرف نسبت کے لئے یا تو مولد، مدفن دونوں شرط یا دونوں میں سے ایک ضروری یا جیسا کہ عبدالقادر بن المبارک کا قول ہے کہ چار سال وہاں کا قیام ضروری ہے۔ تب اس مقام کی طرف نسبت کی جاسکتی ہے۔ (تدریب الراوی ۵۳۳)

چونکہ یہ کتاب برطانیہ میں ترتیب دی گئی جہاں مراجع ہندوستان کی طرح بسہولت میسر نہیں اس لئے جتنے حضرات کے احوال مل سکے ان پر اکتفا کیا گیا۔ استیعاب کے ارادے سے کتاب کی اشاعت کی تاخیر کی رائے نہیں ہوئی اسی لئے بعض حضرات کے ذکر و تذکرے پر سوال ضرور پیدا ہوگا کہ اس میں جن اساتذہ اور تلامذہ کا ذکر ہے ان کے احوال مذکور نہیں۔

اسی بنا پر بعضے بہت مشہور حضرات کے احوال میں بھی تشنگی محسوس ہوگی۔ راقم الحروف کاشنو و ناگجرات میں ہونے کے باوجود احمدآباد کی زیارت نہ ہو سکی حالانکہ ہزاروں دفعہ سسرکوں پر نصب کیا ہوا کتبہ کہ احمدآباد یہاں سے اتنے میل ہے نظروں سے گذرتا رہا، ذیہاتی پن کا غلبہ یا بے ذوقی کہے کہ ایسے تاریخی شہر کی زیارت سے محرومی رہی۔

ایک دفعہ زیارت کاشوق ضرور ہوا جب میں نے ایک دوست سے

پوچھا کہ آپ کو یہ قبور کے مکاشفہ کی ابتداء کیسے ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ شاہ احمد کھٹوی
 کے مزار پر عارضی کے ساتھ ہی یہ سلسلہ انکی ہم کلامی کے شرف سے شروع ہوا۔
 قارئین میں سے جو حضرات تاریخِ دہان ہیں وہ بقصد اصلاح مطالعہ فرمائیں اور
 راقم الحروف یا ناشرین کو اغلاط سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں ان
 اغلاط کی اصلاح کر لی جا سکے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ان قدسی صفات اولیاء کے مجاہدات اپنانے کی اور ان
 کے علمی روحانی سلاسل سے وابستہ رہنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ انکی
 طرح سے عشقِ الہی اور عشقِ محمدی کی دولت سے ہمیں بھی سرفراز فرمائیں۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ
 أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

یوسف مثالا

جمعۃ المبارک ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

قدم صحابہ کرام سے پہلے گجرات میں

امیر المومنین سیدنا عمر بن خطابؓ نے ۱۵ھ / ۶۳۶ء میں جب حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو بھریں اور عمان کا گورنر بنا کر بھیجا تو انہوں نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاصؓ کو فوج دے کر گجرات روانہ فرمایا۔ بمبئی کے قریب تھانہ اور بھروچ وغیرہ فتح کر کے یہ فوج سالم و غانم واپس گئی اور دوسری مرتبہ حکم بن ابی العاصؓ نے بھروچ وغیرہ کے ساحلی علاقوں پر حملہ کیا اور اپنے بھائی مغیرہ بن ابی العاصؓ کو دیبل (یا دیول) جو بندر لاہری سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے اس پر حملے کے لئے بھیجا اور دونوں جگہ کامیابی حاصل ہوئی۔ پھر امیر المومنین سیدنا عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں ہندوستانی علاقے پر برابر توجہ مرکوز رکھی اور گورنر عراق عبدالمد بن عامر بن کریر کو اس کا حکم دیا جنہوں نے تحقیق کیلئے حکیم بن جبلة العبدی کو بھیجا۔

امیر المومنین سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ نے ۳۹ھ / ۶۵۹ء میں حارث بن مرہ عبدی کو اس طرف بھیجا اور انہوں نے کامیابی حاصل کی اور ۴۲ھ / ۶۶۲ء میں شہید ہوئے۔

سیدنا حضرت معاویہؓ کے دور میں (۴۴ھ / ۶۶۴ء) میں مہلب ابن ابی صفرہ نے اس علاقے میں جہاد کے تسلسل کو جاری رکھا۔ والی سجستان عباد بن زیاد ۵۳ھ سنہ اور کچھ فتح کرتے ہوئے گجرات کی بندرگاہ قندھار (گنڈھارا) آئے سخت مقابلہ ہوا۔ یا قوت حموی نے لکھا ہے۔ وفتحها بعد ان اُصيب

رجال من المسلمین (مجم البلدان ص ۱۶۷)

یہاں تک کہ ۸۶ھ / ۷۰۵ء میں ولید بن عبدالملک کے دور خلافت

تھا چونکہ حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ اس لئے اس نے حضرت محمد بن قاسم کو سندھ و ہند پر مامور فرمایا۔ اور ۹۲ھ میں سرحد پر وزیر جمعہ محمد بن قاسم و سیل سندھ پہنچے۔ اور اجیر کے قریب تک کے سارے گجرات کے علاقے کو فتح کر لیا۔ اسی لئے جب محمد بن قاسم نے راجہ داہر کو مارا ہے بھروچ میں اس وقت مسلمانوں کی آبادی اس قدر تھی کہ انہوں نے اس فتح کی خوشی میں اپنے یہاں بھروچ اور کھیرہ میں راجہ داہر کے قاتل مسلمان مہا پدا اور مقتول راجہ داہر اور ہر دونوں کا مجسمہ بنوڑا دیگا نصب کیا۔ ۱۰۰ھ

اور ایک روایت یہ ہے کہ بھروچ اور کھیرہ میں راجہ داہر اور اس کے قاتل قاسم بن ثعلبہ اور محمد بن قاسم تینوں کی یادگاریں قائم کی گئیں۔ مگر مقدر کہ حضرت محمد بن قاسم کو صرف تین سال ملے ورنہ اسی وقت سے یہاں مضبوط و مستحکم حکومت قائم ہو جاتی۔ جب ۱۰۰ھ میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے آپ معزول کر کے واپس بلائے گئے تو آپ کے بعد یزید ابن ابی کبشہ سسکی پھر حبیب بن مہلب پھر عمر بن مسلم باہلی اس علاقے میں آئے۔ اس کے بعد ۱۰۰ھ میں جنید بن عبدالرحمن مری نے سندھ میں استحکام کے بعد گجرات کا رخ فرمایا۔ اور مارواڑ اور وہاں سے ماٹل جو ویرم گاؤں کے قریب ہے وہاں سے دھنچ اور وہاں سے بھروچ تشریف لائے۔ اور خود جنید مالوہ کی طرف چلے گئے۔ اور حبیب بن مرہ کو اُجین کی طرف بھیجا اس سفر میں بھرد اور بھیل مان کے گجراتی علاقے بھی فتح ہوئے دیہ دھنچ نہروالہ پٹن سے آگے رادھن پور کے قریب آباد تھا۔

جنید بن عبدالرحمن کے بعد تمیم ابن عتیق پھر حکم بن عوانہ وغیرہ دوسرے حضرات

اس علاقے پر مامور ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ عباسی دور شروع ہوا اور منگولوں کے لگ بھگ خلیفہ منصور عباسی کی طرف سے ہشام بن عمرو تغلبی حاکم سندھ نے عمر بن حمل کو گجرات کی طرف خبر گیری کے لئے بھیجا۔ وہ بھروچ کے قریب باربد دھار بھوت (پرنگر انداز ہوئے) اور خود ہشام بن عمرو نے ایک بحری بیڑا گندھار (گندھارا) کیلئے روانہ کیا جو ایک بڑا شہر اور مشہور بندر گاہ تھی۔

اہل بیت میں سے الا شتر عبداللہ بن محمد اپنے والد کے شہید کئے جانے کے بعد کوفہ آئے وہاں سے بصرہ پھر منصورہ سندھ ہوتے ہوئے یہاں قندھار پہنچے تھے۔ ۱۰

ابن بطوطہ اپنے سفر میں کاوی سے جہاز میں سوار ہو کر یہیں اترے تھے۔ ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ یہاں کے راجہ کا نام جاسمی ہے وہ بادشاہ اسلام کے ماتحت ہے۔ اور ہر سال خراج ادا کرتا ہے۔ جب ہم قندھار پہنچے تو وہ ہمارے استقبال کو باہر آیا تعظیم کی اور اپنا محل غالی کر دیا اور ہمیں اس میں اتارا۔ غرض ہشام بن عمرو تغلبی فاطمانہ قندھار میں داخل ہوئے اور ایک بدھ مدرسے کی جگہ مسجد تعمیر کروائی۔

خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۵۹ھ / ۷۷۷ء میں عبدالملک بن شہاب ضمعی

کو جہاد کے لئے بھیجا جن کے ساتھ فوج کے علاوہ منظور عین (VOLUNTEER) علماء و مشائخ کی ایک جماعت بھی تھی۔ یہ مجاہدین بھروچ کے قریب دھار بھوت شہر میں اترے اور یہاں فتح پائی مگر یہاں کے قیام میں وبا پھیلی جس میں فوج کے کافی مجاہدین شہید ہو گئے۔ جن میں ابو بکر، ربیع ابن صبح سعدی بھی ہیں۔ جو جلیل القدر تابعی اور عظیم محدث ہیں۔

اس کے تقریباً چالیس سال بعد مامون کے دور خلافت میں فضل بن مابان نے بمبئی اور سورت کے درمیان، سندان، نامی ساحلی شہر فتح کیا جس کے متعلق فتوح البلدان میں ہے۔

بنو سامہ کے غلام فضل بن مابان نے سندان فتح کر کے اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور خلیفہ مامون کی خدمت میں ہاتھی بھیجا اور اس سے خط و کتابت جاری کی اور اس کے لئے جامع مسجد میں دعا کی جسے اس نے سندان میں تعمیر کیا تھا۔

(فتوح البلدان ص ۴۳۳)

كان الفضل بن ماهان
مولى بنى سامة فتح
سندان وغلبها و بعث
الى المامون بنيل وكاتبه
ودعاه في مسجد
جامع اتخذها بها۔

سندان، اس قدر اہمیت کا حامل تھا کہ بنو ہبیر کے دارالسلطنت منصورہ کے چار دروازوں میں سے ایک کا نام، باب سندان، تھا۔ سندان کی یہ حکومت اس قدر مضبوط تھی کہ فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ ان کے یہاں ایک بہت بڑا بھری بڑا بھی تھا۔ چنانچہ لکھا ہے:

فضل بن مابان کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا محمد بن فضل بن مابان جانشین ہوا۔ اور ستر جہازوں کا بیڑا لے کر ہندوستان کے بھری لڑاکوؤں کی سرکوبی کے لئے نکلا اور اوران کی بڑی تعداد کو ختم کر دیا۔

پھر اس نے پالی (پالی تھانہ) کو فتح کیا اور جب سندان واپس آیا تو اس کا بھائی

قلبامات قام محمد بن
الفضل بن ماهان مقامه
فاد في سبعين با رجة الى
الهند فقتل منهم
خلقا وفتح فالى ورجع الى
سندان وقد غلب عليها اخ له۔

(فتوح البلدان ص ۴۳۲)

سندان پر قبضہ کر چکا تھا۔

سندان کی حکومت کا حلقہ ابن خسرو اذہرہ ۔۔۔۔۔۔ کی روایت کے اعتبار سے دہلی، پالی، اور بھروچ تک پھیل گیا تھا۔ پالی گھوگر بندرگاہ کے قریب واقع ہے یہاں پالی تھانہ کا جینیوں کا مندر بھی بہت مشہور تھا۔

بحری قزاقوں کی سرکوبی کر کے محمد بن فضل واپس آئے تو ان کے بھائی ماہان بن فضل بن ماہان قابض ہو چکے تھے۔ مگر اس کو تو ہٹا کر عوام کی حمایت کیوجہ سے سولی دے کر ہلاک کر دیا گیا لیکن یہ نوخیز حکومت اس اختلاف کی متحمل نہ ہوئی اور مقامی غیر مسلموں نے دوبارہ سندان پر قبضہ کر لیا البتہ جامع مسجد اور اس کے اندرونی انتظام کو اپنے حال پر رہنے دیا۔
فتوح البلدان میں ہے۔

و غلبوا علی سندان فترکوا مسجدھا للسلیمین یجمعون فیہ
و یدعون للخلیفۃ۔

آپس کے اسی اختلاف کو ابو الغناہیہ (م ۲۱۳ھ) نے ان اشعار میں ذکر کیا ہے۔

ما علی اذا افترقنا بسندان وما هكذا عهدنا الخاء
ہم نے کس بات پر سندان میں باہمی افتراق و اختلاف کیا ہم نے تو اس طرح کی بھائی بندی نہیں دیکھی تھی۔

قضرب لناس بالمہند البیض علی غدوہم وتسی الوفاء
تم لوگوں کو انکی بے وفائی پر ہندوستان کی شمشیر براں سے مار رہے
ہو اور ان کی وفاداری کو بھولی گئے ہو۔ (الغانی ص ۲۵۱ طبع بیروت ۱۹۵۵ء)

بعد میں سندان (سبجان) ولہب رائے گجرات کے راجہ کی حکومت کا حصہ بن گیا جیسا کہ ابوالحسن علی بن حسین مسعودی ۳۳۳ھ / ۹۱۵ء میں ہندوستان آئے اس وقت سندان ولہب رائے کے ماتحت تھا۔ مسعودی لکھتے ہیں کہ یہاں سونے اور چاندی کی کانیں ہیں اور لین دین اسکا سے ہوتا ہے۔ اور میں ہند کے ضلع لار (بھروچ سے تھانہ تک) کے شہر میہور (چیمور) میں داخل ہوا جو ولہب رائے کی سلطنت میں داخل ہے۔ اور یہ واقعہ ۳۰۴ھ / ۹۱۶ء کا ہے۔ آجکل چیمور پر جو بادشاہ ہے وہ جاج (جھانجھا) کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت یہاں دس ہزار مسلمان ہیں جن میں بیاسرہ کے علاوہ سیراف، بصرہ، بغداد نیز دیگر ممالک کے لوگ ہیں۔ اگر اسی ایک شہر کے دس ہزار مسلمانوں کا حساب کیا جائے اور چھ سو سال تک المضاغف کیا جائے کہ ہر دس سال میں آبادی دوگنہ ہو جاتی ہے تو کوڑھ سے زیادہ تعداد ہو جائے گی۔ نتیجہ نکلے گا کہ گجرات میں مقیم مسلمان انہیں عربوں کی نسل سے ہیں۔ جنہوں نے شادیاں کر کے اسی ملک کو اپنا وطن بنا لیا ہے۔ یہاں تاجروں کی جماعت میں بڑے بڑے لوگ موجود ہیں جیسے موسیٰ اسحاق، سید اپوری اور ہرمند کے عہدے پر آجکل ابوسعید ہیں جو ابن زکریا کے نام سے مشہور ہیں اور ہرمند اس عہدے کا نام ہے جس پر تمام مسلمان متفق ہو کر ایک شخص کو اپنے میں سے جو بڑے پائے کا ہو مقرر کرتے ہیں پھر اس کے حکم کے تابع رہتے ہیں گو یا وہ امیر قوم ہوتا ہے۔

ابوریحان بیرونی ۴۰۸ھ / ۱۰۱۷ء نے بھی اپنی کتاب 'الہند' میں سندان کو بڑے

شہروں میں ذکر کیا ہے۔

گجرات کے مشہور شہر بیرونی نے یہ گنوائے ہیں۔

۱۔ اہل و اعراب سومات ۲۔ لار دیش یعنی بھروچ ۳۔ رہن جوڑ یعنی راندیر

کچھ کھبایت کے اساول کے سندان سے سو پارہ سے تھانہ سے دوار کہ
۱۲ بھیلان ۔

اسی علاقے میں آباد مسلمانوں کے ساتھ جو نوابی طرز کے چھوٹی چھوٹی حکومتیں
محدود ہو کر رہ گئی تھیں چاروں طرف کی بڑی غیر مسلم حکومتیں انکو ستاتی رہتی تھیں۔
انہی مظالم کے اثر سے کے لئے عباسی خلیفہ کا اشارہ پا کر سلطان محمود غزنوی نے
غیر مسلم حکومتوں کی گوشمالی کے لئے اس علاقے کے متعدد بار دورے
فرمائے۔ اور فتح کی اطلاع بغداد بھیجی اور عباسی خلیفہ کی طرف سے خلعت آئی۔
ان کا مقصد مظلوم مسلمانوں کی نصرت تھا خود شہر پٹن گجرات میں بھی انکی
آمد کے وقت بعض مشائخ اور علماء تھے۔ اس لئے انہیں نہروالہ پٹن بہت پسند
آیا۔ آپ کا ارادہ غزنی پر شہزادہ مسعود کو متعین کر کے خود دوسرا پایہ تخت
پٹن کو بنا کر اس میں قیام کا بھتا مگر اراکین حکومت نے اتفاق نہ کیا۔

یہاں کے مسلمانوں اور مشائخ کے بلائے پر آپ آئے تھے کیونکہ شیخ
محمد بن حسن بن علی عراقی (متوفی ۴۱۶ھ) جو محمود شاہ منگرولی کے نام سے
مشہور ہیں ان کے پاس ایک بڑھیا فریاد لے کر آئی کہ میرا اکلوتا بیٹا مارا گیا
شیخ محمد بن حسن نے غیر مسلم حکام سے فریاد کی مگر شنوائی نہ ہوئی تب آپ نے
اس بڑھیا کی معرفت سلطان محمود کو خط بھیجا جس میں یہاں کے مسلمانوں کی
مشکلات بتا کر لکھا کہ تم ہندوستان پر حملے کرتے ہو مگر خاص پٹن کے مسلمانوں
کو جو تکالیف ہیں ان کو دور نہیں کرتے چنانچہ سلطان محمود خط پڑھتے ہی چل پڑے
احمد آباد کی بنا و تعمیر ابتدائی نویں صدی ہجری میں ہے۔ مگر وہاں ۴۱۱ھ
ربیع الاول ۴۲۵ھ کا مسجد کا ایک کتبہ ملتا ہے جو سلطان محمود غزنوی کے
چند ہی سال کے بعد کا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان یہاں بھی

قدیم زمانہ سے آباد تھے۔ کتبہ کی عبارت یہ ہے۔

هَذَا الْمَسْجِدُ فِي الرَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ رَجَبِ الْاَوَّلِ وَسَنَةِ خَمْسٍ
وَارْبَعِينَ وَارْبَعْمِائَةٍ .

مولانا ابوظفر ندوی تاریخ گجرات میں لکھتے ہیں کہ :

اساؤل جو احمد آباد بسنے کے بعد اس سے ملحق ہو گیا ایک مرکزی اور تجارتی
مقام تھا مسلمانوں کی بڑی آبادی تھی۔ ایک مسجد کا کتبہ برآمد ہوا ہے اس پر ہے
هَذَا الْمَسْجِدُ فِي الرَّابِعِ وَالْعِشْرِينَ مِنْ رَجَبِ الْاَوَّلِ سَنَةِ خَمْسٍ وَارْبَعِينَ
وَارْبَعِ مِائَةٍ سَنَةِ ۵۴۴ھ آجکل کا منج کی مسجد جمال پور میں کتبہ موجود ہے۔ ۵۴۴ھ
اس کے بعد کے قریبی دور میں علماء، محدثین بھی ملتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل
عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۴۴ھ سے پہلے گجرات میں تصنیف و تالیف
کا کام جاری تھا۔ مولانا ابوظفر ندوی نے بھروچ کے محکمہ قفسار کے کتب خانہ
کی جن کتابوں کو دیکھا اس میں عین الوفا بھی ہے وہ لکھتے ہیں : عین الوفا رنی
ترجمہ الشفارہ، شفار قاضی عیاض دستوفی ۵۴۴ھ کی سیرت نبوی میں مشہور
اور مستند کتاب ہے، عین الوفا کے نام سے ابوبکر بن احمد بھروچی نے خود
مصنف کے اشارہ سے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا، جس سے معلوم ہوتا
ہے کہ قاضی عیاض اور ابوبکر بھروچی دونوں ہم عصر ہیں۔

سلطنت گجرات

سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان کے نظم و نسق میں جو ابتری پھیلی
اس کا اثر گجرات پر بھی پڑا۔ گجرات کے گورنر نظام مفرح راستی خاں نے

علم بغاوت بلند کیا محمد تعلق ایک کمزور حکمراں ثابت ہوئے . وہ اس بغاوت پر قابو نہ پاسکے بالآخر انہوں نے اپنے ایک امیر ظفر خاں کو گجرات کا گورنر نامزد کیا . ظفر خاں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کے عقیدت مند اور مرید تھے . اور حضرت والائے انہیں بادشاہت کی دعائے سرفراز فرمایا تھا . اگرچہ انکی طبیعت میں ہوس اقتدار کو مطلق دخل نہیں تھا تاہم جب ۱۷۸۷ء میں امیر تیمور گورگان سے دہلی پر حملہ کر کے تعلق خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا تو اس انتشار اور خانہ جنگی کے ماحول میں ان کے لئے اس کے سوا کوئی چار کار نہ رہا کہ صوبہ گجرات میں ایک مضبوط حکومت کی بنیاد رکھیں . چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کی دعا کا یہ تاثر تھی کہ علماء و مشائخ کے مشورے اور امراء و دربار کے اصرار پر ۱۷۸۷ء میں انہوں نے مظفر شاہ کا لقب اختیار کر کے گجرات کی خود مختار بادشاہت کا اعلان کر دیا .

سلطان مظفر خاں بانی سلطنت گجرات کا انتقال ۱۷۹۷ء میں ہوا . ان کے مرنے کے بعد ان کے پوتے احمد شاہ تخت سلطنت پر متمکن ہوئے وہ بھی اس خانوادہ بخاریہ کے انتہائی عقیدتمند تھے . اور حضرت مخدوم کے پوتے حضرت قطب العالم برہان الدین کے دامن ارادت سے وابستہ تھے . حاجی و ہیرا منشی مکی نے جن کا اصل نام عبدالقادر محمد بن عمر ہے . ایک کتاب سلطان مظفر خاں والی گجرات اور انکی اولاد احفاد کے بارے میں ظفر اولیٰ مظفر وآلہ کے نام سے ترتیب دی . وہ ایک جگہ لکھتے ہیں !

وسبقنا الإشارة فی توجیہ مظفر سلطان گجرات الی البشارة له بالسلطنة
من القطب الربانی مولانا جلال الدین المخدوم جہانیاں قدس سرہ
یعنی گجرات کے سلطان مظفر کے حالات میں یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ

ان کو سلطنت کی خوشخبری حضرت قطب ربانی مولانا جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت
نے دی تھی۔

زین البداد احمد آباد

کچھ نام کے باریکیں اور بانیوں اور باشندوں کو اس شہر کو احمد آباد نام دیا، اسی نام پر شہر بنا
و تاسیس کی تاریخ بتانے والے اشعار کہے مگر شہنشاہ جہانگیر مسلسل سفر یا کسی وجہ سے
احمد آباد پہنچ کر بیمار ہو گئے تو انہوں نے کچھ اور نام بھی دئے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔
مجھے حیرت ہے کہ اس شہر کے بانی کو اس نامبارک مقام میں کونسی خوبی اور
لطافت نظر آئی تھی کہ اُس نے یہاں شہر بسایا، پھر اُس کے جانشینوں پر بھی
آفریں ہے کہ انہوں نے بھی اپنی عمریں اس خاک دان میں گزار دیں۔ اس
کی ہوا مسموم ہے، زمین رنگ زار ہے، پانی کیا ب ہے، گرد و غبار کی کثرت
ہے، پانی نہایت بُرا اور ناگوار ہے، شہر کے کنارے جو نالہ بہتا ہے۔
برسات کے دنوں کے علاوہ ہمیشہ خشک رہتا ہے، کنویں کا پانی کھارا
بلکہ کڑوا ہے۔ شہر کے جو تالاب ہیں وہ دھوبیوں کے کپڑا دھوتے رہنے
کی وجہ سے صابون کی جھاگ سے اس قدر بھرے رہتے ہیں کہ انکا پانی کچی
لستی کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ حیثیت رکھنے والے لوگوں نے اپنے گھروں
میں پانی کے ذخیرے بنائے ہوئے ہیں جنہیں برسات کے دنوں میں
بارش کے پانی سے بھر لیا جاتا ہے۔ اگلی برسات تک انہی ذخیروں سے
پانی لے کر پیا جاتا ہے۔ لیکن ایسا پانی جس تک ہوا کا گزرنہ ہو اس کے
مضر اثرات ظاہر ہیں۔ شہر کے باہر سبز و گل کے بجائے مٹھو گھروں کی

جھاریاں لگی ہوئی ہیں۔ ایسی ہوا جو ان ٹھوہروں پر سے ہو کر آتی ہو اس کے اثرات کیا ہوں گے اس کا قیاس کرنا آسان ہے

اسے تو مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم

میں نے اس سے پہلے احمد آباد کو گرد آباد کا نام دیا تھا اب سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے سموستان کہوں یا بیمارستان، ٹھوہر آباد کہوں یا جہنم زار جو ان سب اوصاف کا حامل ہے۔ اگر برسات کا موسم رکاوٹ کا باعث نہ ہوتا تو ایک دن بھی اس مصیبت کدہ میں ٹھہرنا گوارا نہ کرتا۔ ۱۷

سبحان رانی نے غلطی سے خلاصۃ التواریخ ص ۵۵ میں اس کو اکبر کے الفاظ میں

پیش کیا ہے بلکہ جہانگیر کا یہ سفر احمد آباد اکبر کا سفر بنا کر لکھ دیا ہے۔

یہ کل اکھٹا نام شہنشاہ جہانگیر نے بیماری سے تنگ ہو کر اس شہر کو دیئے ہیں اگرچہ

اورنگزیب عالمگیر احمد آباد کو صندوستان کی زیب و زینت کہا کرتے تھے۔ ۱۷

شاید اس میں اس بات کو بھی دخل ہو کہ اورنگزیب پیدائشی گجراتی ہیں۔ اس لئے کہ

آپ کی جائے ولادت دوحہ دواہود گجرات ہے۔ چنانچہ توڑک جہانگیری ص ۵۲ پر لکھا ہے۔

۱۲ ہفتہ ۱۱ ماہ آبان کو دوحہ پر گئے میں نزول اجلال کیا، اتوار ۱۲ ماہ آبان

سن ۱۳ جلوس کو بمطابق ۱۵ ذی قعدہ ۱۰۲۶ھ طالع میزان کے نوے

درجہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آصف خاں کی لڑکی کے بطن سے شاہجہاں

کو ایک فرزند عطا کیا۔ امید ہے کہ اسکی پیدائش اس سلطنت کے لئے

مبارک ثابت ہوگی۔ پرگنہ دوحہ کی منزل میں تین دن قیام رہا،

اور پھر پنجاب کی طرف روانہ ہوئے۔ ۱۷

احمد آباد کو رشک گلشنِ فردوس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ان کے اشعار یہ ہیں سے
 منم کہ کشتہ گجراتیاں بیدادم
 خراب عشوۂ خواباں احمد آبادم
 ہے قوی ز سرناز جلوہ نمود
 کہ ہم چو سایہ بدنبال آل نینقادم
 بہر طرف کہ خرامید سرو آزادی
 غلام او شدم و خط بندگی دادم
 چور شک گلشنِ فردوس احمد آبادست
 از و بنا د برو نم کنند چوں آدم!
 بروں زرقن از آل جا تصور بست مجال
 چرا بروں نروم من ہم آدمی زادم
 بحسن مردم گجرات یاد نیست و نلے
 بنیروند جو انان دھلی از یادم
 حدیث عشق تو فیضی کہ نقل مستاست
 بزم جرعہ کش دھلی فرستادم

ایک شاعر یہاں کی آب و ہوا کی تعریف اس طرح کرتا ہے
 ہوایش معنبر چو باد بہار
 نیش معطر چو مشک تار
 بصورت نمودار باغ بہشت
 ہمہ خاک او مشک و عنبر ہرست
 ریاضش مفرح تر از بوستان
 وزد بوستان ارم بوستان
 شدہ صیت او در سیط زمین
 ز ملک عرب تا بر حد چین

اخبار الاخیر میں شاہ عالم کے حالات میں شیخ لکھتے ہیں !
 آپ قطب عالم کے بیٹے تھے، آپ کا نام شاہ منجھن نقب شاہ عالم تھا۔
 آپ کی قبر احمد آباد میں ہے، آپ کا روضہ اس علاقہ کے رہنے والے لوگوں
 کی زیارت گاہ ہے اور ایک ایسے پاکیزہ، بلند لطیف اور نظیف علاقہ میں واقع
 ہے جو بہت کثادہ اور وسیع خطہ ہے، جمعرات کو شہر کے اچھے اور برے
 سبھی لوگ آپ کے مزار پر جاتے اور رات بھر وہیں رہتے ہیں۔
 مشہور ہے کہ شاہ عالم کی تصوف اور سلوک میں کچھ عجیب سی حالت تھی
 اکثر اوقات آپ پرستی کا عالم چھایا رہتا تھا کبھی کبھی ریشمی لباس بھی پہن لیا

کرتے تھے، اور لامتیہ فرقے کے پیروکار نظر آتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی ولایت پر کھلے اور واضح دلائل موجود تھے، اور شیخ احمد کھٹو آپ کی تربیت و ارشاد کے ذمہ دار تھے، آپ کثیر الکرامات بزرگوں میں تھے، مشہور ہیں آپ نے وفات پائی جس کے عدد کو لفظ، فخر، ظاہر کرتا ہے، شیخ قطب عالم اور شاہ عالم کے کچھ خلفا بھی احمدآباد میں مدفون ہیں، گجرات کے مشہور شہر پٹن میں خاص طور پر شیخ نظام الدین اولیاء کے مشہور خلیفہ شیخ حسام الدین ملتانی کا مزار بہت مشہور ہے جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، یہ علاقہ ایسا ہے کہ یہاں سے عشق و محبت کی خوشبو آتی ہے اور اس کے جنگلوں اور کھنڈروں سے ولایت کی برکت کے انوار درخشاں معلوم ہوتے ہیں، یہ شہر ہمیشہ اپنی دل کی آماجگاہ ہے اسلئے آج بھی آپ اپنی دل بستے ہیں۔

بہر زمین کہ نیسے زلف از زودہ است ہنوز از سر آں بوئے عشق می آید
عزیمیکہ آپ اپنے وقت کے علماء اور مقبولان درگاہ رب العالی لوگوں میں
سے تھے اور آپ کی برکت کے اثرات ابھی تک اس شہر میں نظر آتے ہیں۔

بَاقِيَ أَحْمَدًا أَبَادًا

سلطان احمد شاہ

سلاطین گجرات کے یہاں ہمیشہ یہ ضابطہ اور طریقہ رہا کہ اپنی اولاد کے لئے وہ خاں کا لفظ بڑھاتے تھے، اور جب تخت سلطنت پر پہنچتے تو اپنے لئے سلطان کا لقب اختیار کرتے، اس لئے جب سلطان مظفر شاہ کا انتقال ہو گیا تو ۱۴۱۱ھ رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ میں ان کے صاحبزادے احمد خاں نے سلطان احمد شاہ کا لقب اختیار کیا اور سلطان احمد کے لقب کے

ساتھ تخت سلطنت پر بیٹھے ، سب سے پہلا فتنہ جو آپ کے دور سلطنت میں اٹھا وہ مودودی فیروز خان کی طرف سے تھا جو بڑودہ کے امراء میں سے تھے ، اس کو فرو کیا گیا ، بھروچ سے واپسی میں اُساول پہنچ کر آپ کو اسابھیل کی بیخ کنی کا خیال پیدا ہوا ۔

اسی سال میں بدرالمتقیین شیخ احمد کھٹو گنچ بخش رحمت اللہ علیہ کی رخصت اور اہوازت سے آپ نے احمد آباد شہر کی آبادی کے لئے اس کی بنیاد رکھی ۸۱۳ھ میں آپ نے ایدر کے راجہ پر فوج کشی کی اور اس نے فرار کی راہ اختیار کی اور میں نادم ہو کر معافی مانگی اور معتد بہ رقم کی پیشکش کی سلطان نے اس کو معاف کر دیا پہلے سلطان علاء الدین نے ایک خطِ طولانی اسلامی گجرات میں کھینچ دیا تھا جو پٹن سے لے کر بھروچ تک تھا جس سے اسلام کی روشنی ظاہر ہوتی تھی اور یہ اسلامی علاقہ بن گیا تھا لیکن ابھی اطراف و جوانب میں کفر کی ظلمت باقی تھی جس کو سلاطین گجرات نے بدریچ آہستہ آہستہ اچھی طرح صاف کیا ان میں سے بہت سی جگہوں سے کفر کی ظلمت دور کرنے میں یہ سلطان احمد خاص طور پر قابل ذکر ہیں ، انہوں نے ۸۱۶ھ میں گرنار کے کفار کے خلاف علم جہاد بلند کیا جو سورا شٹر میں تھے ، راجہ مندیک کو شکست دی وہ قلعہ بند ہوا ، اسی طرح گرنار پہاڑ کے دامن میں جو ناگرھ نامی جو قلعہ تھا ، اس پر سلطان نے قبضہ کیا سورا شٹر کے اکثر زمیندار آپ کے مطیع و فرمانبردار ہوئے ۔

۸۱۹ھ میں قبضہ و بھار کی جانب آپ نے فوج کشی کی ، ۸۲۱ھ میں سوکڑہ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کر کے ۸۲۲ھ میں سوکڑہ کا حصار اور قلعہ آپ نے تعمیر کیا وہاں عظیم الشان مسجد آپ نے تعمیر فرمائی ، اسی سال میں سوکڑہ کے مضافات میں مانکنی نامی جگہ میں آپ نے شہر پناہ بنائی ۔

آپ کے حکم کے بموجب اسی مدت میں شمس خاں وندانی جو سلطان کے علم زاد بھائی تھے اور ناگور میں حاکم تھے وہ اجازت لے کر واپس آ گئے۔ ان کو وندانی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے وندانِ رباعیہ معمول سے زیادہ طویل تھے۔

۱۷۲۳ء میں خاص طور پر آپ نے مملکت کے تمام اطراف میں نظم و ضبط کی بحالی کے لئے کوشش کی اور جہاں کہیں تھوڑی سی بے انتظامی دیکھی اور سرکشی و بغاوت کو دیکھا تو اسے ختم کیا۔ باغیوں کے تمام مراکز کو گر ادیا اور ان کی جگہوں پر مساجد تعمیر کی گئیں، قلعے بنائے گئے، محافظین متعین کئے گئے، سب سے پہلے اس سلسلے کا قلعہ چٹوڑ میں تعمیر کیا گیا اس کے بعد قصبہ دھاہو جو کوہستان کے درمیان میں ہے اس کو آباد کیا گیا، وہاں قلعہ و شہر بناہ تعمیر کی گئی۔ اسی طرح اس کے بعد کارمیٹھ کا قلعہ تعمیر کیا گیا اس لئے کہ سلطان علاؤ الدین خاں نے ۱۷۱۲ء میں اس کو تعمیر کیا تھا وہ مرمت طلب ہو گیا تھا، اس کی مرمت کی گئی۔ ۱۷۲۳ء میں ایدر کے راجہ کی طرف سے عہد شکنی کی بنا پر فوج کشی کی گئی وہ بھاگ کر کوہستان چلا گیا۔

ایدر سے دس کوس پر سلطان احمد شاہ نے گجرات کی سرحد پر احمد نگر نامی شہر آباد کیا اور شہر کا سارا قلعہ پتھر سے تعمیر کرایا اور خود اس کو اپنی اقامت کا شرف بخشا۔ اس کے بعد ۱۷۳۱ء میں کئی کئی فوجیں بھیج کر اس کے بعد دو سال تک دارالسلطنت میں رہ کر ملک کا نظم و ضبط درست کیا خاص طور پر آپ نے فوجیوں کی تنخواہ وغیرہ کے معاملے پر توجہ دی اور ان کے لئے نصف تنخواہ کی جاگیر اور نصف تنخواہ نقد دینے کا فیصلہ کیا جو سلطان بہادر کے دور تک اسی طرح چلتا رہا۔

ملک کو مستحکم کرنے کے بعد ہر سال سلطان کبھی ایدر کی جانب فوج کشی

کرتے اور کبھی نصیر خان اسیر کے راجہ پر فوج کشی ہوتی، کبھی سلطان احمد بہمنی کی تادیب کی جاتی کبھی میواڑ یعنی میوات کی جانب فوج بھیجی جاتی کبھی خود تشریف لے جاتے کبھی فوجیوں کو بھیجا جاتا۔

پوری آپ کی مدت سلطنت میں کہیں آپ کو شکست نہیں ہوئی ہمیشہ لشکر گجرات فتح یاب رہا جیسا کہ منڈو، دکن اور میوات وغیرہ پر ہمیشہ فوج کشی میں کامیابی رہی یہاں تک کہ ۱۵۴۵ء میں آپ نے احمد آباد میں داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کو نانک چوک میں واقع قبرستان میں جامع مسجد کے سامنے دفن کیا گیا ہے۔ آپ ۱۵۹۲ء ۱۹ ذی الحجہ میں پیدا ہوئے تھے اور بیس سال کی عمر میں آپ تخت سلطنت پر بیٹھے اور بیس سال چھ مہینے اور بائیس دن سلطنت کر کے امیر کو پیارے ہو گئے۔ آپ کی عمر باؤن سال اور چند ماہ ہوئی۔ آپ شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے جن کو شیخ رکن الدین کان شکر کہا جاتا ہے جو عدل و تقویٰ اور سخاوت و بزرگی میں بے نظیر تھے۔

سلطان کے داماد نے جوانی کے نشے میں کسی کو ناحق قتل کر دیا۔ سلطان نے اس کو قاضی کے سامنے بھیجا قاضی نے مقتول کے ورثہ کو دیت پر راضی کر لیا مگر جب سلطان کے پاس قصہ پہنچا تو سلطان نے کہا کہ مجھے دیت منظور نہیں اس لئے کہ اس طرح تو ارکان سلطنت ناحق قتل و خون پر دلیر ہو جائیں گے۔ تو یہاں دیت کی بہ نسبت قصاص اولیٰ ہے اور حکم دیا کہ قاتل سے سربازار اس کا قصاص لیا جائے اور سولی پر لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ اسی کے بموجب چوبیس گھنٹے ان کی لاش لشکی رہی دوسرے دن آپ نے حکم فرمایا اور اس کو دفن کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان کے اُمراء اور فوجیوں اور سپاہیوں میں سے کسی نے ناحق خون کی ہمت پھر نہیں کی۔ اس کے

قریب ایک دوسرا قصہ آپ کے متعلق منقول ہے کہ ایک دفعہ سلطان سا برمتی کے کنارے محل کے بلاخانے پر بیٹھے دریا کا نظارہ کر رہے تھے اتنے میں دیکھا کہ کوئی سیاہ چیز پانی پر تیرتی ہوئی آرہی ہے آپ نے حکم فرمایا پھر اس کو لایا گیا دیکھا کہ ایک ٹسکا ہے اس میں کسی مردہ شخص کی لاش رکھی ہوئی ہے آپ نے شہر کے تمام کلاہوں کو اور مٹی کے برتن بنانے والوں کے متعلق حکم دیا پھر انہیں حاضر کیا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ ٹسکا کس نے بنایا ایک نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے اور مجھ سے احمد آباد کے اطراف میں فلاں شخص رہتا ہے اس نے بنوایا تھا۔ اس کو حاضر کیا گیا تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ اس نے کسی بقال کو مار کر اس میں ڈال کر پانی میں پھینک دیا تھا۔ تو سلطان نے اس سے بھی قصاص لیا۔ ان دونوں کا خون کے سوا آپ کے ۳۲ رسالہ بلکہ ۲۳ رسالہ دور سلطنت میں تیسرے قتل کا قصہ پیش نہیں آیا۔

سلطان احمد شاہ اچھے شاعر بھی تھے۔ آپ نے سید برہان الدین قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر کہے ہیں۔

قطب زمانہ ما برہان بس است مارا
برہان او ہمیشہ چوں نامش آشکارا

بنام احمد آباد

سلطان مظفر خاں کی وفات کے بعد ان کے پوتے سلطان احمد شہت نشین ہوئے وہ بھی شیخ احمد کھٹوی کے مرید ہو گئے تھے ان سے ایک دن سلطان احمد نے انہماں کی کہ حضور مجھے حضرت خضر سے ملائیے۔ آپ نے فرمایا

میں حضرت خضر سے پوچھنا ہوں۔ اگر وہ مان گئے تو بہتر۔

انہوں نے پوچھا تو حضرت خضر نے کہا انہیں چالیس دن تک عبادت خداوند کی میں رہنا چاہئے۔ چنانچہ سلطان ایک ماہ تک چلہ میں رہے پھر حکم ہوا کہ دو چلے مزید کاٹیں تین چلے مکمل کر لئے گئے تو سلطان احمد حضرت شیخ احمد کے حجرے میں بیٹھے تھے کہ نماز صبح کے بعد حضرت خضر تشریف لائے۔ دوران گفتگو سلطان احمد نے درخواست کی حضور مجھے عجائبات دنیا سے کوئی حیران کن چیز دکھائیں آپ نے فرمایا: دریاے ساہرستی کے کنارے پر جہاں آجکل صحرا ہے ایک شہر آباد تھا، اس شہر کا نام تھا باداں باد۔ وہاں کے لوگ بڑے خوشحال اور امیر تھے ایک دن مجھے بھوک لگی ہے اس شہر میں گیا۔ ایک حلوہ فروش کی دکان پر پہنچا اور تین تنکے دے کر حلوہ خریدنا چاہا دکاندار نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا تم مجھے درویش دکھائی دیتے ہو۔ میں تم سے پیسے نہیں لوں گا۔ ہاں حلوہ جس قدر چاہو کھا لو۔ کچھ عرصہ بعد میں پھر وہاں سے گذرا تو وہاں شہر والوں بازاروں اور محلات کا نام و نشان نہیں تھا۔ ان گھنڈرات پر ایک ڈیڑھ سو سالہ بوڑھا بیٹھا نظر آیا۔ میں نے اس سے شہر کے حالات دریافت کئے تو کہنے لگا۔ شہر کا حال تو مجھے بھی معلوم نہیں ہے ہاں میں نے اپنے بوڑھوں سے سنا ہے کہ یہاں ایک شہر تھا۔ جس کا نام باداں باد تھا۔ سلطان نے حضرت خضر سے اجازت لی کہ اگر آپ چاہیں تو میں اسی مقام پر ایک شہر آباد کرنے کا حکم دوں۔ حضرت خضر نے کہا ہاں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ایک شرط یہ ہے کہ سارے ملک سے ایسے چار اشخاص لائیں جائیں جن کا نام احمد ہو۔ انہوں نے اپنی (شعوری) عمر میں نماز عصر کی سنتیں بھی قضا نہ کی ہوں۔ اور وہ اس شہر کا بنیاد رکھیں اور اس کا نام احمد آباد رکھا جائے۔ چنانچہ

چار ایسے آدمی تلاش کرنے کا حکم دیا گیا۔ سارے ملک گجرات میں صرف دو اشخاص احمد نامی ملے۔ ایک قاضی احمد اور دوسرے ملک احمد تھے۔ لیکن ان دونوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ملتا۔ حضرت شیخ احمد نے فرمایا تیسرا احمد میں ہوں، سلطان احمد یہ سن کر کہنے لگا جو تھا احمد میں ہوں۔ مجھ سے آج تک عصر کی سنتیں قضا نہیں ہوئیں۔ چنانچہ چاروں ملکر دریائے ساہی کے کنارے پہنچے حضرت خضر نے جس جگہ کائنات ہی کی تھی وہاں بتاریخ سات ذیقعدہ ۸۱۳ھ میں احمد آباد کی بنیاد رکھی۔ تین سو ساٹھ محلے بنائے گئے ہر ایک محلہ ایک پورا قصبہ تھا۔

دو موجودہ دور میں کالونی کی تعمیر اسی طرز پر ہو رہی ہے۔

مراۃ سکندری میں لکھا ہے کہ گجرات کے سلطان احمد نے احمد آباد کی بنیاد ڈالی اس کی تعمیر کا آغاز ذیقعدہ ۸۱۳ھ / ۱۴۱۱ء اور اختتام ۸۱۶ھ / ۱۴۱۴ء میں ہوا۔ احمد نام کے چار آدمیوں نے اس کی بنیاد رکھی یعنی قطب المشائخ۔ شیخ احمد کھٹو، سلطان احمد رسمی کا ایک سر سلطان نے پکڑا اور دوسرا شیخ احمد نے) شیخ احمد اور ملا احمد۔

اس طرح ۸۱۶ھ / ۱۴۱۴ء میں شہر احمد آباد کا سنگ بنیاد آپ کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا۔

شیخ احمد کھٹو جب سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لارہے تھے تو راستہ میں ایک بزرگ کو بیٹھا دیکھا۔ ان بزرگ نے آپ کو آواز دی۔ آپ ان کے پاس گئے، حقوڑی دیر تک دونوں بزرگ بیٹھے رہے۔ پھر آپ ان بزرگ سے اجازت لے کر رخصت ہوئے اور پھر احمد آباد کا سنگ بنیاد رکھا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ احمد کھٹو سے کسی خادم نے دریافت کیا کہ وہ

بزرگ کون تھے۔ حضرت نے بتایا کہ وہ حضرت خضر تھے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جاؤ بنیاد رکھو بہت اچھا شہر ہوگا۔

خاتمہ مرآۃ احمدی میں ہے کہ اوہ چار احمد نامی حضرات جو احمد آباد کی تعمیر کے سنگ بنیاد رکھتے وقت موجود تھے۔ اور بارہ بابا جو قلعہ احمد آباد کی تعمیر میں مؤید اور معاون تھے وہ یہ ہیں (۱) شیخ احمد کھٹو، جن کا مزار سرکھیج میں ہے۔ (۲) سلطان احمد بادشاہ بانی احمد آباد۔ (۳) ملک احمد جن کا مزار کالو پور دروازے کے پاس ہے۔ (۴) قاضی احمد بجر کہ ان کا ذکر پٹن کے بزرگوں کے حالات کے ساتھ ہے۔

بارہ بابا میں سے :-

۱۔ بابا خوجو، ۲۔ بابا لارو، ۳۔ اور بابا کرامت، یہ تینوں دھولہ مسیں مدفون ہیں۔ ۴۔ بابا علی شیر، ۵۔ بابا محمود، یہ دونوں بزرگ سرکھیج میں مدفون ہیں اور وہیں مقیم تھے۔

بابا علی بشیر :- یہ صاحب جذب و حال تھے اور برہنہ رہتے۔ جس وقت حضرت گنج بخش احمد کھٹو ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو ہندی گجراتی زبان میں فرماتے، نوگروں لاؤ۔

نوگروں لاؤ شریعہ ناکوت آوے یعنی کپڑا لاؤ کہ حصار شرع آرہے ہیں۔ ۶۔ بابا توکل نصیر آباد میں مدفون ہیں۔ ۷۔ بابا لولوی، جن کو بابو محمد کہتے تھے، منہواری میں مدفون ہیں۔ ۸۔ بابا احمد سنگوری جو نعلبندی کے نام سے مشہور تھے یہ خود تو نعلبند نہیں تھے۔ سخاس چوک میں مسجد نعلبند سے متصل جو کہ پرانی مسجد ہے اور تمام نعلبند روزانہ وہیں بیٹھے ہیں اس میں اپنی بیٹھک تھی۔ اس سبب سے

لقب بھی نعلبندی پڑ گیا۔ سلطان نظام الدین اولیاء سے بواسطہ آپ کو خرقہ ارادت ملا۔ ۹۔ بابا لدھا، جو کھرکی کے نزدیک مدفون ہیں، ملا بابا دھوکل جو دہلی دروازہ اور شاہپور دروازہ کے مابین مدفون ہیں۔ ملا بابا سیاح جو بیرمکالہم میں مدفون ہیں۔ ۱۲۔ بابا کمال کرمانی، ان کی قبر ہرام پور ایک مینار والی مسجد سے منقل واقع ہے، اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ بابا کمال کرمانی اس جگہ مدفون ہیں، بعض کہتے ہیں کہ بابا کمال مالوی وہاں مدفون ہیں، اس بزرگ کو بھی سلطان نظام الدین اولیاء کے سلسلہ سے خرقہ ارادت ملا تھا۔

بابا نوٹوی حضرت نظام الدین اولیاء کے خلیفہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید ہیں بابا دھوکل جو بابا توکل کے مرید ہیں، اور بابا توکل نظام الدین اولیاء کے مرید ہیں، شاہ ولایت جو دھولتھ میں مدفون ہیں نظام الدین اولیاء کے خلفاء میں سے ہیں، جن کو مخصوص طور پر گجرات کی جانب آپ نے رخصت فرمایا تھا۔

مذکورہ بزرگوں، باباؤں میں سے اکثر اس بزرگ کے ہمراہی تھے اور یہ شاہ ولایت ظفر خاں کی حکومت کے دور میں احمدآباد آئے تھے، چونکہ ایک دوسرے کے ہم وطن تھے، اس لئے ایک دوسرے کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتے تھے، اور انہوں نے ان کو جگہ بھی دی اور ان کی خدمت کی اور اخیر عمر تک وہ یہیں رہے اور یہیں انتقال کیا۔

خاتمہ مرآة احمدی ہیں کہ:

اور ۵۵۵ھ میں تین سال کی مدت میں حصار یعنی احمدآباد کا قلعہ تعمیر کیا گیا۔ جس کے بارہ دروازے تھے ۱۷ دروازہ سہارنپور، ۱۷ دروازہ کالو پور، ۱۷ دروازہ اسلوریہ، جو دروازہ بنڈا اور دروازہ رائے پور کے

درمیان تھا، ۱۷ دروازہ خانپور، ۱۸ دروازہ رائے گڑھ، ۱۹ دروازہ خانبھان،
۲۰ دروازہ شاہ پور، ۲۱ دروازہ ایدریہ، جس کو دہلی دروازہ بھی کہتے ہیں۔
۲۲ دروازہ دریا پور، جو دروازہ شاہ پور اور ایدریہ کھڑکی کے درمیان تھا۔
۲۳ دروازہ جمالی پور، ۲۴ دروازہ بند اور ۲۵ دروازہ رائے پور۔

جس کی یہ سمتیں تھیں مشرقی ہیں دروازہ سہارنپور، دروازہ کالوپور اور
دروازہ اسلوریہ جو دروازہ بند اور دروازہ رائے پور کے درمیان واقع
تھا۔ مغربی جانب میں جو دریائے ساہرمتی کے کنارے پر واقع تھے۔ وہ
دروازے یہ ہیں۔ ۲۶ دروازہ خانپور، ۲۷ دروازہ رائے گڑھ اور ۲۸
دروازہ خانبھان۔

شمالی دروازے یہ ہیں، ۲۹ دروازہ شاہ پور، ۳۰ دروازہ ایدریہ جس
کو دہلی دروازہ بھی کہتے ہیں ۳۱ اور دروازہ دریا پور۔

جنوبی دروازے یہ ہیں ۳۲ دروازہ جمال پور، ۳۳ دروازہ بند، اور
دروازہ رائے پور۔

صاحب مرآة احمدی مرزا محمد حسن کتاب ہفت اقلیم کے مصنف کی طرف سے
نقل کرتے ہیں کہ : احمد آباد شہر لطافت کے اعتبار سے اور آبادی کی کیفیت
کے اعتبار سے دنیا بھر کے تمام شہروں پر ترجیح رکھتا ہے عمارتوں کی نزاکت و زراعت
کے اعتبار سے دوسرے شہروں کے سستی ہے اگر بولنا کہا جائے کہ عالم کے کل شہروں میں اس عظمت
اور راستگی کا دوسرا شہر موجود نہیں ہے تو یہ مبالغہ نہیں ہوگا۔

اس کے بازار دوسرے شہروں کی نسبت نہایت وسیع اور پیراستہ
اور مرد و عورت یہاں کے بہت خوبصورت حتیٰ کہ بے کہ اس خوبی کا شہر
بہت کم ہی ہوگا اسی لئے اس کو زمین الیلا دا اور عروس مملکت بھی کہتے ہیں۔

سترہ چمکے یعنی چوراہے تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ چمک بازار، ۲۔ کڑپولہ، ۳۔ مانچوک، ۴۔ وھیکو، ۵۔ لیٹری، ۶۔ بہندری، ۷۔ اژدر پور، ۸۔ اسلوریہ، ۹۔ جمال پور، ۱۰۔ رائے گڑھ، ۱۱۔ خانپور، ۱۲۔ شاہ پور، ۱۳۔ ایٹریہ، ۱۴۔ دریا پور، ۱۵۔ صدر جہاں، ۱۶۔ اور جوہری بارہ۔

یہاں ہر چوراہے پر بہوترے بنے ہوئے تھے اور محافظ دستے یہاں متعین رہتے تھے

مَسْجِدُ

چار سو پچاس، اور ایک روایت میں پانچ سو عالیشان مسجدیں بنائی گئیں تھیں۔ جو دور دور سے سنگ خارا لاکر اس پتھر کے ذریعے تعمیر کی گئی تھیں۔ جو سلاطین، شہزادوں اور حتیٰ کہ خواتین حرم کے نام سے منسوب تھیں۔

پورہ جات

لٹان پور	سمیع پور	اژدر پور
دریا پور	غیاث پور	کالو پور
مقصود پور	شیخ پور	شاج پور
ماہ پور	عثمان پور	جمال پور
مینر پور	شاہ پور	علیسن پور
نودی پور	قاضی پور	میتھی پور
سکندر پور	حاجی پور	سور پور
		اساروہ و آس پور

رحمت پور	بیکن پور	احمد پورہ
سید پور	طوغان پور	ہشت پورہ
چنگیز پور	راجپور	بکلی پور
کینکو پور	کومتی پور	ہری پور
کنکال پوری	مریم پور	ہرہر پورہ
بیر پور	عالم گنج وارہ	روپ پور
فسرخ پور	پور بہاؤ الدین پور	کانو پور
زور آور پور	کاشکی وارہ	رسول پور
رسول آباد	دلال پوری	غالب پور
رول پورہ	گوپال پوری	سیدآباد عرف سرسن پور
حامد پورہ	معظم پور	برسپور
عثمان پور	منجمن پور	میتھا پور
عیدل پور	بابی پور	جنا پور
فیروز پور	شاہ گنج	صاحب پور
صلاہت پور	نوا پورہ	سلیم پور
شرق پور	سلطان پور	کھیم پور
شادمان پور	کشور پور	نصیر پور
عادل پور	معصوم پور	رسول پور
سلطان پور	مراد گنج	پرما پور
قاسم پور	بین پور	سارنگ پور
فتح پور	بیکم پور	افضل پور



جامع مسجد سلطانی اور شاہ اولیٰ باگ، لاہور، پاکستان



جامع مسجد جدید، سلطان احمد شاہ اول، مانک چوک، احمد آباد



اندرونی منظر، شاہی مسجد۔ سرخیز، احمد آباد



شاهی مسجد کاندرونی زوایه و کنده مزار حضرت شیخ سنج احمد (حضرت شیخ احمد کلنو)



شاہی مسجد، ساہیوال کے دالان کا بیرونی منظر، سرخیز، احمد آباد



جھولتا منارہ، مسجد سیدی بشیر سارنگ پور، احمد آباد



سیدی سعید کی مشہور جالی کی مسجد، لال دروازہ، احمد آباد



جامع مسجد قدیم، لال دروازہ، احمد آباد



بیرونی منظر، مسجد حضرت قطب عالمؒ، ولوا، احمد آباد



مسجد حضرت شاه عالمؒ، شاه عالم روڈ، احمد آباد



پشاور والی مسجد، دلی چنگل، احمد آباد



مسجد حضرت شاہ پیر محمدؒ، پیر محمد روڈ، احمد آباد



مسجد رانی سپری (صبری) استور یادروازه، احمدآباد



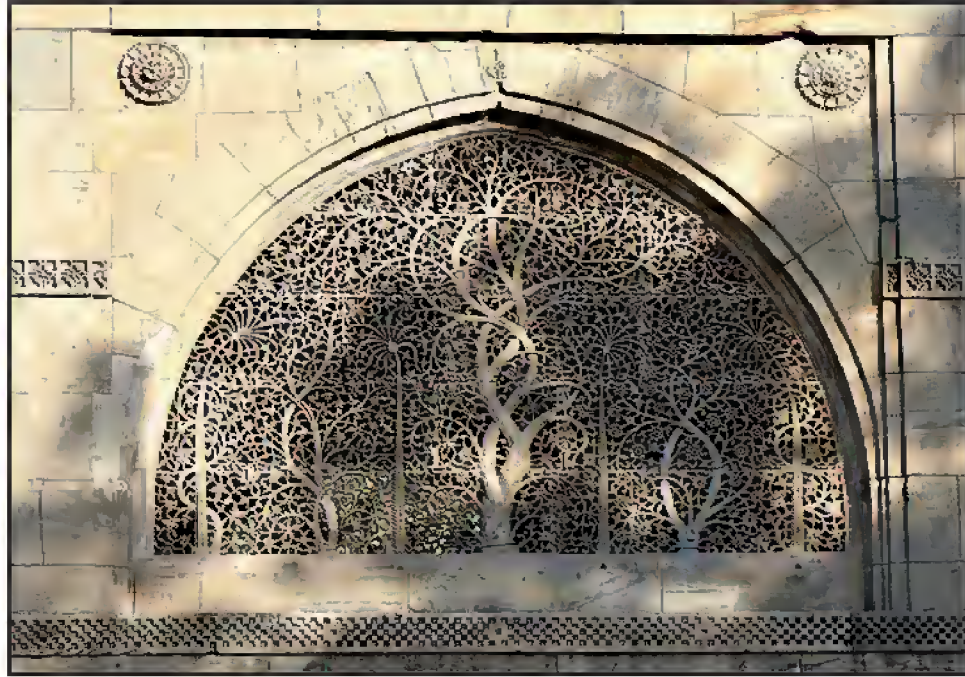
مسجد رانی روپ متی، مرزا پور، احمد آباد



بیرونی منظر، مسجد حضرت ابو محمد بخاریؒ، عرف بابا لؤلؤی، منجوری، احمد آباد



اندرونی منظر، مسجد حضرت ابو محمد بخاریؒ، عرف بابالولوی، منجوری، احمد آباد



سیدی سعید کی مشہور چالی کی مسجد، لال دروازہ، احمد آباد



سیدی سعید کی مشہور جالی کی مسجد، لال دروازہ، احمد آباد



بیرونی منظر، مسجد محافظان، احمدآباد



مسجد محافظ خان، احمد آباد



مسجد و مینار دولت خان، سارنگ پور، احمدآباد



مسجد حضرت شمع برہانیؒ، عثمان پورہ، احمد آباد



مسجد اچھوت کوئی، دودھیشور، احمد آباد



اندرونی منظر، پشاور والی مسجد، استویا، احمد آباد

کمان الدین پور

خوان پور

سرہ پور

عیسیٰ پور

قطب پور

ایرندا پور

رحیم پور

حسن پور

ارپنا پور

میران پور

محمود پور

خضر پورہ

خانپور

چہار دیواری کی تعمیر

سلطان محمود معروف بہ بیگزہ ۸۶۳ھ / ۱۴۵۹ء میں تخت نشین ہوئے۔ نویں صدی کا آخری حصہ ان کے لئے آسودگی و اطمینان کا زمانہ تھا۔ چنانچہ ۸۹۲ھ ۱۴۸۷ء میں انہوں نے احمد آباد کی چار دیواری تعمیر کروائی اور اس کے دروازے پر ایک پتھر نصب کرایا جس میں آیت کریمہ: وَمَنْ دَخَلَهَا كَانَ آمِنًا، کندہ تھی۔ غالباً اسی لئے احمد آباد کو دارالامان بھی لکھا گیا ہے جیسا کہ عبدالرحیم خاٹھانان احمد آباد کو دارالامان لکھتے ہیں، اسلئے

آثر رحیمی کے مصنف نے گجرات کے شہر احمد آباد کی بھی بہت تعریف کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ: اپنی نزہت اور لطافت کے لحاظ سے ہندوستان میں ایسا کوئی اور شہر نہیں۔

حکیم ازرقی نے اس کے متعلق جو نظم لکھی ہے اس کے تین چار اشعار

یہ ہیں۔

درختانش از عود و بزرگ از زمر و
 بنائیش زمینا و خاکش ز عنبر
 بگشتی پو اندیشہ مرد عاشق
 بخوبی چو رخسارہ یار و لبر
 بیک سوئے این باغ خرم سرائے
 پُر از صف و کاخ و ایوان و منظر
 نہ گویم کہ عین بہشت است لیکن
 بہشت است اندر سرائے مکرر سہ
 فرشتہ نکھتے ہیں کہ سلطان احمد ثناء جب ایک جنگ کے سلسلے میں قصبہ
 اساول میں پہنچے تو وہاں کی آب و ہوا ان کو پسند آئی اور شاہ ۱۵۸۱ء کے اواخر
 میں شیخ احمد کھٹو کے استخارہ اور استشارہ سے دریائے ساہیوالی کے کنارے
 ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام احمد آباد رکھا جو چند دنوں میں آباد ہو کر
 شاہان گجرات کا دارالسلطنت ہو گیا اور قصبہ اساول اس کا ایک محلہ بن گیا۔
 امرار و سلاطین کے مکانات پختہ ہیں یعنی گچ اور اینٹ سے بنے ہوئے ہیں
 بقیہ گھر کھیریل ہیں۔ بازار اس قدر وسیع و فراخ ہیں کہ دس گاڑیاں پہلو بہ
 پہلو چل سکتی ہیں۔ دکانیں پختہ ہیں۔ اور قلعہ اور مسجد جامع بھی تعمیر کی گئی ہے
 شہر کے باہر تین سو ساٹھ پورے آباد ہیں اور ہر ایک میں بازار مسجد اور
 دیوار بند ہے۔

خلاصۃ التواریخ میں ان پوروں کی نسبت لکھا ہے !
 ناگزیر شہر ماور ہریکے پیدا بازار مسجد خانقاہ و منار و کتا بہائے شگرف درست
 فرشتے اپنی تاریخ میں لکھا ہے !
 ، و در باب معموری و دیگر خصوصیات احمد آباد اگر گفتہ شو کہ در تمامی
 ہندوستان بلکہ در کل جہاں یاں عظمت و آراستگی شہرے موجود نہ شدہ
 مبالغہ نبودہ باشد ، سہ

صاحبِ مرآة احمدی نے لکھا ہے کہ ابتداء میں جب احمد آباد، آباد کیا گیا تو چونکہ اس وقت آبادی زیادہ نہ تھی۔ اس لئے گجرات کے ہر ایک امیر اور شاہزادے نے ایک حصار کے اندر اپنے رہنے کیلئے ایک جگہ منتخب کر لی اور یہی جگہ ان کے نام کی نسبت کے ساتھ پورہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ مثلاً تاج پورہ اور جمال پورہ وغیرہ، لیکن جب شہر پوری طرح پر آباد ہو گیا تو شہر کے باہر آبادی شروع ہوئی۔ اور نہایت کثرت سے پورے آباد ہو گئے۔ جن کی تعداد ۳۶۰ بلکہ ایک روایت کے مطابق ۳۸۰ تھی۔ اور یہ تمام پورے گجراتی امراء نے اپنے نام پر آباد کئے تھے۔ اور انہی میں خدم و حشم کے ساتھ سکونت رکھتے تھے۔

یہ پورے درحقیقت چھوٹے چھوٹے شہر تھے، جن میں تمدن کے تمام ضروری ساز و سامان موجود تھے۔ چنانچہ صاحبِ مرآة احمدی نے پورہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

دیورہ عسارت از جملہ بزرگے است مشتمل بر عمارات عالی و مزار
از نفاس و نوادر کہ ہر کدام در حقیقت شہرست عظیم
ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں کہ ہر پورہ کثرت آبادی کے لحاظ سے گویا
ایک شہر تھا۔ تذکرۃ الملک کے مؤلف نے لکھا ہے کہ عثمان پور میں کم از کم
کارہیروں کی بارہ ہزار دکانیں ہیں اور فتنہ و فساد کے ظہور سے پہلے تمام
پورے تاجروں، کارہیروں اور اہل کاروں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور
نہایت پر تکلف اور شاندار عمارتیں ان میں موجود تھیں۔ بعد کو یہ
پورے ویران ہو گئے اور اکبر کی فتح کے بعد ان کی آبادی میں کافی تغیر
تبدل ہو گیا صرف بعض کے نام باقی رہ گئے۔

پورہ جات کا تعارف

چند پوروں کو آباد کرنے والوں کے نام حسب ذیل ہیں ۔

قاضی پوس :- شاہ پورا ایک قدیم آبادی تھی ۔ عالمگیر کے زمانے میں قاضی انقضاۃ خواجہ عبداللہ نے اس کو نئے سرے سے اپنے نام پر آباد کیا ۔

حاجی پوس :- حاجی بہار الدین المخاطب بعضد الملک نے جو سلطان محمود بیگڑہ کے امراء میں تھے اس کو آباد کیا اور اس میں ایک مسجد بنوائی ۔

دریا پوس :- اس کو سلطان محمود بیگڑہ کے امراء میں سے دریا خاں نے آباد کیا ۔

پناہ پوس :- بہادر خاں ناظم صوبہ نے جس کا نام محمد پناہ تھا ۔ عالمگیر کے زمانے میں اس کو اپنے نام سے آباد کیا ۔

جہانگیر پوس :- جہانگیر کے نام پر آباد کیا گیا ۔

ہیبت پوس :- سلاطین گجرات کے امراء میں اس کو ہیبت خاں نے آباد کیا ۔

بی بی پوس :- سلاطین گجرات کے عہد میں بی بی ماں نے جو خاندان چشتیہ سے تعلق رکھتی تھیں اپنی سکونت کے لئے اس کو آباد کیا تھا ۔ اور ان کا مزار مسجد و خانقاہ کے ساتھ اس میں موجود تھا ۔

نور اللہ پوس :- اس کو شیخ نور محمد نے جن کا خطاب امانت خاں تھا فرخ سیر کے زمانہ میں آباد کیا ۔

سارنگ پوس :- امرائے محمودی میں ایک سارنگ کا آباد کیا ہوا تھا ۔

افضل پوس :- سلطان محمود ثانی کے امراء میں افضل خاں نے اس کو آباد کیا ۔

طوغان پوس :- طوغان نے جو امرائے محمودی میں تھا اس کو آباد کیا۔
منجھن پوس :- شاہ عالم قدس سرہ کے نواسے سید مسعود نے اس کو
اپنے نانا کے نام پر آباد کیا۔

باجی پوس :- اس کو صفدر خاں بابلی نے آباد کیا۔
نواپور، گنج پور، سلطان پور :- سید عبدالرحیم رفاغی نے آباد کیا۔
معصوم پوس :- معصوم قلی عرف شجاعت خاں نے اس کو نئے سرے سے
آباد کیا۔

مواد گنج :- شاہزادہ مراد بخش کے زمانہ نظامت میں آباد ہوا۔
وہاب گنج :- عالمگیر کے زمانے میں قاضی القضاة عبدالوہاب نے اپنے
نام سے آباد کیا۔

سید پوس :- سلطان احمد کے امراء میں سید عطاء اللہ نے آباد کیا۔
چنگیز پوس :- سلطان محمود ثانی کے غلام چنگیز خاں نے آباد کیا۔
بہادر گنج :- سلطان بہادر گجراتی نے آباد کیا۔
اکرم پور :- اکرم الدین خاں صدر صوبہ نے بہادر شاہ کے زمانے میں آباد کیا۔
مفاخر پوس :- اسی زمانے میں اکرم الدین خاں کے بھائی ابوالمفاخر خاں
نے آباد کیا۔

علیم پوس :- خداوند خان ملک علیم الدین نے جو سلطان احمد کے امراء
میں تھا، اس میں ایک مسجد بنوائی اور اس کا مقبرہ بھی یہیں ہے۔
فسرچ پوس :- اس کو قاضی پور بھی کہتے ہیں۔ ابوالفرج خاں قاضی شہر
نے عالمگیر کے زمانے میں آباد کیا اور ایک مکان اور پر تکلف مسجد بنوائی۔
اور یہیں قیام اختیار کیا۔

نور گنج :- جس زمانے میں جہانگیر گجرات میں مصروف سیر و شکار تھا ، نور جہاں بیگم کے نام پر آباد ہوا۔

زور اور پور :- جو انرو خاں بابی نے نئی عید گاہ کے نزدیک اپنے چھوٹے رٹکے کے نام پر آباد کیا۔

رسول آباد :- حضرت شاہ عالم قدس سرہ نے آباد کیا تھا ، اور یہیں سکونت رکھتے تھے ، اور آپ کا مزار بھی یہیں ہے ۔

پورہ رضویہ جاں :- عالمگیر کے زمانے میں رضوی خاں صدر صوبہ نے آباد کیا۔ عیشی آباد :- رسول آباد اور موضع بٹوہ کے درمیان ملک عیشی انخاٹلب بہ نظام الملک نے جو امرائے محمودی میں سے تھے اپنے نام پر آباد کیا تھا ۔ اور ایک مسجد ، تالاب ، باغ اور اپنا مقبرہ اس میں بنوایا تھا ، اور اس کے گرد ایک پختہ فصیل قائم کی تھی ۔

خودن پور :- امرائے سلاطین گجراتیہ میں ملک خودن نے آباد کیا ۔ چونکہ یہاں زیادہ تر حضرت شاہ عالم کے خادم اور مرید رہتے تھے اس لئے حضرت مدوح نے اس کا نام خودیم پورہ رکھ دیا ۔

قطب پور :- حضرت قطب عالم قدس سرہ کے زمانہ قیام میں انہی کے نام سے آباد ہوا ۔

قاسم پور :- عالمگیر کے زمانے میں میر قاسم نے آباد کیا ۔

راجو پور :- حضرت شاہ عالم کے نواسوں نے آباد کیا ۔

خانپور :- سید حسن خاں نے عالمگیر کے زمانے میں آباد کیا ۔

عثمان پور :- حضرت قطب عالم قدس سرہ کے خلفاء میں سید عثمان

نے آباد کیا ۔

نورنگ پوس :- عالمگیر کے زمانے میں نورنگ نے آباد کیا ۔

صلایت پوس :- صلاحیت خاں نے آباد کیا ۔

شادمان پوس :- اکبر کے زمانے میں اعظم خاں کے لڑکے شادمان نے آباد کیا ۔

شیخ پوس :- سلطان محمود بیگڑہ کے پیر شیخ رحمت اللہ نے آباد کیا ۔

سلطان پوس :- کمال الدین جو احمد خاں نے انکوائپنے لڑکے کے نام پر آباد کیا ۔

تعمیر :- مولانا جناح الدین لکھتے ہیں کہ احمد شاہ (۱۷۴۷ء/۱۱۴۱ھ) کے عہد کے ساتھ

ایک نئے دور کی ابتداء ہوئی جس میں بڑے بڑے فنی حوصلے حسبِ منشا تکمیل کو

پہنچے اور اس کے دارالسلطنت احمد آباد کا شمار ان شہروں میں ہوتا ہے جو فن

تعمیر کے بہت سے حسین نمونوں سے آباد ہیں ۔ احمد آباد کی جامع مسجد مغربی

ہندوستان میں اپنی قسم کی بہترین عمارت مانی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی وہ

ایک زندہ بڑھتے ہوئے امیدوں سے لبریز طرز کی مثال ہے ۔ گویا عمارتوں

کا بناء پھولوں کا کھلنا ہے جس سے طبیعت کی شگفتگی عیاں ہوتی ہے اور یہ

محسوس ہوتا ہے کہ بنانے والوں کا خیال اور نظریہ زندگی خون کی طرح گردش

کرتے ہوئے ان کے ہاتھوں کے ذریعہ ان چیزوں میں پہنچ گیا ہے ۔ جو

ان کے ہاتھوں نے بنائی ہیں ۔ اس مسجد میں روشنی پہنچانے کا جو طریقہ

اختیار کیا گیا ہے وہ خود بہت سبق آموز ہے ۔ اس لئے کہ روشنی کا پہلے

رخ بدلا جاتا ہے پھر اس کا عکس اس طرح سے ڈالا جاتا ہے کہ پوری مسجد

میں روشنی یکساں پھیلتی ہے ۔ مرکزی اور بغلی حصوں کی ترتیب اس مسئلے

کو بہت خوش نما طریقے سے حل کرتی ہے کہ بلندی کے رحجان سے روشنی کی

ضرورت کو کیسے پورا کیا جائے ۔ اور عمارت کی تقریباً ہر خصوصیت ایسی

ہے کہ فن تعمیر سے کسی بھی دلچسپی رکھنے والے کو تعریف کرنے پر مجبور کر سکتی۔ جامع مسجد سے احمد شاہ کے محل تک جو راستہ تھا۔ اس پر تین دروازے کے نام کا ایک نفتح دروازہ ہے۔ اب اس کے گرد و کانیں ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کی شان جاتی رہی ہے مگر اس کے محرابوں کا حسن اب بھی نمایاں ہے۔

والی گجرات سلطان مظفر خاں کی خوش ذوقی اور فن تعمیر سے اس کی دلچسپی کی عام شہرت تھی۔ چنانچہ سلطان حسین لنگاہ نے قاضی محمد اوجوی کو گجرات بھیجا تاکہ وہاں کی عمارات کے نقشے تیار کروا کے لائیں۔ انہوں نے گجرات پہنچ کر احمد شاہ کی خدمت میں اپنی آمد کا مقصد بتایا۔ احمد شاہ نے بڑی خوشی سے اس کو اجازت دی۔ ان دنوں احمد آباد نیا نیا بسایا گیا تھا۔ قاضی محمد نے ان تمام نو تعمیر شدہ مکانات کے خاکے تیار کئے اور واپس ملتان پہنچ کر سلطان حسین لنگاہ کی خدمت میں پیش کئے اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ اگر سلطنت ملتان کا تمام محصول بھی خرچ کر ڈالیں تو بھی احمد آباد کے مکانات جیسا ایک محل تعمیر نہیں ہو سکتا۔

تعمیرات

سلاطین گجرات نے جو شہر بسائے ان شہروں کی رونق، آبادی، اور وسعت کا یہ حال تھا کہ آج بھی ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ احمد آباد اتنا بڑا تھا کہ ایک طرف وہ سرکھچ سے ملتا تھا اور دوسری طرف محمود آباد سے۔ محمود ثالث کے عہد میں احمد آباد و محمود آباد کے درمیان کی سڑک کے دورویہ دو کانیں اور مکانات بنا کر اور درخت

لگا کر ان کو ایک کر دیا گیا تھا۔ اس وقت احمد آباد کی آبادی بیس لاکھ تھی، کھنایت جو ایک بڑا بندرگاہ تھا اسکی آبادی آٹھ دس لاکھ تھی اسی طرح جونا گڑھ اور چانپانیر وغیرہ کی آبادی بھی لاکھوں کی تھی۔ احمد نگر بھی اس زمانے میں آبادی کے لحاظ سے ایک بڑا شہر سمجھا جاتا تھا۔ بھروچ کی آبادی بھی کچھ کم نہ تھی۔ مغلیہ عہد میں سورت کی آبادی بارہ لاکھ تھی۔

گجراتی سلاطین نے سڑکیں، پل، نگر خانے، شفا خانے، مسافر خانے، تالاب، تیم خانے اس کثرت سے بنوائے کہ ان کا شمار مشکل ہے۔

سڑکیں : سلطان احمد آباد نے جب احمد آباد یا تو بہر جگہ وسیع سڑکیں بنوائیں۔

فرشتہ نے لکھا ہے کہ احمد آباد کی سڑکیں اس قدر کشادہ اور چوڑی تھی کہ دس دس گاڑیاں آسانی کے ساتھ پہلو پہلو چل سکتی تھیں محمود اول کے وقت میں ایک بڑی سڑک پٹن سے بڑودہ تک تیار کی گئی تھی۔ جس کے دونوں کنارے سایہ دار درخت بھی لگائے گئے تھے۔ اسی طرح محمود ثالث کے عہد میں احمد آباد سے محمود آباد تک ایک سڑک تیار کی گئی تھی جس کے دونوں جانب دوکانیں تھیں۔ چانپانیر میں ایک عالی شان قصر تھا جس کا نام دلکش تھا۔

بہادر شاہ اکثر اسی محل میں رہتا تھا۔ اس سے متصل ایک بہت وسیع اور عظیم الشان مکان تھا جس کو دربار کہتے تھے۔ غیر ممالک کے سفراء یہیں ان کی خدمت میں باریاب ہوتے تھے۔ انہی کے عہد میں ایک محل اور تھا جس کی عام طور پر بڑی شہرت تھی اس کا نام سنگار منڈپ تھا۔

محمود ثالث نے محمود آباد میں دو میل لمبا جو آہو خانہ تیار کرایا تھا۔ اس میں متعدد قصر اور مختلف قسم کی عمارتیں بھی بنوائی گئیں۔ اسی عہد میں

دریا خاں نے احمد آباد میں ایک عالی شان گنبد تعمیر کروایا تھا۔ یہ تمام گجرات اور کاٹھیا واڑ میں اپنے طرز کی واحد اور بے مثل عمارت تھی۔ اس وقت تک گجرات میں جتنی عمارتیں تعمیر ہوئی تھیں وہ جینی طرز کی اور سنگی ستونوں پر قائم کی جاتی تھیں، مگر یہ ایرانی اور عربی طرز کا اور پچی اینٹوں پر قائم کیا گیا تھا چونکہ یہ طرز تعمیر گجرات کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس لئے اس کی گنبد کی بڑی شہرت ہو گئی۔

بعض مقامات میں جو عمارتیں بنیں وہ اپنی خوبصورتی، دلاویزی اور شان و شکوہ میں بہت بے نظیر تھیں مثلاً منگور، کھنایت، بھروچ، احمد آباد کی جامع مسجدیں، ہلتے مینار سے مینار لریزاں احمد آباد کی قدیم مسجدوں میں اکثر دو ہی مینار ہوتے تھے جن کی خصوصیت یہ تھی کہ ایک مینار کو ہلایا جاتا تو دوسرا مینار بھی ہلنے لگتا تھا، بعض انگریز انجینئروں نے بے حد کوشش کی لیکن دونوں میناروں کا تعلق معلوم نہ کر سکے (جھوٹا کاکی کی مسجد، جالی کی مسجد، رالی پوری کی مسجد، احمد آباد میں صنائی کے بہترین نمونے ہیں۔ ضلع پٹن کے موضع سمد میں ایک ایسی مسجد تعمیر ہوئی تھی جس میں بارہ برجوں کے لحاظ سے بارہ خانے بنائے گئے تھے کہ ہر ماہ چاند اپنے برج سے دکھائی دے۔ عالمیہ کے عہد تک یہ مسجد موجود تھی۔ شاہجہاں نے بھی احمد آباد میں شاہی باغ کے ساتھ دریا کے کنارے جو محل تعمیر کرایا تھا وہ اپنی نظر آپ تھا۔

خاص احمد آباد میں پانچ سو پتھر کی مسجدیں تعمیر کی گئیں۔ شاہجہاں گورنر کی حیثیت سے احمد آباد میں عرصہ تک رہے، یہیں کی عمارتوں کو دیکھ کر اس کو عمارتوں کا ذوق پیدا ہوا۔ اسی ذوق کا نتیجہ تاج محل ہے اس لئے یہاں بھی دریا کے کنارے ایک شاہی باغ اور شاہی محل تعمیر کرایا تھا۔

اٹھانوںے گنبد کی مسجد

سلطان احمد نے ۱۴۱۴ھ / ۱۶۱۷ء / ۸۱۷ھ میں مانگ چوک کے قریب ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جس میں ۱۰ ملوک خانہ، کے علاوہ تین سو باون ستون تھے، دروازہ ملوک خانہ، میں بارہ، تخت ملوک خانہ، میں آٹھ اور جنوبی و شمالی بازوؤں میں دو سو بارہ ستون تھے، اور اسی طرح دیگر بہت سے ستونوں کے علاوہ ۹۸، گنبد تھے، سہ

احمد آباد کی جامع مسجد

جہانگیر اپنی توڑک میں لکھتے ہیں کہ:

۲۶ ماہ ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) منگل کے دن جامع مسجد دیکھنے کے لئے گیا جو بازار میں واقع ہے۔ ان فقرا میں سے چند کو جو وہاں موجود تھے تقریباً پانچ سو روپے اپنے ہاتھ سے خیرات کئے، یہ مسجد سلطان احمد بانی شہر احمد آباد کی بنوائی ہوئی ہے، جو تین دروازوں پر مشتمل ہے، ہر دروازے کے رخ پر ایک بازار ہے، اور اس دروازے پر جو مشرقی جانب واقع ہے سلطان احمد کا مقبرہ ہے، اس کے گنبد میں سلطان احمد اور اس کا بیٹا محمد اور اس کا پوتا قطب الدین خواجہ سزاحت ہیں، مقصورہ کو چھوڑ کر صحن مسجد کا طول ایک سو تین گز اور عرض نو اسی گز ہے، صحن کے ارد گرد پونے پانچ گز عرض کیو ان بنائے گئے ہیں صحن کا فرش تراشی ہوئی اینٹوں سے تعمیر ہوا ہے اور ایوان کے ستون سنگ سرخ کے ہیں، مقصورے

کے تین سو چوکن ستون ہیں۔ ان ستونوں کے اوپر گنبد بنایا گیا ہے۔ مقصورے کا طول پچھتر گز اور عرض ۷۷ گز ہے۔ مقصورے کا فرش اور محراب و منبر سنگ مرمر سے بنائے گئے ہیں۔ اور پیش طاق کے دونوں بازوؤں میں تراشیدہ پتھر کے دو گول مینار ہیں۔ جو تین نشست گاہوں پر مشتمل ہیں جن میں نہایت نازک نقش و نگاری کی گئی ہے۔ اور داہنی جانب منبر کے متصل مقصورہ کے کونے میں علیحدہ شاہ نشین بنایا گیا ہے۔ جس کے ستونوں کے درمیان سنگین تختے نصب کئے گئے ہیں۔ اور شاہ نشین کے اطراف چھت تک سنگین جالیاں کھڑی کی گئی ہیں۔ اس تعمیر کا مقصد یہ ہے کہ جب بادشاہ نماز جمعہ اور عید کے لئے مسجد میں حاضر ہو تو وہ اپنے مقربوں اور مصاحبوں کے ساتھ اسی اونچی نشست میں جسے اس علاقے کے لوگوں کی اصلاح میں ٹلوک خانہ کہتے ہیں، نماز ادا کرے۔ ممکن ہے کہ یہ تصرف و احتیاط اس بنا پر کیا گیا ہو کہ بادشاہ عام ہجوم سے محفوظ رہے۔

مصنف مرآة احمدی علی محمد خان کے بیان کے مطابق تو صرف احمد آباد

میں پتھر کی پانچ سو مسجدیں تھیں۔

مقابر میں شیخ احمد کھٹوی کا مقبرہ سر کھیج میں آج تک ماہرین فن کی نگاہوں

کا مرکز ہے۔

شہنشاہ جہانگیر کا تھیٹہ ہے کہ اس مقبرہ کی تعمیر پر پانچ لاکھ روپیے صرف ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ عالم کے مقبرہ کے علاوہ دریا خاں کے مقبرہ کا گنبد تمام گجرات کی عمارتوں میں ممتاز ہے۔ سر کھیج میں محمود اول کے مقبرہ پر سنگ مرمر کا جو کام ہوا ہے وہ اپنی ندرت و باریکی کے لحاظ سے بہت پرکشش ہے، جامع مسجد احمد آباد کے شہ نشین پر جو سنگ مرمر کی محراب

ہے۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، وہاں کی ہر مسجد میں مصلے کے پاس جو سورج مکھی بنی ہوئی ہے۔ وہ بھی نقش و نگار کا عجیب و غریب نمونہ ہے، اس زمانہ کی قبروں پر سورج مکھی کی تو بہت کم لیکن قدیل کی شکل بہت زیادہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ صناعی کے لحاظ سے وہ بھی عجیب چیز ہے۔

جہانگیر اپنی توڑک میں لکھتے ہیں !

سید میراں کی تعمیرات

کشتی میں بیٹھ کر دریائے محمود آباد میں

مچھلی کا شکار کھیلنے کے لئے گیا۔ دریائے محمود آباد کے کنارے سید مہارک گجراتی درآؤ سکندری انہیں کی سرپرستی میں تصنیف ہوئی تھی، کا مقبرہ واقع ہے جو گجرات کے عمدہ امرا میں سے تھے۔ اور اس عمارت کو ان کے بعد ان کے فرزند سید میراں نے بنوایا تھا۔ اس کا نہایت بڑا اور عالیشان گنبد ہے۔ اور اس کے ارد گرد چوٹے اور پتھر سے نہایت مضبوط چار دیواری بنائی گئی ہے۔ تخمینہ یہ ہے کہ اس کی تعمیر پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے ہونگے۔ سلاطین گجرات کے جو مقبرے میری نظر سے گزرے ہیں ان میں سے کوئی اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتا۔ سہ

بانغات

سلطان محمود بیگڑہ نے طرح طرح کے بانغات لگوائے، کوئی فقط میووں کا تھا، کوئی صرف پھولوں کا، کوئی محض پھلوں کا۔ اس نے آم، انار، کھرنی، گور، ناریل، بیل، مہوہ، جامن، کے کثرت سے درخت لگوائے۔ محمد آباد چانپانیر میں اس نے متعدد باغ لگوائے جنہیں آم بید نیلسون اور خوبو دار ہوتے تھے، انار، انجیر، انگور،

بادام، سیب، کیلا، امرت پھل، سدا پھل، نارنگی، تار پھنی (تار) ناریل، کھیل، بدلی، کمرخ، فالسہ، اعلیٰ درجہ کا بکثرت پیدا ہوتا تھا، آملہ اور ہڑکا ایک باغ عہد عالمگیر تک باقی تھا۔

محمود نے پھولوں کا جو چمن لگایا تھا اس میں گل لال، گل سیوتی، چنبیلی، چمپہ، بیلا، موگرا، جانی، جوہی، کرنی مولسری، کیوڑہ، کیشکی طرح طرح کے خوشبو دار پھولوں کے درخت تھے۔ خربزے کی کاشت بڑے اہتمام سے کرائی اور ان کے خربزے آج تک مشہور ہیں۔

سلطان محمود کے ایک ملازم نے سلطان کے لئے خراسانی طرز کا باغ بنایا سلطان نے اس کا نام 'باغ بھالول' رکھا، گو باغ تو اب موجود نہیں ہے لیکن وہ زمین چانپانیر اور گودھڑہ کے درمیان موجود ہے۔

اس کے بعد تو گجرات میں باغبانی کا مذاق عام ہو گیا، اور امرت نے بھی باغ لگانے شروع کر دیئے۔ سلطان محمود نے خاص احمد آباد میں بڑے اعلیٰ پیمانہ کا پانچ میل لمبا اور ایک میل چوڑا باغ لگوایا، اس کا نام 'باغ فردوس' تھا۔

مرآة احمدی میں ہے کہ لوگوں کا بیان ہے کہ اس میں نو لاکھ درخت تھے اسی لئے اس باغ کا دوسرا نام 'نو لکھی باغ' تھا، اس میں 'آم'، 'کھرنی'، اور 'آملہ' کے درخت زیادہ تھے۔

بعض تاریخوں میں ہے کہ پٹن سے بڑودہ تک 'آم'، اور کھرنی کے کئی لاکھ درخت بسٹک تھے۔ اسی لئے کھرنی تمام ہندوستان سے زیادہ اور اچھی گجرات میں ہوتی ہے۔ محمد قاسم فرشتہ نے بھی اپنی کتاب 'طب فرشتہ' میں اس کو لکھا ہے۔

درختوں کی کثرت کی وجہ سے احمد آباد کا موسم بہت خوشگوار اور سرد ہو گیا تھا۔ چنانچہ سلطان محمود گریوں کا موسم احمد آباد اور جاڑا جو ناگڑھ میں گزارتے اور برسات چائنا نیر میں۔

علیم الدین خداوند خان پہلے شخص ہیں جنہوں نے ابخیر اور نیرہ کے درخت و کس سے منگوا کر گجرات میں لگوائے جو تمام ملک میں رواج پا گیا۔ احمد آباد کے ایک محلہ عیسین پور میں جو باغات لگائے گئے تھے۔ ان میں آم، کھرنی اور تار کے درخت بہت اچھے تھے۔ اس باغ کے گل مونگرہ کی بڑی شہرت تھی، ہاتھ سے عیسین پور اور عیسین پور سے رسول آباد تک سڑک کے ہر دو جانب اس قدر گھنے آم اور کھرنی کے درخت لگے تھے کہ اس کے سایہ میں مسافر کو جنت کا مزہ آتا تھا۔

سلطان قطب الدین نے کانگریہ تالاب کے بیچ میں ایک مختصر سا باغ لگایا تھا، جس کا نام نگینہ باڑی تھا۔ بڑی فرحت بخش جگہ تھی۔ اس تالاب کے جانب جنوب وہ ایک اور باغ لگوا ہے تھے لیکن اسی درمیان میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور باغ نامکمل رہ گیا، اس کا نام موگرہ باغ تھا۔ محمود ثالث کے عہد میں محمود آباد میں جو آہو خانہ بنا تھا، اس کے ساتھ ایک بہت بڑا باغ بھی تھا، اس میں یہ اہتمام تھا کہ اس کے درختوں کی شاخوں میں رنگین کپڑے لپٹے جاتے، اور موسم خزاں میں مصنوعی پھول لگائے جاتے۔ سلاطین کے باغبانی کے اس ذوق و شوق کو دیکھ کر دولت مندوں کو بھی اس کا شوق پیدا ہوا، اور انہوں نے بھی بکثرت باغ لگوائے، جو سلطنت مغلیہ کے آخری دور تک باقی رہے، چنانچہ ہری کا باغ، رستم باغ، گلاب باغ، توت باغ، باغ غسل خانہ واقع بھدر، باغ شاہی، کاریز باغ، باغ

حوئی، و شاہجہاں، شاہ باڑی، باغ پانپانیر، جیت باڑی، فتح باغ، باغ آرم
اسی شوقی عام کے نتائج ہیں۔

کوکب نلک جو سلطان مظفر چہارم اور اکبر بادشاہ کے عہد کی تصنیف ہے۔
اس میں لکھا ہے کہ کیر و نخ میں آم کے پانچ لاکھ درخت تھے۔

یہ شوقی ایروں اور دولت مندوں سے گزر کر عزیزوں میں بھی پیدا ہو گیا تھا
چنانچہ ایک غریب بڑھیا نے بھی باغ لگایا۔ جس میں پانی کی بڑی کمی تھی بادشاہ
کے حکم سے اس میں کنواں کھدوایا گیا۔

تذکرہ الملوک، کے مصنف کے حوالے سے
صاحب مرآة احمدی نقل کرتے ہیں کہ صرف ایک

دلکش باغات

عثمان پورہ میں کاریگروں کی بارہ ہزار دکانیں تھیں، اطراف شہر میں متعدد باغات
تھے، جس میں لالہ دریاہین، انواع و اقسام کے پھول، پودے درخت
دلکش عمارتیں بڑے بڑے آبشار اور پانی سے بہتی ہوئی نہریں تھیں۔ جسکے
چاروں طرف خوبصورت درخت لگے ہوئے تھے۔

باغات میں سے باغ نگینہ، جو کاریہ تالاب کے وسط میں بنایا گیا تھا۔
اور وہ کاریہ تالاب جس کی لمبائی ساڑھے سات سو ہاتھ تھی۔ کاریہ اس کو اس
نے کہا جاتا ہے کہ حضرت شاہ عالم رحمن کے نکاح میں پہلے سلطان محمود بیگڑہ
کی خالہ مرکی تھی۔ جب بی بی مرکی کا انتقال ہو گیا تو حضرت شاہ عالم نے بی بی مرکی
کی بہن بی بی مغلی جو بیوہ ہو چکی تھیں اور سلطان محمود بیگڑہ اس وقت یتیم تھے
اس لئے آپ نے بی بی مغلی سے نکاح کیا اور اس طرح سلطان محمود بیگڑہ کی
براہ راست تربیت آپ نے فرمائی۔

غرض حضرت شاہ عالم تالاب کی کھدائی کے وقت جب وہاں پہنچے

تو آپ کے پیر میں کنکر چھجا جس پر آپ نے فرمایا کہ کنکر بے اد کا نکرہ کجراتی میں کہا جاتا ہے، وہیں سے کانکر سے کانکر یہ تالاب مشہور ہوا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سلطان نے جب آپ سے پوچھا کھدائی کے وقت کہ کس جگہ بنایا جائے تو آپ نے کنکر پھینک کر جگہ بتائی، اس لئے اس کو کانکر یہ تالاب، کہا جاتا ہے۔ کانکر یہ تالاب کے چاروں طرف سلطان محمود کا ارادہ باغات کے بنانے کا تھا۔ اسی لئے جنوبی سمت میں آپ نے باغ کی بنیاد رکھی تھی۔ جس کو باغ موگرہ، بھی کہتے ہیں جو ناتمام رہ گیا تھا۔ اسی طرح وہاں احمد آباد کی، شاہ باڑی، بھی بہت مشہور ہے جو سا برمتی کے کنارے پر باسٹھ بیگم میدان پر تعمیر کیا گیا تھا۔ باغ کی باہر کی پچاس بیگم زمین بھی اسی کے متعلق تھی۔

سلطان محمود بیگم کا بنوایا ہوا ایک باغ حویلی کے علاقہ میں، کترارہ جگہ میں تھا۔ جس میں سلطان محمود نے صرف پھلدار نو لاکھ درخت لگوائے تھے اس لئے اس کا نام ہی نو لاکھ پڑ گیا تھا۔

اسی طرح باغ شغبان جو سلطان محمد بن سلطان احمد کے غلام کا بنایا ہوا تھا۔ یہ عظیم الشان باغ تھا۔ جو موضع رکھیال، میں تھا۔ باغ درخت ہلیلہ، یہ بھی موضع رکھیال میں مشہور تھا۔ اسی طرح سا برمتی کے کنارے پر رستم خاں کا بنوایا ہوا رستم باغ بھی مشہور تھا جو ساٹھ بیگم زمین پر پھیلا ہوا تھا۔

رستم باغ کے قریب ہی میں گلاب باغ اور توت مشہور تھے جو گلاب کے پھول اور اس کا عطر کشید کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔

پرگنہ حویلی میں باغ شاہی، جو ایک سو پانچ بیگم زمین پر بنایا گیا تھا۔ یہ باغ شاہی مقصور پور

میں جو پرگنہ حویلی کے دیہاتوں میں ہے، اور ساہرمتی کے کنارے پر جو شاہجہاں کے حکم سے اس کے وکیلوں نے بنایا تھا۔ جس میں پانی پہنچانے کے لئے ایک سو بیس اور ستر اشخاص باغبانی کے ماہرین متعین تھے اور مزدور صفائی کرنے والے نگرانی کرنے والے، نچو بلدار، حساب و کتاب رکھنے والے، اسکے علاوہ تھے۔

فرمان باڑی، فرمان باڑی کے نام سے ساہرمتی کے مغربی سائڈ پر بھی ایک باغ تھا: فتح باغ، جب مرزا عبدالرحیم خانخانان نے دکن کے حاکم سلطان مظفر حسین پر فتح پائی تو اس فتح کی خوشی میں سرکھسج میں فتح باغ بنایا گیا تھا۔

بحیت باغ، سیف خاں نے عبداللہ خاں فیروز پر جنگ میں فتح پائی تو اس جگہ اس نے بحیت باغ کے نام سے جیتل پور نامی جگہ میں ایک باغ بنایا تھا جس میں بطور خاص باولی بنائی گئی تھی کہ جو، داحری باولی، کے نام سے مشہور تھی۔

باغ فتح

جہانگیر اپنی توڑک میں لکھتے ہیں :
 اس میدان جنگ میں خانخانان نے جو باغ لگایا ہے وہ دریائے ساہرمتی کے کنارے پر واقع ہے، اس باغ میں اس نے ایک عالی شان عمارت کے ساتھ اس کے مطابق ایک چوترہ بھی دریا کے کنارے تعمیر کرایا ہے۔
 باغ کے ارد گرد چوڑے اور پتھر کی نہایت مضبوط دیوار کھینچی گئی ہے اس باغ کا رقبہ ایک سو بیس سرب ہے۔ اور بلاشبہ یہ ایک بہترین سیرگاہ

۲۲۳ - خانمہ مرآة احمدی ص ۲۲۳ -
 خانمہ مرآة احمدی ص ۲۲۳ -
 ملا مستن گھاٹ، پشاور، ۸

ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی تعمیر پر دو لاکھ روپے خرچ ہوئے ہوں۔ مجھے یہ باغ بہت پسند آیا کہا جاسکتا ہے کہ تمام صوبہ گجرات میں اس جیسا کوئی باغ نہیں ہوگا۔ مبارک شنبہ جمعرات کی رات وہیں گزار کر جمعہ کے دن شہر واپس آیا ۲۲ ماہ بہمن ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) کو مبارک شنبہ جمعرات کے دن باغ فتح مسیں گلاب کے پھولوں کی سیر کے لئے گیا۔ پھولوں کا ایک تختہ خوب کھلا ہوا تھا۔ اس ملک میں گلاب بہت کم ہوتا ہے اس قدر پھولوں کا ایک جگہ دکھائی دینا بہت نعمت ہے۔ گل لالہ کا لالہ زار بھی بڑا نہ تھا۔ باغ کے انجیر کے درختوں پر پکے ہوئے انجیر لگے ہوئے تھے۔ میں نے چند انجیر اپنے ہاتھ سے توڑے ان میں سے جو بڑا بھٹا، اُسے تلوا یا اس کا وزن ساڑھے سات توں نکلا۔

جہانگیر بادشاہ کی مولفہ مرآة سکندری کے باغ میں سیر جہانگیر اپنی توڑک میں نکھتے ہیں!

۲۸، ۲۷ دے ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) کو مبارک شنبہ جمعرات کے دن رستم خاں باڑی کی سیر کے لئے گیا۔ باڑی اصل ہند کی اصطلاح میں باغ کو کہتے ہیں یہ باغ میرے بھائی شاہ مراد نے اپنے بیٹے رستم خاں کے نام پر بنوایا تھا۔ دن کے آخری حصے میں شیخ سکندر کے باغ میں گیا جو اس کی حویلی میں واقع اور رستم باڑی سے قریب ہے، انجیر خوب پکے ہوئے تھے۔ اپنے ہاتھ سے توڑ کر خوب کھائے۔ میوے اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھانے کی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔

میں نے زندگی میں اب تک اپنے ہاتھ سے انجیر توڑ کر نہیں کھائے

تھے۔ اس کے علاوہ شیخ سکندر کی سرفرازی بھی مقصود تھی اس لئے میں اس باغ میں بلا تکلف چلا گیا۔ شیخ سکندر گجراتی الاصل اور معقول انسان ہے۔ اور سلاطین گجرات کے حالات اُسے خوب یاد ہیں۔ تقریباً آٹھ نو سال سے وہ سلطنت کے امراء کے زمرے سے منسلک ہے۔

چونکہ فرزند شاہ جہاں نے رستم خاں کو جو اس کے عمدہ ملازموں میں سے ہے۔ احمد آباد کی حکومت پر مقرر کیا تھا۔ لہذا میں نے اس فرزند کی سفارش پر رستم باڑی کو رستم کے نام کی مناسبت سے اس کو بخش دیا۔ یہ جہانگیر اپنی توڑک میں رکھتے ہیں!

۱۔ بکینہ نامی باغیچے میں جو دولت خانے کے اندر واقع ہے اور جسے سلاطین گجرات میں سے کسی بادشاہ نے بنوایا تھا محفل منعقد کیا۔ اس باغیچے میں انگور کا ایک تنخہ بالکل پک چکا تھا، میں نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھ سے انگور توڑ کر کھائیں، ۲۔

گلاب کی کاشت

باغات اور پھول پھلواری کی کثرت کا اندازہ اس قصہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک بزرگ کے لئے معالج نے گلغند تجویز کیا سلطان گجرات کو جب اس کا علم ہوا تو بارہ چھکڑے (ریل گاڑیاں) گلغند سے بھری ہوئی ان کی خدمت میں بھیج کر پیغام بھیجوا یا کہ معاف کیجئے کہ سفر میں ہوں اس لئے اتنا ہی بھیج سکا ہوں۔ سوال ہوتا ہے کہ اتنی بڑی گلغند کی مقدار سلطان کے لئے سفر میں ساتھ کیوں رکھی جاتی ہوگی۔ مورخین اس کا جواب بھی

دیکھتے ہیں کہ دراصل سلطان کے لئے گلشن کے عرق کو مشروب کے طور پر کشید کیا جاتا تھا۔ اس لئے اتنی مقدار میں گلشن ساتھ رکھا جاتا تھا۔

جہانگیر کا تالاب کا کریم کے کنارے قیام

جہانگیر اپنی توڑک میں دیکھتے ہیں !

۲۲ ماہ ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) کو ہفتے کے دن کا کریم کے تالاب کے کنارے قیام کیا۔ یہ تالاب شہر احمد آباد کے بانی سلطان احمد کے پوتے قطب الدین محمد نے بنوایا تھا۔ اس کے ارد گرد پتھر اور چونے کی پختہ سیڑھیاں بنائی گئی ہیں اور تالاب کے درمیان ایک مختصر سا باغیچہ اور مکان بنا ہوا ہے۔ تالاب کے کنارے سے مکان تک ایک پل ہے تاکہ آمد و رفت کا راستہ ہو سکے۔ چونکہ اس عمارت کی تعمیر پر ایک عرصہ گزر چکا ہے اس لئے جا بجا یہ عمارت ٹوٹ پھوٹ گئی ہے اور کوئی جگہ ایسی باقی نہیں رہی ہے جہاں انسان بیٹھ سکے اس زمانے میں جبکہ میں نے احمد آباد آنے کا ارادہ کیا تو گجرات کے بخشی صفی خان نے شاہی خزانے سے اس کی شکست و ریخت کی مرمت کرائی اور باغیچے کو بھی صاف کرایا۔ اس طرح اس نے باغیچے اور عمارت کو نیارنگ و روپ بخشا، بلاشبہ یہ قیام گاہ نہایت پُر فضا اور دلکش ہے مجھے اس کی وضع بہت پسند آئی۔ اس حصے میں جس میں پل واقع ہے۔ نظام الدین احمد نے جو سیرے والد کے زمانے میں کچھ عرصہ گجرات کا بخشی رہا تھا۔ اس تالاب کے کنارے ایک باغ لگوایا تھا۔ سہ

سکانت یہ تالاب کس قسم کا تھا، اسکے متعلق

لکھا ہے کہ رائے پور دروازہ سے $\frac{1}{4}$ میل فاصلے پر یہ حوض قطب ، واقع ہے ۔ یہ $2\frac{1}{2}$ ایکڑ میں پھیلا ہوا ہے ، اس کا دور ایک میل سے زیادہ ہے ، اس کے ۳۲ گوشے ہیں ۔ اس کے ہر جانب ۱۹۰ اطراف ہیں ۔ اس کو سلطان قطب الدین نے ۶۸۵۵/۶۱۵۱ میں پایہ تکمیل کو پہنچایا ، چاروں طرف پتھر کے زینے ہیں ، چھ راستے ہیں جن کے اوپر گنبد ہیں ، وسط میں ایک جزیرہ تھا ، جو ۳۸ کمانوں کے پل کے ذریعے خشکی سے ملا ہوا تھا ، ایک باغ بھی تھا جس کو لگنے باڑی کہتے تھے اس سے آگے ایک محل تھا جس کا نام گھاٹ منڈل تھا سلطان قطب الدین موسم گرما ہی محل میں گزارتا تھا ، وسط تالاب میں ایک چھوٹا حوض بھی تھا ، جس میں فوارہ لگا تھا ، شمالی جانب ایک کمرہ تھا ، (جو غالباً مالی کے لئے ہوگا) اس خیال سے کہ یہ گرمیوں میں خشک نہ ہو جائے اس کو گیارہ میل کی طویل نہر کھود کر کسی ندی سے ملا دیا گیا تھا ۔

جہانگیر توڑک میں سمجھتے ہیں کہ :

اتوار کے دن ۲۳ رجب ۱۰۱۷ھ (۱۶۰۸ء) کو حکیم علی کے گھر حوض دیکھنے کے لئے گیا ، میرے مقرب مضافت جنہوں نے یہ حوض پہلے نہیں دیکھا تھا ۔ میرے ساتھ تھے ۔ اس طرح کا ایک حوض انہوں نے حضرت عرش آشیانی کے زمانے میں لاہور میں بھی بنوایا تھا ۔ یہ حوض چھ گز لمبا اور چھ گز چوڑا ہے ۔ حوض کے برابر میں ایک گھر بنا ہوا ہے ۔ جو نہایت روشن ہے ۔ اس گھر کا راستہ بھی پانی سے ہو کر جاتا ہے ۔ لیکن عجیب

بات یہ ہے کہ اس راستے سے گھر میں پانی نہیں آتا۔ اس گھر میں دس بارہ آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہوگی۔ حکیم نے نقداً اور جنس سے جو چیزیں اس وقت اس کے پاس تھیں بطور نذر پیش کیں۔ میں اس گھر کے ملاحظے کے بعد جب تمام مقرب مصاحب گھر میں داخل ہو گئے۔ حکیم کو دو ہزار ری منصب سے سرفراز کر کے اپنے دولت خانے کو لوٹ آیا۔

کارخانے

احمد آباد گجرات کے کارخانوں کی بھی بڑی شہرت ہے لکھتے ہیں! نویں صدی کے شروع میں گجرات کا پایہ تخت احمد آباد۔ آباد کیا گیا۔ اور پچاس برس میں اس قدر ترقی کر گیا کہ ہندوستان میں کوئی شہر اس کا مقابل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سلطان محمود بیکرہ کو خصوصیت سے اس کی ترقی کا بڑا خیال تھا۔ ان کے عہد میں ہر قسم کے اہل کمال یہاں جمع ہو گئے تھے تاریخ کے قبع سے جہاں تک پتہ چلتا ہے اسی وقت سے یہاں کاغذ کے کارخانے قائم ہوئے۔ اور رفتہ رفتہ اس قدر ترقی ہوئی کہ خاص احمد آباد کے علاوہ چین اور کھنایت میں اس کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے۔ پٹن دہر والہ کے کاغذ کا نام ہی پٹی ہو گیا۔ احمد آباد کے کاغذ کی خاص خوبی اس کی سفیدی (سفیدی) اور چکنا پن ہے۔

مرآة احمدی میں ہے!

کاغذ سازی کے کارخانوں سے اگرچہ دولت آبادی اور کشمیری کاغذ بہت ہی عمدہ بنتا ہے۔ لیکن سفیدی اور چمک میں احمد آبادی کا مقابلہ نہیں کر سکتا

اور یہ مختلف قسم کے تیار کئے جاتے ہیں۔ سہ

مبارک نام کا اثر

اس مبارک نام کا اثر ہر طرح سے ظاہر ہوا۔ یہاں اصحابِ طریقت بھی ہوئے، شیوخ، علم و معرفت بھی اور دنیوی فنون میں کمال رکھنے والے اہلِ صنعت و حرفت بھی۔ یہاں کی پارچہ بانی کے متعلق تیسری صدی کا ایک عرب سلیمان تاجر لکھتا ہے کہ: اس ملک سے اچھے کپڑے اور کہیں نہیں ہوتے۔ سوئی کپڑے اتنے نفیس اور باریک ہوتے ہیں کہ انکو مٹھی کے حلقہ میں آسانی سے سما جاتے ہیں:

وہ لکھتا ہے: اس طرح کے بعض کپڑے ہم نے خود اور کہیں نہیں

دیکھے:

مرآة احمدی میں ہے!

محمود شاہ اول کے دور میں احمد آباد میں کھواب، قسطنی، مغل، چکن، کارچوب کا کام بہت عمدہ قسم کا ہوتا تھا اور یہاں کے کاریگروں نے نام ایران، تران، روم اور شام تک مشہور تھے: (جلد ۵ ص ۲۰)

خلاصہ التواریخ میں لکھا ہے کہ:

احمد آباد میں زری کا پیرہ، فوطہ، جامہ دار، مغل، زربفت، خارا وغیرہ بہت اچھے تیار ہوتے تھے۔ اور روم، فرنگ اور ایران کے کاریگروں کی تقلید کی جاتی۔ قسطنی تو بہت عمدہ تیار ہوتی، لوگ اس کو تحفہ کے طور پر ہاتھوں ہاتھ لے جاتے (خلاصہ التواریخ ذکر گھرات)

یہاں کے کاریگروں نے شاہجہاں کے دور میں محل اور زربفت کا ایک
قیمہ ایسا قیمتی بنایا تھا جو ایک لاکھ روپے میں تیار ہوا تھا۔ دہادشاہ نامہ ص ۵۵
یہ کاریگر اپنے فن کے اس قدر ماہر تھے کہ جسے پور کے راجہ جے سنگھ (غالباً
سندھراج) نے جسے پور کو اپنے یہاں کا احمد آباد ثانی بنانا چاہا تو بڑے بڑے
انعامات دے دلا کر احمد آباد سے کاریگروں کو لے گیا۔

گجرات کے یہ اہل صنعت ایسے تھے کہ دنیا کے دور دراز گوشوں میں ان
کی صناعی کی شہرت پھیل گئی۔

سیاح بار بوسہ کا کہنا ہے کہ گجرات کے رستھی کپڑے مشرقی افریقہ اور
پیکونک جاتے ہیں و اٹھا کے بیان کے مطابق گجرات کے کپڑے فارس، تاتار،
شام، تبریز، عرب اور حبش لیجاتے تھے

مگر افسوس کہ انگریزوں کے ظلم نے اس صنعت و حرفت کو چوٹ کر کے
رکھ دیا۔

نیز لکھا ہے کہ: ایوانِ خاص و عام میں جشن نوروزی اور جشن جلوس
منعقد کرنے کا انتظام کیا بادشاہ کسب الحکم ایوان چہل ستون کے سامنے
سوئے چاندی کے ستونوں پر محل زربفت کا شامیانہ نصب کیا گیا۔ جس پر
مقیس کی جھار لگی تھی۔ یہ شامیانہ ایک لاکھ روپے کے خرچ سے گجرات
کے ہنرمندوں نے تیار کیا تھا۔ سامنے کا تمام صحن رنگین اور مرصع کپڑوں
کے فرش سے گلزار بنا ہوا تھا۔ شامیانے کے نیچے ایک مربع چوترا بنایا تھا۔
جس کے چاروں ضلعوں پر سنگین جالی دار محجر تھے۔ عین وسط میں یہ مرصع
تخت رکھا گیا تھا۔ جس پر ہوا ہر نگار چتر سایہ فگن تھا۔ چتر کی جھار موتیوں کی
کثرت سے چمک کر رہی تھی۔ دیوانِ خاص و عام کے در و دیوار، طاقتوں

اور چھت کونیز نقار خانے کی عمارت اور صدر دروازے کی محرابوں پر زر و زر
مخل، ایرانی زربفت اور رومی ریشم اسطرح لپا تھا کہ سارا مکان گل و گلستا بنا ہوا
تھا۔ ان میں سے ہر حصے کی آرائش نامی امرانہ اور شاہزادوں کے سپرد کی گئی تھی
علاوہ ازیں اس بہشت منظر محفل میں جگہ جگہ مرصع، مینا کار طلائی ظروف بھی رکھے
ہوئے تھے جو جشن کی شان و شکوہ کو دو بالا کر رہے تھے۔ ۱۰

زربفت گجرات میں تیار شدہ شامیانہ کا حال لکھا گیا ہے کہ ۱۱
۱۲ فروری ۱۹۲۵ء کو حضرت شاہ جہاں نے محلی زربفت
کا وہ شامیانہ ملاحظہ فرمایا۔ جو صوبہ دار گجرات سپہدار خاں نے چوراسی ہزار
روپے کی لاگت سے تیار کروا کے بطور پیشکش ارسال کیا تھا۔ ستون چاندی
کے تھے جن پر سنہری ملمع تھا ۱۹ فروری ۱۹۲۵ء کو دولت خانہ
شاہی میں شرف آفتاب کا جشن منایا گیا۔ جو اہرات اور طلائی مینا کاری
سے قصر سلطنت کے در و دیوار اس طرح جگمگاتے تھے کہ چرخ چہارم
کی چمک دمک نظروں سے گر گئی۔ دو دمان تیموری کے چشم و چراغ شاہ جہاں
صاحب قراں ثانی نے اس انجمن میں تخت طاؤس پر بیٹھ کر ایسی سخاوت
کی کہ ابر نیساں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ ۱۲

شاہ جہاں نامے میں ہے کہ ۱۱

۱۲ راسخدار ۹ ربیع الثانی ۱۰۶۳ھ مطابق ۹ مارچ ۱۶۵۳ء کے
چونسٹھویں قمری سال کا جشن تلوادان منعقد ہوا۔ سرکاری کارپردازوں
نے ایوان خاص و عام کے سامنے ۹۶ رگزیسی ۳۸ رگزیسی اور
زربفت کی بارگاہ کھڑی کی جسے گجرات کے کارخانوں میں ہر مند کارگیروں

نے اسی ہزار روپے کی لاگت سے تیار کیا تھا۔ یہ سراپرودہ ۴۴ مرقری ستونوں پر جن کے طلائی کلس تھے، قائم ہوا۔

مجموعی وزن چار لاکھ بیس ہزار تو لے (۱۳۱ من ۱۰ سیر) تھا۔ دولت شاہی شاہی میں رنگارنگ فرش فروش اس نزاکت سے بچھائے گئے کہ آسمان کو رشک آیا۔ لہ

جشن تلوادان کے تحت لکھا ہے کہ :

عمر کے پینسٹھویں قمری سال کا جشن تلوادان بتاریخ یکم ربیع الثانی ۱۰۶۴ھ ۱۹ فروری ۱۶۷۵ جمعرات کے دن منعقد ہوا۔ دولت خانہ شاہی کا معین رنگارنگ فرش فروش سے بہشت بریں کا نمونہ بن گیا۔ احمد آباد کے کاریگروں نے لاکھ روپے کی لاگت سے محل بادلہ باف کا سراپرودہ تیار کیا تھا جس کے نقش و نگار، باغ و بوستاں کو شرماتے تھے۔ چاندی کے چوالیس ستون جن پر کلس چڑھے ہوئے تھے اس بارگاہ کو سنبھال رہے تھے۔ جس کا کل وزن ۱۲۷ من ۳۲ سیر ۲ تو لے تھا۔ سراپرودے کے گرداگرد چاندی کا کٹہرا تھا۔ ایوان شاہی کے اندر باہر درو دیوار پر چین اور ختا کے ریشم کے پردے اور زرد و زرخل کے تھان لپیٹے گئے تھے ایوان کی محرابوں پر نقری زنجیروں میں مرصع کار طلائی گولے لٹک کر اب و تاب دکھا رہے تھے۔ تحت شاہی کے چاروں طرف طلائی ستونوں پر ٹھہرے ہوئے موتیوں سے مرصع شامیانوں کا عالم دیدنی تھا۔ جا بجا طلائی اور مینا کار تحت اور کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ مرصع چتر جن پر موتیوں کی بیش بہا جھالریں جھول رہی تھیں شان و شوکت میں اضافہ

کرتے تھے۔ صاحبقران ثانی شاہجہاں نے تختِ سلطنت پر جلوس کر کے
سونا بکھیرنا شروع کیا۔ سہ

حش عشرت کی تفصیل شاہجہاں نامے میں لکھی ہے کہ :

پھر ایوانِ خاص و عام کی آرائش کی نوبت آئی۔ مختلف ملکوں کے نایاب
پارچات سے اس رنگین عمارت کے بام و در کو سجا کر دلہن بنا دیا۔ جھروں
اور دالانوں میں فرنگ، روم، چین، اور خٹا کے زر دوز مٹھی پر دے آویزاں
ہوئے۔ بانیس گز اونچے اور سواد و گز محیط واسے چار نقرئی ستونوں پر شاہی
خیمہ دل بادل کھڑا کیا گیا۔ اس کی لمبائی ۵۰ گز اور چوڑائی ۵۴ گز تھی جو احمد آباد
کے کارخانے میں سال بھر کی محنت سے تیار ہوا تھا۔ ایک لاکھ روپے
لاگت آئی۔ رنگینی اور بلندی کا یہ حال تھا کہ دسواں آسمان کہیں تو زیبا ہے۔
۳۲۰۰ مربع گز رقبہ اس کے نیچے تھا جس پر ایک ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے
تین ہزار تیز دست فراشوں نے اسے برپا کیا۔ اس کے گرد اگر زربفت
محل کے شامیانے سنہری روپہلی چوبوں پر کھڑے بہار دکھا رہے تھے۔ چاروں
طرف نقرئی مجھنگایا تھا۔ دل بادل کے نیچے بڑے بڑے خیمے زربفت، محل
اور گجراتی و ایرانی دیبا سے آراستہ کلابتون کی ڈوریاں نقرئی ستونوں
پر کھسی ہوئی۔ جا بجا رنگین مرصع چتر جن پر موتیوں کی جھالیں، ان سے
موتیوں کی لڑیاں لٹکتی ہوئی ایسی معلوم ہوتی تھیں گویا کہکشاں اور ثریا آسمان
پر نمودار ہیں۔ مناسب فاصلے پر مرصع اور زریں تخت رکھے ہوئے۔ اس
آراستہ و پیراستہ ایوان کے بیچوں بیچ مربع تخت گاہ تھا جس کے گرد
سنہری کھٹراجم بھارا تھا۔ اس پر بادشاہی تخت رکھا گیا جو محل و یا قوت

اور گوہر و زمرہ کی کثرت سے رشکِ فلک بنا ہوا تھا۔ جواہرات کی چمک دمک سے نظر خیرہ ہوتی تھی۔ عرشِ اعظم کا نمونہ معلوم ہوتا تھا۔ شامیانے کو چپار طلائی ستون سنبھالے تھے۔ جن کے سر بند قیمتی جواہرات سے آراستہ تھے۔

جہاز سازی | جہاز سازی کے کارخانے گھوکھ گھنایت اور سورت میں قائم تھے۔ توپ سازی کے کارخانے بھی بڑے

اعلیٰ پیمانے کے تھے۔ محمود ثالث کے عہد میں جزیرہ دیو کو پرتگیزیوں سے واپس لینے کے لئے جو جنگی تیاری کی گئی تھی، اس کے لئے توپ اور جہاز خاص طور سے گجرات ہی میں تیار ہوئے تھے۔

بہادر شاہی توپ | سلطانینا گجرات میں بہادر شاہ کو توپوں سے عشق تھا۔ اس نے طرح طرح کی توپیں جمع کیں۔

اور ایسی توپیں بنوائیں کہ ہندوستان میں اس وقت تک کسی نے نہیں دیکھی تھیں۔ رومی خان ترکی جیسا ماہر فن بہادر شاہ کے توپ خانہ کا افسر علی تھا۔ یلی، مجنوں اور دودوسری سلیمانی، مصری توپیں وہ خود اپنے ساتھ لایا تھا، بہادر شاہی نام کی ایک توپ گجرات میں تیار کی گئی تھی۔ مغل سلطنت کے ہانی بابر بادشاہ کے ہندوستان میں آنے اور پانی پت کی جنگ سے قبل ہندوستان کے بعض صوبوں میں اعلیٰ پیمانہ پر توپ خانہ موجود تھا، اور اس میں گجرات کو فخر و تقدم حاصل تھا۔

بندوق | بندوق بھی یمن کے راستہ سے سب سے پہلے گجرات میں آئی۔ چنانچہ مظفر شاہ کے آخری عہد میں بارہ ہزار

بندوق باز فوج میں موجود تھے

تلوار بہ مولانا ابو ظفر رکھتے ہیں؛ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے

کہ گجرات کی تلوار سب سے بیش قیمت ہوتی کیونکہ آب و ہوا کے علاوہ وہاں کے ایک مخصوص کنویں کا پانی تلواروں کی آب کے لئے بے حد مفید تھا۔ سروہی کے ہتھیار آج بھی مشہور ہیں جو گجرات کا مشرقی پہاڑی علاقہ ہے۔

احمد آباد کے مدارس | سلاطین گجرات میں سلطان محمود بیکڑہ سے بڑا کوئی دوسرا بادشاہ نہیں گذرا، ۸۶۳ھ

سے ۹۱۷ھ تک انہوں نے حکومت کی ان کا دربار علماء فضلار سے بھر رہتا تھا، بڑی بڑی عمارتیں ان کے عہد میں تعمیر ہوئیں، منجملہ ان کے مدارس بھی تھے۔ تاریخ مرآة احمدی کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس بادشاہ نے مسافروں کے آرام کے لئے سرائیں، غالب علموں کے لئے مدرسے اور مسلمانوں کے لئے مسجدیں تعمیر کرائیں۔

مدرسہ سیف و خاں | مرآة احمدی کے مصنف لکھتے ہیں کہ محمد صفی صوبہ دار گجرات نے جن کا لقب سیف خاں تھا، احمد آباد میں قلعہ ارک کے پھاٹک کے سامنے ایک عظیم الشان و خوش منظر مدرسہ تعمیر کرایا، مدرسہ کا نام مدرسۃ العلماء تھا، سال تعمیر ۱۰۳۲ھ اس شعر سے نکلتا ہے۔

سال اتمام زعمار قضا جنم و گفت : مسجد و مدرسہ و دار شفائے آباد

مدرسہ شیخ الاسلام | قاضی اکرام الدین خاں الخطاب بہ شیخ الاسلام نے اپنے خواتی مصارف سے احمد آباد میں ایک بہت عالی شان مدرسہ بنوایا، جس کی تعمیر میں ایک لاکھ ۲۲ ہزار روپے صرف ہوئے تھے، تعمیر کا آغاز ۱۱۰۲ھ اور انجام ۱۱۱۱ھ میں ہوا، متصل دوکانوں کے علاوہ دو گاول بھی وقف تھے اس مدرسہ

کے مشہور مدرس مولانا نور الدین گجراتی تھے، لہ

مدرسہ سرخیز | سرخیز میں جہاں شیخ احمد کھٹو کا مزار ہے، ایک بہت بڑا مدرسہ تھا، مزار کی عمارتیں محمد شاہ نے تعمیر کی تھیں، اور

غالباً مدرسہ کی عمارت بھی محمود شاہ و مظفر شاہ کے عہد حکومت میں تعمیر ہوئی تھیں فقیہ حسن العرب الدابھولی اس مدرسہ کے اساتذہ میں بہت ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

مدرسہ وجیہ الدین | احمد آباد میں علامہ وجیہ الدین کا مدرسہ سب سے زیادہ مشہور ہے، اس مدرسہ میں طلبہ کو وظائف

بھی ملتے تھے، تقریباً ۶۵ سال تک علامہ مدوح نے اس میں تعلیم دی، اور بعد وفات یہیں پیوند زہن ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند رشید مولانا عبدالرشید جانشین ہوئے، صادق خاں نام ایک امیر نے مدرسہ کی عمارت از سر نو تعمیر کی، جس میں طلبہ کے رہنے کے واسطے مکانات بنوائے اور وظائف کا معقول انتظام کیا۔

مدرسہ عثمان پور | ساہرنودی کے کنارے ایک گاؤں تھا، جس کو اس کے بانی عثمان متوفی ۸۶۳ھ نے اپنے نام پر

آباد کیا تھا، شیخ عثمان نے وہاں ایک مدرسہ بھی قائم کیا، محمد شاہ گجراتی کو شیخ سے بڑی عقیدت تھی، شیخ نے مدرسہ کے لئے اس عقیدت سے مختلف فوائد حاصل کئے، جن میں سے یہ قابل ذکر ہے کہ، طلبہ کی تعلیم کے لئے شاہی کتب خانہ کی تمام کتابیں حاصل کر کے وقف کر دیں۔

مرآة احمدی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دیوان صوبہ گجرات کرمت خاں کے نام عالمگیر نے ایک فرمان بھیجا، جس میں حکم دیا گیا، تھا کہ مملکت

محرور سہ تمام علاقوں میں مدرس مقرر کئے جائیں، طالب علموں کو میزان سے لے کر کشف تک تعلیم دیجائے اور ان کو سرکاری خزانہ سے حسب رائے صدر صوبہ و تصدیق مہر مدرس و ظائف دیئے جائیں، چنانچہ تین مدرس ایک احمد آباد، دوسرے سورت، اور تیسرے پٹن میں مقرر کئے گئے، اسی کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۰۸۷ھ میں قلعہ بھدر د احمد آباد کے مدرسے، مسجد اور دارالشفار کی مرمت کے لئے روپیہ ادا کیا گیا۔

ولی اللہ کا مدرسہ | احمد آباد میں موجودہ تیلیاں بل کے پاس جو مسجد ہے وہ اسی مدرسہ کی بقیہ یادگاروں میں سے ہے، پہلے یہاں بہت بڑا مدرسہ تھا، احمد بن سلیمان چونکہ فلسفہ، منطق، اقلیدس، حساب اور فلکیات میں بڑے ماہر تھے ان کے شاگرد بھی ان فنون میں بڑے ماہر ہوئے چنانچہ ان فنون کی تعلیم اس مدرسہ میں بڑے اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی تھی۔

مولانا عطاء الدین الموجود (۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء / ۱۷۶۱ء) مولانا نور الدین اور مولانا ولی اللہ اپنے اپنے وقت میں اس مدرسہ کے مدرس اعلیٰ اور نگران رہے، اس کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا، افسوس ہے کہ مرہٹوں کی لوٹ مار میں یہ مدرسہ تباہ ہو گیا، پھر معمولی طور پر اندرون شہر میں کالو پور کی اس مسجد میں جس کو آج کل ولی اللہ کی مسجد کہتے ہیں ایک مدرسہ قائم کیا گیا، یہ بھی بند ہو گیا۔

دارالارشاد | احمد آباد میں ایک مدرسہ دارالارشاد کے نام سے قائم کیا گیا تھا جس میں علوم دینیہ کی تعلیم ہوتی تھی۔ یہ کب قائم ہوا کس نے قائم کیا اور کب بند ہو گیا کچھ معلوم نہیں ہے صرف اتنا پتہ چلتا ہے

کہ ۱۱۱۲ھ / ۱۷۰۰ء میں یہ موجود تھا، اس میں ایک کتب خانہ بھی تھا اس کتب خانہ کی ایک کتاب نمازن المعروف 'مجتبیٰ قاضی نور الدین صاحب بھروچ کے کتب خانہ میں اس وقت موجود ہے۔ یہ معلومات مجھے اس سے حاصل ہوئیں۔ سہ

صنعتی مدارس | آج کل کے ٹیکنیکل مدارس سے مختلف تھا دستوریہ تھا

کہ ایک کارخانہ کھولا جاتا تھا کاریگر اس میں کام کرتے تھے اور طلبہ کو اس میں عملی تعلیم دیکاتی تھی ان میں بعض ایسے بھی ہوتے جو نوشت و خواند سے بالکل محروم ہوتے لیکن اس تعلیم میں ان کا نمبر بڑھے لکھے لڑکوں سے اچھا آنا کارخانے سے جو طلبہ فارغ ہو کر نکلتے وہ زیادہ تر اسی کارخانے میں ملازم ہو جاتے اور ایسا اچھا کام کرتے کہ ان کی مصنوعات کو دیکھ کر غیر ملکی حیرت زدہ رہ جاتے۔ اس میں تاجروں اور کاریگروں کے لڑکے زیادہ داخل ہوتے اور بڑے شوق سے تعلیم حاصل کرتے۔

اسی طرح انجینئرنگ، موسیقی، اور دیگر چیزوں کے بھی متعدد مدارس تھے جن میں ہندو اور مسلمان بلا روک ٹوک کے تعلیم حاصل کرتے تھے اور وہاں سے فارغ ہو کر گجرات کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکتے۔ ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء میں 'گنیشیا' نامی ہندو اس عہد کا ایک ماہر انجینئر تھا اور ایشوراس ناگریٹنی مصنف فتوحات عالمگیری گیارہویں صدی ہجری میں اپنے وقت کا بہترین ادیب۔ سہ

علمی مراکز اور کتب خانے | جب گجرات میں خود مختار حکومت قائم ہوئی تو سلطان احمد دہلوی ۸۴۶ھ کے دربار

میں ہر قسم کے علوم و فنون کے ماہر جمع ہو گئے اور ان لوگوں کے فیض صحبت سے انہوں نے مدرسوں، مسجدوں، سراؤں اور رفاہ عامہ کے دوسرے کاموں کی بنیاد

سہ گجرات کی تمدنی تاریخ صفحہ ۲۱۵ سہ ایضاً صفحہ ۲۱۶۔

رکھی۔ ان میں کتب خانہ بھی تھا۔ اس کتب خانہ کا تذکرہ تاریخ میں اس طرح آتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لڑکے محمد شاہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے شاہی کتب خانہ سے کتابیں نکال کر مدرسہ شمع برہانی کے طلبہ کے پڑھانے کیلئے وقف کیں۔ یہ کتب خانہ ۹۸۰ھ تک قائم رہا۔

اکبر نے جب گجرات فتح کیا تو اس کی کچھ کتابیں تقسیم کر دیں۔ اس میں سے کچھ کتابیں شیخ عبدالحق محدث اور کچھ ملا عبدالقادر بدایونی اور فیضی کے حصہ میں آئیں باقی شاہی کتب خانہ میں داخل ہوئیں۔

شیخ محمد عثمان الملقب بہ شیخ برہانی خلیفہ حضرت
عثمان پورہ کا کتب خانہ | قطب عالم (متوفی ۸۵۷ھ) احمد آباد، بڑے

پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ نے ساہرمتی ندی کے اس پار ایک گاؤں بنا کر اس کا نام عثمان پورہ رکھا۔ اس میں ایک مسجد اور ایک مدرسہ سلطان محمد شاہ گجراتی کے ذریعہ تعمیر کرایا جس کا نام مدرسہ شمع برہانی تھا۔ اس مدرسہ کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تھا جس میں دوسری کتابوں کے علاوہ شاہی کتب خانہ کی وقف شدہ کتابیں بھی تھیں ۸۰۳ھ تک وہ خود نگران رہے۔ ان کے بعد بھی عرصہ دراز تک یہ سب یادگاریں قائم رہیں پھر مرہٹوں کی لوٹ مار میں تباہ ہو گئیں اب صرف مسجد اور مقبرہ یادگار باقی ہے۔

حضرت شیخ احمد کھٹوی (متوفی ۸۴۵ھ) نے
خانقاہ سرخیز کا کتب خانہ | سرخیز احمد آباد میں تالاب، مسجد اور خانقاہ

خود تعمیر کرائی۔ آپ کے بعد سلطان محمد شاہ گجراتی نے مقبرہ اور مدرسہ بنوایا غالب گمان یہ ہے کہ اس مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ ضرور ہوگا لیکن ایک واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ احمد اپنی خانقاہ میں ذاتی کتب خانہ بھلا رکھتے تھے

چنانچہ ایک موقع پر حدیث کی کتاب مصابیح اپنے کتبخانہ سے نکال کر حاضرین میں سے ایک شخص کو ایک حدیث سنائی۔ جس نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔

شاہ عالم کا کتبخانہ | گجرات (احمد آباد) کے مشہور بزرگ حضرت سید محمد شاہ عالم (متوفی ۸۸۰ھ) ایک باعمل عالم تھے۔ مطالعہ کتب کا آپ کو بڑا شوق تھا۔ کثرت مطالعہ کی بنا پر آپ کے دونوں ہاتھوں میں ٹیک لگانے سے نشان پڑ گئے تھے۔ آپ کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں عام کتابوں کے علاوہ نایاب کتابیں بھی تھیں۔ چنانچہ مولانا صدر جہاں جب آپ سے ملنے گئے تھے تو آپ نے امام رازی کا ایک ایسا نایاب نسخہ ان کو دکھایا جس کی خبر مولانا صدر جہاں کو نہ تھی۔

آپ کے بالئشین بھی اس کو برابر ترقی دیتے رہے۔ سید جعفر بدر عالم (متوفی ۱۰۸۵ھ) کے وقت میں یہ کتب خانہ عروج پر تھا۔ آپ نے خود بھی سینکڑوں کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر داخل کتب خانہ کیں۔ ایک دفعہ رات کے وقت راستہ میں ایک سائل نے قرآن کا نسخہ طلب کیا۔ آپ نے کہا کہ آج کتب خانہ سے دیکھ کر دیں گے۔ اس نے کہا کہ جو آپ کے پاس اس وقت موجود ہے وہ کیوں نہیں دیتے۔ آپ ہمیشہ اپنے ساتھ ایک قرآن مجید رکھتے تھے مجھوڑا وہی دیدیا۔ مرہٹوں کی یورش کے زمانہ میں ان کی لوٹ مار کے خوف سے آپ کی اولاد شہر پناہ کے اندر چلی آئی تھی جس کی بنا پر کتب خانہ کی کافی حفاظت نہ ہو سکی۔ جس سے آہستہ آہستہ کتب خانہ تباہ ہو گیا۔ لیکن کچھ بچی ہوئی کتابیں آج بھی ان کے سجادہ نشین اولاد کے قبضہ میں ہیں۔

شاہ بھجاں کا کتب خانہ | شاہ بھجاں بادشاہ کے عہد ۱۰۶۲ھ میں اس کتب خانہ کے ناظم کچھ دنوں کے لئے سید علی ابن سید جلال

مقصود عالم بن سید محمد مقبول عالم تھے۔ یہ گجرات کے شہر احمدآباد میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے بھائی سید جعفر بدر عالم کی سفارش سے اس عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوئے، ان کا سلسلہ نسب احمدآباد گجرات کے مشہور بھجاری خاندان کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ عالم سے ملتا ہے نہایت لائق اور صاحب علم لوگوں میں سے تھے۔ اور نگزیب عالمگیر سے لے کر محمد شاہ کے زمانہ تک شاہی کتب خانہ اپنی اصل حالت پر قائم رہا۔

مدرسہ ہدایت بخش کا کتب خانہ | احمدآباد میں مولانا شیخ نور الدین یگانہ روزگار عالم اور متقی صوفی تھے فلسفہ منطوق، ریاضی کی

تعلیم مولانا احمد بن سلیمان متوفی ۱۰۷۰ھ سے حاصل کی تھی، جو مخدوم شیخ ابراہیم بن سلیمان کے حقیقی بھائی تھے، ان کے لئے شیخ الاسلام نے ایک عمارت مدرسہ ہدایت بخش کے نام سے تیار کرادی تھی، اس کی تعمیر میں ایک لاکھ چوبیس ہزار روپیہ خرچ ہوئے تھے، ۱۱۰۱ھ میں مدرسہ کی عمارت، مسجد اور دارالاقامہ کی عمارتیں بن کر تیار ہوئیں۔ اسی کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا جس میں ہر فن کی کتابیں موجود تھیں خواص کے سوا عوام بھی اس کتب خانے سے فیضیاب ہوتے تھے، افسوس کہ مرہٹہ گردی میں یہ کتب خانہ تباہ ہو گیا۔ اس کی متعدد کتابیں کتب خانہ درگاہ حضرت پیر محمد شاہ حیدرآباد میں موجود ہیں محلہ والوں کی دیکھ بھال سے مسجد البتہ اب تک قائم ہے

مدرسہ ولی اللہ کا کتب خانہ | احمدآباد میں تلیاں کے متصل جو مسجد ہے اسی کے ساتھ ایک بڑا مدرسہ تھا ۱۱۵۵ھ میں

مولانا بہاؤ الدین اس کے ناظم تھے، اس کے متعلق ایک بڑا کتب خانہ تھا۔

جس میں تقریباً ہر فن کی کتابیں موجود تھیں اور بہت سی فن کی منتخب کتابیں تھیں ہر پڑ
 گروی ہیں اس مدرسہ اور کتب خانہ کا حال بھی تیز ہو گیا، اس خاندان میں جب علمی چرچا کم ہو گیا
 تو کتب خانہ کی حفاظت کا خیال بھی جاتا رہا، اہل خاندان نے شائقین کو خود بہت سی
 کتابیں دیدیں، کچھ کپڑوں کی نوا صنع میں صرف ہوئیں، غرض اس طرح تمام کتب خانہ
 منتشر ہو گیا، بقیہ کتابیں جو اس وقت موجود ہیں ان سے قیاس ہوتا ہے کہ کتب خانہ
 بہت بڑا اور گہرا بنے نایاب کا بیش بہا خزانہ ہو گا، کیونکہ اس علمی خزانہ کے لٹ
 جانے کے باوجود آج بھی اس میں بہت سی نایاب اور بیش بہا کتابیں موجود
 ہیں جو احمد آباد کی درگاہ، حضرت پیر محمد شاہ کے کتب خانہ میں وقف کر دی
 گئی ہیں۔

شعبہ بوسہرون کا کتب خانہ | احمد آباد گیا رہیں صدی ہجری کے وسط
 تک شیعہ اسماعیلی بوسہرون کا مرکز رہا ہے۔

ان کا دالی یا داعی ہمیں رہتا تھا، اور ان کے مدارس بھی زیادہ تر یہیں قائم تھے
 داعی کے زیر نگرانی ایک بڑا عالی شان کتب خانہ بھی تھا جس میں ہر فن کی کتابیں
 تھیں ۱۰۶۵ھ کے بعد کتب خانہ جام نگر کا ٹھیاواڑا میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ کتب خانہ
 آج بھی داعی وقت سیدنا طاہر سیف الدین کی نگرانی میں بمقام (سورت)
 اچھی حالت میں ہے قوم کے مخصوص علماء اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۱۰۰۰ھ
 (دسویں صدی) کے آخر میں یہاں ایک اور کتب خانہ سلیمانی بوسہرون کی
 طرف سے قائم کیا گیا تھا جس میں زیادہ تر ندرہ ہی کتابیں تھیں یہ کتب خانہ بھی آج تک
 ان کے داعی کے پاس موجود ہے۔

احمد آباد کے محکمہ قضاة کا کتب خانہ | اسلامی عہد میں احمد آباد کے

قاضی شہر کا درجہ بہت بلند ہوتا تھا، وہ پورے ضلع کے محکمہ قضاة کا نگران بھی ہوتا تھا، اس لئے اس کے پاس کتب خانہ بھی ضروری تھا۔ چنانچہ احمد آباد کے قاضی شہر کے پاس اس وقت بھی ایک کتب خانہ موجود ہے جو اسلامی سلطنت کے زمانہ سے عہدہ قضاة کے ساتھ چلا آ رہا ہے۔ لیکن اولاد بے علم ہونے کے سبب اس کا بیشتر حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ اب سنا ہے کہ کچھ حفاظت کا خیال پیدا ہوا ہے اور کتابیں صندوقوں سے نکال کر الماریوں میں رکھی گئی ہیں۔

مشائخ احمد آباد میں شیخ عبدالقادر حنفی متوفی ۱۰۲۸ھ
شیخ حنفی کا کتب خانہ | ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں ان کی تصنیفات،

ہیں سے انور اکفر، فی اعیان القرن العاشر بڑی مشہور کتاب ہے۔ خیال آتا ہے کہ سول اسپتال سے مشرقی کو جو گلی گئی ہے، اس کے اختتام کے بعد محلہ جوہری باڑہ میں ان کی قبر ہے۔ ان کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا لیکن اب بجز مقبرہ کچھ نہیں ہے۔ شیخ عبدالقادر بڑے مورخ، محدث اور صوفی تھے۔ اس لئے غالباً تصوف، تاریخ اور حدیث کی کتابیں اس میں زیادہ رہی ہونگی۔

اعتماد خاں گجراتی کا کتب خانہ | گجرات کا یہ بھی وہ بلند پایہ کتب خانہ تھا جس میں نہایت نفیس و نادر کتابیں

جمع تھیں، اور جو اکبر کی فتح گجرات تک موجود تھا۔ اکبر نے اس کتب خانہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس کی کچھ کتابیں شاہی کتب خانہ میں داخل کر دیں اور کچھ ارباب علم کو دے دیں۔ بلا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ: انوار المشکوٰۃ، کاشغری ان کے حصہ میں آیا تھا۔

گجرات مغلیہ سلطنت میں شامل ہونے کے بعد مغل بادشاہوں کی توجہ کامرکز بنا رہا۔ عالمگیر کا اسے زیب و زینت ہندوستان کہنا تھا ہر کرتا ہے
 سہ نندی کارنامے ۲۰۰

کہ گجرات نے اکبر سے لے کر عالمگیر کے عہد تک علم و ادب اور صنعت و حرفت میں
بغیر معمولی ترقی کی تھی۔

لیکن گجرات کے علاقہ میں جو کچھ علمی، اور ثقافتی سرمایہ مسلم عہد میں جمع ہوا تھا۔
اس کا بہت بڑا حصہ مرہٹوں کی تاراجی کے زمانہ میں برباد ہو گیا۔ پھر بھی گجرات کے
کتب خانوں کے کچھ باقیات احمدآباد، بھروچ اور کھبایت وغیرہ کے صوفیوں
قاضیوں اور عالموں کے گھرانوں میں ابھی تک موجود ہیں۔ لکھا ہے کہ کچھ کتابیں
احمدآباد کی درگاہ حضرت پیر محمد شاہ میں بھی محفوظ ہیں۔

افسوس کہ اس کتب خانہ کا ذکر کہیں نہیں
قاضی برہان الدین کا کتب خانہ |

ملا، حالانکہ قاضی موصوف بقول مصنف
یاد ایام کثرت افادہ میں یکتائے روزگار تھے، اور گجرات میں علم ان ہی کا وجہ سے
پھیلا۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ مدوح نہایت عمدہ کتب خانہ رکھتے تھے۔

اسی طرح گجرات کے دوسرے مشائخ اور علماء مولانا راجح بن داؤد
(متوفی ۹۰۴ھ/۱۵۰۸ء) قاضی جگن دمتوفی ۹۲۰ھ) مولانا علاء الدین دمتوفی
۹۴۹ھ) مولانا عبدالملک (متوفی ۹۷۰ھ) شیخ حسن محمد (متوفی ۹۸۲ھ) مفتی
قطب الدین (متوفی ۹۹۹ھ) مولانا احمد کر دی (متوفی ۱۰۸۷ھ) سید محمد رضوی
(متوفی ۱۱۱۱ھ) وغیرہ کے کتب خانے تاریخی ہیں ہیں حالانکہ یہ حضرات اتنے
جلیل القدر عالم، محدث، فقیہ اور مصنف تھے جن پر ہندوستان ہمیشہ فخر
کیا کرے گا۔

یہ اس اعتبار سے نہایت ممتاز تھا کہ
مدرسہ شیخ الاسلام کا کتب خانہ |
اس کا استعمال صرف مدرسہ کے طلباء

تک محدود نہ تھا، بلکہ ہر اہل ذوق اس سے استفادہ کر سکتا تھا۔ یہ مدرسہ قاضی اکرام الدین خاں المعروف بہ شیخ الاسلام نے احمد آباد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے میں تعمیر کرایا تھا، اور اس کی عمارت نو سال (۱۱۰۲ - ۱۱۱۱ھ) میں مکمل ہوئی تھی کہا جاتا ہے کہ یہ مدرسہ مولانا نور الدین کے لئے تیار ہوا تھا، جنہوں نے اپنی زندگی علم کی خدمت میں صرف کر دی تھی اور علامہ وجیہ الدین کے بعد گجرات میں باعتبار مدرس و تدریس و کثرت تصانیف کے ان سے بڑھ کر کوئی اور عالم نہیں ہوا۔ انہوں نے ۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء میں وفات پائی اور اسی مدرسہ میں دفن ہوئے۔

بعض دیگر کتب خانے | مولانا شیرانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے گجرات کا ٹھکانا و اڑکاسفر کرنے کا ارادہ

کیا۔ چونکہ موسم گرما کی تعطیلات میں گجرات میں زبردست بارشیں ہوتی ہیں اس لئے انہوں نے ۱۶ ستمبر سے ۳۰ ستمبر تک دو ہفتے کی چھٹی لی اور گجرات روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں انہوں نے احمد آباد، بڑودہ، بمبئی اور جے پور کے بعض کتب خانے دیکھے۔

احمد آباد میں پیر محمد شاہ کی درگاہ کا کتب خانہ، سید بڑے صاحب کا کتب خانہ، سید جلال الدین مشہدی کا کتب خانہ، اور حسینی پیر کا کتب خانہ دیکھا بعض لوگوں مثلاً قاضی احمد آباد کے پاس عمدہ مجموعے تھے لیکن انہوں نے دیکھانے سے انکار کر دیا۔ بمبئی میں محمدیہ اسکول کی لائبریری اور پروفیسر نجیب اشرف صاحب کا کتب خانہ نظر سے گزرا۔ بڑودہ میں جامع مسجد لائبریری دیکھی لیکن اس میں صرف مطبوعہ کتابیں تھیں۔ جے پور میں خوش قسمتی سے انہیں دائرے کے مہدویوں کے ایک کتب خانے کا کچھ حصہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ کتب خانہ کسی مقدمے کے سلسلے میں دائرہ سے ریاست

کے صدر مقام میں لایا گیا تھا۔ اس میں انہوں نے خاص مہدوی فرقے کے لوگوں کی گوجری اور راجستھانی اردو میں لکھی ہوئی کتابیں دیکھیں۔ اس سے انہیں اپنے مضمون، دائرہ مہدیوں کا اردو ادب کی تعمیر میں حصہ لے کے کافی مواد میسر آیا۔

ولی اللہ کا کتب خانہ | ۱۱۵۵ھ میں مولانا عماد الدین کے زیر اہتمام جو مدرسہ قائم کیا گیا تھا۔ اس کے متعلق ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا۔ جس میں تقریباً ہر فن کی کتابیں موجود تھیں۔ اور فن کے لحاظ سے بعض بڑی نادر تھیں۔

مرتبہ گروہی میں مدرسہ اور کتب خانہ دونوں کا حال اتر ہو گیا۔ مولانا عماد الدین کے فاندان ہیں رفتہ رفتہ علم کا چرچا کم ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں کتب خانہ کی حفاظت کا خیال بھی جاتا رہا۔ کچھ کتابیں بعض اہل علم کو دے دی گئیں اور کچھ کپڑوں کا نذر ہو گئیں بٹ جانے کے بعد بھی کچھ نایاب اور بیش قیمت کتابیں اس میں موجود تھیں۔ جن میں سے ایک، پانچویں صدی کی حدیث کی کتاب ہے ایک اور نادر کتاب ابوریحان بیرونی کی ہے جس کا کوئی دوسرا نسخہ یورپ اور ایشیا میں آج تک دستیاب نہیں ہو سکا ہے۔ اس کتب خانہ کا بقیہ ذخیرہ کتب خانہ درگاہ پیر محمد شاہ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ لے

کتب خانہ آصف خاں | عبدالعزیز آصف خاں متوفی ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۳ء گجرات کے بہترین وزیروں میں سے تھے

بہت بڑے عالم و فاضل، صاحب ذوق، اہل علم کے قدردان، ان کا ایک عظیم الشان ذاتی کتب خانہ بھی تھا، جس میں بڑی نایاب کتابیں تھیں، وہ مکہ سے اپنے کتب خانہ کے لئے بہت سی کتابیں بھی خرید کر لارہے تھے لیکن منگلور پہنچے تو دریا میں طوفان آگیا، خود تو بچ گئے لیکن جہاز ڈوب گیا، اور تمام

تکالیف سفر ضائع ہو گئے۔ ان کو اپنی بجلی کی تلوار، غلام، اھیل گھوڑے اور بیش قیمت اور نادر کتابوں کے تلف ہوجانے کا عمر بھرا فسوس ہا ان میں ایک نسخہ مشکوٰۃ شریف کا بھی تھا، جو اس کے مولف ولی الدین خطیب تبریزی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، یہ کتاب انہوں نے مکہ مکرمہ میں خریدی تھی، اور قیمت میں اس کے وزن کے برابر سونا دیا تھا، اس کے علاوہ چالیس اشرفی اس کے دلائل کو دی تھی۔

صحیح مسلم کا سب سے قدیم نسخہ سلطان محمود کے کتب خانہ میں | مولانا امتیاز علی
عرشی اپنے

مقالہ میں لکھتے ہیں :

صحیح مسلم کا ایک قدیم نسخہ ہندوستان میں :۔ کتب خانہ رام پور میں مسلم شریف کا ایک پرانا نسخہ محفوظ ہے جو جمادی الاخریٰ ۷۸۷ھ / ۱۳۸۵ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کی کتابت کا کام دو فاضلوں نے مل کر انجام دیا ہے۔ پہلی جلد کے کاتب کا نام محمد بن احمد بن محمد اور دوسری کے کاتب کام ابراہیم بن حاجی سلیمان بن محمد بن یحییٰ ہے۔ مقام کتابت : قلعة دارالامان ہے۔
کتاب کو تین حصوں میں لکھا گیا ہے۔ پہلے حصے کے آخر میں کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ دوسرے حصے کے خاتمے میں درج ہے۔

تم الجلد الثانی من صحیح مسلم یوم الجمعة الخامس من جمادی
الاخریٰ سنة سبع وثمانین وسبعین بقلة دارالامان
حباها الله تعالى عن الحدیث بید العبد الضعیف المحتاج
الی رحمة الله الاحد، محمد بن احمد ابن محمد
حامدا ومسلما ومستغفرا (ورق ۲۸۵ ب)

آخر کتاب میں حسبِ قریب تر قیماً ہے۔ تم الجلد الثالث، وهو آخر الكتاب، من صحیح مسلم بن العجاج رحمۃ اللہ علیہ بحمد اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ فی الثالث والعشرون من جمادی الاخریٰ سنۃ سبع وثمانین وسبع مائة علی ید العبد الضعیف المسکین الغریق فی بحار الخطایا الراحمی الی رحمة و اہب العطا یا، ابراہیم بن حاجی سلیمان بن محمد یحییٰ صلح اللہ شانہ و رحم اسلافہ۔ (ورق ۲، ۵ ب ۱) کتاب کے حواشی میں جگہ جگہ قرأت و سماع کی یاد دہائیں مندرج ہیں انہیں سے اکثر کے ساتھ تاریخیں بھی موجود ہیں، جن سے باسانی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ اسکی قرأت میں کتنا وقت لگا۔ انہیں سب سبھی تحریر ورق الف کے حاشیے پر درج ہے، جس کی تاریخ جمادی الاولیٰ، ۸، ۶۱۳۸۵ء ہے، مگر آخری جلد کے خاتمے پر جو تاریخ سماع درج تھی، وہ حاشیے کے ساتھ کٹ گئی ہے اسلئے واقعی تاریخ ختم قرأت تو بتانا ممکن نہیں، لیکن اس سے پہلے اندراج کی تاریخ سلخ جمادی الاخریٰ، ۶، ۶۱۳۸۵ء اور جولائی ۱۶۱۳۸۵ء ہے اور ان دونوں کے درمیان صرف ۲۷ صفحات کا فصل ہے، جو ان پڑھنے والوں کی رفتار قرأت کے پیش نظر ایک دن سے زائد وقت کا متقاضی نہیں معلوم ہوتا۔ اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ یکم رجب کو یہ کام انجام پا گیا تھا۔ دوسرے اور تیسرے حصوں کے آخر میں استاد نے قاری کا نام تفصیل سے لکھا تھا۔ اب صرف دوسری کا سماع باقی ہے جو حسبِ ذیل الفاظ پر مشتمل ہے۔

بلغ سماع مولانا وحیدنا ومخدومنا احد العلماء الاعظم الاکارم مجمع انواع من المباح والمفخر والفضائل والبعالی والکلمات العلییہ و العلییۃ، تمسک لیلۃ والدنیا والمدین علی الاسم والنزلة بن مولانا الاعظم عباد بناء الافادۃ، اعلی اللہ تعالیٰ شئونہا و اوضح براہینہا، فی المجلس الخامس والعشرون فی الثانی عشر من جمادی الثانیہ سنۃ سبع وثمانین و سبع مائة، والحمد للہ اللہ

(ورق ۳۸۵ ب ۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع کا نام شمس الدین علی بن عماد تھا، اور وہ جاہ و منزلت رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے، ورنہ اسے اتنا و ایسے القاب کے ساتھ یاد نہ کرتے مذکورہ سماع کے بعد اس کتاب کو کسی اور محدث نے اپنے بیٹے کو پڑھایا تھا۔ اس سماع کا پہلا اندراج ورق ۵۸ الف پر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

بلغ سماع ولدی و ولذۃ کبندی یحییٰ، احیا اللہ حیوۃ طیبۃ

ووقفہ للعلم النافع والعمل المرافق ۲۰ رجب سنۃ ۸۰۵ھ

اس کے بعد ورق ۳۶۱ ب پر لکھا ہے :

بلغ سماع ولد یحییٰ من والدہ الکاتب ، احسن اللہ الیہما .

من سنۃ خمس وثمان مائۃ . ومن هنا سماع ولدی عبد

الرحمن جعلہ اللہ تعالیٰ من حزبہ المفلحین .

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع کا اندراج کرنے والے بزرگ کے ایک اور بیٹے عبدالرحمن بھی آخری حصے میں شریک سماع تھے ۔

اس سلسلے کا آخری اندراج ورق ۵۵ الف پر ملتا ہے ۔ جو ۲۷ رمضان

سن مذکور کو کیا گیا تھا ۔

حواشی پر اختلاف نسخ بھی پایا جاتا ہے ۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ مصحح نے

حسب ذیل ۵ نسخوں سے اس کے متن کی تصحیح کی ہے :

نسخہ صاحب الجلودی | جلودی سے مراد ہیں ابو احمد محمد عیسیٰ بن محمد بن عبدالرحمن
الزاہد الجلودی النیشاپوری متوفی ۲۶۸ھ (۱۶۹۷ء)

انہوں نے ابراہیم بن محمد بن سفیان النیشاپوری متوفی ۳۰۸ھ (۱۶۹۲ء) سے صحیح مسلم کی روایت کی ، اور ابو عبداللہ حاکم نیشاپوری کے بقول ان کے بعد الکسانی سے روایت صحیح کرنے والا کوئی راوی بھی ثقہ نہیں ہے ۔

جلودی کے خصوصی شاگرد جن سلسلہ روایت چلتا ہے ، ابو الحسن

عبدالغافر بن محمد بن عبدالغافر الفارسی الفسوی النیشاپوری متوفی ۴۴۸ھ (۱۰۵۶ء) میں ان سے الحافظ حسن السمرقندی نے کچھ اوپر تیس بار اور ابو سعید البحرانی نے کچھ اوپر تیس بار صحیح مسلم کی قرأت کی تھی اس لئے ان کا نسخہ اہم شمار کیا جاتا

چاہئے ۔

(۲) نسخہ مغربیہ :- علامہ نووی نے دیباچہ شرح مسلم میں لکھا ہے کہ مشرق میں صحیح مسلم بروایت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان عن الامام مسلم مروج ہے۔ لیکن بلاد مغرب میں اس کا رواج ایک اور سند سے ہے۔ جو صرف وہیں پائی جاتی ہے اور وہ ہے ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ الخزاز التمیمی القرطبی، عن ابی العلیٰ عبدالوہاب بن عیسیٰ بن عبدالرحمن بن ماہان البغدادی، عن ابی بکر احمد بن محمد بن یحییٰ الاشقر الفقیہ الشافعی، عن ابی محمد القلانسی، عن مسلم بن الحجاج القشیری۔ میری دانست میں ہمارے نسخے کے صحیح نے، نسخہ مغربیہ سے یہی نسخہ مراد لیا ہے جو بروایت مذکورہ بلاد مغرب میں مروج تھا۔

(۳) نسخہ حافظ اسماعیل اصفہانی :- اس سے مراد حافظ ابوالقاسم اسمعیل بن محمد بن الفضل القرشی الاصفہانی الملقب بقوم السنہ ہیں، جو ۴۵۷ھ (۱۰۶۵ء) میں پیدا ہوئے اور آخر سن ۵۳۵ھ (۱۱۴۱ء) میں انتقال کر گئے۔ یہ ابن مردویہ وغیرہ کے شاگرد اور حافظ ابن عساکر صاحب تاریخ دمشق کے استاد ہیں علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۱۷۱ میں عبد الجلیل بن محمد کوباہ کی زبانی اس عہد کے ائمہ بغداد کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے بعد بغداد میں ان سے بڑا فاضل اور حافظ حدیث نہیں آیا۔

(۴) نسخہ حافظ عبدالغنی مقدسی :- حافظ عبدالغنی سنہ ۵۴۱ھ (۱۱۴۵ء) میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۰۰ھ (۱۲۰۲ء) میں فوت ہوئے ہیں۔ تاج الکنز کا قول ہے کہ دارقطنی کے بعد ان جیسا محدث کوئی نہیں ہوا۔ فن حدیث میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔

(۵) نسخہ مکیہ :- کتاب کے ورق ۵۴۹ ب کے حاشیے میں ان نسخے کا حوالہ ہے۔ مجھے اس کے بارے میں پتہ نہ چل سکا کہ یہ کس کا نسخہ تھا۔

قرأت و سماع کے علاوہ حاشیوں میں الفاظ کی تشریح اور مطالب کی توضیح بھی ملتی ہے۔ ان میں سے بعض کے آخر میں کاتب کا نام، محمود عماد، لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے ایک جگہ، تقریب، اور دوسری جگہ، التقرب والتہذیب، کا حوالہ دیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں ابن حجر عسقلانی متوفی سنہ ۸۵۲ھ (۶۱۴۴۹) کی تالیف ہیں، اور ان میں سے التہذیب سنہ ۸۰۸ھ (۶۱۴۰۵) میں اور التقرب سنہ ۸۲۷ھ (۶۱۴۲۴) میں لکھی گئی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ مذکورہ حاشیے سنہ ۸۲۷ھ کے بعد لکھے گئے تھے۔

اس نسخے سے پہلے قاری شمس الدین علی بن عماد کے نام کے پیش نظر یہ کہنا درست معلوم ہوتا ہے کہ محمود عماد، ان کے چھوٹے بھائی تھے۔

نسخے کے سرورق پر حسب ذیل تخریریں اور مہریں ثبت ہیں

(۱) مہر عبدالرحیم خاٹمانان :- اس مہر کے اندر لکھا ہے، عبدالرحیم بن محمد بیرم ۹۹۱، اور مہر کے نیچے یہ عبارت درج ہے، صحیح مسلم در حدیث کہ در شہور سنہ ۹۹۲ در، دارالامان احمدآباد داخل کتاب خانہ خاصہ شدہ،

(۲) مہر موسوی خاں :- اس مہر کے اندر منقوش ہے، موسوی خاں ۱۰۲۹، اور مہر کی دائیں جانب یہ عبارت درج ہے، اشراکبر صارم صارم الخادم الفقراء الاحقر موسوی خاں علی اکبر عفی عنہ۔

وحسب قول الناس فیما ملکتہ :- لقد کان هذا امرًا لفلان،

(۳) مہر حسن الحسنی :- اس مہر میں منقوش ہے، المتوکل علی اللہ العزیز

حسن الحسنی : مہر کے اوپر لکھا ہے : الفتر اکبر - شرفنی باعطار ہذا الکتاب النفیس
 الشریف جملہ الفتر من الفاترین بالدرجۃ العلیا - حرر اقل مخلصہ حاجی حسن الحسنی
 القزوی عنی عنہ، وعن والدید خرمۃ النبی وآلہ علیہم السلام :
 منقوط حصہ کبھی ضائع ہو گیا ہے، اسلئے معطلی کا نام معلوم نہ ہو سکا، لیکن بظاہر یہ
 عبدالرحیم خاٹھاناں ہی تھے۔

(۴) حاجی حسن کی تحریر کے نیچے لکھا ہے : انتقل من السید الاجل بطریق الہبتہ
 والعطیۃ الی اقل محبیہ مرزا علی الحسنی البجیلانی :
 اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی حسن الحسنی نے یہ کتاب علی الحسنی کو تحفے میں
 دے دی تھی۔

(۵) ایک موشدہ مہر کے نیچے لکھا ہے : قد استقل الی بالشرار الصیح الشرعی
 فی نسخ سفر السنۃ العشرین والالف البجیریہ وصلى اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ -
 (۶) مہر مولوی امان اللہ : اس کے نیچے صاحب مہر نے لکھا ہے :
 انتقل الی : من مشتری ورثۃ بالابتیاع الشرعی ؛ لیکن مہر مٹادی گئی ہے اور
 اس کے محاذ میں کسی نے لکھا ہے : مہر مولوی امان اللہ کہ در معرکہ نادر
 شاہ شہید شدہ :

دیگر مہروں اور تحریروں کے علاوہ نسخے میں دو جگہ در ورق ۶ الف اور
 ۳۱ الف سلطان محمود گجراتی کی مہر ہے۔ ان میں سے پہلی جگہ مہر کے نیچے
 کسی نے شجر ف سے لکھا ہے : مہر سلطان محمود گجراتی : مہر کے اندر یہ شعر
 کھدا ہوا ہے

تا بلوح آسماں باشد متون مہر و ماہ

جاودان بادالشان خاتم محمود شاہ

اور شعر کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ بھی درج ہے : خلد اللہ لملکہ وسلطانہ :

اردو اور گجرات

اردو کے مؤرخ لکھتے ہیں :

خود مختار ہونے والے صوبوں میں سے ایک صوبہ گجرات تھا۔ جس کے مالک ظفر خاں نے مظفر شاہ کا خطاب اختیار کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکہ جاری کیا مظفر شاہ (م ۸۱۳ھ / ۱۴۱۰ء) نے اپنے دربار کو سجانے کے لئے اہل علم و فضل کی خوب خوب سرپرستی کی اور اس کے بعد بھی سلاطین گجرات علماء و فضلاء اور صوفیائے کرام کو معاشی و معاشرتی سطح پر ایسی سہولتیں بہم پہنچاتے رہے کہ وہ جوق در جوق گجرات کی طرف ہجرت کرتے رہے۔

صاحبِ مرآة احمدی نے لکھا ہے کہ :

، چوں، ہنکی ہمت والا نہت سلاطین گجراتیہ مصروف پرواج دین
 بسین و حمایت بیمنہ، اسلام بود، بخوابش تمام و ابرام مالا کلام اکثر بزرگان
 و اهل اللہ و علماء و فضلاء راد در کمال احترام طلب داشتہ برعایت و جہ
 معاش و حسن سلوک تکلیف سکنا درین دیار فرمود نگاه داشتہ اند
 و بعضے باستماع اوصاف حمیدہ و فضائل پسندیدہ سلاطین مذکورہ

نظر بردایت جمہور وارو گشتہ توطن اختیار نمود۔

اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اردو زبان ادبی سطح پر اپنی روایت بناتی ہیں گجرات ہی میں نظر آتی ہے۔

گجری ادب کی یہ خالص ہندوی روایت اس عرصے میں دھل منجھ، کرانتی صاف اور مقبول ہو جاتی ہے کہ بعد کی نسلیں بھی اپنے متصوفانہ خیالات کے اظہار کے لئے اسی روایت کی مخصوص ہیئت کو پسند کرتی ہیں۔

۱۰ مرشد نامہ، میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی دم ۹۴۵ھ / ۱۵۳۷ء (۱۶۵۳ء) اسی صنف کو استعمال کرتے ہیں؛ گو گوگرتھ صاحب، میں یہی ہیئت نظر آتی ہے۔ وکن میں میراجی شمس العشق (۹۰۲ھ / ۱۴۹۶ء) ابراہیم عادل شاہ جگت گرد (۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء) برہان الدین جام (۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء) شاہ دادل (۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ء) وغیرہ بھی اسی صنفِ سخن کو اپنا ذریعہ اظہار بناتے ہیں۔ یہاں تک کہ اٹھارویں صدی عیسوی میں شاہ عبداللطیف بھٹائی (دم ۱۰۵۲ء / ۱۶۴۲ء) بھی اپنے صوفیانہ خیالات کیلئے اسی ہیئت کو اپنے تصرف میں لاتے ہیں۔

گجرات میں قدیم اردو کے جو نمونے ملتے ہیں ان میں یا تو صوفیائے کرام کے ملفوظات ہیں جن سے اس زمانے کی عام بول چال کی زبان کا اندازہ ہوتا ہے یا پھر شاعری کے وہ نمونے ہیں جو شاہ باجن، قاضی محمود دریائی، شاہ علی جیو گاؤدھنی اور خوب محمد چشتی کے قلم سے نکلے۔ گجرات میں پہلی بار ہمیں اس زبان میں تخلیق کرنے کی مسلسل روایت کا پتا چلتا ہے جو اس دور میں اس طور پر کہیں نظر نہیں آتی۔

اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ شمال سے آئی ہوئی زبان جب گجرات کی زبان میں گھلی ملی تو اس عمل میں استخراج سے ایک ایسی شکل ظہور میں آئی جو بعد میں ممتاز ہو کر گجری اردو کہلائی۔ ۱۰

وہ زبان جسے آج ہم اردو کے نام سے جانتے ہیں برعظیم کے دور دراز علاقوں میں بھی نہ صرف اپنی خدو خال بنا رہی تھی بلکہ گجرات وکن میں شمالی ہند سے پہلے ادبی زبان کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔ ۱۱

دکن پر اثر گجرات

اس عہد کی تواریخ دکن سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ گجرات سے بہت سے ادیب اور عالم بیجاپور آیا کرتے تھے۔ وہاں کی سلطنت کے زوال پر براہیم عادل شاہ نے وہاں کے تمام ادیبوں کو اپنے دربار میں بلا لیا۔ چنانچہ گجرات کے ان پناہ گزینوں نے دکن میں اردو کا ادبی ذوق بڑھانے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ اور غالباً یہی وجہ ہے کہ بے جا پور کے بعض اردو مصنفین جیسے شاہ برہان، اپنی زبان کو گوجری کہتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ گجرات کے اثر سے دکن کی ادبی زبان بڑی حد تک بدل گئی ہو اور جو لوگ اس متبدلہ زبان میں نکلے رہے ہوں وہ اپنی زبان کو گوجری کہنے لگے اور پرانی زبان دکنی کہلانے لگی۔

اردو میں اہالی گجرات کی دلچسپی کا ایک قدیم تر ثبوت مولانا فضل الدین محمد بن قوام بلخی کی تصنیفات سے بھی ملتا ہے۔ جو قصبہ کڑی واقع گجرات کے باشندے ہیں۔ مولانا فضل الدین اپنی تصنیف، شرح مخزن اسرار، میں جو ۹۵۷ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔ فارسی کے بعض الفاظ کے اردو مرادف بتلاتے ہیں۔ ان کی فرہنگ، بحر الفضائل، میں جو ۸۳۸ھ میں تالیف ہوئی ہے تین سو سے زیادہ اردو الفاظ ملتے ہیں جو مختلف فارسی و عربی الفاظ کی تشریح کی غرض سے بیان ہوئے ہیں اس کے علاوہ وہ مولف ہندوستان کے جغرافیے، نجوم، ماہ و سال، موسیقی، اوزان اور پھولوں پر بھی مختصر محقر اطلاق دے رہے ہیں۔ سب سے آخر میں ایک باب دیا ہے جس میں بعض ایسے ہندی الفاظ کا ذکر کیا ہے جو ہندی شاعری میں کار آمد ہیں۔

مولانا کے اصل الفاظ یہ ہیں ۔

باب چہارم در بعض الفاظ ہندی کہ در نظم ہندی استعمال کنندہ ،
ان امور سے واضح ہے کہ گجرات میں ان ایام میں یعنی فرہنگ بھرا فضائل ، کی تالیف
کے وقت ہندی یعنی اردو میں عام طور پر کافی دلچسپی کا اظہار کیا جاتا تھا ۔
گجرات میں ہندی نظم کے ابتدائی حامیوں کے نام اور حالات سے ہم قطعاً
تاریکی میں ہیں ، اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ نظم وہاں موجود تھی ، چنانچہ بھرا فضائل ،
میں ایک شعر ملتا ہے ۔

دیکھ پیکھ پی پر گھر جاوے
تس نس نیو نیند نہ آوے

۸۳۷ ص میں مولانا محمد بن قوام کڑئی نے فرہنگ بھرا فضائل ، تالیف کی
ہے اس فرہنگ سے پتا چلتا ہے کہ گجرات میں ان ایام میں ہندی شاعری
کا کافی چرچا تھا ۔ مولانا نے اپنی فرہنگ کے آخری باب میں صرف ایسے الفاظ
کا ذکر کیا جو ہندی نظم میں مستعمل تھے ۔

اس باب کا عنوان ہے : باب چہارم در بعض الفاظ

ہندی کہ در نظم ہندی استعمال کنندہ ، (بھرا فضائل قلمی)

نیز مولانا شیرانی لکھتے ہیں کہ یہ بات قابل توجہ ہے کہ بھرا فضائل کا
مصنف گجرات کا رہنے والا ہے ۔ نیز لکھا ہے کہ اردو زبان ہمارے مزعوم
نظر سے کے برخلاف مغلیہ عہد سے بہت قدیم ہے ۔ ذیل میں ہم چند الفاظ

کی فہرست ، بھرا فضائل ، سے نقل کرتے ہیں تاکہ اردو زبان کے ، جو اس زمانے
میں ہندی یا ہندی کے نام سے موسوم تھی ۔ ذخیرۃ الفاظ کا اندازہ کیا جاسکے ۔

جنجانی (جمانی) پالک، ترچیلہ، گھر گھت (گرگٹ) کنوار، چونہ، برصہ، جلاہ،
چکنا چور، کوڑھ (کوڑھ)، دشمنانگی، سانڈھ، بڑی بونگ، ہری چولائی،
بیر، بکھان کرتیں (گانا گانا) بھوج پتر، ملائی، جنجرو، (گھونگرو) اکھروت
(اخروٹ) سووز (سوز)، تانبہ، گدگدی، سلہ

قدیم اردو فقے

سلطان محمود نے اپنے لئے ایک رباب تیار کرایا تھا، جو چھ مہینے میں
جا کر تیار ہوا تھا۔ کاریگر رباب لے کر جو مرصع بجوا ہر تھا بادشاہ کی خدمت
میں جا رہا تھا کہ راستہ میں قاضی نجم الدین صاحب سے ملاقات ہو گئی انہوں
نے اس کو مذہب کے خلاف سمجھ کر توڑ ڈالا، بادشاہ کو جب معلوم ہوا تو
اس نے قاضی صاحب کو کچھ نہیں کہا ہنستے ہوئے صرف یہ کہا۔

بچی ہیری ہر کوئی جھورے،

قطب العالم نے حضرت راجو قتال کی پیدائش پر شاہ محمود سے فرمایا
بھائی محمود! خوش ہو اسان بھتیں وڈانساں بھتیں وڈاساڈے گھر جلال
جہانیاں آیا،

اب قطب عالم کے فرزند شاہ عالم عرف شاہ منجھن دم ۸۸۸ھ/۱۶۴۸۲ء
کے یہ فقرے دیکھئے جو اس دور کی عام بول چال کی زبان پر روشنی ڈالتے
ہیں۔ حضرت شاہیہ نے سلطان شاہ غزنی دم ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء کے بارے
میں کہا، جو راجن جی او نہایا ہووے تو تجھ جیسے فیروں کی برسوں تہیں
لہ تاریخ ادب اردو ص ۲۱۱۔

۱۔ اپنوں کو کیا کشف ہوئے یا نہ ہوئے کام اس کا ہے ۔
 ۲۔ کیا ہوا جو بھوکوں کو ابھوکوں میں کیا خدا کو اپنٹریا خدا کو ان پڑنے کی استعداد ہو
 ۳۔ جیسی تجلی پکڑے تیسرا ارادہ دیوے ۔ اگر عبد کی تجلی پکڑے عبدیت ارادہ
 دیوے ۔

۴۔ عارف اسے کہیں جو خدا سے بھریا ہوئے ۔
 ۵۔ اگر کسی کوں تھوڑی بھی صفا ہوئے جو حرام لقمہ کھاوے یا حرام فعل کرے
 تو نیچے پاوے ۔ دو جے باز بھی پاوے نیچے بار بھی پاوے ۔
 اسی طرح ایک اور مخطوط میں شاہ وجیہ الدین علوی کے بہت سے اردو فقرے ملتے
 ہیں جو فارسی عبارت کے درمیان استعمال میں آئے ہیں ان میں سے
 چند ایک یہاں نقل کئے جاتے ہیں ۔

۶۔ رات دن خدا جنوں کی مدح کرے ۔

۷۔ نہ نہ یوں تو ذوق نہ ہووے ۔

۸۔ اپنوں کو کیا فائدہ ۔

۹۔ آپیں جبک دجھک امار کر قبول کرے گا ۔

۱۰۔ جب ترقی پکڑیں گے آپیں درس کہیں گے ۔

۱۱۔ آقا شیخ عربی کا تقویٰ کہاں میرا مکان کہاں ۔

۱۲۔ سب چھوڑ بیٹھے تو شتاب فائدہ ہو جاوے ۔

۱۳۔ یک ہوں یا دو ہوں ۔

۱۴۔ ایک گھری یا دو گھری یا چار گھری ۔

۱۵۔ تمہی ایہاں رہتے ہو ۔

۱۶۔ ویوں کیاں صفتاں ہوتیاں ہیں ۔

کناسی کرے، تحفۃ الکرام ج ۱ ص ۳۱ میں یہ فقرہ اس طرح ملتا ہے۔
 جو راجن جی کا اور نہ بہا پیا ہو وے تو تجھ جیسے فقروں کی برسوں تین کناسی
 کرے، ایک اور جگہ آیا ہے کہ، روزے مخدوم سید راجو قدس سرہ بسطان
 فیروز اتفاق ملاقات افتاد و دراول گفتہ از سلطان پر سیدند،
 کا کا فیروز چنگا ہے، سلطان مرحوم گفت حالانکہ خوزادہ پرستش فرمودہ
 کا کا چنگا شد یعنی نیک شد، شیخ بیچی گجراتی کے متعلق جو نظام الدین اولیاء کے
 مرید، شیخ لطیف کے فرزند اور شیخ عزیز احمد شوکل کے والد ہیں۔ یہ مشہور
 تھا کہ، وقت شیخ بیچی جیسا پڑے تیسرا ہے، اپنی پیڈن کسے نکھے،
 سلطان قطب الدین نے جسے حضرت شاہیہ (شاہ عالم) سے حد درجہ
 عقیدت تھی، ان کی مدح میں یہ شعر کہا۔

منجمن شاہ جہانیاں جس دینا سبجان

شاہوں کیر شاہ توں دوزن جل تیری آن

رائے کھیڑ احمد آباد کی مسجد میں یہ کتبہ (۹۶۲ھ / ۱۵۵۵ء) آج بھی موجود

فناد نہیں سمجھائے کر باندھے سا جی پال

ہے

بانو مسجد کے تیس بیچیں ملک جلال

تاریخ اس مسیت کی ہوئی سو یوں مشہور

مسجد جامع کے بیچ میں ڈٹھایا بے نور (۹۶۲ھ)

وجیہ الدین علوی گجراتی کے مریدوں نے بحر الحقائق کے نام سے ایک

مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جس میں سوال فارسی میں ہیں اور ان کے جواب جو

شاہ وجیہ الدین نے دیئے ہیں اردو میں ہیں۔ یہ چند جوابات دیکھئے۔

جن اس زمانے کی زبان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۔ فقیر پر فرض تو نہیں۔

جہانگیر کی اردو ترجمہ کی فرمائش | تیرہویں سال جلوس میں جہانگیر محمود آباد گجرات میں مقیم تھے۔

سید محمد نبیرہ حضرت شاہ عالم گجراتی سے کہا کہ آپ مجھ سے کچھ مانگیں، وہ انکار کرتے ہیں لیکن بادشاہ اصرار کرتا ہے۔ آخر میں کلام مجید کی قسم دیتا ہے۔ سید عرض کرتے ہیں کہ جب بادشاہ سلامت نے کلام پاک کی قسم دلائی ہے تو پھر مجھ کو ایک کلام مجید ہی مرحمت ہو جائے۔ اس پر جہانگیر نے ایک قرآن مجید جو یاقوت المستعصی کے ہاتھ کا نوشتہ تھا، اور کتب خانہ شاہی کے نوادرات میں شمار ہوتا تھا منگو کر سید کو پیش کیا اور اپنے قلم سے اس کی پشت پر ہدیہ کی تاریخ و نام و مقام وغیرہ لکھ دی۔ بعد میں سید صاحب سے فرمائش کی کہ آپ کلام مجید کا ترجمہ کر کے مجھے اپنے فرزند سید جلال کے ہاتھ بھجوا دیں اس موقع پر جہانگیر کے الفاظ ہیں:-

و بمشاریہ فرمودیم کہ مصحف بہ عبارت سلیس خالی از تکلف و

تفسیح ترجمہ نماید و اصلاً بشرح و بسط و شاہ نزول آن متعین شدہ بہ

لغات ریختہ قرآن را لفظ بہ لفظ فارسی ترجمہ کند و یک حرف بر معنی

تحت اللفظ نیفزاند و بعد از تمام آن مصحف مصحوب فرزند خویش

جلال الدین سید روانہ در گاہ سازد ۲۳۲

ریختہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زبان ریختہ یعنی اردو میں مطلوب ہے، جہانگیر

کے دربار میں ایرانی علماء و فضلاء کی کمی تھی جو فارسی ترجمے کی فرمائش احمد آباد

کے ایک بزرگ سے کی جاتی؟ اردو ترجمے کی صورت میں یہ فرمائش بالکل

سجا ہے۔ کیونکہ گجرات میں ان ایام میں اردو زبان میں تصنیف و تالیف

کا سلسلہ جاری تھا اور گوجری یا گجری اردو میں کتابیں لکھی جاتی تھیں اگرچہ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ فارسی ترجمہ ہی کا حکم تھا جو کیا گیا۔

اہل سنت کا احمد آباد

صاحب نظر اوالہ ۱۹۷۷ء کے واقعات میں فرماتے ہیں کہ ۱۹۷۷ء کے محرم میں چنگیز خاں نے وہ حرکتیں کیں جو شیعہ عشرہ محرم میں کیا کرتے ہیں حالانکہ احمد آباد کی تاسیس و بنا کا ان عقائد و اعمال پر ہے جس پر اہل سنت و الجماعت ہیں اس لئے چنگیز خاں کے اس قبیح فعل پر مدح سرائی کرنے والے کم اور اس کے شاکہ زیادہ تھے۔ خاص طور پر شاکہ حضرات ہیں احمد آباد کے سادات اور ائمہ حضرات تھے ان میں سے اتقنی النقی قطب وقت صدر الشریعہ مولانا میاں وجیہ الدین علوی تھے چنگیز خاں نے حرکت کیا کہ عاشورہ کی صبح دار السلطنت

میں وہ اور اس کے ساتھی نکلے اور سر سے پیر تک سب کا لالہ باش زیب تن کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ سواری بھی کالی تھی اور کالا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے مگر گھر کے دروازے پر گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور علم ٹوٹ گیا اس لئے دوسرا علم اس کے سر پر بلند کیا گیا۔

صاحب نظر اوالہ فرماتے ہیں کہ کسی کو اس میں تردد نہیں ہو سکتا کہ چنگیز خاں اہل توحید میں سے تھے، سنی بھی تھے اور شیعوں کا یہ شعار ان میں عقیدہ اور مذہب کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ جہالت کی وجہ سے تھا جو اپنے کمال کو پہنچ گئی تھی۔ اور یہ کہ ومثلہ لا یدخل فی الشیعة ولا یدخل فیہم

اہل السنۃ و الجماعۃ کہ ایسا آدمی شیعوں میں نہیں جاسکتا اور اہل سنت سے نہیں نکل سکتا۔ جب کہ ان کی مجالست معاشرت بیٹھنا اٹھنا

نمازیں سب اہل سنت کے ساتھ تھیں، اور اہل سنت کے مشائخ کا ادب وغیرہ سب اس میں موجود تھا۔

چنگیز خاں کے متعلق لکھا ہے کہ اجتمع فی دیوانہ من روساء العجم
وفضلاء الامم بجمعة لغیرک . ۱۰

علماء و مشائخ کی قدرانی

حکومت کی طرف سے عالموں، صوفیوں، مسجد کے اماموں اور درویشوں کو بکثرت وظائف دیئے جاتے۔ گجرات کے عالموں اور صوفیوں کے علاوہ غیر ملکی عالموں کو بھی وظیفے ملتے تھے۔

جاگیریں دو قسم کی ہوتی تھیں، موروثی اور غیر موروثی، موروثی زیادہ تر سپاہیوں مساجد کے اماموں اور مشائخ کو دی جاتی تھیں۔ چنانچہ سلطان قطب الدین احمد کے زمانے میں گجرات کا دو حصہ سپاہیوں کے قبضہ میں تھا اور ایک حصہ مساجد کے اماموں، مشائخ، صوفیہ اور علماء کے نام تھا۔

موسیقی : غنیۃ المینیۃ، ہندی موسیقی پر ایک تالیف ہے جو فیروز شاہ تغلق کے عہد (۱۵۲۰ء سے ۱۵۸۹ء) میں امیر خسرو والدین ابراہیم حسن ابورجا حاکم گجرات کی فرمائش پر لکھی گئی ہے۔ یہ تالیف ہندی ماخذ پر مبنی ہے۔ اور دو قسم چار باب اور اٹھارہ فصلوں پر حاوی ہے۔ چنانچہ ! قسم اول، باب اول، در معرفت سرود (۴ فصل)

باب دوم اور معرفت مزامیر (۲ فصل)

قسم دوم :- باب اول در بیان رقص (۱۰ فصل) ، باب دوم در شرائط و آداب سرود (۵ فصل) ،
اس سے پیشتر ایک عربی تالیف ؛ فرید الزمان فی معرفۃ الالبحان ، جس کا موضوع
ایرانی موسیقی ہے ، اسی والی کے اشارے سے ترجمہ ہو چکا ہے ۔

گویا بخشو :- راجہ مان نے موسیقی میں بے حد ترقی کی ہے ۔ ادھر پد ،
کو اس کے تصرفات نے کمال پر پہنچا دیا ۔ اس کے دربار میں اچھے اچھے موسیقی
دان جمع تھے جن میں بعض اس فن کے امام مانے جاتے ہیں مثلاً نایک بخشو جو
مسلمان ہے اور اسی راجہ کا تربیت یافتہ ہے نایک بخشو راجا مان کی وفات
کے بعد کچھ عرصے تک اس کے فرزند راجہ بکر ناجیت کے پاس رہا ۔ اس کے
بعد وہ کاننبر کے راجہ کیرت کے پاس چلا گیا ، وہاں سے گجرات بہادر شاہ
گجراتی (۹۳۲ھ و ۹۴۳ھ) کے دربار میں چلا گیا ۔ اور باقی عمر وہیں بسکر
بخشو کے بعد کے بعد تان سین نے موسیقی میں نام پیدا کیا تان سین شیخ
محمد غوث گوالیاری کا مرید ہے ۔ ابتداء میں وہ رام چند رکھپلہ کے پاس
تھا ۔ جب جلال الدین اکبر نے اس کی شہرت سنی تو اپنے دربار میں بلا لیا ۔

سادات احمد آباد

۱۔ سادات بخاریہ :- حضرت قطب العالم اور حضرت شاہ عالم

اولاد ہیں ۔

۲۔ سادات قادریہ :- جو پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد

ہیں سے ہیں ، ان میں سے سید جمال پتھری رحمۃ اللہ علیہ ، سید عبدالجلیل

اور سید عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ مشہور و معروف ہیں ۔

سادات میں سے ایک دوسرا خاندان سادات شیرازی کا ہے ۔

جن میں سے سید احمد جعفر شیرازی اور ان کی اولاد ہیں، اسی طرح سید کمال الدین شیرازی جن کا مزار پرانے اساول میں مسجد آدینہ کے پیچھے واقع ہے تیسرے سید ابوتراب شیرازی اور ان کی اولاد ہیں۔

۴۔ سادات :۔ میں سے سادات رفاعی ہیں جو سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ ان میں سے سید عبدالرحیم ہیں جن کا مزار احمد آباد کے قلعہ کے باہر سلطان پور میں واقع ہے ان کی اولاد میں شاہ علی جی گام دھنی وغیرہ ہیں۔

۵۔ سادات مشہدی :۔ اس خاندان میں سید شرف الدین مشہدی ہیں جو مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہ کے داماد ہیں اور ان کا مزار بھروچ میں ہے سادات میں سے سادات عیدروسید ہیں جو سید شریف ابوبکر عیدروس صاحبزادے کی اولاد میں سے ہیں، سید شیخ عیدروس کا مزار جوہری دائرہ میں ہے اور ان کی اولاد سورت اور بھروچ میں آسودہ لحد ہیں۔

۶۔ سادات قرومندی :۔ جو مخدوم سید یحییٰ ترمذی کی اولاد میں سے ہیں جو مخدوم جہانیاں کے خلیفہ تھے جن کا مزار بڑوہ کے علاقہ میں تالاب کے نزدیک واقع ہے، جو تالاب ماتریہ کے نام سے مشہور ہے۔

۷۔ سادات سید یعقوب :۔ جو مخدوم سید ہریر بھکری کی اولاد میں سے ہیں اور وہ بھی مخدوم سید جہانیاں کے خلیفہ تھے۔

۸۔ سادات عربی :۔ سید خوند میر اور سید یعقوب یہ دونوں سید سادات عربی میں سے ہیں جن کا مزار پاپی پور میں واقع ہے۔

۹۔ سادات زیدیہ :۔ سید عثمان شمع برہانی یہ سادات زیدیہ میں سے ہیں۔

احمد آباد کی آخری جھلک

ظفر اللوالہ میں لکھا ہے کہ گجرات مظفر کی سلطنت کے دور میں ارضِ معمر میں ربح سکون پر شمار ہوتی تھی، ہمایوں کے حادثے سے یہ آثار مٹ گئے۔ پھر دوبارہ سلطان محمود کے دور میں آبادی شروع ہوئی۔ فوج کی تعداد بھی لاکھوں تک پہنچ گئی، اکبر کے حملے کے وقت بھی بارہ ہزار گھوڑے سوار فوجی تھے۔ اسات سو گھوڑے سوار محمد رابع خاں کی امارت میں ترکوں میں سے تین سو عماد الملک رستم خاں کے جھنڈے کے تحت اور میں سے چار سو سواران کے امیر ہیبت خاں کے جھنڈے کے تحت غوریوں میں سے چھ سو سواران کے امیر امین خاں کے جھنڈے کے تحت ہنگلوں میں سے پانچ سو محمد سلطان کے جھنڈے کے تحت مسادات بنجارا میں سے پانچ سو سواران کے امیر کے جھنڈے کے تحت اوران کے امیر سید حامد بن سید میران بن سید مبارک بناری تھے۔ افغان میں سے چار ہزاران کے امیر شیر خان فولادی کے جھنڈے کے نیچے تھے اور تمام گجراتیوں میں سے مخلوط پانچ ہزار تھے جو اختیار الملک سلطانی کے جھنڈے کے تحت تھے۔ تین سو ہاتھی تھے پانچ سو پینل اور تانبے کی توپیں تھیں چھ ہزار کوکبان اور بارہ ہزار بدوقین تھیں جو امیر بن جہانگیر اور اسد خاں کے ساتھ تھیں۔ اس کے علاوہ گھوڑے سوار اور پیادہ فوجی جو ایک لاکھ سے کم نہیں ہوئے۔ سا

دولت | گجرات کے خزانے میں جواہرات اس قدر اعلیٰ تھے کہ اس عہد میں کوئی ہندوستانی سلطنت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

جواہر نامہ میں لکھا ہے کہ جوہریوں کا قول تھا کہ الماس پندرہ قیراط سے زیادہ اودھر دیکھنے میں نہیں آیا مگر گجرات کے خزانے میں تیس یا چالیس قیراط کا الماس موجود ہے۔

یہی سبب تھا کہ اکبر بادشاہ نے اعتماد خاں گجراتی کو جو مظفر شاہ آخری سلطان گجرات کا وزیر تھا اپنے جواہر خانہ کا ناظم بنا دیا تھا۔

بہادر شاہ اپنی فیاضی کیلئے مشہور تھے جب کبھی وہ انعام دیتے تھے تو ایک لاکھ سے کم رقم ان کی زبان پر نہیں آتی تھی۔ اس لئے وزیروں سے مشورہ

کر کے کم قیمت کا ٹنکہ بنوایا جو ۲۱ دوکڑے کا تھا۔ یہ تانبے کے پیسے کے برابر تھا۔ اس حساب سے بہادر شاہی ٹنکہ کی قیمت آجکل کے حساب سے ۸ روپے

تھی پھر بھی ظفر اللوالہ ہیں ہے کہ جب ۱۵۳۴ء/۱۶۱۹ء میں بہادر شاہ نے چتوڑ فتح کیا ہے اس وقت ایک کروڑ قدیم گجراتی سکے دلی کے چالیس کروڑ

کے برابر تھا۔ گویا ایک گجراتی ٹنکہ کے چالیس ہندوستانی ٹنکے ملتے تھے۔
؛ ٹنکہ، سفید ایک تولہ خالص نقرہ کے برابر ہوتا تھا۔

سلطان سکندر بودی کہا کرتا تھا۔
؛ مدار بادشاہ دہلی برگندم و جوار است و بنیا دبادشاہ گجرات برمرجان

و مروارید کہ ہشتاد و چہار بندر در تحت شاہ گجرات است؛ سلہ
مورخین نے گجرات کی اقتصادی خوش حالی، اس کی عمارتوں کی خوبصورتی

اور اس کی صحت بخش آب و ہوا کی تعریف کی ہے، معاصر مورخ محمود بخاری

احمد آباد میں دولت کی فراوانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔
 دہ مہموری و آبادانی آں چناں بود کہ تمام ترازو ہائے بقالان عمود و کفتین زور
 بود کہ ریشمان ابریشم داشت و تمام اہل شوق را نیز سنگ و ترازو از زر بود ؛

مغلوں کے ہاتھوں بربادی

جب ہمایوں کے مقابلہ میں گجراتیوں کو شکست ہو گئی ، اور مغل رسم کے مطابق
 ہمایوں نے خونی لباس پہن لیا ، اور قتل عام شروع کر دیا تو میاں منجھو اسی حالت
 میں اس کی خدمت میں باریاب ہوئے ، اور اس کی فرمائش پر موسیقی کی ایسی تان
 کھینچی کہ ہمایوں بیخود ہو گیا ، اور اس کے قدموں پر نثار ہونے لگا ، اور فوراً سرخ
 لباس تبدیل کر دیا ، اس کے بعد منجھو نے اپنے ہزاروں گجراتی ہم وطنوں کو اپنا
 رشتہ دار ظاہر کر کے ، اُن کی جان بچائی ، ہمایوں نے میاں منجھو کی بڑی قدردانی
 کی ، اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس کے مصاحب اور ہم جلس ہو گئے ۔
 لیکن ان کا دل ان خونی مغلوں میں نہ لگا ، اور بھاگ گئے ، بہادر شاہ ان کا اتنا
 قدردان تھا کہ وہ جب اس کے یہاں پہنچے ہیں تو بہادر شاہ نے کہا کہ
 میاں منجھو تم مجھے مل گئے تو سمجھ لو کہ گجرات کی سلطنت واپس مل گئی ۔

تاریخی کتب جو گجرات پر لکھی گئی وہ ذیل میں

- (۱) مظفر شاہی :- جس میں سلطان مظفر شاہ اول کے دور کا ذکر ہے (۱۱۰۶/۱۲۸۶)
- (۲) احمد شاہی :- سلطان احمد شاہ کے عہد کو نظم میں بیان کیا گیا ہے جو،
حلوٰی شیرازی کی تصنیف ہے۔ (۱۱۰۳)
- (۳) محمود شاہی :- جس کا دوسرا نام : ناثر محمودیہ بھی ہے جو محمود شاہ کبیر
کے دور سلطنت کی تاریخ ہے۔ اس کے مصنف شمس الدین شیرازی
ہیں جو زیرک کے لقب سے مشہور ہیں۔ (۱۱۰۶/۹۶۶)
- (۴) طبقات محمود شاہی :- جس میں سیدنا آدمؑ کی تخلیق سے لیکر ۹۱۵ھ
تک کے حالات مذکور ہیں جو شیخ عبدالکریم بن عطار اللہ شیرازی نے
سلطان محمود شاہ کبیر کے دور میں تصنیف کی۔ (۱۱۲۰/۲۲۰)
- (۵) مظفر شاہی :- اس میں سلطان مظفر بن محمود شاہ تک کے حالات
مذکور ہیں۔ یہ ہلالی کی تصنیف ہے۔ (۱۱۰۶/۲۸۶)
- (۶) بہادر شاہی :- جو سلطان بہادر شاہ بن مظفر کے عہد میں لکھی گئی اس
کے مصنف حسام خاں ہیں۔ (۱۱۰۵/۹۶۶)
- (۷) مرآة سکندری :- جو سکندر بن محمد نے ۱۰۲۰ھ میں سلاطین گجرات
کے حالات میں لکھی۔
- (۸) مرآة احمدی :- یہ بھی گجرات کی تاریخ ہے جو مرزا علی محمد نے تصنیف کی۔
- (۹) تاریخ صغیر :- یہ بھی گجرات کی تاریخ ہے، شیخ ابوتراب بن کمال
الدین حسینی کی لکھی ہوئی ہے۔

(۱۰) ظفر الوالہ بنظرفوالہ ۱۔ اس میں عربی زبان میں گجرات کی تاریخ ہے۔
جو شیخ عبداللہ بن محمد عمر دبیر آصفی مکی کی تصنیف ہے۔

(۱۱) تحفۃ السادات ۱۔ یہ فارسی میں آرام کشمیری کی تصنیف ہے جو سید مبارک
حسینی بخاری کے لئے تصنیف کی گئی ہے۔

(۱۲) یاد ایام ۱۔ حضرت مولانا سید عبدالحمیٰ حسنی کی تصنیف ہے، اردو زبان
میں ہے۔

تاریخ گجرات اور گجرات کی تمدنی تاریخ۔ یہ دونوں تصنیفات مولانا ابو ظفر ندوی

کی ہیں۔

نوٹ: جن کتابوں کے سامنے مابین القوسین نمبر پڑے ہوئے ہیں اس کا

مطلب یہ ہے کہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں یہ کتابیں اس نمبر پر دستیاب ہیں۔

حضرت شاہ شیروانی چشتی

۶۱۳۴۸

۷۴۹ھ

آپ کا اسم گرامی سلیم الدین ہے۔ اور آپ کا وطن شیروان تھا۔ آپ وہاں سے ہندوستان تشریف لائے۔ اور احمد آباد میں رہائش اختیار فرمائی۔ آپ طریقت میں حضرت شمس الدین ترک پانی پتھار سے مستفید ہوئے۔

حضرت شمس الدین ترک پانی پتھار نے آپ کو طریقہ چشتیہ میں خرقہ خلافت عطا فرما کر آپ کو لاہور جانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ نے کافی عرصہ لاہور میں گزارا۔ اور ہزاروں طالبانِ حق کو راہ طریقت پر گامزن فرمایا۔ آپ سلسلہ چشتیہ کے ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے لاہور میں قیام فرما کر عوام و خواص میں رشد و ہدایت کا کام کیا۔ آپ کم گو تھے اور اکثر وقت استغراق فی اللہ میں گذرتا۔

مفتی غلام سرور لاہوری آپ کے بارے میں خزینۃ الاصفیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ آپ کا شمار علمائے مشائخ چشت اور شیخ شمس الدین ترک پانی پتھار کے اجل خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ پر جذب و استغراق کی حالت طاری رہتی تھی۔ آپ عم کے آخری حصہ میں لاہور سے احمد آباد تشریف لے آئے اور احمد آباد میں ہی۔

۷۴۹ھ مطابق ۶۱۳۴۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ احمد آباد سے مراد یہ علاقہ ہے چونکہ اس وقت احمد آباد آباد نہیں کیا گیا تھا آپ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ جب میں انتقال کروں تو میرا جنازہ پنجاب لے جایا جائے۔ چنانچہ آپ کی رحلت کے بعد مریدین آپ کے جسدِ خاکی کو لے کر لاہور پہنچے۔ لیکن وہ رات کا وقت تھا اس لئے مریدین نے شہر سے باہر ہی رات گذاری جب انہوں نے صبح کو آپ کا جنازہ اٹھانا چاہا تو وہ اس کو نہ اٹھا سکے۔ چنانچہ وہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا مزار مزنگ اڈہ کے پاس ہے۔

صاحب تذکرہ چوہدر بندگی نے آپکی وفات پر قطعہ تاریخ وفات یوں تحریر کیا ہے یہ
 سیر ربانی چوشت اندر جہاں ہست سال آن شہ والامکان
 زبدہ دین سیر ربانی سعیدہ سیر ربانی ولی مسعود دان سلم
 ۶۲۹ھ ۶۲۹ھ

شیخ کمال الدین مسعودی

متوفی ۶۵۶ھ — ۶۱۳۵۵

آپ حضرت نصیر الدین محمود چسراغ دہلویؒ کے خلیفہ اعظم تھے اور آپ کے خواہر زادہ
 بھی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت حسنؓ سے ملتا ہے۔ چونکہ آپ علوم حدیث، فقہ، اصول
 فقہ میں یگانہ روزگار تھے۔ اس لئے آپ کو علامہ کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ خرقہ خلافت
 حاصل کرنے کے بعد آپ احمد آباد گجرات تشریف لے گئے۔ یعنی بعد میں تعمیر ہونے والے احمد آباد
 کے قریب علاقہ میں، جہاں آپ کو بڑی شہرت ملی۔

آپ کی اولاد اور خلفاء آج دخرینۃ الاصفیاء کی تصنیف تک احمد آباد میں موجود ہیں
 مولانا کمال الدینؒ شجرۃ الانوار اور شجرہ پیشینیہ کی تحقیق کے مطابق ۶۵۶ھ میں فوت ہوئے
 تھے آپکا ساخوفات حضرت شیخ نصیر الدین کی رحلت سے ایک سال پہلے ہوا تھا۔

چوں کمال الدین ولی باصفار رفت از دنیا بفرودس بریں
 رحمت حق گو وصال پاک او ہم سفر با متقی اہل یقین
 ۶۵۶ھ
 ۶۱۳۵۵

شیخ رضی الدین عثمان گنج علم

آپ کی ولادت ۶۶۷ھ/۱۲۶۸ء میں اور وفات ۷۷۷ھ/۱۳۷۸ء میں ہوئی۔
 آپ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے استاد اور حضرت شاہ رکن العالم ملتانی کے
 مرید و خلیفہ تھے۔ علم و فضل میں غیر معمولی دستگاہ رکھتے تھے اور اسی بنا پر گنج علم کے لقب
 سے مشہور ہوئے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے حضرت موصوف کے ایک فتویٰ
 کی تائید میں جو عبارت تحریر فرمائی ہے اس سے ان کی جلالت شان اور علمی منزلت کا صحیح
 اندازہ ہوتا ہے حضرت مخدوم نے لکھا ہے۔

اصاب فیما اجاب الاستاذ الاجل المرشد الکامل الاکمل شیخ الشیخ
 رضی الدین گنج علم نفعنا اللہ وایاکم بعلمو کمالہ وافاض اللہ علینا
 فیوضہ ونوالہ۔

ترجمہ :- جلیل القدر مرشد کامل واکمل میرے شیخ حضرت رضی الدین گنج علم
 نے صحیح جواب مرحمت فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں ان کے علم و فضل اور کمالات
 و فیوض سے بہرہ ور ہونے کا موقع عطا فرمائے۔

آپ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ تاریخی کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل
 اوچ میں حضرت رضی الدین عثمان کے جدا مجد حضرت حاجی رجب غزنوی غالباً شہاب
 الدین غوری کی معیت میں تشریف لائے اور یہیں اوچ میں سکونت اختیار فرمائی۔ لیکن
 ان کا انتقال پٹن دہر والہ انجرات میں ہوا۔ اور وہ سید احمد کیر رفاہی کے
 مرید و خلیفہ تھے۔ آپ مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی کی اولاد میں سے تھے۔

صاحبزادہ جمال الدین خندان رو | آپ حضرت رضی الدین عثمان کے بیٹے تھے۔ اپنے عہد کے بہت بڑے اصحاب

کمال اور ارباب علم و فضل میں سے تھے۔

مرآة المناقب میں ہے کہ حضرت مخدوم زکریا ملتانی جب اوچ تشریف لائے تو یہاں انہوں نے ایک بچے کی پیشانی میں آثار سعادت کی جھلک پائی اس کے حق میں دعا فرمائی۔ حضرت مخدوم بہاؤ الحق نے اس ہونہار بچہ کو عمر کے آخری لمحوں تک فراموش نہیں فرمایا انتقال سے کچھ عرصہ پہلے اپنے صاحبزادے گرامی شیخ صدر الدین عارف سے فرمایا: اوچ میں ایک درویش رہتا ہے۔ وہ جو ہر لطیف کمالک ہے اور صاحب استعداد ہے اس نے ابھی تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہمارے ہی خانوادے سے فیض یابی اس کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے اگرچہ وہ مجھ تک نہیں پہنچ سکا لیکن وہ تمہارے پاس ضرور آئے گا۔ جذ بہ حق نے اس میں مجذوبانہ کیفیت پیدا کر دی ہے۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچے تو اسے تین تک ایک حجرے میں بٹھا کر تلاوت قرآن کریم میں مشغول رکھنا تاکہ اس کے جذبات عشق و مستی سکون آشنا ہو جائیں اور شعور کے ساتھ آداب صحبت بجالانے کے قابل ہو سکے۔ اس کے بعد اسے اپنے پاس بلا کر حضرت شہاب الدین سہروردی کے خرقہ مبارک کے سوا باقی جو کچھ تمہارے پاس ہے نصف اس کے سپرد کر دینا۔

چنانچہ حضرت زکریا ملتانی کے وصال کے بعد جب مولانا جمال الدین خندان رو حضرت شیخ صدر الدین عارف کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شیخ عارف نے اپنے والد ماجد کی وصیت کے مطابق اوچ کے اس نامور عالم کو خرقہ خلافت کے ساتھ ساتھ وہ تمام تبرکات بھی حصہ رسدی کے طور پر عطا فرماوئے جو ان کے پاس تھے۔

حضرت شیخ جمال الدین خندان روچ میں خانقاہ جالیہ میں درس و تدریس کا شغل فرماتے تھے اور اس عہد کی اوچ کی تمام نامور شخصیات ان کے فیوض علمی سے

بہرہ ور ہوئیں۔ علم شریعت کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت میں بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ سلطان غیاث الدین تغلق آپ کا مرید تھا۔ آپ کا انتقال غالباً ۷۲۵ھ / ۱۳۲۳ء میں ہوا۔ لے

آپ کے علمی پائے کا اندازہ اس سے ہو گا کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا بیان ہے کہ حضرت جمال خنداں روضہ ان کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔

ہدایہ، نردوی، مشارق الانوار، شکوۃ المصائب اور عوارف المعارف۔ لے

سلسلہ راقم الحروف بمخدوم جہانیاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

راقم الحروف کا سلسلہ یوں ہے۔ ۱۔ یوسف ازقطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی، ۲۔ از حضرت مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی، از قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، از سید الطائفہ حضرت مولانا حاجی امجد الدین مہاجر مدنی، از حضرت میاں جیو نور محمد جھنجھانوی، از حضرت حاجی عبدالرحیم، از شاہ عبدالباری، از شاہ عبدالہادی، از شاہ عضد الدین، از شاہ محمد، از شاہ محمدی، از شیخ محبت اللہ آبادی، از شیخ ابوسعید، از شیخ نظام الدین، از شیخ جلال الدین، از شیخ عبدالقدوس گنگوہی، از درویش محمد بن قاسم، از سید بدھن بہرائچی، از سید اجمل، از مخدوم جہانیاں جہاں گشت، از سید جلال الدین بخاری، از شیخ عبدالحکیم بن عیسیٰ، از شیخ عبید بن ابوالقاسم، از شیخ ابوالکارم فاضل، از شیخ قطب الدین ابوالغیت، از شیخ شمس الدین علی فلج، از شیخ شمس الدین حداد، از پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی،

از شیخ ابوسعید مخزومی، از شیخ ابوالحسن قرشی، از شیخ ابوالفراح، از شیخ عبدالواحد بن
عبدالعزیز، از شیخ ابوبکر شیبلی، از شیخ جنید بغدادی، از شیخ سری سقطی، از شیخ معروف
کرنجی، از شیخ داؤد طائی، از شیخ حبیب عمی، از امام حسن بصری، از امیر المؤمنین حضرت
علی کرم اللہ وجہہ، از سید الکونین مخزوم عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۷

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت

وفات ۱۰ اردی الحجہ ۷۵۷ھ — ۶۱۳ھ

حضرت قطب العالم برہان الدین، حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کے پوتے تھے۔
مناقب برہانی میں مذکور ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت اپنی سیاحت گجرات کے
درمیان جب بٹوہ پہنچے تو آب نے اس جگہ قیام فرمایا جہاں آج کل حضرت قطب العالم
کا مزار ہے آپ نے اس جگہ آباد فرمایا۔

ایہاں اساڑے پاواں دی خوشبو لے

اسلمے بیان میں حضرت مخدوم جہانیاں کے حالات تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت سید جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہانگشت، حضرت سید احمد کبیر کے
فرزند اکبر اور حضرت سید جلال سرخ بخاری کے پوتے تھے۔ آپ ۴۱۴ شعبان المعظم
۷۷۷ھ کو شب برأت میں اوچے میں پیدا ہوئے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت سید احمد کبیر، اپنے
عم محترم سید صدر الدین محمد اور شیخ جمال خنداں رو کے زیر سایہ ہوئی۔ فقہ و
اصول فقہ کی معیاری کتابیں مثلاً ہدایہ اور اصول بزوی وغیرہ آپ نے علامہ شیخ
نے کتابیات امدادیہ، ارشاد و مرشد ۷۷۷ھ۔

بہار الدین اوچی سے پڑھیں ۔

حضرت علامہ بہاؤ الدین کی وفات کے بعد آپ ملتان تشریف لے گئے ۔ جہاں ایک سال رہے ۔ اور شیخ ابوالفتح ، رکن الدین ، شاہ رکن عالم ملتانی کی نگرانی میں مولانا موسیٰ نبیرہ حضرت زکریا ملتانی اور ان کے چچا زاد بھائی مولانا مجدد الدین کے زیر تدریس رہے ۔ ملتان کے زمانہ قیام میں آپ نے مولانا شاہ رخ عالم سے بھی استفادہ علمی کیا ۔

در منظوم میں ہے کہ آپ سب سے قرأت کے قاری تھے ۔ آپ تحصیل علم کی غرض سے حجاز بھی تشریف لے گئے جہاں کہ معظلمہ میں آپ نے شیخ عبداللہ ریاضی سے اور مدینہ منورہ میں شیخ عبداللہ مطری سے تصوف و حدیث کی کتابوں کا درس لیا ۔ مدینہ منورہ میں شیخ عبداللہ مطری کی صحبت میں دو برس کا عرصہ گزارا ۔ صحاح ستہ کے علاوہ شیخ شہاب الدین سہروردی کی مشہور تصنیف عوارف المعارف کا سبق بھی شیخ عبداللہ مطری سے لیا ۔ معمول یہ تھا کہ تہجد کے وقت سبق پڑھتے ۔ شیخ عبداللہ مطری کو آپ کے حال پر خصوصی شفقت و عنایت تھی ۔ مدینہ منورہ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں امامت کا شرف بھی حاصل کیا ۔ حضرت مخدوم نے عوارف المعارف کا درس جس نسخہ سے لیا تھا وہ خود حضرت شہاب الدین سہروردی رحمہ کے زیر نظر رہ چکا تھا ۔

حضرت مخدوم جہانیاں نے عوارف المعارف کا سبق شیخ شرف الدین محمود آسری سے بھی ان کے وطن شوکارہ (عراق) پہنچ کر حاصل کیا ۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی زندگی کی ایک امتیازی خصوصیت انکی جہاں نوردی اور ان کا

سیر و سیاحت

شوق سیاحت ہے ۔ لطائف اشرفی ہیں ۔

آپ نے زمین کے بہت بڑے حصہ کا سفر کیا۔ اور ۴۱ سلسلوں کے تمام مشائخ اور بزرگوں کے ایک بڑے گروہ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا۔ ایک سو تیس سے زیادہ صاحبِ ارشاد مشائخ سے الکتاب فیض کیا۔ اور خرقہ منلافت و اجازت حاصل کیا۔ اخبار الاخبار میں ہے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

سیاحت بسیار کردہ و از بسیارے از او بیار نعمت و برکت یافتہ ،

بہت سیر و سیاحت فرمائی تھی۔ اور بے شمار او بیار اثر سے روحانی برکات و فیوض حاصل کئے۔

اس سیر و سیاحت کے پیچھے جو مقصد کار فرما تھے وہ حضرت مخدوم ہی کی زبانی سنئے فرماتے ہیں۔

سلطان محمد تغلق نے مجھ کو شیخ الاسلام مقرر کیا اور ۴۰۰ خانقاہیں میری تحویل میں دے دیں۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح دشاہ رکن عالم ملتانی رحم مجھے خواب میں دکھائی دیئے اور فرمایا۔ توجج کو چلا جا ورنہ غرق ہو جائے گا۔ صبح کو شیخ کے امام نے بھی کہا کہ شیخ کا حکم بے جلد روانہ ہو جاؤ۔ تیاری کی کیا ضرورت ہے، میں نے حضرت مخدوم والد سے اجازت طلب کی اور روانہ ہو گیا۔ میرے پاس زیاد سفر نہیں تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے بے حد انعامات و اکرامات سے نوازا اور زاد سفر کی یہ سبیل فرمائی کہ ایک عزیز جو سفر حج کے ارادہ سے روانہ ہوا تھا۔ واپس آگیا اور اس کا سفر خرچ مجھے مل گیا۔ ساتھ ہی گھوڑا بھی سواری کے لئے دیا۔ میں نے وہ گھوڑا مولانا نظام الدین کرڑہ کو دیدیا۔ جو دق کے مریض تھے اور خود پیادہ حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوا اور انواع و اقسام کی نعمتوں سے بہرہ یاب ہوا۔

مخدوم جہانیاں کا لقب | ایک روایت میں ہے کہ عید کے مبارک دن آپ حضرت بہاؤ الحق زکریا ملتانی کے مزار پر

حاضر ہوئے اور اپنی عید کی طلب کی۔ حضرت مخدوم نے فرمایا تمہاری عید یہ ہے کہ تم مخدوم جہانیاں کے خطاب سے سرفراز کئے گئے۔ بعد ازاں آپ اپنے مرشد حضرت شاہ رکن عالم کے مزار پر حاضر ہوئے۔ وہاں سے بھی عید کی درخواست کی جس کا حسب سابق جواب ملا۔ جب آپ احاطہ مزار سے باہر تشریف لائے تو ہر شخص کی زبان پر مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے الفاظ تھے۔ بعض پرانے قلمی مسودوں میں جہانیاں جہانگیر بھی مرقوم ہے۔

آپ کی ذات سے لاکھوں انسانوں نے ظاہری اور باطنی فیض پایا۔ اور ہزار ہا نفوس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ تمام عمر آپ دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔ اور ہمیشہ حلال روزی پر گزر بسر کیا۔ چنانچہ الدر المنظوم، میں ہے، حضرت مخدوم کو معظّمہ میں حصول علم اور فیوض باطنی کی تحصیل میں مشغول تھے۔ وجہ معیشت کتابت تھی۔ دن میں تعلیم میں مصروف تھے اور رات کو دو تین جز لکھ کر اس کی اجرت حاصل فرماتے اور اس سے اپنا پیٹ بھرتے۔

سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ہندوستان کے نظم و نسق میں جو ابتری پھیلی اس کا اثر گجرات پر بھی پڑا۔ گجرات کے گورنر نظام مفرح راستی خاں نے علم بغاوت بلند کیا۔ محمد تغلق ایک کمزور حکمراں ثابت ہوئے۔ وہ اس بغاوت پر قابو نہ پاسکے۔ بالآخر انہوں نے اپنے ایک امیر ظفر خاں کو گجرات کا گورنر نام زد کیا۔ ظفر خاں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا عقیدت مند اور مرید تھا۔ اور حضرت والائے اسے بادشاہت کی دعا سے سرفراز فرمایا تھا۔ اگرچہ اس کی طبیعت میں ہوس اقتدار کو مطلق دخل نہیں تھا۔ تاہم جب ۸۰۱ھ میں امیر تیمور گورگان سے

دہلی پر حملہ کر کے تغلق خاندان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ تو اس انتشار اور خانہ جنگی کے ماحول میں اس کے لئے اس کے سوار کوئی چارہ کار نہ رہا کہ صوبہ گجرات میں ایک مضبوط حکومت کی بنیاد رکھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کی دعا کی تاثیر تھی کہ علامہ و مشائخ کے مشورے اور امر اور بار کے اصرار پر ۸۱۰ھ میں اس نے مظفر شاہ کالقب اختیار کر کے گجرات کی خود مختار بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ سلطان مظفر خاں بانی سلطنت گجرات کا انتقال ۸۱۴ھ میں ہوا۔

ان کے مرنے کے بعد ان کے پوتے احمد شاہ تخت سلطنت پر ٹھکن ہوئے۔ وہ بھی اس خانوادہ بنجاریہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ اور حضرت مخدوم کے پوتے حضرت قطب العالم برہان الدین کے وامن ارادت سے وابستہ تھے۔ حاجی و سیرا صفی بک نے جن کا اصل نام عبدالعزیز محمد بن عمر ہے۔ ایک کتاب سلطان مظفر خاں والی گجرات اور انکی اولاد و احفاد کے بارے میں، مظفر اولاد بمظفر اولاد کے نام سے ترتیب دی ہے۔ اس میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

وسیفت الاشارة فی توجیہ مظفر سلطان گجرات الی البشارة له بالسلطنة من

القطب الربانی مولانا جلال الدین المخدوم جہانیاں قدس سرہ

یعنی گجرات کے سلطان مظفر کے حالات میں یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ اس کو سلطنت کی خوشخبری حضرت قطب ربانی مولانا جلال الدین مخدوم جہانیاں جہانگشت نے دی تھی۔

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت سے کرامات کا صدور بڑی کثرت سے ہوتا تھا۔ شاید ہی متاخرین صوفیاء میں کسی سے اتنی کرامتیں رونما ہوتی ہوں۔ مگر حضرت والا ان کرامات کو شرف و کمالات کا سبب نہیں جانتے تھے۔ بلکہ فرماتے تھے کہ یہ ممکن ہے

کہ ایک آدمی ہوا میں اڑے، پانی پر چلے اس کے لئے آسمان اور زمین کی طنا ہیں کھینچ سکتی ہیں مگر اس وقت تک درجہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنی رفتار، گفتار اور کردار میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقوشِ پاکی اتباع نہ کرے۔ آپ جاہل صوفیوں کے سخت خلاف تھے۔ فرمایا

لکن غالباً با حکام الفقہ ولا تکن من جہال الصوفیۃ فانہم لصوص الدین
وقطاع الطريق علی المسلمین۔ (مقرر نامہ ص ۱۲)

مسائل فقہیہ کا علم ضروری ہے۔ جاہل صوفی مت بنو کہ یہ لوگ دین کے چوراہے اور ڈاکو ہوتے ہیں جو مسلمانوں کی متاع دین پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ خزانہ جلالی میں ہے کہ حضرت مخدوم نے فرمایا۔

ایکے از علامات قیامت آنست کہ علماء فاسق گردند و صوفیا جاہل باشند،

قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ علماء بد راہ ہو جائیں اور صوفی جاہل ہوں۔ (مقرر نامہ ص ۱۲) حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت مسلک اہل سنت و الجماعت کے تعلق رکھتے تھے چنانچہ جامع العلوم میں ہے کہ

ولا تتبرأ من احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و هذا
بیننا و بین الروافض لانہم یتبرءون من الصحابة الا عن علی رضی اللہ
عنه فنرد علیہم بقولہ علیہ السلام اصحابی کالنجوم باہم اقدیم اھدیم
وان اسیتر غوبیم فالخبار فی فضائلہم کثیرة یطول ذکرها هنا ولا نواف
احداً من الصحابة دون احد و هذا بیننا و بین الشیعة لانہم والوا علیا
علی جمیع الصحابة و هذا قریب من مذهب الروافض ایضاً۔

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے اظہارِ بیزاری کرنے کے زوا دار نہیں ہیں۔ ہمارے اور روافض کے درمیان یہ مسئلہ اختلاف کا باعث ہے کیونکہ وہ حضرت علی کے سوا باقی تمام صحابہ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ہمارے پاس روافض کے رد

ہیں یہ حدیث ہے کہ ۔

میرے صحابی ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔ اور اگر انکار کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ۔

پس ہم صحابہ کو واجب الاحترام مانتے ہیں کہ ان کے فضائل میں بے شمار احادیث مروی ہیں لیکن شیعہ صرف حضرت علی بن ابی طالب کے قائل ہیں ۔ اور باقی صحابہ کو نظر انداز کرتے ہیں ۔ اور یہ اعتقاد رافضیوں کے اعتقاد سے زیادہ قریب ہے ۔

یہ عجیب سوئے اتفاق ہے کہ آج ایٹھا مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے سجادہ نشینانِ بارگاہ ہیں اپنے اباؤ اجداد کی جھلک کم پائی جاتی ہے ۔ بلکہ عملاً بے راہروی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو کر نام نیک رفتگان ، کو ضائع کر رہے ہیں اسے کہتے ہیں مذراغوں کے تصرف میں عقابوں کا شہین ۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح کے خلفاء کا تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی ۔ الدر المنظوم میں بیس ۴۲ / خلفاء کے نام ملتے ہیں جو اپنے دور کے عظیم اشران بزرگ اور شیوخ طریقت تھے ۔ آپ کے خلیفہ اعظم آپ کے حقیقی بھائی سید صدر الدین راجو قتال ہوئے ان کے علاوہ شیخ انجی راجگیری ، شیخ علم الدین ترمذی ، شیخ سراج الدین ، سید اشرف جہانگیر سمنانی ، سید شرف الدین مشہدی ، شیخ تاج الدین بھگری ، سید محمود شیرازی ، سید سکندر بن سعید ، شیخ علاء الدین علی ، سید ناصر الدین محمود اور اس قبیل کے دیگر حضرات کو بھی آپ کی بارگاہ سے خرقہ خلافت واجازت حاصل ہوا ۔

مریدین کا تعداد اشراف القدس ، کی روایت کے مطابق پونے دو لاکھ کے قریب تھی ۔ خود حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح کو ایک سو چالیس سے زیادہ مشائخ طریقت سے نسبت باطنی حاصل تھی ۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب اولیاء دہلوی کے چار خلفاء سے آپ نے باطنی فیض حاصل کیا ۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ سے بھی آپ کو خصوصی محبت و عقیدت تھی۔ اور ہمیشہ اپنی اس خوش بختی پر نازاں رہے کہ انہوں نے حضرت شیخ کے دیکھنے والوں کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کہیں۔ ۱۰

ایک دفعہ بادشاہ کے ہاتھ میں تلوار دیکھی جس کا قبضہ سونے کا تھا۔ آپ نے فوراً ٹوکا۔ بادشاہ نے وہ تلوار فوراً اسلحہ خانہ میں جمع کروادی۔

دہلی کے زمانہ قیام میں جب آپ بادشاہ سے رخصت ہوئے تو شاہی خاندان

کے کچھ بچے بھی طلب و عار کیلئے حاضر ہوئے۔ انہیں ریشمی لباس میں بلنوس دیکھ کر فرمایا: ریشم کا لباس مردوں کیلئے حرام ہے اس کا وبال شہزادوں کے سر پرستوں پر آئے گا۔ کوئی شخص جو شہادت میں پاؤں چومنے کو جھکتا تو اسے سختی سے روک دیتے اور فراتے ہمارے مذہب میں سجدہ تہیت جائز نہیں ہے۔ ایک مرتبہ کسی مرید نے آپ کو قطب عالم، شیخ الشیوخ اور سیدالسادات کے القاب لکھے فرمایا: میرے لئے ایک ہی لقب گدائے عالم کافی ہے یہ لکھا کرو۔

وفات:۔ ۱۰۔ اردی الحجہ ۸۵۷ھ کو علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہو گیا آپ کی خانقاہ اوچ بخاری کے شمال مغربی گوشے میں واقع ہے۔ بوج مزار پر یہ شعر کندہ ہے جو تاریخ وفات کو ظاہر کرتا ہے۔

تاریک گشت جملہ جہاں بے جمال شاہ

تاریخ بود بنصد و ہشتاد و پنج سال ۱۰

خاتمہ مرآة احمدی میں آپ کے متعلق اتنا ہے۔

مخدوم جہانیاں جلال الدین حسین بخاری کے متعلق جامع العلوم میں لکھا ہے کہ آپ

حدیث اور فقہ تھے، اصول و فروع دونوں میں امام ابو حنیفہ رح کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، مگر نماز میں فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

ان کے پوتے حامد الکیر بن محمود بن حسین الایچی اور جلال الدین احمد بن یعقوب بن محمود بن سلیمان البتائی کے متعلق صراحت ملتی ہے کہ یہ دونوں فن حدیث میں مخدوم صاحب کے شاگرد تھے۔

شیخ سہارالدین

۴۷۱ھ جمادی الاولیٰ ۱ ۹ھ مطابق یکم فروری ۱۴۹۶ء

شیخ سہارالدین نے حضرت مخدوم جہانیاں کے بھائی اور اپنے والد کے پیر و مرشد شیخ راجو قتال کو نہ صرف دیکھا تھا بلکہ ان سے کسی حد تک مربوط بھی رہ چکے تھے، ان کے والد بزرگوار کا اسم گرامی خواجہ بدھ فتح اندر تھا۔ ایک بار انہوں نے اپنے ایک بڑوسی ملک نامی کی انتہائی منت سماجت پر اس کی جاگیر کی درستی محصول کی ذمہ داری قبول کر لی لیکن چند دنوں بعد سلطان المشائخ سید صدر الدین کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس کام سے

منع فرماتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ فتح اندر اس کام کو چھوڑ کر اپنے گھر لوٹ گئے لیکن ملک کی دوبارہ منت سے مجبور ہو کر خواجہ کو اس کی جاگیر پر پھر جانا پڑا، لیکن اسی دن بالا خانہ پر وضو کر رہے تھے کہ سلطان المشائخ نمودار ہوئے اور انہوں نے خواجہ بدھ کو نیچے دھکیل دیا۔ خواجہ بچ گئے لیکن اس کام سے علیحدگی اختیار کر کے اہل اندر

کے زمسکر میں داخل ہو گئے، اور شیخ راجو قبائل سے رابطہ ارادت استوار کرنے کے سہروردیہ سلسلہ میں شامل ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سہار الدین بھی باپ کے ہمراہ شیخ راجو کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

شیخ سہار الدین کو بچپن سے عبادت میں جس قدر شغف تھا اس کا حال سیر العارفین میں خود شیخ کے حقیقی بھائی شیخ اسحاق کے حوالہ سے بیان ہوا ہے کہ بارہ سال کی عمر سے تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی۔

اخبار الاخیار ص ۲۱۱ سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ موصوف کے استاذ مولانا شمار الدین تھے جو میر شریف جرجانی کے شاگرد رہ چکے تھے۔

مولانا شمار الدین بڑی صلاحیت کے عالم تھے چند سال شیراز میں رہ کر سید شریف سے بھی علوم حاصل کر کے اپنے ہم عصروں میں بے حد ممتاز ہو گئے۔ ان کے والد قطب الدین بہرام تھے جو کبرسنی تک لا ولد تھے کلام اللہ کے حافظ تھے ہر شب جمعہ کو حضرت بہار الدین زکریا اور ان کے صاحبزادے حضرت صدر الدین کے مقبرے پر حاضر ہوتے۔ اور ایک ختم قرآن کے بعد واپس آتے، ایک شب ختم کلام کے بعد غنودگی طاری ہوئی، حضرت شیخ صدر الدین کو خواب میں دیکھا کہ وہ خرے دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ایک دکھاؤ اور دوسرا اپنی زود بوجہ محترمہ کو کھلا دو۔ انشاء اللہ تم کو فرزند نیک بخت حاصل ہو گا، ابھی اس جگہ سے نکل رہے تھے کہ ایک بزرگ نے دو خرے دیئے اور ان دونوں کے حسب ارشاد عمل کرنے کا نتیجہ مولانا شمار الدین کی ذات بابرکات تھی۔

بہر حال شیخ سہار الدین نے مولانا شمار الدین سے علم حاصل کیا۔

خرقہ خلافت

اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ شیخ سہار الدین شیخ کبیر نمبر سید جلال الدین بخاری کے مرید تھے، اور سیر العارفین کے اس

کی پوری و فصاحت ہوتی ہے۔ چنانچہ جیسا اشارہ ہو چکا ہے بچپن میں ان کے والد خواجہ بدھ نے انہیں بھی شیخ راجو کا معتقد کر دیا تھا، لیکن باقاعدہ ان سے خلافت نہ ملی تھی، ان کی وفات کے بعد شیخ سہار الدین نے حضرت شیخ المشائخ شیخ کبیر الدین اسماعیل کی طرف رجوع کیا۔

سیر العارفین میں خود شیخ مذکور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام صدر الدین محمد المعروف بہ شیخ راجو قتال (جو حضرت شیخ کے والد کے پیر و مرشد تھے) کے انتقال کے بعد وہ ایک روز حضرت کبیر الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر شفقت و مرحمت کے طالب ہوئے، حضرت شیخ کبیر نے ایک دوسرے صوفی درویش شیخ فضل اللہ کا ذکر کیا، اور ان سے خرقہ خلافت دلانے کا وعدہ کیا، لیکن شیخ سہار الدین نے کچھ بھی نہ کہا اور مکان واپس چلے آئے، کچھ دنوں بعد پھر شیخ کبیر کے آستانہ پر گئے اور وہی درخواست پیش کی مگر شیخ نے گذشتہ موقع کی طرح پھر شیخ فضل اللہ کا تذکرہ کیا اس پر شیخ سہار الدین نے کہا کہ۔

ذی پیری و مریدی و مرشدی و مسترشدی بہ رابطہ قلبی و فرط محبت نہادہ اندومن این معنی نسبت حضرت مخدومی مستحکم و مستقیم می یابم،

اس جواب سے شیخ کبیر اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً اٹھ کر ان سے بغل گیر ہوئے اور حجرہ خاص میں لے جا کر تلقین و ذکر شروع کیا، ان ہی ایام میں شیخ سہار الدین کے دل میں ترک علم ظاہری کا خیال راسخ ہو گیا تھا، شیخ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اساس دین کی بنیاد علم ظاہری پر ہے، اس لئے اس کو ترک کرنے کا خیال

ختم کر دینا چاہیے۔ چند وجوہ سے انہیں اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ اخبار الاخیار میں ہے کہ: از ملتان بنا بر بعضی وقائع کہ در آن دیار واقع شدہ برآمد،

سفر گجرات

ناگور میں کچھ دنوں قیام کے بعد شیخ سہار الدین گجرات کی طرف چلے گئے۔ اس وقت انکی عمر ۶۵ سال کی تھی، اس لحاظ سے ان کا سفر بہت ہی قریب ہوا ہوگا، گجرات کے قیام میں انکی ملاقات شیخ وجیہ الدین احمد سے ہوئی جو بقول صاحب سیر العارفین اس وقت ۱۲۰ سال یا ۱۲۳ سال کے تھے۔ وہ علوم ظاہری میں ابو حنیفہ وقت اور علوم باطنی میں بایزید زمانہ تھے، شیخ کے آنے کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ان کے ساتھ باوجود ناشناسی کے ایسا برتاؤ کیا جو کوئی خود اپنے بزرگ کے ساتھ کرتا ہے۔ حالانکہ دونوں کی عمریں تقریباً ۶۰ سال کا فرق تھا اور اپنا ایک خاص مصلیٰ شیخ سہار الدین کی خدمت میں پیش کیا۔

گجرات سے واپسی پر شیخ سہار الدین رنتھمبور کی طرف آئے اور یہاں کے قلعہ کے قریب بلائیہ بیانہ نام کے ایک قریب میں قیام کیا، اسی قریبے میں شیخ جمالی نے شیخ سہار الدین سے بیعت کی تھی۔

شیخ سہار الدین رنتھمبور سے بیانہ آئے یہاں ان کا قیام زیادہ دنوں تک معلوم ہوتا ہے، شیخ سہار الدین بیانہ سے دھلی چلے آئے اور تا آخر حیات یہیں مقیم رہے۔ اس عہد میں دہلی کا تاجدار بہلول لودھی تھا وہ شیخ سہار الدین کا بے حد عقیدت مند تھا اور ان کی خدمت میں کبھی کبھی حاضر ہوتا تھا، شیخ کو بھی بہلول سے بڑی محبت تھی، اس سے بہلول لودھی کی اس عقیدت کا پتہ چلتا ہے جو اس کے فقر اور مشائخ سے تھی، اور غالباً اس ارادت مندی کا نتیجہ تھا کہ اس نے اپنی ایک لڑکی کی نسبت ایک صوفی درویش شاہ عبداللہ قریشی سے کر دی، جو ملتان کے رہنے والے اور حضرت بہار الدین زکریا کی اولاد میں سے تھے۔ شاہ عبداللہ موصوف نہ صرف شیخ سہار الدین

کے ہم وطن تھے بلکہ دونوں ایک ہی سلسلہ سہروردیہ سے مربوط تھے۔

بہلول کی وفات ۱۸۵۷ء میں ہوئی، اس کے بعد اس کا لڑکا سکندر لودھی تخت نشین ہوا۔ باپ کی طرح وہ بھی درویشوں کا بے حد عقیدت مند تھا۔ حضرت شیخ سہارالدین سے بھی بڑی ارادت رکھتا تھا، چنانچہ جب تخت نشینی کے لئے اس کو دعوت دی گئی تو سب سے پہلے وہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا طالب ہوا۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ آخر وقت میں شیخ کی بصارت جاتی رہی تھی مگر خدائے بغیر دوا کے ان کی آنکھیں روشن کر دیں۔ شیخ نے طویل عمر پائی آپ نے ۱۲۷۰ھ جمادی الاولیٰ ۱۸۵۷ء مطابق یکم فروری ۱۸۹۶ء کو تقریباً سو سال کی عمر میں انتقال فرمایا، انتقال سے پہلے آپ اپنے بڑے لڑکے شیخ عبداللہ کو دیکھنا چاہتے تھے جو ایک مدت سے صحرا نشین ہو گئے تھے۔ شیخ جمالی ان کی تلاش میں جانے کو تیار تھے اور شیخ سہارالدین نے بیٹے کے نام ایک اشتیاق نامہ بھی لکھا تھا جس میں یہ شعر درج تھا۔

طاقت و صبر مرانیست برین، بھر طویل

قدم زود دہنہ بر سر این پیر علیل!

مگر دوسرے دن چاشت کے وقت شیخ جمالی کو طلب کر کے فرمایا، معلوم نہیں شیخ عبداللہ کا دیدار نصیب ہوتا ہے یا نہیں، میری خواہش یہ ہے کہ تم میرے پاس سے الگ نہ ہو ورنہ ایسا نہ ہو کہ میرے جنازے میں شریک نہ ہو سکو، اس کے بعد تقریباً ایک ہفتہ استغراق کا عالم طاری رہا مگر ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر کے نماز پڑھتے، پھر محویت طاری ہو جاتی، یہاں تک کہ ستر ہو میں جمادی الاول کو بعد نماز عشاء آنکھ کھولی تبسم فرمایا اور رحلت کی۔ شیخ جمالی نے یہ قطعہ نظم کیا ہے۔

مرشدانس و ملک شاہ سہارالدین چوں رفت

اسے جمالی بر سریر عرش آمد گام او!

۱۲۷۰ھ معارف ماہ جلد ۵۷۔ ۱۲۷۰ھ اخبار الاخیار ص ۴۴

ہشت خلد آمد بنام او اگر پرسد کے
سال تریخش بگو ہشت آمدہ بر نام او

ہشت کے ۵۰ ہوتے ہیں اس میں سہار الدین کے ۲۰۱ شامل کرنے سے ساٹھ ہوں گے
مؤلف خزینۃ الاصفیاء نے یہ قطعہ لکھا ہے ۔

سہار الدین ولی سہروردی ! کہ درار من و سما مکش رواں شد
چو از حکم قضا رخت سفر بست قضا تاریخ ترحیلش بیاں شد
و گر ہتاب جنت گشت روشن ہم عارف متقی سالش عیاں شد

ایسی تجمیر و تکفین کے وقت دہلی کے اکابر مشائخ و علماء موجود تھے ، شیخ جمالی نے
حضرت حاجی عبدالوہاب ، مولانا عبداللہ اللہ داد ، شیخ نصیر الدین اور حضرت زبدۃ الانام
کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے ، ان میں اول الذکر سید جمال بخاری کی اولاد میں تھے ، جو
حضرت مخدوم جہانیاں کے جدا اور سلسلہ سہروردیہ کے ایک ممتاز رکن تھے ، حضرت
حاجی ملتان سے دہلی آکر سکونت پذیر ہو گئے ۔

مولانا عبداللہ اللہ داد شیخ جمالی کے استاد اور عہد سکندری کے سب سے ممتاز
عالم تھے پہلول لودھی کے زمانے میں ملتان سے دہلی آ گئے ۔

تیسرے شیخ سہار الدین کے چھوٹے صاحبزادے تھے اور آخری کی شخصیت کا تعین
نہیں ہو سکا ، شیخ سہار الدین کا مقبرہ حوض شمس پر ہے ان کے پہلو میں ان کے خاندان
کے بعض دوسرے افراد بھی مدفون ہیں ، سیر العارفین سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت قطب الدین
بختیار نے ان کے مدفن کا نشان مقرر کیا تھا

شیخ سہار الدین اکابر اولیاء میں تھے ، ایسی حیات کا ہر سانس
عبادت و طلبِ رضائے الہی میں صرف ہوتا تھا ، آپ کا باقاعدہ
دستور تھا جس میں تبدیلی مشکل سے ہوتی ۔ سیر العارفین میں ہے کہ آدھی رات کو تجدید

معمولات

وضو کر کے نماز شروع کرتے اور تقریباً ایک پہر نوافل میں گزارتے، نصف پہر و رو میں صرف ہوتا پھر صبح صادق تک مراقبہ میں رہتے۔ اس کے بعد فجر کی سنت مؤکدہ ادا کرتے اور نماز فجر باجماعت پڑھتے، نماز چاشت کے بعد کچھ مراقبہ کرتے اور پھر درس ادا کرتے ہیں مشغول ہو جاتے، تفسیر، حدیث اور اصول فقہ کا خاص طور پر درس دیتے، جس میں کبھی کبھی علماء بزرگ شریک ہوتے۔ اس کے بعد مزیدوں کی تربیت کی طرف متوجہ ہوتے اور ہر مزید کی اصلاح فرماتے۔ عصر تک یہ کام جاری رہتا، پھر مغرب تک استغراق کا عالم رہتا۔ نماز مغرب و اوابین ادا کر کے مراقبہ میں چلے جاتے، نماز عشاء سے فارغ ہو کر مسجد سے گھر آئے، کھانا کھاتے، کچھ دیر استراحت فرماتے مگر ذکر جاری رہتا اس طرح صبح سے شام تک سوائے عبادت کے دوسرا شغل ہی نہ رہتا تھا۔

شیخ جمالی آپ کے داماد تھے۔ شیخ جمالی نے لکھا ہے کہ ایک روز ایک درویش شیخ سہار الدین کی خدمت میں آئے ان کے پاس مکتوبات عین النفاۃ ہدائی کا ایک نسخہ تھا حضرت نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا اور چند ورق مطالعہ کرنے کے بعد شیخ عین النفاۃ کا ایک واقعہ نقل کیا۔ ایک بار ان کی بیٹی جگہ دعوت تھی لیکن وہ حجرہ سے باہر نہ نکلے اور ہر جگہ موجود بھی تھے، شیخ جمالی کے دل میں شبہ پیدا ہو چنانچہ حسب معمول جب وہ طشت و مشربہ لے کر شیخ سہار الدین کے کمرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ شیخ اپنی جگہ پر موجود ہیں اور چاروں کونوں میں اُن کی چار صورتیں کھڑی ہیں اس کے بعد خود فرمایا کہ درویشوں میں یہ قوت ہوتی ہے کہ ایک ہی وقت میں کئی جگہ حاضر ہو جائیں لیکن یہ باتیں ہر شخص سے کہنے سننے کی نہیں ہیں۔

سید صدر الدین راجو قتال

قطب العالم کے پیر و مرشد

(متوفی ۱۹ جمادی الاخریٰ ۸۲۷ھ / ۱۶ مئی ۱۴۲۴ء)

آپ حضرت سید احمد کبیر بن سید جلال سرخ بخاری رح کے چھوٹے فرزند اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح کے برادر حقیقی اور خلیفہ اجل تھے۔ ۲۶ شعبان ۷۳۰ھ / ۱۳ جون ۱۳۲۸ء میں پیدا ہوئے اور ۹ جمادی الاخریٰ ۸۲۷ھ / ۱۶ مئی ۱۴۲۴ء کو انتقال فرمایا۔ علم و عمل کے جامع اور شریعت و طریقت کے ماہر تھے مرآة العالم میں تحریر ہے۔ صدر الدین راجو قتال اپنے والد احمد کبیر کے مرید و خلیفہ تھے اور اپنے بڑے بھائی مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے بھی خرقہ خلافت پایا۔ اور ان کے بعد۔۔۔

جانشین اور خلیفہ ہوئے۔ آپ علوم ظاہری، اصول، معاملات اور اشارات میں جامعیت رکھتے تھے اور ہند کے اجل مشائخ میں سے تھے۔

اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ اپنے برادر بزرگ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی صحبت میں بسر کیا۔ اور سفر و حضر میں حضرت مخدوم رح کے فیوض ظاہرہ و باطنہ سے بہرہ یاب ہوتے رہے۔ حضرت مخدوم فرمایا کرتے تھے۔

خانی حقیقی نے ہم کو امور خلقت میں مشغول کیا۔ اور برادر عزیز صدر الدین کو اپنی ذات کے عشق میں مستغرق کر رکھا ہے۔

چونکہ طبیعت میں جلال کا عنصر غالب ہے اس لئے قتال یا قتال کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اس سلسلہ میں اوچ کے ہندو حاکم، نواہوں، کا واقعہ مشہور ہے جس سے شانِ جلالی اور افتادِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرض الموت کے ایام میں ؛ نواہوں ، عبادت کی غرض سے حاضر ہوئے ۔ اور حضرت والا کی تعریف میں ایک ایسی بات انکی زبان سے بے ساختہ نکل گئی جس سے توحید و رسالت کا اقرار مترشح ہوتا تھا ۔ آپ نے اسے قبول اسلام کا حکم دیا ۔ نواہوں کو اس میں تامل ہوا اس لئے راتوں رات بھاگ کر دہلی پہنچے ۔ فیروز تغلق سے ان کے مراسم دوستانہ تھے ۔ حضرت صدر الدین راجو قتال نے دہلی تک کی وجہ سفر کیا ۔ مشہور بزرگ قاضی عبدالمقندر تھانیسری کے صاحبزادے مولانا محمد تھانیسری نے ، نواہوں ، کی جاں بخشی کے لئے حیلہ شرعی سے کام لیا ۔ اس پر آپ مولانا محمد تھانیسری سے بگڑ گئے ۔ اور ان پر ایک نگاہ غضب آبود ڈالی اور فرمایا تمہاری گفتگو دیانت سے خالی ہے تم اپنے کفن و دفن کی فکر کرو ۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ مولانا محمد تھانیسری کے پہلو میں درد اٹھا اور اس حد تک بڑھا کہ مرغ بسل کی طرح زمین میں لوٹنے لگے ۔ قاضی عبدالمقندر اور دیگر علماء و فضلا نے ان کی آپ سے سفارش کی فرمایا جو ہونا تھا وہ ہو چکا ۔ اب انکی تجہیز و تکفین کا اہتمام کرو ۔ اور غم نہ کرو ۔ مولانا محمد تھانیسری کے ہاں جو لڑکا پیدا ہونے والا ہے وہ اپنے وقت کا مشہور زمانہ عالم اور ولی اللہ ہوگا ۔ چنانچہ مولانا محمد تھانیسری کے انتقال کے ۲ دو ماہ بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا جس کا نام ابو الفتح رکھا گیا ۔ یہ بچہ آگے چل کر بہت بڑے عالم فاضل اور خدارسیدہ بزرگ ثابت ہوئے ۔ ان کا مقبرہ جون پور میں مرجع خلافت ہے ۔

مفوضات میں لکھا ہے کہ سید صدر الدین راجو قتال کے ہاتھ پر تین لاکھ چالیس ہزار سے زیادہ افراد نے بیعت کی ۔

ایک نو مسلم دین محمد کا حال مناقب اولایت میں اس طرح تحریر ہے کہ یہ نو مسلم

ہندو تھے (حضرت راجو قتال کی) صرف گفتگو سنتے ہی مسلمان ہو گئے۔ (آپ نے) انکا نام دین محمد رکھا اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور سہروردیہ طریقہ میں داخل کیا۔

حامد گنج بخش سمجھتے ہیں کہ وہ صرف ان کے دیکھنے ہی سے مسلمان ہو گئے۔ اور اس طرح تین سو کافر آئے اور مسلمان ہوئے۔

آپ کی اولاد کافی تھی مگر خلافت و سجادگی اپنے بھتیجے سید ناصر الدین محمود کے صاحبزادے سید فضل اللہ کے سپرد کی جن کا مزار اُورچ میں آپ کے مزار سے متصل جانب جنوب واقع ہے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد بھی سینکڑوں سے متجاوز ہے مشہور خلفاء میں قطب العالم سید برہان الدین احمد آبادی، شیخ کبیر الدین، اسماعیل بخاری، حاجی سید عبدالوہاب، شاہ داؤد قریشی، شیخ اسماعیل قریشی اور سید احمد مخدوم جہاں شاہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ حضرت راجو قتال کا ۱۹ رجمادی الآخر ۸۲۷ھ / ۱۴۲۴ء کو وصال ہوا اور اُورچ میں دفن ہوئے۔

حضرت راجو قتال کے حالات میں حاجی حامد گنج بخش نے ایک کتاب مناقب اولایت لکھی ہے۔ ۱۷

سید تاج الدین

سید جلال مخدوم جہانیاں رح کے خلیفہ تھے۔ آپ کا مزار احمد آباد شہر کے اندر محمد بیگ خاں کی حویلی کے نزدیک مرزا پور میں واقع ہے۔ ۱۷

بابا اسحاق مغربی اور حضرت شیخ احمد کھتوی مسزبحی

(م ۷۶۳ھ سے ۷۷۶ھ)

شیخ احمد کھتوی، شیخ اسحاق مغربی کے خلیفہ تھے۔ شیخ مغربی اپنی طول عمری کی وجہ سے حضرت شیخ ابو مدین مغربی سے فیض یافتہ تھے۔ تحفہ المجالس میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ اسحاق مغربی اپنے پیر ابو مدین مغربی کی وفات کے بعد اپنے پیر و مرشد کے اشارے سے برصغیر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ سلطان فیروز شاہ کے زمانہ میں اجمیر شریف آئے اور حضرت خواجہ اجمیری کے مزار پر انوار پر قیام کیا۔ ایک عرصہ تک یہاں قیام فرمایا۔ ایک رات حضرت خواجہ معین الدین اجمیری راج نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ ناگور کے علاقہ میں قصبہ کھتو / کھاتو میں چلے جائیں اور وہاں کام کریں۔ خطہ پاک اوج نامی کتاب میں ہے کہ آپ شیخ معین الدین اجمیری راج کے معاصر ہیں۔ آپ کو حضرت اجمیری نے کھتو (کھاتو) بھیجا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منامی ارشاد نہیں بلکہ بیداری کا واقعہ ہے۔

آپ کھتو (کھاتو) پہنچے۔ فقر و فاقہ میں زندگی گزارنی شروع کر دی۔ اور خلق خدا کو روحانیت سے مالا مال کرتے رہے۔ ایک وقت آیا کہ سلطان فیروز شاہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اظہار نیاز مندی کی بادشاہ کو دیکھ کر مزید بے پناہ مخلوق آپ سے فیض یاب ہونے لگی۔ آپ نے ۷۷۶ھ / ۷۶۳ھ / ۱۳۶۱ء میں وفات پائی

شیخ اسحاق پیر روشن دل آنکہ در خلق ذات اوطاق است

رکن رقم سال رحلتش سرور آنکہ مشہور جملہ آفاق است

مہدی متقی امین الشرا نیز سردار عالم اسحاق است

۷۷۶ھ ۷۷۶ھ ۷۷۶ھ

جہانگیر اپنی توڑک میں گجرات کے سفر کے سلسلے میں لکھتے ہیں ۔
 بچوں مزار شیخ احمد کھتو بر سر راہ واقع بود نخت بد انجا ز فہ فاتح خواندہ شد کھتو نام
 قصبہ ایست از سر کار ناگور و مولد شیخ از آنجاست ،

لیکن شیخ کی پیدائش کے معاملے میں جہانگیر کو سہو ہوا ہے ۔ آپ کی پیدائش کھتو نہیں
 بلکہ دہلی کی ہے ۔ جیسا کہ ابوالفضل نے آئین میں تحریر کیا ہے ۔

لقب جمال الدین در دہلی سال ہفت صدوسی و ہفت ہزار ۔ از بزرگ زاد
 حا ی آنجاست ، مرید و خلیفہ بابا اسحاق مغربی ، نام اولییر الدین علاوہ ازین ۔ شیخ احمد
 کھتو در سال ہفت صدوسی ہفت در دہلی متولد شد ۔ سہ بحر التاریخ ۔

شیخ وجیہ الدین (یوسف ثانی)

جمالی لکھتے ہیں

حضرت شیخ وجیہ الدین ، کو لوگ ان کے حسن و جمال کی وجہ سے یوسف ثانی کہا کرتے
 تھے وہ فسق و فجور میں مستغرق رہتے تھے اور ہمیشہ شراب پیتے تھے ۔ ایک روز سوار ہو کر
 جا رہے تھے کہ ان کا گزر بابا اسحاق مغربی کی خانقاہ کے دروازے سے ہوا ۔ بابا
 مذکور اپنی خانقاہ کے دروازے پر کھڑے تھے ، انہوں نے شیخ وجیہ الدین احمد
 کو دیکھا تو اُدھے مثال کے وزن کا ایک ڈھیلا اٹھا کر شیخ وجیہ الدین احمد کے مارا اور کہا
 کہ اے لڑکے ! کب تک فسق و فجور میں مبتلا رہے گا ۔ یہ سنتے ہی شیخ وجیہ الدین احمد ہوش
 ہو گئے اور گھوڑے سے زمین پر گر پڑے ۔ جب بابا اسحاق نے یہ دیکھا تو ان کا سراپنے
 زانو پر رکھ لیا ۔ کچھ دیر کے بعد ان کو خانقاہ کے اندر لائے ، گھوڑا سا پانی طلب کیا
 خود پیا اور بقیہ ان کے منہ میں ڈال دیا ۔ شیخ ہوش میں آگئے اور بیعت کر لی اور حوال
 و متاع ان کے پاس تھا وہ سب بابا اسحاق کے سامنے پیش کر دیا جو مستحقین میں تقسیم
 کر دیا گیا ۔

تھوڑے ہی عرصے میں وہ قطب کے درجے پر فائز ہوئے۔ چنانچہ ہندوستان کے اکثر بادشاہ ان کے مرید ہوئے۔ شیخ وجیہ الدین احمد نے شادی نہیں کی وہ پندرہ سال تک حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے مجاور رہے اور وہاں سے گجرات آئے۔ سلطان احمد گجراتی کہ جو ایک عالم اور حافظ قرآن تھے ان کے مرید ہوئے۔ اس زمانے میں ان کا مقبرہ شہر احمدآباد کے نزدیک قصبہ مریکھیج میں ہے۔ انکا پانچویں گجرات کے بہت سے بادشاہوں کی قبریں ہیں۔

شیخ احمد کھٹو ملقب بہ گنج بخش جمال الدین، شہاب الدین

متوفی ۱۰ ارشواں / ۱۲ ارشواں ۸۴۹ ھ

شیخ شہاب الدین احمد بن عبداللہ کھٹوی سکر کھیجی رح ۷۲۷ ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اور حکمت الہی نے کھٹو میں پہنچایا۔ جو دھپور کے ضلع ناگور میں کھاٹونا کے دو موضع ہیں جو ایک دوسرے سے دو تین میل کے فاصلے پر ہیں دونوں میں امتیاز بننے کی خاطر مشرقی قصبے کو چھوٹی کھاٹو اور مغربی کو بڑی کھاٹو کہتے ہیں کھاٹو جدید تلفظ ہے ندیم صورت کھٹو ہے۔ تمام پرانی کتابوں، فرامین اور کتبوں میں یہ نام بہ صورت کھٹو، ملتا ہے۔ بڑی کھاٹو کسی زمانے میں نہایت اہم مقام رہا ہے۔ اس میں بہت سی مساجد، مزارات اور دیگر پرانے آثار موجود ہیں، ان میں سب سے قدیم ایک مسجد ہے جو سلطان شمس الدین ^{ہشتم} (متوفی ۶۳۲ ھ) کے دور سے تعلق رکھتی ہے۔

اسی عہد کا ایک کتبہ بھی موجود ہے۔ سنگ مرمر کے اس کتبے پر جو عربی میں کندہ ہے رمضان ۶۲۹ھ تاریخ دی گئی ہے۔ کتبے کا تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتدا میں التمش کے عہد میں کسی تالاب پر نصب کیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ اس علاقے میں پانی کی قلت کے سبب برسات کا پانی بڑے بڑے تالابوں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ جو سال بھر استعمال ہوتا ہے۔ آجکل یہ کتبہ حضرت اسحاق مغربی کی درگاہ میں جو آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ موجود ہے انہی حضرت اسحاق مغربی (متوفی ۶۳۷ھ) کے مرید مشہور بزرگ شیخ احمد کھٹو تھے۔ جن کا مزار سرکھیچ دگجرات میں واقع ہے۔ یہ اپنے پیرخانے کا نسبت سے کھٹو کہلاتے ہیں۔ جہانگیر اپنی توڑک میں گجرات کے سفر کے سلسلے میں لکھنا ہے۔

بچوں مزار شیخ احمد کھٹو برسر راہ واقع بود نخت بدانجا رفتہ فاسخ خوانندہ شد۔ کھٹو نام قصبہ ایست از سرکار ناگور و مولد شیخ از آنجاست ،
لیکن شیخ کی پیدائش کے معاملے میں جہانگیر کو سہو ہوا ہے۔ آپ کی پیدائش کھٹو نہیں بلکہ دہلی کی ہے جیسا کہ ابوالفضل نے آئین میں تحریر کیا ہے۔

لقب جمال الدین در دہلی سال ہفت صدوسی و ہفت بزاد از بزرگ زاد ہائی
آنجاست۔ مرید و خلیفہ بابا اسحاق مغربی، نام اول فی الدین۔۔۔۔۔
علاوہ ازیں شیخ احمد کھٹو در سال ہفت صدوسی ہفت در دہلی متولد شد
جیسا ہم چاہتے تھے آپ کے حالات نہ مل سکے اسلئے کہ سب سے قدیم تلمیح
کتاب مرقاۃ الاصول الی اللہ و الرسول میں ملتی ہے جو شیخ احمد کھٹو کے حالات میں نویں
صدی ہجری کے وسط کی تالیف ہے۔ جو حضرت شیخ احمد کے کسی منفقہ محمد قاسم نامی
نے مرتب کی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ احمد آباد میں حسینی پیر کے کتب خانے میں موجود ہے
دیگر کتابوں سے ہم نے یہاں کچھ حالات جمع کر دیئے ہیں۔
۱۹۱۱ء

شیخ احمد بچپن میں بابا اسحاق تک کیسے پہنچے اس میں روایات مختلف ہیں ایک روایت یہ ہے کہ۔

آپ کے آبا و اجداد دہلی کے باشندے تھے۔ آپ کا بچپن بھی دہلی میں گذرا۔ ایک بار دہلی میں بچوں کے ساتھ آپ کھیل رہے تھے کہ سخت طوفان اور آندھی آئی۔ جو آپ کو وہاں سے کسی اور طرف لے گئی۔ مسافروں کی طرح آپ بے یار و مددگار ہو گئے۔ اس زمانے آپ کسپرسی کی حالت میں ادھر ادھر گھوم کر وقت گزارا کرتے۔ ایک دن بابا اسحاق مغربی سے ملاقات ہو گئی، جو اس وقت کے بڑے کامل درویش تھے۔ وہ آپ کو اپنی قیام گاہ کھٹویں لے آئے جو اجیر کے قریب ایک گاؤں ہے۔ اس طرح آپ نے بابا اسحاق مغربی کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ۔ صاحب معارج الولاہیت فرماتے ہیں کہ شیخ احمد کھٹو کے پیر و مرشد بابا اسحاق میرٹھ کی طرف آئے اور یا نئے جون (جننا) کے کنارے ایک توت کے درخت کے نیچے چند روز یاو خداوندی میں گزارے اور وہاں سے کھٹونامی موضع میں آکر مقیم ہو گئے۔ انہی دنوں دہلی میں زبردست طوفان آیا تمام ماحول میں اندھیرا چھا گیا دہلی کا ایک بچہ جسے اس کی دایہ گھر سے باہر لائی ہوئی تھی، تاریکی میں گم ہو گیا۔ اور پھرتا پھرتا ایک ایسے مقام پر آپہنچا جہاں ایک فائدہ ٹھہرا ہوا تھا۔ صبح قافلے والوں نے ایک خوبصورت بچے کو دیکھا تو اسے اپنے ساتھ لے لیا۔ اور دو آبہ (پنجاب) کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ بچہ ایک شخص نجیب نساج کے ہاتھ آ گیا۔ یہ شخص پنجاب کے ایک قصبے دھندوانہ سے روٹی کی تجارت کو دہلی گیا ہوا تھا چنانچہ وہ بچے کو اپنے گھر لے آیا۔ اتفاقاً مولانا شہاب الدین ہمدانی کے پوتے مولانا صدر الدین اسکی گاؤں میں گئے ہوئے تھے۔ وہ جناب ابو اسحاق کو ملنے کے لئے کھٹو گئے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ اگر بچہ اس شکل و صورت کا ملے تو میرے لئے لانا۔

اس نعبہ میں آپ نے جب اس بچے کو غور سے دیکھا تو وہ واقعی اسی شکل و صورت کا تھا۔ جس کا خواہش حضرت شیخ اسحاق نے کی تھی۔ چنانچہ آپ نے نجیب نساج سے وہ بچہ لیا اور حضرت کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے اسے اپنی فرزندگی میں رکھ کر پرورش کی اور اس کا نام شیخ احمد رکھا۔

ان دنوں اس بچے کی عمر چار سال تھی جو بعد میں شیخ احمد کھٹو کے نام سے مشہور ہوئے شیخ احمد بارہ سال کی عمر کے ہوئے تھے کہ حضرت اسحاق نے انہیں دہلی میں بزرگانِ چشت کے مزارات کی زیارت کے لئے ساتھ لیا شیخ احمد کے بھائی نے انہیں پہنچان لیا اور کہا یہ تو میرا بھائی ملک نصیر الدین ہے۔ وہ سیاہ اندھیری میں گم ہو گیا تھا۔ اس وقت آپ کے والدین ابھی تک زندہ تھے انہوں نے اصرار کیا مگر بچے نے شیخ اسحاق سے جدا ہونا قبول نہ کیا۔ ان دنوں مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ ادرج شریف سے دہلی میں قیام پذیر تھے۔ سلطان فیروز شاہ اور دوسرے امرائے سلطنت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

شیخ اسحاق نے اپنے بیٹے شیخ احمد کو کہا۔ اگر تم چاہو تو تمہیں مخدوم جلال الدین جہانیاں سے بیعت کراؤ انہوں نے کہا کہ میں آپ کا مرید ہوں آپ ہی میرے مخدوم ہیں۔ مجھے نئی جگہ بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ بچے کی بات سن کر شیخ اسحاق بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ ہندوستان کے شہنشاہ تمہارے دروازے پر حاضری دیا کریں گے۔

شیخ اسحاق کی محبت کا یہ عالم تھا کہ شیخ احمد کھٹو کو ایک لمحہ کے لئے نہیں بھولتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے شیخ احمد کو بھی جس حسن و جمال سے نوازا تھا کہ جو بھی آپ کو دیکھتا ہے اختیار ہو جا یا کرتا تھا۔ اور آواز میں بڑی جاذبیت تھی۔ شیخ احمد کی عمر بیس سال ہوئی تو شیخ اسحاق نے آپ کو باس خلعت سے نوازا اور خرقہ خلافت کے ساتھ

ساتھ اپنے پیران کرام کے تبرکات اور روحانی امانتوں سے بھی نواز دیا اور خود فوت ہو گئے۔
 بابا اسحاق مغربی کا سلسلہ شیخ ابو مدین مغربی سے جا کر ملتا ہے اور یہ اس قدر عالی
 سلسلہ ہے کہ صرف پانچ بزرگوں کے واسطے سے سید الکونین فخر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 تک پہنچتا ہے کیونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اخبار الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ
 کے سلسلہ کے تمام بزرگوں کی عمریں ڈیڑھ سو برس سے زائد تھیں۔

سفر حج | آپ کے پیر و مرشد حضرت بابا اسحاق مغربی کا وصال بمر ۱۱۶۱
 ۷۷۶ھ / ۷۶۳ھ میں ہوا۔ ان کا مزار کھٹویں مرجع خواص و

عوام ہے۔ گ

پیر و مرشد کی رحلت کے بعد ۷۸۳ھ میں آپ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حج سے
 فراغت پر مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ جب قافلہ مدینہ منورہ کی سرحد میں داخل ہوا۔ اور
 گنبد خضرا کا نظارہ ہوا تو آپ پر والہانہ کیفیت طاری ہوئی اونٹ سے اتر گئے اور پیادہ
 ورود شریف کا ورد کرتے ہوئے اور نعتہ اشعار پڑھتے ہوئے دربار رسالت میں
 حاضر ہوئے۔

حجاز سے واپسی | حجاز سے واپس آپ حضرت ٹھٹھہ ہوتے ہوئے اچھ پیچھے اور
 وہاں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رح سے ملاقات

ہوئی۔ اور ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ اچھ سے آپ کھٹویں پیچھے۔ پھر آپ
 دہلی تشریف لے گئے اور مسجد خانجہاں میں آپ نے قیام فرمایا۔

مسجد خانجہاں میں | مسجد خانجہاں میں آپ کا زیادہ وقت مراقبہ، ذکر و فکر اور
 تحصیل میں گذرا۔ عبادت و ریاضت میں ایسے مشغول ہوئے

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۲۹۵۔ گلزار ابرار ص ۱۲۲۔ اخبار الاخیار۔ تذکرہ ادیبائے پاک و ہند
 ص ۱۹۵۔ تذکرہ صوفیائے میوات۔ نزلۃ الخواطر ص ۱۹۱۔ تاریخ صوفیائے گجرات۔

کہ دن بھر روزہ سے رہتے۔ اور شام کو کھلی کے ایک ٹکڑے سے روزہ افطار فرماتے۔ اور جب چلے گئی شروع فرمائی تو شیخ عبدالحق رح فرماتے ہیں کہ چالیس روز میں صرف ایک کھجور کھایا کرتے تھے۔

اسی زمانہ میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت دہلی تشریف لائے۔ جب انکو معلوم ہوا کہ آپ مسجد خانبہاں میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو آپ سے ملاقات کے لئے پہنچے۔ اور آپ کو بڑی دعائیں دیں۔

۱۳۹۸ء میں تیمور نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ دہلی پہنچ کر اس نے تخت و تاج پر قبضہ کیا۔ اس وقت دہلی کا بادشاہ محمود تغلق تھا۔ تغلق دہلی چھوڑ کر گجرات چلا آیا شیخ احمد کھٹو اس وقت دہلی میں مقیم تھے۔ تیمور کی فوج نے لوٹ مار کر کے بہت سے لوگوں کو گرفتار بھی کر لیا۔ ان لوگوں میں آپ بھی تھے تیمور کو جب بزرگی اور کرامات کی خبر پہنچی تو اس نے آپکی رہائی کا حکم دے دیا۔ اور سواری بھیج کر اپنے پاس بلا لیا۔

آپ نے تیمور سے قیدیوں کی رہائی کے لئے کہا اور لوٹ مار اور قتل و غارت گری بند کرنے پر زور دیا۔ تیمور نے آپ کی بات مان لی اور آپ سے متاثر ہوا بلکہ متقد ہو گیا۔

تیمور کی درخواست پر آپ اس کے ساتھ سمرقند پہنچے سمرقند میں کچھ دن قیام کے بعد ہندوستان لوٹے۔ ہندوستان آتے ہوئے بلخ، ہرات، اور قندھار بھی تشریف لے گئے۔ قندھار کے گورنر نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ اور آپ سے قندھار میں قیام کا درخواست کی لیکن آپ نے اس کو منظور نہ فرمایا۔ وہاں سے آپ بلتان تشریف لائے اور بلتان سے پٹن پہنچے۔

پھر آپ نے سرکھیج میں سکونت اختیار فرمائی اور تادم حیات یہیں مقیم رہے۔
 اخبار الاخیار میں آپ کی گجرات تشریف آوری کا حال اس طرح لکھا گیا ہے کہ ظفر خاں
 جو فیروز شاہ کی حکومت کی طرف سے نہروالہ کا حاکم تھا جو سلطان مظفر کے لقب سے مشہور
 ہوا، اس نے آپ کو دہلی کی اقامت کے دوران تعلقات کی بنا پر مجبور کیا کہ آپ گجرات
 تشریف لائیں اور یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائیں چنانچہ آپ تشریف لائے۔ اور
 سرکھیج میں رہنے لگے۔

سلطان مظفر خاں کی وفات کے بعد ان کے پوتے سلطان احمد تخت نشین ہوئے
 وہ بھی شیخ احمد کے مرید ہو گئے تھے۔ ایک دن سلطان احمد نے اتھاس کی کہ حضور مجھے حضرت
 خضر سے ملائیے۔ آپ نے فرمایا میں حضرت خضر سے پوچھتا ہوں۔ اگر وہ مان گئے تو
 بہتر انہوں نے پوچھا تو حضرت خضر نے کہا۔ انہیں چالیس دن تک عبادتِ خداوندی میں
 رہنا چاہئے سلطان ایک ماہ تک چلہ میں رہے پھر حکم ہوا کہ دو چلے مزید کاٹیں۔ تین
 چلے مکمل کر لئے گئے تو سلطان احمد حضرت شیخ احمد کے حجرے میں بیٹھے تھے کہ نماز صبح
 کے بعد حضرت خضر تشریف لائے۔ دورانِ گفتگو سلطان احمد نے درخواست کی حضور
 مجھے عجائباتِ دنیا سے کوئی حیران کن چیز دکھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ دریائے ساہرمتی
 کے کنارے پر جہاں آج کل صحرا ہے ایک شہر آباد تھا۔ اس شہر کا نام تھا باداں باد
 وہاں کے لوگ بڑے خوش حال اور امیر تھے ایک دن مجھے بھوک لگی میں اس شہر میں
 گیا۔ ایک حلوہ فروش کی دکان پر پہنچا اور تیس تنگہ دیکر حلوہ خریدنا چاہا دکاندار نے
 مجھے دیکھتے ہی کہا تم مجھے درویش دکھائی دیتے ہو میں تم سے پیسے نہیں لوں گا۔ ہاں حلوہ
 جس قدر چاہو کھاؤ۔ کچھ عرصہ بعد میں پھر وہاں سے گذرا تو وہاں شہر، شہر والوں،
 بازاروں اور محلات کا نام و نشان نہیں تھا۔ ان کھنڈرات پر ایک ڈیڑھ سو

سارے بوڑھا بیٹھا نظر آیا۔ میں نے اس سے شہر کے حالات دریافت کئے تو کہنے لگا شہر کا حال تو مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ ہاں میں نے اپنے بوڑھوں سے سنا ہے کہ یہاں ایک شہر تھا۔ جس کا نام باداں باد تھا۔ سلطان نے حضرت خضر سے اجازت لی کہ اگر آپ چاہیں تو میں اسی مقام پر ایک شہر آباد کرنے کا حکم دوں۔ حضرت خضر نے کہا۔ ہاں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن ایک شرط یہ ہے کہ سارے ملک سے ایسے چار اشخاص لائے جائیں جن کا نام احمد ہو۔ اور انہوں نے اپنی (شعوری) عمر میں نماز عصر کی سنتیں بھی قضاء کی ہوں اور وہ اس شہر کا سنگ بنیاد رکھیں اور اس کا نام احمد آباد رکھا جائے۔ چنانچہ چار ایسے آدمی تلاش کرنے کا حکم دیا گیا۔ سارے ملک گجرات میں صرف دو اشخاص احمد نامی ملے۔ ایک قاضی احمد اور دوسرے ملک احمد تھے۔ لیکن ان دونوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ملا۔

حضرت شیخ احمد نے فرمایا تیسرا شخص احمد میں ہوں۔ سلطان احمد یہ سن کر کہنے لگا چوتھا احمد میں ہوں۔ مجھ سے آج تک عصر کی سنتیں قضا نہیں ہوئیں چنانچہ چاروں لکھنویوں کے کنارے پہنچے حضرت خضر نے جس جگہ کی نشان دہی کی تھی وہاں بتاریخ ۷ ذیقعدہ ۸۱۳ھ احمد آباد کی بنیاد رکھی۔ اطراف میں تین سو ساٹھ پورے بنائے گئے، ہر ایک پورہ ایک مکمل شہر تھا۔ جیسا کہ صرف عثمان پورہ میں جو تین سو ساٹھ میں سے ایک تھا۔ اس میں صرف کاریگروں کی دوکانیں دس بارہ ہزار تھیں۔ ۱۷

مرآة سکندری میں لکھا ہے کہ گجرات کے سلطان احمد نے احمد آباد کی بنیاد ڈالی۔ اس کی تعمیر کا آغاز ذیقعدہ ۸۱۳ھ / ۱۴۱۱ء اور اختتام ۸۱۶ھ / ۱۴۱۴ء میں ہوا۔ احمد نام کے چار آدمیوں نے اس کی بنیاد رکھی یعنی قطب المشائخ شیخ احمد کھٹو۔ سلطان احمد درسی کا ایک سراسر سلطان نے پکڑا اور دوسرا سراسر شیخ ۱۷ خزینة الاصفیاء ص ۲۹۵۔

احمد نے) شیخ احمد اور ملا احمد۔ اسی سلطان نے ۱۲۱۴ھ/۶۱۶ھ میں مانگ چوک کے قریب ایک عظیم الشان مسجد بنوائی۔ جس میں ۱۰۰ لوگ خانہ کے علاوہ تین سو باون ستون تھے۔ دروازہ لوگ خانہ میں بارہ تخت لوگ خانہ میں آٹھ اور جنوبی و شمالی بازوؤں میں دو سو بارہ ستون تھے۔ اور اسی طرح دیگر بہت سے ستونوں کے علاوہ ۸۹ گنبد تھے۔ محمود ثانی کے زمانے میں دستور تھا کہ ربیع الاول کی یکم سے بارہویں تک علماء و صلحاء اور مشائخ وغیرہ ان کے دربار میں حاضر ہوتے۔ بخاری شریف کا درس وغیرہ ہوتا۔ بارہویں کو سلطان خود آسنے والوں کی خدمت کرتے۔ ان کے ہاتھوں پر پانی ڈالتے اور وزیر طشت پکڑے رہتے۔ اس روز بہت زیادہ نقدی اور پارچہ انعام میں دیا جاتا۔ اسی طرح ۸۱۰ھ/۸۱۳ھ میں شہر احمد آباد کا سنگ بنیاد آپ کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا۔

شیخ احمد کھٹو جب سنگ بنیاد رکھنے کے لئے تشریف لارہے تھے تو راستہ میں ایک بزرگ کو بیٹھا دیکھا۔ ان بزرگ نے آپ کو آواز دی آپ ان کے پاس گئے کھٹوری ویرنگ دونوں بزرگ بیٹھے رہے۔ پھر آپ ان بزرگ سے اجازت لے کر رخصت ہوئے اور پھر احمد آباد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ احمد کھٹو سے کسی خادم نے دریافت کیا کہ وہ بزرگ کون تھے حضرت نے بتایا وہ حضرت خضر تھے انہوں نے فرمایا ہے کہ جاؤ بنیاد رکھو بہت اچھا شہر ہوگا۔

۱۰ شہر کی تاسیس کے بعد ۸۱۲ھ میں احمد آباد کی جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا جس کی تاریخ ان کلمات سے نکلتی ہے۔ "خیر و بخیر"

مشائخ احمد آباد نے دہلی اور گجرات کے کئی سلاطین
سلاطین سے تعلقات

بادشاہوں کا زمانہ دیکھا۔ فیروز تغلق،
غیاث الدین تغلق، ابو بکر تغلق، ناصر الدین تغلق، محمود تغلق یہ سارے شاہان
دہلی حضرت کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ گجرات کے بادشاہوں میں بھی
سلطان مظفر شاہ، احمد شاہ اور سلطان محمد آپ کے معتقد تھے بلکہ احمد شاہ
نے تو حضرت کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی۔ سہ

مشائخ احمد کھٹو کی سوانح | محمود بن سعید ایرجی نے تحفۃ المجالس کے نام سے
آپ کے ملفوظات جمع کئے ہیں۔ ساتھ ساتھ سوانح

وکوائف بھی۔ اس کتاب میں آپکی عبادت و ریاضت کشف و کرامات اور تبحر علمی کے بہت سے
واقعات مرقوم ہیں۔ چند واقعات درج ذیل ہیں۔

آپ خود فرماتے ہیں کہ یہ فقیر جب زیارت خانہ کعبہ کے ارادہ سے جہاز پر
سوار ہوا۔ تو ایک دن وضو کرنے میں اتفاق سے پاؤں پھسل گیا اور میں سمندر
میں جاگرا۔ گرتے ہی یا حافظ یا حفیظ یا رقیب یا وکیل یا اللہ کا ورد کرتا رہا
میں پانی کی سطح پر تھا اور یہ وظیفہ زبان پر تھا اتنے میں مجھے اپنے پاؤں کے
نیچے پتھر سا معلوم ہوا میں اس پر کھڑا ہو گیا۔ پانی کمزنگ تھا میں نے ان اسماء
مبارکہ کا ورد برابر جاری رکھا اسکے بعد ملائحوں نے پھلی کی طرح اوپر اٹھا
لیا۔ اس کے ساتھ ہی شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ پہنچ کر حج کیا اور
مدینہ منورہ کو روانہ ہوا۔ مدینہ منورہ میں ہمارے ساتھ امام خانبہاں اور شیخ
تاج الدین سرکھچی کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ ہم مسجد نبوی میں تھے

ساتھیوں نے کہا کھانے کا انتظام کرنا چاہئے میں نے کہا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہوں۔ وہ لوگ باہر گئے اور کھانے سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ ہم نے ایک ساتھ عشاء کی نماز پڑھی نماز پڑھ کر وہ حضرات سو گئے اور میں تسبیح میں مشغول ہو گیا۔ ناگہاں آواز آئی رسول اللہ کا مہمان کون ہے؟ میں نے خیال کیا کسی اور کو آواز دی جا رہی ہے پھر دوسری اور تیسری مرتبہ جب یہ آواز آئی تو میں یہ سمجھا کہ یہ آواز مجھے دی جا رہی ہے میں اٹھا اور اس کے سامنے آ گیا دیکھا کہ وہ شخص ایک طبق ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ میں نے دامن پھیلا دیا اس نے کھجوریں میرے دامن میں ڈال دیں اور طبق لے گیا وہ کھجوریں میں نے کھائیں وہ اتنی لذیذ اور میٹھی تھیں کہ اس کا بیان نہیں ہو سکتا کھجوریں کھا کر سو گیا۔ رات کو ایک خواب دیکھا اور یہی خواب میرے ساتھیوں نے دیکھا کہ :

ایک نہایت پر فضا مقام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تشریف فرما ہیں اور ایک عورت زیور سے آراستہ وہاں موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت کو قبول کرو میں نے عرض کیا کہ بابا (اسحاق) نے قبول نہیں کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ تمہارے باپ ہیں میں نے دیکھا تو حضرت علی اپنی انگلی دانتوں میں دبائے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ بابا احمد رسول اکرم کے حکم کی تعمیل کرو، اور اس عورت کو قبول کرو۔ چنانچہ میں نے اس عورت کو قبول کر لیا شیخ احمد کھٹو فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ عورت دنیا کی صورت مثالی تھی۔ آج جو ہمارے یہاں دنیا کی بہتات ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کا صدقہ ہے۔

مدینہ منورہ سے واپسی کے وقت ہم تینوں ساتھی آخری سلام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر حاضر ہوئے۔ روضہ مبارک کے خدام دس گز کے فاصلے پر ہاتھوں میں کالے دستا نے چڑھائے کھڑے تھے مجھ سے کہا یہ عمامہ لو میں نے جواب دیا ہمارے مرشد نے عمامہ نہیں باندھا وہ ٹوپی پہنتے تھے۔ اس پر خدام نے کہا رات خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ آپ کو دس گز کپڑا عمامہ باندھنے کے لئے دیا جائے اور ساتھ ارشاد فرمایا ہے کہ احمد شاہ کو ہمارا حکم ہے کہ یہ عمامہ اپنے سر پر باندھ لے اور مخلوق خدا کو اسلام کی دعوت دے۔ چنانچہ وہ کپڑا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عطیہ تھا میں نے ہاتھ میں لیا اس کو چوما اور سر پر باندھ لیا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دہلی کی مسجد خانجہاں میں رہ کر پہلے سے زیادہ ریاضت و عبادت اور مجاہدہ کیا جائے اسی اثنا میں سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں کو بھی یہ ندائے غیبی سنائی دی کہ ایک جوان صالح دہلی کی مسجد خانجہاں میں مشغول عبادت ہے اور بہت ہی ریاضت کر رہا ہے چنانچہ جب ہم حج سے واپس آئے تو مسجد خانجہاں میں سید جلال الدین میسری ملاقات کو تشریف لائے وہ مسجد کے قریب پہنچے تو ان کے ایک معتقد نے آکر مجھے اطلاع دی کہ مخدوم جہانیاں آپ سے ملنے کیلئے آ رہے ہیں میں فوراً اٹھا اور مسجد کے دروازہ پر پہنچا وہ پالکی پر سوار تھے پالکی سے اترے اور نہایت شفقت و پیار سے مجھے گلے لگایا دیر تک سینے سے لگائے رکھا پھر پالکی میں بیٹھ کر واپس تشریف لے گئے۔ ایک جگہ سفر کا تذکرہ ہے

فرماتے ہیں اس فقیر نے بلا کسی رفیق اور سامان کے تنہا سفر کیا ہے اور پورے گیارہ سال تک برہنہ پا جس شہر اور قصبہ میں جاتا وہاں کی مسجد میں رات بسر کرتا۔ یہ سفر اعلیٰ کلمۃ اللہ کی خاطر اور ریاضت و مجاہدہ کے سلسلہ میں ہوتے تھے ایک دن فرمایا فقیروں کی مجلس میں آنا آسان ہے مگر وہاں سے اپنے کو صحیح سالم واپس لیجانا مشکل ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں ایک دفعہ سمرقند کی مسجد میں جا پہنچا وہاں ایک فقیہ طلبہ کو پڑھا رہا تھا میں فقیروں کی سی ٹوپی اور درویشوں کے لباس میں تھا۔ طلبہ سے دور ہو کر بیٹھ گیا ایک طالب علم حسامی پڑھ رہا تھا۔ اس نے غلطاً عراب پڑھے۔ میں نے آواز سے کہا کہ "عراب غلط میخوانی، میری آواز سنتے ہی فقیہ اپنی جگہ سے اٹھا اور مجھ سے ملا۔ وہاں سے اٹھ کر اپنی مسندِ درس کے قریب لے گیا۔ علمِ اصول کے بارے میں مجھ سے کچھ سوالات پوچھے میں نے صحیح جواب دیا۔ میری علمی جانچ کر کے مجھ سے بولا۔ اس علم کے باوجود یہ معمولی کپڑے اور فقیروں کی سی ٹوپی کیوں پہن رکھی ہے میں نے جواب دیا۔ اگر عمدہ کپڑے پہنتوں تو نفس بد خوئی کی طرف مائل ہو جائے گا اس لئے اس فقیر نے اپنے آپ کو اس لباس میں چھپا رکھا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بہت بڑا تاجر تقریباً تیس سیر مصری اور مشک کا ایک ٹافرہ ہمارے پاس اس زمانے میں لایا جب کہ ہم مسجد خانجہاں میں تھے میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور ہمیں کب سے جانتے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں شیخ نور کا مرید ہوں جو پنڈوہ میں رہتے ہیں اور میں اس وقت وہیں آ رہا ہوں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ وہی آچکا ہوں گذشتہ دنوں وہی سے سامان تجارت کی خرید و فروخت کے بعد شیخ نور کی خدمت میں حاضر ہوا

تو انہوں نے پوچھا کہ دہلی میں کس کس کن مشائخ سے ملاقات کی؟ میں نے جن بزرگوں سے ملاقات کی تھی سب کے نام بتا دیئے۔ شیخ نے دریافت فرمایا کہ شیخ احمد کھٹو سے بھی ملے۔ چونکہ آپ سے نہیں ملا تھا اس لئے خاموش ہو گیا۔ شیخ نے فرمایا کہ جب شیخ کھٹو سے نہیں ملے تو آپ کا دہلی جانا بالکل بے کار ہے اس کے بعد پریشانی کی حالت میں وہاں سے روانہ ہوا اور شیخ کے حکم کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

اس کے بعد فرمایا اس شخص کے پیر شیخ نور سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی لیکن انہوں نے اپنے کشف سے جو خدا کی ایک خاص نعمت ہے مجھے خود ہی پہچان لیا شیخ احمد کھٹو کے مرید محمود بن سعید اہل حجازی اپنی کتاب تحفۃ المجالس میں لکھتے ہیں کہ سلطان فیروز کو بھی شیخ کھٹو سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ امیر تیمور کے دہلی آنے سے پندرہ دن قبل شیخ نے اپنے کچھ مریدوں اور خود سلطان فیروز کو اس کے دہلی پر قابض ہونے کی خبر دیدی تھی۔ چنانچہ سلطان فیروز شیخ کی پیشین گوئی کیوجہ سے دہلی چھوڑ کر جوہور چلا گیا۔ شیخ کو بھی فیروز نے ساتھ چلنے کو کہا مگر آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو دہلی والوں ہی کے ساتھ رہنا ہے بالآخر شیخ اور آپ کے کچھ متعلقین مغلیہ فوج کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے آپ کی بزرگی اور عظمت کی جب امیر تیمور کو اطلاع ہوئی تو اس نے ان تمام لوگوں کو پیشین گوئی کے ہمراہ گرفتار ہوئے تھے بڑی عزت و ادب سے رہا کر دیا۔

شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ چالیس فقیر چین میں قید تھے غیب سے روزانہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس چالیس گرم گرم روٹیاں بھیج دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں ننکے پاؤں اور بلا کسی ساز و سامان کے سفر کیا کرتا تھا اور کسی شہر یا بستی میں پہنچ کر رات مسجد میں گزارتا تھا خدا تعالیٰ نے

اپنے فضل و کرم سے مجھے اختلام سے بھی محفوظ رکھا۔ میں ہمیشہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتا رہا سفر میں بھی روزے رکھتا اور اتنی ریاضت کرتا کہ بیان نہیں کیا جاسکتا اگرچہ سفر میں مشقتیں اور تکلیفیں بے شمار ہوتی ہیں لیکن میرا دل ہمیشہ مسرور رہتا تھا میں برہنہ پا اور پیادہ اس لئے سفر کرتا تھا کہ حدیث شریف ہے *وامشوا حفاة عراة متروك الشما جہرۃ* ای عیاناً۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ شیخ احمد کھٹو کے یہاں فقر امرار و سلاطین ہر ایک کے لئے دسترخوان وسیع تھا۔

صاحب تحفۃ المجالس لکھتے ہیں کہ ایک رات شیخ احمد نے مولانا

محمد قاسم رح سے کہا کہ تم فلاں گاؤں چلے جاؤ۔ قصہ یہ تھا کہ مولانا نماز تراویح میں تمام قرآن سن چکے اور صرف سورہ اسعد ربیع کے بعد والا حصہ رہتا تھا۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ آج رات قرآن سن کر صبح سویرے فلاں کام کے لئے فلاں جگہ روانہ ہو جاؤنگا شیخ احمد نے فرمایا کہ مولانا آپ ابھی فلاں گاؤں چلے جائیں مگر مولانا اس خیال سے خاموش رہے کہ اگر نفی میں جواب دیتا ہوں تو شیخ ناراض ہو جائیں گے اور اگر چلا جاتا ہوں تو قرآن کریم پر رانہ سن سکو گا چنانچہ شیخ نے پھر حکم دیا کہ آپ فلاں گاؤں ابھی چلے جائیں۔ شیخ کے اس پر مولانا سلام کر کے اس گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے جہاں ان کو جانا تھا۔ اس گاؤں کا نام قصبہ دھولکہ تھا چنانچہ مولانا قصبہ دھولکہ پہنچے تو اس وقت عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا اس لئے وضو کر کے فوراً مسجد میں چلے گئے۔ امام کے ساتھ عشاء کے فرض پڑھے پھر نماز تراویح شروع ہوئی تو امام نے سورہ سورہ سورہ سورہ ربیع ہی سے پڑھنا شروع کیا اور مولانا کا قرآن ختم ہو گیا۔ پھر مولانا کام سے فارغ ہو کر اس گاؤں سے واپس آئے اور شیخ کی

خدمت میں عرض کیا کہ حضرت معاف فرمائیں میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں ذرا تامل اس لئے کیا تھا کہ مجھے اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں تمام قرآن سننے کی سعادت سے محروم نہ رہوں۔ شیخ احمد نے فرمایا کہ مولانا! تمہارے کسی دنیاوی کام کی وجہ سے شیخ دینی کام میں نقصان واقع نہیں ہونے دیگا۔

وصال حضرت شیخ احمد کھٹوا ایک طویل مدت رشد و ہدایت فرماتے رہے جب زندگی کے ایک سو گیارہ سال ہوئے تو خدا کی طرف سے بلا والا گیا۔ چنانچہ ۱۴ شوال ۸۴۹ھ کو واصل بحق ہوئے آپ کا وصال محمد شاہ کے زمانہ میں ہوا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد کی عمر شریف ایک سو سے تجاوز کر گئی تھی آپ نے صلاح الدین گجور اچوتو کا ایک لڑکا تھا اور بچپن سے آپ کی زیر تربیت رہا تھا۔ اپنا جائنشین بنایا، خرقہ مخالفت عطا فرمایا۔ آپ ایک سو گیارہ سال کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔

شرح جلال اور معارج الولاہیت میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت ۷۳۸ھ میں ہوئی تھی اور ایک سو گیارہ سال کی عمر میں بروز جمعرات دس شوال ۸۴۹ھ میں فوت ہوئے۔ یہ زمانہ سلطان محمد بن سلطان احمد بادشاہ گجرات کا تھا۔

صاحب معارج الولاہیت نے آپ کا سن ولادت مخدوم الاولیاء اور سن وصال قطب الاولیاء اور سن عمر قطب سے نکالا ہے۔ احمد آباد سے قریبی فاصلہ پر آپ کا مزار پرانوار موضع سرکھیج میں واقع ہے۔

شیخ احمد بود مرغوب خدا
رہنائے حق فقیر بے نظیر
محمد آفاق احمد مجتبیٰ
سرور دین مصرع تولیدش بگیرا
۴۲۸ھ ۴۲۸ھ

خطہ پاک اوچ میں تحریر ہے کہ۔

حضرت گنج احمد مغربی گجرات کے نامور بزرگانِ طریقت ہیں سے تھے۔ آپ بابا اسحاق مغربی کے مرید و خلیفہ تھے۔ یہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ہم عصر تھے۔ بظاہر یہ قرین قیاس ہے اس لئے کہ حضرت معین الدین اجمیری رح کی وفات ۶۳۲ ھ میں اور بابا اسحاق مغربی کی ۷۶۳ ھ میں وفات ہے اور عمر ڈیڑھ سو برس ہوئی تو گویا ۸۷۵ ھ میں ولادت ہوئی۔ اس لئے بابا اسحاق انہی کے مشورہ سے کھٹو میں قیام پذیر ہوئے۔ بابا اسحاق مغربی کا مزار کھٹو ضلع ناگور میں ہے۔ جو ایک قدیم تاریخی قصبہ ہے۔ مزار پر خطِ کوفی میں کتبہ لگا ہوا ہے۔ مغربی سلسلہ کے بزرگوں نے بڑی طویل عمریں پائی۔ حضرت گنج احمد مغربی کی عمر بھی ڈیڑھ سو یا ایک گیارہ برس کے لگ بھگ ہوئی۔ انہوں نے دہلی کے زمانہ قیام میں حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت سے بھی فیض باطنی حاصل کیا۔ حضرت گنج احمد مغربی رح کو یہ خصوصی امتیاز بھی حاصل ہے کہ ان کے اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف چھ واسطوں سے نسبت ہے۔ (اخبار الاخبار)

آپ کے بارے میں یہ عام شہرت ہے کہ علمِ کیمیا کے زبردست ماہر تھے۔ حضرت گنج احمد مغربی حضرت قطب العالم کے ہم عصر بزرگوں میں سے تھے۔ عمر بھر مجرور ہے ان کا مزار احمد آباد سے سات کوس کے فاصلے پر سمرنام کی بستی میں ایک پرفضا مقام پر واقع ہے۔ مزار پر حاضری سے ایک خاص روحانی کیف و سرور حاصل ہوتا ہے اور ظہانیت قلب کا احساس دل و دماغ پر چھا جاتا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مزار کسی ولی کامل اور عارف بائند کا ہے۔ لہ

گجراتیوں کی مرغوب غذا کھیچڑی | سلطان احمد شاہ اول کے عہد میں مسلمانوں میں کھیچڑی کا رواج ہو گیا تھا۔ ۸۱۳ھ

احمد آباد اور کاٹھیاواڑ میں رات میں کھیچڑی کھائی جاتی تھی۔ اور سورت میں دن میں رات میں کھانے کا دستور قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے۔ احمد شاہ اول اور شیخ احمد کھٹو دونوں رات ہی میں کھیچڑی کھاتے تھے۔ لہ

عرب بابو کا قدیمی استعمال | محمود بن سعید ارحمی کی تحفۃ المجالس کے ایک اقتباس سے جو اخبار الاخبار میں منقول ہے

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد کھٹو (متوفی ۸۴۹ھ) اپنے مرشد شیخ اسحاق مغربی کو بابا جیو، اور بابو جیو کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ لہ

جہانگیر بادشاہ کی شیخ احمد کھٹو کے مزار پر حاضری | جہانگیر اپنی توزک میں لکھتے ہیں۔

۲ ماہ بہمن ۱۰۲ھ - ۱۶۱۷ء کو مبارک شنبہ جمعرات کے دن باغ فتح کی سیر کیلئے گیا جو موضع سیر خیر میں واقع ہے۔ راستے میں ایک ہزار پانچ سو روپے بچھا ورکے چونکہ شیخ احمد کھٹو کا مزار سر راہ واقع تھا اس لئے وہاں حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کی۔ کھٹو ایک قصبہ کا نام ہے جو سرکار ناگور میں واقع ہے۔ یہی قصبہ شیخ احمد کھٹو کی پیدائش گاہ ہے۔ شیخ سلطان احمد کے زمانے میں تھے جس نے شہر احمد آباد کی بنیاد رکھی تھی۔

سلطان احمد شیخ سے نہایت عقیدت و اخلاص رکھتا تھا۔ اس علاقے کے لوگ بھی ان سے نہایت عقیدت رکھتے ہیں اور انہیں اکابر اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔ ہر جمعہ کا شب میں ان کے مزار پر مشرف و ذلیل ہر قسم کے لوگ کثرت سے

ان کے مزار کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے ہیں۔ سلطان محمود کے بیٹے سلطان احمد نے شیخ کے مقبرے و مسجد اور خانقاہ کی عالی شان عمارتوں کی بنیاد رکھی تھی۔ اور مقبرے کے متصل جنوبی حصے میں ایک بڑا تالاب بنوایا تھا۔ تالاب کے گرد و پیش کو پتھر اور چولنے سے پختہ کیا تھا۔ یہ عمارتیں محمود کے بیٹے قطب الدین کے زمانے میں مکمل ہوئیں۔ تالاب کے کنارے شیخ کے مزار کی پائنتی میں گجرات کے سابقہ بادشاہوں کے مقبرے بنے ہوئے ہیں۔ گنبد کے اندر سلطان محمود بیکرہ اور اس کا بیٹا سلطان مظفر اور اس کا پوتا محمود شہید، جو سلاطین گجرات کا آخری فرمانروا تھا ابدی نیند سو رہے ہیں۔

سلاطین گجرات کے مقبرے کے قریب ان کے امراء کے گنبد ہیں۔ بلاشبہ شیخ احمد کھٹو کے مقبرے کی عمارت نہایت عالی شان اور اس کا محل وقوع نہایت نفیس ہے۔ تقریباً پانچ لاکھ روپے اس عمارت پر صرف ہوئے ہونگے۔ واٹر اعلیٰ بالصواب

شیخ احمد کھٹوی متوفی ۸۴۹ھ - ۶۱۲۲۵ نے سرخیز (سرگودھا) آپ کا مدرسہ | میں خانقاہ، مسجد، اور تالاب بنوایا تھا۔ وفات پانے پر

محمد شاہ دوم نے ان کا مقبرہ اور مدرسہ وغیرہ بنوایا اس کے ساتھ طلبہ کے رہنے کے لئے ایک دارالاقامہ بھی تھا جو عرصہ تک قائم رہا۔ ۱۹۲۱ء تک اس کے حجروں کے آثار موجود تھے۔

محمود اور ان کے لڑکے مظفر کے عہد میں حسن العرب اس مدرسہ کے افسر اعلیٰ

تھے۔ ۱۷

سرگودھا میں شیخ احمد کھٹوی مستقلاً قیام پذیر تھے جہاں اپنی زندگی میں آپ کا کتب خانہ | انہوں نے مسجد، تالاب اور خانقاہ تعمیر کرائی۔ محمد شاہ نے آپ

کے بعد اسی جگہ مقبرہ اور ایک مدرسہ بنوایا جس میں کتب خانہ بھی رہا ہوگا۔ لیکن شیخ احمد کھٹوی کے پاس اپنا ذاتی کتب خانہ بھی تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر حدیث کی کتاب مصابیح ۱۷۵۰ جہانگیری ص ۶۲۳ تا ۶۲۴ ۱۷۵۰ گجرات کی تمدنی تاریخ مسلمانوں کے عہد میں ص ۱۷۵

اپنے کتب خانہ سے نکال کر حاضرین مجلس کو ایک حدیث سنائی تھی۔ سنہ
مرقاۃ الوصول میں ہے کہ قاضی عبدالرزاق مبارک ابوالحی جو آپ کے مخلص ملازموں میں
سے تھے وہ اس کتب خانہ کے ناظم اور کاتب تھے۔ لوگ ان کو قاضی بڈھ مبارک بھی کہتے
تھے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں اتنی زیادہ کتابیں تھیں کہ اس کے انتظام کے
لئے ایک مستقل ناظم اور کاتب رکھنا پڑا۔ حضرت شیخ کتابوں کے مطالعہ کے بڑے شائق
تھے۔

مرآۃ احمدی سابقہ مذکورہ احوال سے کچھ مختلف حالات ذکر کئے گئے ہیں۔ لکھا ہے کہ
مخدوم شیخ احمد کھٹو جو گنج بخش کے لقب سے مشہور ہیں۔ اسی طرح آپ کو گنج گیر بھی کہا جاتا
ہے۔ آپ کو باطنی نعمت حضرت بابا اسحاق سے ملی۔ جن کے آپ مرید تھے، اور انہیں
کے خلیفہ مجاز تھے۔ بابا اسحاق کا مزار کھٹویں ہے جو سلسلہ مشربہ سے تعلق رکھتے
ہیں۔ جب آپ بیت اللہ کے ارادہ سے چلے تو پٹن کے راستہ سے کھنایت پہنچے۔
اور وہاں سے جہاز میں سوار ہوئے۔ اس وقت راستی خاں وہاں کے صوبہ دار تھے۔
اور پٹن میں راستی خاں کے والد فتح الملک سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور حرمین کے
سفر سے واپسی میں لوٹے ہوئے ٹھٹھ کے راستے سے واپس تشریف لائے اور وہاں
سے بخارا کی طرف روانہ ہو گئے جس کی تفصیل شیخ ابوالقاسم نے کتاب البیہر میں تحریر فرمائی

۷۰

۸۰۲ ھ میں جبکہ مظفر خاں کی حکومت تھی ابھی انہوں نے استقلال کا اعلان
نہیں کیا تھا۔ اور علم سلطنت بند نہیں کیا تھا۔ اس وقت آپ گجرات پہنچے اور سرکھچ میں
بدا بوہرہ نامی شخص کے ہاں قیام فرمایا اور بعد میں سرکھچ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی
جب احمد آباد کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا تھا۔ اس وقت سلطان احمد کی درخواست پر

رسی کا سر آپ کے دست مبارک میں تھا۔ آپ کی کراہت اور خرقہ عبادت بیان سے باہر ہیں۔ اس کا اکثر حصہ ملفوظات میں بھی لکھا گیا ہے۔

۸۴۹ھ میں ۱۴ شوال پنجشنبہ کے روز زوال سے پہلے آپ نے رحلت فرمائی آپ کی تاریخ وفات تقلم میں یہی لکھی گئی ہے۔

طَاءِ مِمْ عَلَي ثَمَان مِائَةٍ كَان دَال وَيَامِن شِوَال

عمرہ دل انه قطب رَاح يَوْمِ الْخَيْسِ قَبْلِ زَوَال

آپ نے عمر بھر نکاح نہیں کیا۔ عمر ترک و تہجد میں گزار دی۔ آپ کا مزار سرکھیچ میں معروف ہے۔ آپکی خانقاہ، مسجد، تالاب کی بنیاد سلطان قطب الدین بن سلطان احمد شاہ نے رکھی۔ اور ان کے صاحبزادے محمد شاہ نے اس کو مکمل کیا۔

سلطان محمود بیگڑہ اور سلطان مظفر علم بھی آپ کی پاشتی میں مدفون ہیں اسی طرح

آپ کے تمام خدام اور خلفاء بھی وہیں مدفون ہیں۔

ظفر اوالہ میں شیخ احمد کھٹو کے متعلق آصفی لکھتے ہیں۔

شہاب الدین شیخ احمد کھٹو سرکھیچ ۷۲۷ھ میں کھٹو میں پیدا ہوئے جو ناگور کے اطراف

میں ہے۔ اور آپ نے بروز جمعرات زوال سے پہلے ۱۴ شوال ۸۴۹ھ

کو اپنے جائے سکونت سرکھیچ میں وفات پائی۔

کسی نے ان کا مرثیہ کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

اِنَّ خُذْنَا لَنَا اِلْمَ بِيَا ذِحْنِ كَالظِيْنِ وَهُوَ مِثْلُ جِبَالِ

تاریخی بیت کہا گیا ہے۔

طَاءِ وَمِمْ عَلَي ثَمَان مِائَةٍ كَان دَال يَاءِ مِنْ شِوَال

آپ کی مدت عمر بتانے والا شعر۔

عمرہ دنا علیٰ امنہ قطب مات یوم الخیس قبل الزول

سلطان محمد بن احمد کی مجلس میں بعض شعرا نے آپ کا مرثیہ کہا ۔

شیخ احمد امام دین و دنیا سوئے فردوس می شد خرم و شاد

فلک می گفت در تاریخ آن سان شہ عالم محمد را بقا بباد سلہ

شیخ احمد کھٹو کی سلطان گرا اور پیر گری | اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ مشہور ہے کہ شاہ عالم کی تصوف اور سلوک

میں کچھ عجیب سی حالت تھی ، اکثر اوقات آپ پرستی کا عالم چھایا رہتا تھا ۔ کبھی کبھی ریشمی لباس پہن لیا کرتے تھے ، اور ملائقہ فرقے کے پیروکار نظر آتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ کی ولایت پر کھٹے اور واضح دلائل موجود تھے ، اور شیخ احمد کھٹو آپ کی تربیت و ارشاد کے ذمہ دار تھے ، آپ کثیر الکرامات بزرگوں میں تھے ، ۸۸۰ صہ میں آپ نے وفات پائی جس کے بعد کو لفظ ، غمسر ، ظاہر کرتا ہے ، شیخ قطب عالم اور شاہ عالم کے کچھ خلفاء بھی احمد آباد میں مدفون ہیں ، گجرات کے مشہور شہر پٹن میں خاص طور پر شیخ نظام الدین اولیاء کے مشہور خلیفہ شیخ حسام الدین ملتانی کا مزار بہت مشہور ہے جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے ، یہ علاقہ ایسا ہے کہ یہاں سے عشق و محبت کی خوشبو آتی ہے ۔ اور اس کے جنگلوں اور کھنڈروں سے ولایت کی برکت کے انوار درخشاں معلوم ہوتے ہیں ، یہ شہر ہمیشہ اہل دل کی آماجگاہ ہے اس لئے آج بھی اس میں اہل دل بستے ہیں ۔

شعر

بہر زہیں کہ نیسے زلف اور وہ است ہنوز از سراں بوئے عشق می آید

غرضیکہ آپ اپنے وقت کے علماء اور مقبولان درگاہ رب العلیٰ لوگوں میں سے

تھے ، اور آپ کی برکات کے اثرات ابھی تک اس شہر میں نظر آتے ہیں ۔

مخدوم شیخ صلاح الدین

ان کے والد، توکاجیو، نامی ہندو تھے۔ حضرت شیخ گنج بخش رح کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہوئے، جس وقت توکاجیو، اسلام قبول کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت شیخ تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ حضرت شیخ نے توکاجیو سے فرمایا کہ بابا طالب آؤ اور کہو **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** اس کے بعد آپ نے اسلام کی ان کو تعلیم فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ تھوڑا پانی لاؤ جس میں سے حضرت نے تھوڑا پانی نوش فرمایا اور بقیہ توکاجیو کو جس کا نام اب شیخ طالب تھا، اس کو عطار فرما کر ارشاد فرمایا کہ اس کو پی لو، چنانچہ شیخ طالب نے وہ پانی پی لیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے وہ قرآن پاک جس میں سے آپ پڑھ رہے تھے شیخ طالب کو دے کر فرمایا کہ پڑھو۔ عظمت الہی اور حضرت شیخ کی برکت سے بابا طالب قرآن پڑھنے لگے۔ اس وقت سے ان کا نام شیخ طالب مقرر ہو گیا اور ہمیشہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

ایک دن سلطان محمد نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ تو کا جی تو مسلمان ہو گئے ان کے ایک اور بھائی ہیں مولاجی۔ ان کو بھی آپ بلائیے۔ چنانچہ شیخ نے ان کو بلوایا اس کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا کہ توکاجی کی دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک جو شہر لاش میں ہے وہ حاملہ ہے اس سے لڑکا پیدا ہوگا وہ ہمارا ہوگا۔ چنانچہ شیخ نے بادشاہ کو حکم فرمایا، سلطان محمود نے مولاجی کو لاش نامی شہر بھیج دیا۔ مولاجی کے لاش شہر پہنچنے کے چھ روز بعد توکاجی کی بیوی کو امر نے ایک لڑکا دیا اور اس کے بعد مولاجی دونوں ماں اور بیٹے کو شیخ کی خدمت میں لے کر پہنچے۔ یہاں پہنچنے کے تین ماہ بعد ماں کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے دو ماہ بعد بچے کے والد توکاجیو درجن کا نام شیخ طالب ہو چکا تھا، وہ بھی انتقال کر گئے۔ اس بچے کا نام صلاح الدین رکھا گیا۔ اس کو حضرت نے اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا

اور پرورش فرمائی، اور حضرت کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ جب صلاح الدین ایک سال کا ہوا تو میرے پیٹ پر کھیل رہا تھا۔ اتفاقاً وہ اچانک آگ میں گر گیا۔ وہاں سے میں نے اس کو ہاتھ ڈال کر کھینچ لیا۔ جب یہ چار سال کا ہوا تو ایک دن میں نے اس سے کہا کہ بابا صلاح الدین ایک دفعہ جب تو بہت چھوٹا تھا تو، تو آگ میں گر گیا تھا۔ میں نے ہاتھ ڈال کر تجھے کھینچ لیا تھا، صلاح الدین نے برحسبہ جواب دیا کہ حضرت سلامت یہ کیا آگ ہے وہاں کی آگ سے بھی آپ ہمیں نکالیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ارے کیوں نہیں بلکہ جو تم پر اور تمہاری اولاد پر شفقت و لطف کا معاملہ کرے گا اس کو بھی ہم اس آگ سے نکالیں گے۔ باذن اللہ۔

جب حضرت شیخ گنج بخش شیخ احمد کھنڈ کا آخری وقت آیا تو سلطان محمد عبادت کیلئے حاضر ہوئے اور قاضی عبدالعزیز بن منصور کو بھی سماع لاکر حضرت کے سامنے پیش کیا اور حضرت سے عرض کیا حضرت اس گھر کے چراغ کی روشنی کیلئے کسی کو حکم فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ سچ یعنی صلاح الدین یہ ہمارا فرزند ہے یہ انشاء اللہ چراغ روشن رکھے گا۔ کچھ دیر کے بعد سلطان نے پھر عرض کیا کہ اس گھر کے چراغ کو روشن رکھنے کا کام بڑا عظیم ہے اور یہ سچ بہت چھوٹا ہے۔ یہ قاضی صاحب اس کے بہت مناسب، لائق اور بزرگ آدمی ہیں۔

حضرت نے فرمایا کہ چھوٹا سچ چھوٹا نہیں ہے۔ اور اس فقیر کو بھی مردہ نہ شمار کیجئے
 اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَآيُوْتُوْنَ . اس کے بعد سلطان نے شیخ صلاح الدین کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا اور بہت زیادہ ان کی تعظیم و تکریم بجالائے۔

غوث اور کی حسن فقیہہ

متوفی ۲۸ رجب ۸۴۹ھ / ۲۹ اکتوبر ۱۴۴۵ء

آپ بھی گجرات کے جلیل القدر مشائخ میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے پوتے حضرت شاہ رکن الدین کان شکر کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کے والد ماجد قاضی قطب الدین بھی بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ نے ان سے بھی خلافت حاصل کی بعد ازاں حضرت گنج احمد مغربی شیخ احمد کھٹوی سرخیزی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کیا پھر حضرت قطب عالم برہان الدین رح کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ علوم شریعت و طریقت کے زبردست عالم تھے۔ گجرات کا ایک عالم آپ کا مرید و معتقد تھا۔ آپ نسباً سادات باقریہ میں سے تھے ۲۸ رجب ۸۴۹ھ ۲۹ اکتوبر ۱۴۴۵ء میں انتقال فرمایا مزار مبارک پٹن میں ہے۔

ابوالبرکات سراج الدین سید محمد

معروف بہ حضورت مشاہد عالم

ولادت ۹ ربیع الثانی ۸۱۴ھ / ۱۴۱۴ء وفات بجاوی الاخری ۸۸۰ھ / ۲۰ اکتوبر ۱۴۷۵ء

شاہ عالم حضرت قطب عالم کے صاحبزادے ہیں بشارت نبوی سے آپ کا نام سید محمد رکھا گیا۔ لیکن منجھلے بیٹے ہونے کی وجہ سے منجھن میاں کے لقب سے مشہور تھے والدہ ماجدہ کا نام بی بی آمنہ بنت کریم خاں بن عماد الدین خداوند خاں (از امرائے گجرات) والدہ ماجدہ کو سلطان خاتون کہتے تھے۔

وارث علیؑ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے اس کے مطابق آپ کی ولادت ۹ ذی قعدہ ۸۱۷ھ / ۱۴۱۴ء میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت والد ماجد کی نگرانی میں ہوئی، علوم ظاہری میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ والد ماجد کی صحبت بابرکت میں رہ کر راہ سلوک طے کیا۔ اور ان سے خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ اس طرح صرف سترہ سال کی عمر میں خلافت کے ساتھ حضرت مخدوم جہانیاں کا خرقہ پایا۔

شاہ عالم کو حضرت شیخ احمد کھٹو سے بڑی عقیدت تھی اور انکی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا اور خرقہ خلافت و اجازت پایا۔

شاہ عالم کا نکاح | حواشی مکی نامہ میں ہے کہ جام تعلق جوڑا اس وقت اندرونی اختلافات کی وجہ سے سخت پریشان تھا اور وہ باہر سے مدد کا خواہاں تھا۔ مولانا محمد صدیقی مدانی نے جو جام تعلق جوڑا کے پیر تھے، اسے مشورہ دیا کہ وہ اپنی دونوں بیٹیوں کو گجرات میں بیاہے۔ ایک سلطان محمد سے اور دوسرے کو قطب عالم کے فرزند شاہ عالم سے۔

چنانچہ جام تعلق جوڑا نے اپنی دونوں بیٹیوں کو جام خیر الدین اور جام صلاح الدین سمیت مولانا محمد صدیقی کے ذریعے گجرات روانہ کیا۔ اس رشتے سے مقصد سیاسی فائدہ اور اپنی حکومت کی تقویت مد نظر تھی۔ گجرات پہنچنے کے بعد بی بی مغلی کی شادی سلطان محمد کے ساتھ اور بی بی مرکی کی شادی شاہ عالم کے ساتھ ہوئی۔ حالانکہ جام تعلق جوڑا نے بی بی مغلی کو شاہ عالم کے لئے اور بی بی مرکی کو سلطان محمد کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن یہ تبدل و تغیر سلطان محمد اور جام تعلق جوڑا کے بھیجے ہوئے آدمیوں کی سازش سے ہوا۔ اس کا امکان ہے کہ اس منصوبے میں خود مولانا محمد صدیقی بھی شامل تھے۔

بہر حال بی بی مغلی کا نکاح سلطان محمد والی گجرات (۴۶۰ - ۸۵۵) سے ہوا

اور بی بی مرکی کا عقد قطب عالم (۷۹۰ - ۸۵۸ھ) کے فرزند شاہ عالم (۸۱۷ - ۸۸۰ھ) سے ہوا۔

کے ساتھ ہوا۔ یہ نکاح ۴۷۸ھ میں ہوئے تھے۔ بی منلی کے بطن سے ۴۹۹ھ میں فتح خان نامی لڑکا پیدا ہوا جو آئندہ چنگیز سلطان محمود بیگڑہ کے نام سے گجرات کا بادشاہ ہوا۔ بی بی مرکی کے بطن سے جو شاہ عالم کے اولاد ہوئی ان میں دو لڑکیاں بی بی امان اور بی بی وچین اور ایک لڑکا بیگ محمد عرف بھیکن پیدا ہوئے۔

سلاطین کے تعلقات | آپ نے گجرات کے چار بادشاہوں کا زمانہ پایا یعنی محمد شاہ، قطب شاہ، داؤد شاہ اور سلطان محمود بیگڑہ،

سلطان قطب الدین (قطب شاہ) آپ کے والد ماجد کے بہت معقد تھے اور آپ کے بھی نیاز مند تھے۔ سلطان محمود بیگڑہ پر آپ کا بہت اثر تھا بلکہ اپنے آپ کو حضرت کا خادم سمجھتے تھے۔ ۱۷

اوصاف و کمالات | آپ صاحب کرامات و مقامات تھے۔ عشق رسول میں سرشار تھے۔ اکثر وقت یادِ الہی میں گزارتے۔

توکل و قناعت اور سخاوت و شجاعت آپ کا شیوہ تھا۔

آپ کے زمانہ میں سہروردی سلسلہ عروج پر تھا۔ بادشاہ امیر اور درباری آپ کے معقد تھے آپ کے خلفاء میں داؤد الملک عبداللطیف نے بہت شہرت پائی۔ قطب عالم اور شاہ عالم کے خلفاء کی ایک جماعت احمد آباد میں آسودہ لحد ہے۔ نیز پٹن میں بھی بہت سے ہیں۔ ۱۸

وفات :- شاہ عالم نے تریسٹھ سال کی عمر پائی۔ اور ۲۰ جمادی الاخریٰ ۸۸۰ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۴۷۵ء شب شنبہ کو بوقت سحر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ مزار احمد آباد کے محلہ رسول آباد میں مرجع خواص و عوام ہے۔ ۱۹

آپ کی وفات کی، آخر الاولیاء سے تاریخ مستفاد ہوتی ہے نیز کسی نے کہا ہے

عین یاء علی ثبات مائة کان کاف من جہادی الآخر

عبر کا تابع بعبر نبی راح فی لیل سبت وقت سحر

خلفائے کرام :- آپ کے چھوٹے بھائی سید محمد زاہد، قاضی محمود دریائی
میر پوری، قاضی سید اسماعیل اصفہانی، شریف ابو بکر عیدروس، شیخ حسام الدین منشی بلتانی
قاضی نجم الدین، ملک عبداللطیف داور الملک خواجہ احمد بن دوسن۔ سہ

شاہ عالم کا لقب | مرزا محمد حسن نے مرآة احمدی کے خاتمہ میں بارگاہ رسالت
ناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شاہ عالم لقب عطا کرنے
جانے کا قصہ مفصل ذکر کیا ہے۔ دیکھتے ہیں کہ۔

شاہ بارک اللہ چشتی، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمہ کے مرید اور
انکے خلیفہ تھے۔ آپ کا مقبرہ ایدر دروازہ کے باہر بارہ سماجی پور کے نزدیک واقع
ہے۔ جب حضرت شاہ عالم کو حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ سے شاہ عالم کا خطاب عطا
ہوا۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس سے فرمایا گیا کہ آپ کو حق تعالیٰ
کی طرف شاہ عالم کا خطاب عطا کیا جاتا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میں اس کا اظہار کس طرح
کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں اپنے والد اور پیر قطب عالم کے پاس جانا
چاہئے وہ آپ کو شیخ بارک اللہ چشتی کے پاس بھیجیں گے۔ اور خطاب کا نظور اس
جگہ سے ہوگا۔

الغرض حضرت شاہ عالم حضرت قطب العالم کی خدمت میں پہنچے۔ جیسے ہی حضرت
قطب العالم کی نظر حضرت شاہ عالم پر پڑی تبسم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آئیے شاہ عالم
تمہیں شیخ بارک اللہ چشتی کے پاس جانا چاہئے۔ ان کو رخصت فرما دیا۔ حضرت شاہ عالم

حکم شیخ بارک اللہ چشتی کے پاس پہنچے۔ اس وقت شیخ بارک اللہ دیوار کی تعمیر میں مشغول تھے۔ تمام مریدین مٹی اور اینٹیں پہنچا رہے تھے۔ حضرت شاہ عالم بھی اپنے سر کے اوپر ایک برتن میں مٹی کو بھر کر لے کر پہنچے۔ جیسے ہی شیخ نے اس حال میں آپ کو دیکھا فرمایا کہ ایسے شاہ عالم آپ کو تو چتر شاہی زیب دیتا ہے اور اس مٹی سے بھرے ہوئے برتن کو بیکر کام میں لگایا اور دیوار پر سے نیچے اترے اور اپنے بھائی شیخ عطار اللہ کے گھر میں پہنچے جو کہ ان کے بھائی تھے دیکھا کہ بویا سے بھری ہوئی دیگ تیار ہے اس کو اٹھا کر لاؤ اور حضرت شاہ عالم کو غنا فرمایا اور رخصت فرمایا اور خدام سے فرمایا کہ شاہ عالم کیساتھ جاؤ اور جس جگہ پہنچ کر تم سنو کہ آسمان و بائیں اوزمین و بائیں شاہ عالم بول رہے ہیں وہاں سے واپس آجانا شاہ عالم بویا کی دیگ سر پر رکھ کر قطب عالم کی خدمت میں جانے کیلئے چلے راستہ میں دروازہ وسط پر جب پہنچے جو تین دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے جو احمدآباد کے بازار میں واقع ہے وہاں پہنچے تو وہاں ایک دہلی بجائے والا تھا جو لنگڑا تھا اور دیکھ نہیں سکتا تھا وہ ہمیشہ دہلی بجا کر بھیک مانگا کرتا تھا۔ جب اس کے قریب پہنچے تو حق تعالیٰ نے اس کو صحیح سالم کر دیا۔ پیر دیا زبان دی، کان اور آنکھیں دیں اور وہ کھڑا ہو گیا اور شاہ عالم، شاہ عالم کہنے لگا۔

دوسرے لوگ بھی اس کو سس کر دکانوں میں اور ہر جگہ آسمان وزمین اور سب مخلوق شاہ عالم شاہ عالم کہنے لگی اس وقت شاہ عالم شیخ بارک اللہ کے خدام کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ اب تم یہاں سے واپس چلے جاؤ تمہارے شیخ کا ہمیں تک آنے کیلئے حکم تھا۔ پچاسچہ خدام وہاں سے واپس ہوئے اور حضرت شاہ عالم نے قطب العالم کی خدمت میں پہنچ کر ماجرا عرض کیا اور بویا سے بھری ہوئی دیگ حضرت کو پیش کی اور وہاں سے یہ گجرات میں مثل چلی کہ چشتیوں نے پکائی آنے بخاریوں نے کھائی۔ سہ

منجملہ آپ کا کرامات کے مردہ کو زندہ کرنے کی کرامت بہت مشہور ہے۔ جو

مرآة احمدی سے یہاں نقل کی جاتی ہے کہ ملک فخر الدین بن ملک سیف الدین بن اژدر خاں جو سلطان احمد شاہ کے داماد تھے۔ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز ان کے والد ملک سیف الدین نے حضرت شاہ عالم سے درخواست کی کہ میری ولادت بھی حضرت کی دعا سے ہوئی ہے۔ تو حق تعالیٰ مجھے بھی آپ کی کرامت سے لڑکا عطا فرمائیں چنانچہ لڑکے کی ولادت ہوئی اس کے بعد ایام طفولیت میں ان کی روح قبض کر لی گئی فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت قطب عالم کی خدمت میں جبکہ اساول میں مقیم تھے (پہنچے اور انتہائی اضطراب اور بے چینی کے عالم میں کلاہ ارادت اور شجرہ بھالے کر گئے کہ اگر میرا بچہ زندہ نہ ہو تو یہ دونوں میں حضرت کو واپس کر کے جنگل میں نکل جاؤں گا۔

جب حضرت قطب عالم کی خدمت میں پہنچے اور اضطراب کا اظہار کیا اور اضطراب و پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ تو قطب عالم نے فرمایا کہ میاں بھلا دکھ اکثر حضرت شاہ عالم کو آپ اسی نام سے یاد فرمایا کرتے تھے) کے پاس جاؤ۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں جا کر بہت زیادہ عاجزی کی کیفیت سننے کے بعد مقصد کے پورا ہونے میں متامل ہوئے۔ اور فرمایا کہ شاید ان کی عمر اتنی ہی رہی ہوگی۔ اس لئے دعا اور توبہ سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کہتے ہیں کہ میرے والد نے گستاخانہ یہ جملہ خدمت میں عرض کیا آخرت میں سفارش کے وقت بھی اسی قسم کا جواب دے دیجئے گا۔

حضرت شاہ عالم نے اس جواب سے اعراض فرمایا اور اندر محل سرا میں چلے گئے۔ میرے والد نے شاہ بھیکن کو وسیلہ بنایا۔ ان سے پریشانی حال عرض کی انہوں نے ان کے دل کی جلیں اور پریشانی مشاہدہ کر کے اندر جا کر حضرت شاہ عالم سے خود دل کے مدعا کے پورا ہونے کی درخواست کی۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا اگر میں ان کے پیٹے کے عومن میں تمہیں دے دوں تو راضی ہو۔ تو کیا آیت افعَلْ مَا تُوْمَرُ کے مضمون کے موافق انہوں نے یہی آیت جواب میں عرض کی۔

حضرت شاہ عالم ان کو اپنے حجرہ میں لے گئے اور ہندی زبان میں مناجات کرنی شروع کی، کہ راجن بکرونی بدلی بکروتا۔ کہ ان کے بدلہ میں اس کو لے لیجئے اور یہ عرض کرنا تھا کہ ادھر شاہ بھین کی روح تسلیم ہوتی ہو گئی۔ اسی وقت حضرت شاہ عالم کی زبان پر انا للہ وانا الیہ راجعون کا کلمہ جاری ہوا۔

خدا میں سے کسی نے سیف الدین سے جا کر کہا کہ شاید آپ کا صاحبزادہ انتقال نہ کر گیا ہو اچھی طرح دیکھ لیجئے کہ شاید سکتے کے عالم میں رہا ہو۔ میرے والد نے جب یہ بشارت سنی تو گھر واپس لوٹے، راستے میں ہی خیر ملی کہ میں زندہ ہوں۔ مگر میرے والد کو مخدوم زادہ کے انتقال کی خبر نہیں تھی بعد میں جب اطلاع ملی تو بہت افسوس کیا۔ انکی والدہ بی بی مرکی کا مزار جام جو نہ کے مقبرے میں ہے جو درہائے سا برستی کے کنارے پر احمد آباد میں واقع ہے۔

جہانگیر کی شاہ عالم کے مزار پر فاتحہ خوانی | جہانگیر اپنی توڑک میں رکھتے ہیں۔ چونکہ اس منزل میں شاہ عالم کا مزار سیر راہ پڑتا ہے میں وہاں فاتحہ پڑھ کر آگے بڑھا اس مقبرے پر ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا ہوگا۔

شاہ عالم قطب عالم کے بیٹے ہیں۔ ان کا سلسلہ مخدوم جہانیاں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس ملک کے عوام و خواص کو ان سے عقیدت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ عالم مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ جب وہ کئی مردوں کو زندہ کر چکے تو ان کے والد کو اس کی اطلاع ہوئی۔ اور انہوں نے ان کو اس گمنام سے منع کرتے ہوئے کہا اللہ کے کارخانہ قدرت میں دخلت کرنا گستاخی اور طریقہ بندگی کے خلاف ہے۔ اس کے بعد جہانگیر نے مردہ زندہ کر نیکا قصہ جو گڈر چکا تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کے

بعد جہانگیر لکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ علاقہ گجرات میں حضرت شاہ عالم کے متعلق اس قسم کی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ میں نے خود سید محمد سے جو حضرت شاہ عالم کے سجادہ نشین اور صاحب علم و فضل اور معقول انسان ہیں پوچھا کہ ان باتوں کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد اور دادا سے بھی یہی باتیں سنی ہیں اور مجھے یہ باتیں تو اتر سے پہنچی ہیں۔ صحیح علم اشرافی کو ہے۔ اگرچہ یہ باتیں عقل سے بعید ہیں۔ لیکن چونکہ لوگوں میں اتنی ہی شہرت رکھتی ہیں لہذا ان کے عجیب و غریب ہونے کی بنا پر میں نے یہاں لکھ دی ہیں۔

انکی رحلت سلطان محمود بیگڑہ کے زمانے میں اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف ۸۸۰ھ میں ہوئی۔ ان کے مقبرے کی عمارت تاج خاں تریانی کی بنوائی ہوئی ہے۔ جو سلطان مظفر بن محمود کے اہل امرا میں سے تھے۔ ۱۰۰

شاہ عالم کا قبض احمد آباد سے بہارت تک | صوبہ بہار میں پھلواری شریف ایک مشہور خانقاہ ہے جو بڑے بڑے

اہل اللہ اور اصحاب طریقت کی آماجگاہ رہی ہے۔ اس خانقاہ کے مؤسس اول حضرت شاہ محمد مجیب اللہ بھی اویچ کے خانوادہ سہروردیہ، بخاریہ کے متسبب میں سے تھے شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

شاہ محمد مجیب اللہ، شاہ عتیق اللہ، شاہ عبدالمقندر، شیخ عبدالنسی، محمد شیر، عزت شاہ، سید برہان، سید شاہ عالم، مخدوم عبداللہ، سید ناصر الدین محمود، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت۔

شاہ محمد مجیب اللہ کا انتقال ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء میں ہوا۔ ۱۰۰

۱۰۰ توڑک جہانگیری ص ۲۹-۶۳ - ۲۰۰ تذکرہ ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی۔

بہار کی ایک مشہور خانقاہ قصبہ منیر میں واقع ہے۔ اس خانقاہ کے شیخ طریقت شاہ محمد مبارک بھی اوچ کے بناری خاندان کے توسط سے سلسلہ عالیہ سہروردیہ سے منسلک تھے آپ شاہ نعمت اللہ کے خلیفہ تھے، اور شاہ نعمت اللہ سید محمد مقبول کے مرید و خلیفہ تھے جو حضرت شاہ عالم احمد آبادی کی چھٹی پشت میں تھے۔

مدرسہ شاہ عالم | مولانا ابو ظفر ندوی نے آپ کے مدرسے متعلق لکھا ہے کہ گجرات کے مشہور و معروف مقدس بزرگ حضرت شاہ عالم متوفی ۸۸۰ھ کے جانشین نے انکی یادگار میں یہ مدرسہ قائم کیا تھا۔

اس میں ہر قسم کے علوم و فنون کی تعلیم ہوتی تھی۔ یہاں سے بڑے بڑے لوگ تعلیم پا کر نکلے اس کے ساتھ دارالاقامہ بھی تھا۔ اس میں رہنے والے طلبہ کو وظیفے بھی ملتے تھے، اس پر کئی گاؤں وقف تھے۔ مولانا شیخ نور الدین شیخ الکل اسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے۔

سید محبوب عالم کے وقت میں یہ مدرسہ بڑے عروج پر تھا، مرہٹہ گروہی میں پورا مدرسہ تباہ ہو گیا۔ ۱۷۰ھ

شاہ عالم کا کتب خانہ | حضرت محمد شاہ عالم متوفی ۸۸۰ھ / ۱۴۷۵ء تک بڑے زبردست عالم تھے اور مطالعہ کتب کا اتنا شوق

تھا کہ مطالعہ کیلئے ٹیک لگانے سے دونوں ہاتھوں میں نشان پڑ گئے تھے۔ ۱۷۰ھ

ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا جس میں عام کتابوں کے علاوہ نایاب اور نادر کتابیں بھی تھیں۔ چنانچہ جب مولانا صدر جہاں ان سے ملنے گئے تو ان کو امام رازی کی ایک کتاب کا ایسا نسخہ دکھایا جس کی موصوف کو خبر نہ تھی۔ ۱۷۰ھ

ان کے جانشین بھی اس کتب خانہ کو برابر ترقی دیتے رہے۔ سید جعفر بدر عالم

۱۷۰ھ گجرات کی تمدنی تاریخ ص ۱۹۸۔ ۱۷۰ھ خاتمہ مرآة احمدی ص ۶۳ بحوالہ گجرات کی تمدنی تاریخ

منوفی ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء کے زمانے میں یہ بڑے عروج پر تھا۔ ہزاروں کتابیں خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر کتب خانہ میں داخل کیں۔ ایک مرتبہ رات کے وقت راستہ میں ایک سائل نے قرآن پاک کا ایک نسخہ طلب کیا فرمایا صبح کو آنا کتب خانہ سے دید ونگا۔ اس نے کہا کہ اس وقت آپ کے پاس جو موجود ہے اسی کو دیدیں، آپ نے نے مجھ کو یاد سے دیا۔ اور نگریب عالمگیر کے عہد تک یہ کتب خانہ بہترین حالت میں تھا مرہٹوں کی جنگ میں اس کا بڑا حصہ جل گیا جو بچا لوٹ مار کے ڈر سے آپ کے اخلاف شہر پٹناہ کے اندر سے آئے لیکن کافی حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ کتب خانہ برباد ہو گیا۔ حضرت شاہ عالم کے ملفوظات کا ایک قلمی نسخہ جو اہر بیوزیم اوٹاوا میں موجود ہے جو غالباً دسویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے اس میں آپ کے اقوال، کرامات اور اس زمانہ کے بہت سے واقعات درج ہیں۔

داراشکوہ نے "سفینۃ الاولیاء" میں لکھا ہے کہ ابن کا علیہ **حلیہ اور زبان** شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ابا سے ملتا جلتا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح اپنی مشہور تصنیف اخبار الاخبار میں کہتے ہیں کہ کبھی کبھی ملاستی فرقہ کے قدم بہ قدم چلتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی ولایت ظاہر تھی، جس کی خاص علامات بھی تھیں، گجرات کے مشہور بزرگ شیخ احمد کھٹونے آپ کی تربیت کی۔ مشہور چشتیہ بزرگ شاہ بارک اللہ چشتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بشارت کے تحت حضرت سراج الدین بن قطب عالم کو شاہ عالم کے لقب سے سرفراز فرمایا تھا۔ اس واقعہ کو حضرت شاہ عالم نے اپنے والد قطب عالم کے گوش گزار کیا۔ تو اسی موقع پر انہوں نے یہ ہندوی فقرہ کہا تھا کہ: چشتیوں نے پکانی اور اُسے بخاریوں نے کھانی، جس سے پتہ چلتا ہے کہ باپ اور بیٹا دونوں

ہندی جانتے اور سمجھتے تھے۔ میر علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام میں حضرت شاہ عالم کا ہندی فقرہ : راجن جی کا اونہ بہایا ہوئے تو تجھ سے فقیروں کی برسوں تئیں کناسی کرے ، نقل کیا ہے۔ جو انہوں نے سلطان غزنی درشتہ دار شاہان گجرات کے انہیں سلام نہ کرنے کے موقع پر کہا تھا۔ اس طرح انہوں نے قصبہ نڑیاد (نزد احمد آباد) کے ایک شخص سے شیخ محمد عرف میاں اولک کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا : ارے میاں اولک بولتے کیوں نہیں۔

مرزا محمد حسن نے مرآة احمدی میں شاہ عالم کا فقرہ میاں اولک اللہ بولک بولتے کیوں نہیں کا ذکر کیا ہے۔ مرآة احمدی میں حضرت شاہ عالم کے ایک اور فقرہ : راجن جی بکروٹے بدل بکروٹا ، بھی ہے۔ پروفیسر ابراہیم ڈار نے مضمون گوجری اور اردو زبان کی نشوونما میں اپنی گجرات کا حصہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت شاہ عالم نے محمود شاہ بیکڑہ کو کہا تھا : پڑھ ڈو کرے ، (یعنی پڑھ میرے بیٹے) میر علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام میں حضرت شاہ عالم کا ایک دوہا ہندی بیت بھی درج کیا ہے ۔

کاندھی کارا جاتم سر کوئی نہ بو چھے

سکس کارا جاتم سر کوئی نہ بو چھے

اس قسم کے مقولے ملفوظات اور جملے ان کے مجموعہ ، ملفوظات جمات مشاہیر ، میں کئی جگہ ملتے ہیں۔ مولوی عبدالحق نے اپنی تالیف اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا حصہ ، میں اور حافظ محمود شیرانی نے اپنے مضمون ، گوجری یا گجراتی اردو سولہویں صدی عیسوی میں ، بھی ان کو نقل کیا ہے ۔

ظفر الوالہ میں ہے کہ ایک دن سلطان قطب الدین شاہ عالم کی مجلس میں حاضر ہوئے تو گفتگو اس پر چل رہی تھی کہ نیک صالح اولاد والدین آبار و اجداد کے انتقال کے بعد ان کے حیات کا سبب ہوتی ہیں۔ سلطان قطب الدین کو اس کی تمنا ہوئی کہ

کاش میری بھی اولاد ایسی ہوتی۔ تو شاہ عالم اچانک ان سے فرمانے لگے ان کے تمنا کرنے کے فوراً بعد ہی کہ آپ کے بعد آپ کے بھائی کیلئے ایک عظیم شان ہوگی۔ چنانچہ سلطان قطب الدین نے مایوسی سے اپنا سر جھکا لیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ جب سلطان قطب الدین فوت ہو گئے تو تخت سلطنت پر پہلے ان کے صاحبزادے داؤد بیٹھے مگر ان میں اہلیت نہیں تھی۔ اسلئے سب امرار و وزراء اس کے معزول کرنے پر متفق ہو گئے۔ اور عماد الملک شعبان مریم سلطنت پر داخل ہوئے اور ان کی والدہ سے سلطان محمود بیگڑہ کو مانگا۔ ابھی وہ تو معذرت ہی کر رہی تھی کہ اتنے میں سلطان محمود آگئے۔ عماد الملک نے ان کو سلام کیا اور ان کو اٹھالیا اور ان کو بیت المحرم سے باہر دار السلطنت کی طرف لے آئے اور ان کو بادشاہ بنا دیا۔ اس کے بعد داؤد جو بادشاہ بن گئے تھے وہ روپوش ہو گئے اور اس کے بعد وہ نظر نہیں آئے۔

شاہ عالم کا خاندان اور اسکی متعلقہ عمارتیں | آپ کے مبارک خانوادہ کو سادات

شاہیہ اور حضرت قطب العالم کے دو سکر فرزندوں سے جو اولاد ہوئی ان کو سادات قطبیہ کہا جاتا ہے۔

آپ کا مزار رسول آباد پورہ میں کہ جہاں آپ سکونت پذیر تھے۔ وہاں بنا یا گیا جہاں پر آپ کی بارگاہ اور مسجد اور عالیشان خانقاہ واقع تھی۔ وہاں کے مزار کے اطراف کی عمارت تاج خاں زپالی جو کہ سلطان محمود بیگڑہ کے امرار ہیں سے تھی اور آپ کے مقبرہ تھے۔ انہوں نے تعمیر کروائی۔ اور مسجد محمد صالح بدخشی نے تعمیر کروائی اور اس پر دو مینارے نجابت خاں نے بنوائے۔

رباط اور خانقاہ پہلے سلطان محمود شہید نے تعمیر کروائی۔ اس کے بعد اس کو بڑھا کر سیف خاں نے عمارت کو اور بڑھا یا۔ درورہ نہالی باکروں جو حویلی کے

پرگنہ میں ہیں۔ اور انباریلی، جلاپور وغیرہ کی چھ جاگیریں جو دھولتہ کی پرگنہ میں ہیں۔ اور ماتر باسنہ اور موندہ باسنہ وغیرہ میں ہیں۔ وہ سادات شاہیہ کی معاش کے لئے وقف کی گئیں۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ شاہ راجو، سید بڈھن، سید شیخ محمد، بی بی راجی، بی بی امت اللہ۔ یہ آپ کی اولاد بواجو نداد جو ملک اسحاق کھوکھر جو قصبہ نادوت کے امیر تھے کی صاحبزادی (سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا۔ اور سید بیگ محمد اور بی بی امان اور بی بی منگھلی یہ اولاد بی بی مر کی (جو سندھ کے والی جام جونہ کی صاحبزادی) سے ہوئی۔ اور سید سلطان محسونگلی نامی آپ کی ام ولد سے ہوئی۔

شیخ محمد

شیخ محمد جو گجرات کے ولی تھے دراصل قصبہ نڑیاو کے متوطن تھے۔ ایک روز شیخ موصوف اپنے گھر کے آگے بیٹھے ہوئے بزمی دھورے تھے۔ اتفاقاً حضرت شاہ عالم نمودار ہوئے۔ شیخ محمد نے انہیں اتنا دیکھ کر دل میں کہا کہ آج جب تک شاہ عالم مجھے کوئی خطاب نہیں دیں گے میں انکی کسی بات کا جواب نہیں دوں گا۔ یہ ٹھان کر انہوں نے شاہ عالم کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ شاہ عالم نے آواز دی۔ شیخ محمد نے جواب نہیں دیا، دوبارہ آواز دی لیکن صدائے برنخاست۔ سہ بارہ پکارا، شیخ محمد اس سے نہیں نہیں ہوئے۔ اس وقت شاہ عالم مسکرائے اور بولے۔

ہاں میں ابولکبا اللہ ٹوکوں نے کیوں نہیں؟، گجرات کے محاورہ ہیں بھولے بھالے آدمی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ تو بالکل اللہ ٹوک (بھول) آدمی ہے۔ جب لقب مل گیا تب شیخ محمد اٹھے اور حضرت شاہ عالم کو چومنے لگے۔ نڑیاو کے دروازہ کے باہر احمد آباد کی جانب میاں اللہ ٹوک کی قبر ہے۔

شاہ محمد راجو

شاہ محمد راجو بن حضرت شاہ عالم۔ آپ کی ولادت لفظ وارث حسین سے مستفاد ہوئی ہے۔ حضرت قطب عالم کی طرف سے آپ کو بلا واسطہ خلافت و اجازت ملی تھی۔ اس لئے حضرت شاہ عالم آپ کو اپنے پیر بھائی سے تعبیر کرتے تھے۔ سلوک کے مریدین کی تعلیم اور طلباء علم کی تکمیل ان کے سپرد کی گئی تھی۔ نیز حضرت شاہ عالم نے بھی اپنی طرف سے انجو خرقة اور سجادہ عنایت فرمایا تھا۔ آپ مادر زاد ولی تھے۔ آپ کے خوارق عادات کشف و کرامات ایام طفولیت ہی سے اخیر عمر تک برابر ظاہر ہوتے رہے۔

حضرت شاہ راجو سنن و روایات و فرائض کے علاوہ روزانہ ایک ہزار رکعت نفل رات و دن ادا فرماتے۔ جو آپ نے آبائے کرام سے روزمرہ کی عبادت ورثہ میں پائی تھی۔ جب بدن ضعیف ہو گیا تو پانچ سو کھڑے ہو کر اور پانچ سو بیٹھ کر ادا فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں آبائے کرام سے شرمندہ ہوں کہ وہ ساری ایک ہزار کھڑے ہو کر ادا فرماتے تھے۔

آپ کی رحلت یکم محرم الحرام کو واقع ہوئی۔ حضرت شاہ عالم کی قبر کے پاس آپ بھی مدفون ہیں۔

سید محمد شاہ عالم کے پوتے

توزک جہانگیری میں جہانگیر لکھتے ہیں کہ :
ہفتہ (۲) سوال، کو شاہ عالم کے پوتے سید محمد کو حکم دیا کہ جو کچھ ان کا

جی چاہے مانگ لیں اور انہیں اپنی خواہش کا اظہار کرنے کے لئے قرآن کی قسم دہی
 انہیں نے کہا کہ چونکہ قرآن کی قسم دہی گئی ہے اس لئے ان کی التجا ہے کہ انہیں ایک قرآن
 شریف دیا جائے۔ جسے وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھیں اور تلاوت کر کے مجھے نواب پہنچانے
 رہیں۔ میں (جہانگیر) نے ان کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے مختصر تقطیع کا یا قوت سے تحریر
 کیا ہوا ایک بے نظیر اور نادر قرآن شریف انہیں عنایت کیا۔ اور اس کی پشت پر
 اپنے ہاتھ سے تحریر کیا کہ مذکورہ تاریخ کو مذکورہ مقام پر یہ قرآن مجید سید محمد کو عنایت
 کیا گیا۔ یہ ایک امر واقع ہے کہ میر نہایت نیک فطرت آدمی ہیں اور ان کا
 وجود مغتنات میں سے ہیں، ذاتی شرافت، علم و فضل، حسن اخلاق اور سپندیدہ
 صفات و عادات رکھنے کے علاوہ خوش مزاج اور ہنس مکھ بھی ہیں۔ میں (جہانگیر)
 نے ماورالنہر کے لوگوں میں میر جیسا خوش مزاج طبیعت کا آدمی آج تک نہیں
 دیکھا۔ میں (جہانگیر) نے انہیں فرمایا کہ قرآن شریف کو ایسی سادہ و سلیس
 عبارت میں ترجمہ کریں جو تکلف و نضاع سے خالی ہو۔ تفسیر رکھنے اور آیتوں کے
 نشان نزول بیان کرنے کی بجائے یہ ترجمہ لفظی اور عام فہم فارسی میں ہو۔ اور
 اس امر کا پورا پورا اہتمام برقرار رکھیں کہ الفاظ کے معنی بیان کرنے میں ایک
 تشریحی لفظ کا بھی اضافہ نہ ہو۔ اور جب یہ کام مکمل ہو جائے تو اپنے بیٹے جلال
 الدین سید کے ہاتھ دربار میں بھیج دیں۔

میر کا بیٹا بھی دنیوی و روحانی علوم سے آراستہ نوجوان بے نیک، سختی و
 سعادت مندی ان کے چہرے سے ٹپکتی ہے۔ میر کو ان جیسے قابل فرزند کی ذات
 پر ناز ہے اور سچ بات بھی پہنچا ہے کہ ان جیسا بیٹا فخر کے قابل ہے۔
 اچھے نوجوان ہیں۔ سہ

میاں قطب الدین

میاں قطب الدین بن محمود بن بابو بن شیخ صدر الدین بن شیخ الیاس بن شیخ جلال جو حاجی جلال نورا کے نام سے معروف ہیں اور حاجی جلال نورا جو سلطان ابراہیم بن ادھم کلنگی کے خاندان سے ہیں۔ جو شیخ بابو چشتی کے مرید تھے جن کا مزار بندر کھمبایت میں ہے آپ بھی حضرت شاہ عالم کے خلفاء میں سے تھے آپ کا سن ولادت ۸۷۶ھ ہے۔

حضرت شاہ عالم نے اپنے سر مبارک کی دستار دیکھ کر ان کے سر پر رکھی اس کے کنارے پر یہ لکھا ہوا تھا کہ آپ کا ارشاد و اجازت کا خرقہ میاں مخدوم کے حوالہ کیا گیا۔ شیخ قطب الدین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوا بغیر کسی سیاق و سباق کے آپ نے ارشاد فرمایا کہ قطب الدین شریعت کے لوگ قاضی کے حکم سے آئے تو انہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھیجا ہوا خیال کرنا چاہئے اور ان کے واجبی توفیر و تعظیم بجالانی چاہئے۔ میں رسول آباد سے جب اپنے گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بعض قرض خواہ جن سے سپہ گری اور فوج کی ملازمت کے دوران میں قرض لیا تھا وہ قاضی کے آدمیوں کو لے کر میری تلاش میں آئے ہیں جب مجھے دیکھا تو۔۔۔۔۔ انہوں نے مجھے بہت زیادہ طعن و تشنیع کیا تو اس وقت حضرت کے ارشاد کا بھید سمجھ میں آیا حضرت کے ارشاد کے بموجب میں تو انصاف بجالایا۔ حضرت شاہ عالم کا ہمیشہ اپنے متعلقین کو یہ طریقہ مقرر کیا گیا تھا کہ۔۔۔۔۔ شریعت مطہرہ کو تمام امور پر مقدم رکھا جائے۔

سنہ ۱۲۳۱ھ کو اپنے ۲۰ جمادی الثانی کو انتقال فرمایا، آپ کا مزار غلپور میں واقع ہے بلکہ

شاہ بھیکن

شاہ بھیکن بن حضرت شاہ عالم۔ آپ کا نام سید یک محمد جو شاہ بھیکن کے نام سے بعد میں معروف ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ (جام جونہ کی صاحبزادی) بی بی امرکی ہیں۔ جن کے نکاح کا مفصل حال مرآت سکندری میں لکھا گیا ہے۔

؛ اور شاہ عالم؛ کے حالات میں قریب ہی میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے اور آپ کی رحلت کا عجیب قصہ بھی اسی عنوان کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

سید محمد مقبول عالم

(م ۱۰۲۵ھ)

سید محمد مقبول عالم۔ سید محمد آپ حضرت ماہ عالم کے صاحبزادے ہیں، آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت سید نصر المشرقیہ۔ آپ کی ولادت ۹۸۹ھ ۱۴ رجب کو ہوئی اور تاریخ ولادت کیلئے یہ مصرعہ کہا گیا: من دوست دامن آل رسول؛ اپنے والد ہی سے علوم کی تحصیل کی، زندگی بھر درس و تدریس میں لگے رہے حضرت ماہ عالم نے اپنے وصال کے دو سال پہلے اپنا خرقہ اور سجادہ آپ کو عنایت فرما دیا تھا۔ ۱۰۲۵ھ میں انتقال ہوا خاندانی قبرستان میں مدفون ہیں۔

ملک عبداللطیف و اور الملک

۱۳ ذیقعدہ ۸۷۹ھ / ۸۸۹ھ یکم دسمبر ۱۴۷۴ء / ۱۴۸۳ء

ملک عبداللطیف بن ملک محمود آپ قرشی الاصل ہیں۔

سلطان محمود بیگڑہ کے امراء میں سے تھے اور قصبہ امر دن میں آپ کا مزار ہے

آپ حضرت شاہ عالم کے مرید تھے اور ان سے خلافت پائی تھی اور حضرت شاہ عالم کے وضو اور پانی استنجا وغیرہ کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔

شاہانِ دکن نے ایک صاحبزادے کو برص لاحق ہوا آپ کی خدمت میں اس کو لایا گیا حضرت کی توجہ سے وہ ٹھیک ہو گیا۔ جس کا قصہ یہ ہوا کہ ایک شب حضرت شاہ عالم تہجد کی نماز کے لئے وضو میں مشغول تھے ملک عبداللطیف کھڑے ہوئے تھے تو اس بچہ کو حاضر کیا گیا حضرت شاہ عالم نے ملک عبداللطیف سے فرمایا کہ اس طہنت کا پانی اس بچہ کے اوپر ڈال دیں حسبِ حکم وہ پانی اس کے سر کے اوپر ڈال دیا گیا جو باقی بچے جائے وہ پی لے۔ وہ شہزادہ فوراً ٹھیک ہو گیا۔ اور ملک عبداللطیف سے فرمایا کہ آج سے

سالار مسعود غازی کا مرتبہ بارگاہِ خداوندی سے تمہیں عطا کیا گیا ہے اسکا تصرف تمام عالم میں عموماً اور ملک دکن پر خاص طور پر ظاہر ہو گا۔

کہتے ہیں کہ جب سلطان محمود بیگڑہ کے پاس آپ نے امیر کا مرتبہ پایا اور

داور الملک کے خطاب سے مشرف ہوئے تو باوجود تحملِ دنیا داری کے آپ ہمیشہ

صلاح و تقویٰ میں مصروف رہتے۔ آپ کے نقوی کا اثر آپ کی سوار یوں اور

گھوڑے پر بھی پڑ چکا تھا یہاں تک کہ سلطان نے آپ کو امر دن کا فوجدار بنا کر بھیجا

تو اکثر اوقات اس علاقے کے کفار کے ساتھ جہاد کی نیت سے غزوے اور جہاد میں

مشغول رہتے۔ ایک روز اتفاقاً کچھ کچھ کی جانب کچھ کے رن عبور کر کے اندر داخل ہو گئے تین روز کے بعد وہاں سے واپس لوٹے جہاں قریب میں آباد جگہ ملی وہاں ایک درخت کے نیچے تھوڑی دیر کے لئے آرام کرنے کے لئے لیٹے اس دوران آگ لگی جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ آپ کے ساتھیوں کے گھوڑے قریب کے کھیت میں چر رہے ہیں ساتھیوں کے لئے۔ خدا سے ڈرتے نہیں ہو کہ گھوڑوں کو دوسرے کھیت میں دبانے چرنے کیلئے چھوڑ دیا تو وہ کہنے لگے کہ آج نرسران ہے کہ سواریاں و سوار دونوں کھانے پینے سے محروم ہیں ہم تو خود بردا کر سکتے

ہیں مگر جانور تو اس طرح خود اپنے آپ کو نہیں روک سکتا۔ ملک عبداللطیف فرماتے لگے اگر تمہارا شکل کرنا محض شہ ہوتا تو اس کا اثر تمہاری سوار یوں پر بھی پڑتا وہ بھی تمہاری موافقت کرتیں یہ فرما کر گھوڑے کی لگام سر سے اتار دی اور اس کو کھیت میں چھوڑ دیا مگر آپ کا گھوڑا اسی طرح کھڑا رہا اور چرنے کی طرف اس نے کوئی میلان ظاہر نہیں کیا آپ نے کچھ کے علاقہ کی سرزمین کا واقعی بہت اچھی طرح بندوبست کیا کہ امروں کے قصبہ کے سرکش راجپوت اطاعت و فرمانبرداری کرنے لگے۔

ایک روز ایک فتنہ پرواز نے ملک کے سامنے یہ بات بنائی کہ فلاں راجپوت جو میرے خاص لوگوں میں سے ہے میرے رشتہ داروں میں سے ہے اس کے پاس بے مثال تلوار ہے اگر وہ کسی وقت خدمت میں آجائے تو اس سے بے کر ملاحظہ فرمائیے دیکھنے والی ہے۔ البتہ اس نے شرارت سے اس راجپوت سے کہا ملک تجھے مار ڈالنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کی نشانی یہ ہوگی جب تو انکی خدمت میں جائے گا تو تیری ہی تلوار غلاف سے نکال کر تجھے قتل کر دیں گے۔ یہ سنکر وہ فکر مند ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جین وقت ملک تلوار میرے ہاتھ سے لے لے اس سے پہلے کہ اس کو غلاف سے نکالے تو پہلے ہی ان کو قتل کر دینا۔ تو جب وہ

راجپوت ملک کے پاس پہنچا ملک عبداللطیف خالی الذہن تھے اس کی تلوار دیکھنے کے لئے قبضہ پر ہاتھ رکھا کہ فوراً راجپوت کے ہمراہیوں نے ملک کو شہید کر دیا یہ قصہ ۸۷۹ھ ۱۳ ذی قعدہ کو پیش آیا آپ کی قبر اس قبضہ میں بنائی گئی۔ ۱۷۰

نزہۃ الخواطر میں ہے کہ۔

خدا نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا تو شیخ عبداللہ رحیم بنی بخاری سے بیعت ہوئے اور دیوبند میں مشاغل چھوڑ کر بس طریقت کے ہو گئے۔ جس کے بعد ان سے عجیب و غریب مکاشفات کا ظہور ہوا۔

آپ نے ۱۳ ذی قعدہ ۸۸۹ھ / یکم دسمبر ۱۴۸۲ء کو شہادت پائی۔ بعض حضرات نے آپ کی تاریخ وفات فقط ذی قعدہ سے نکالی ہے۔ آپ کے مزار پر سلاطین کا تعمیر کردہ بہت بڑا گنبد ہے۔ ۱۷۰ (مرآة سکندری)

شیخ الاسلام خواجہ احمد بن دوسن

۱۲۴۱ شوال ۸۸۵ھ - ۱۵ دسمبر ۱۴۸۰ء

خواجہ احمد بن دوسن۔ حضرت شاہ عالم کے خلفاء عظام میں سے تھے اور جو اجازت نامہ حضرت شاہ عالم نے اپنے خطِ خاص سے لکھ کر ان کو مرحمت فرمایا تھا۔ اس اجازت نامہ میں آپ کا لقب "سلیمان اللہ" لکھا گیا ہے جس کی نقل روایات شاہی کی نویں جلد میں ہے ایک دفعہ حضرت شاہ عالم خواجہ احمد صاحب کا ذکر فرما رہے تھے کہ وہ حاجت کے وقت کسی مخلوق کو زندہ سمجھتے ہی نہیں کہ اس کی طرف اپنی التجا لے کر جائیں بلکہ تمام مخلوق کو مردہ اسی وعدہ لائٹریک کو زندہ شمار کرتے ہیں اس کے بعد حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ مردوں کی راہ ہے۔ اس راہ میں جو شجاعت

اور بہادری برتا ہے وہ کامیاب اور بزدل خاسر رہتا ہے۔ اس کے بعد عربی کے چند اشعار پڑھے اور فرمایا کہ فقر کی تلوار کھانا کچھ آسان نہیں ہے مرید صادق کے لئے ایک سچی ارادت ضروری ہے اس کے بعد یہ فارسی کا شعر پڑھا۔

معتوق از دو عالم چوں فروشد بخوبی عاشق نابیدالا از ہر دو کون فردی

ہر دو ہی نیار و در راہ عشق رفتن در راہ عشق باید مردی و شیر مردی

آپ تیرہ شوال ۸۸۵ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۴۸۰ء کو مالک حقیقی سے جا ملے اور

احمد آباد کے قلعہ شاہپور کے دروازے کے پاس دفن ہوئے۔

حضرت مولانا محمد صدیق

متوفی ۱۳ ذی قعدہ ۸۷۹ھ ۲۱ مارچ ۱۴۷۵ء

آپ کا مولد ملتان ہے۔ علم و عرفان سے لیس ہو کر آپ نے سندھ کو میدان عمل بنایا جہاں قبیلہ جام میں سے جام جونوں آپ کی توجہات عالیہ سے منصبِ خلافت تک پہنچ گئے۔ مگر قبیلہ جام کی باہمی چیلش شیخ محمد صدیق اور آپ کے خلیفہ جام جونوں کو مع اہل و عیال گجرات لے آئے۔ رفقاء سفر میں آپ کے خلیفہ خاص شیخ عبداللہ بھی تھے۔ یہ تمام نوواردین احمد آباد پہنچ کر حضرت شاہ عالم کے دامن عقیدت سے وابستہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ تینوں نے حضرت شاہ عالم سے خلافت بھی پائی۔ اور جام جونوں کی صاحبزادی کو شاہ عالم نے اپنی حرم کیلئے قبول فرمایا جس سے قرابت و مصاہرت بھی استوار ہو گئی۔

یاد رہے کہ جام جونوں سلطان محمود ابن سلطان محمد کے نانا تھے جیسا کہ آپ

شاہ بھیکن کے بھی رشتہ میں نانا تھے۔ اور آپ کی رہائش گاہ سا برمتی کے کنارے
اساول میں قلعہ نما ہے جو ملک کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ محمد صدیق کی ابدی آرام گاہ بھی چودہ ذی قعدہ ۸۷۹ھ کو ۲۱ مارچ ۱۴۷۵ء
کے قریب قرار پائی۔

شیخ عبدالشکر بھی اپنے مرشد ازل کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

ملک محمد اختیار اور شیخ کبیر الدین | ملک محمد اختیار سلطان محمود بیگڑہ کے
امراء میں سے ایک امیر تھے۔ جب

سلطان محمود بیگڑہ تخت نشین ہوئے اور تمام امراء کو خان کا خطاب دیا تو ملک محمد نے یہ
خطاب اپنے لئے اختیار نہیں کیا اور عرض کیا کہ میرا نام محمد ہے اس سے بہتر خطاب اور کونسا
ہو سکتا ہے۔ ایک روز ملک محمد اختیار پاکھی پر سوار ہو کر سٹھاپور کی طرف جا رہے
تھے۔ گرمی کا زمانہ تھا، تھوڑی دیر کے لئے اٹلی کے درخت کے نیچے ٹھہر گئے، دیکھا
کہ ایک مسجد کے کونے میں بیٹھ کر ایک بزرگ بچوں کی تعلیم میں مشغول ہیں یہ شیخ کبیر الدین
تھے جن کا اسم گرامی سلطان انارکین۔ شیخ حمید الدین ناگوری تھا، ملک تھوڑے
دیر سونے کے بعد اٹھے اور نماز اس شیخ کی امامت میں ادا کی فارغ ہونے کے بعد
شیخ کی نگاہ کرم ملک اختیار پر پڑی ایک ہی نگاہ میں شیخ نے ملک محمد کو اپنی طرف
کھینچ لیا، تھوڑی دیر کے لئے تو ملک کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ جب ہوش آیا
تو اپنے گھر واپس لوٹ گئے۔ علی الصباح دوبارہ اس طرف کو پہنچے اور اس طرح
شیخ کی خدمت میں برابر آئے جانے لگے شیخ نے ایک دفعہ غلوت میں فرمایا کہ آپ
کے ساتھ تو دنیا داری بہت لگی ہوئی ہے۔ یہاں آپ کس تقریب سے تشریف لارہے

ہیں اور اس دوران آپ نے اپنے اہم کاموں کو بھی چھوڑ رکھا ہے اگر آپ کو خدا طلبی کا داعیہ ہے تو پھر سوئی اٹھنے سے دست بردار ہونا ہوگا ورنہ پھر دردِ سر کی ضرورت نہیں ملک نے عرض کیا کہ آج میں اپنے دل سے مشورہ کروں گا دیکھتا ہوں کہ کس طرف میرا نصیب رہنائی کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے ایسا ہی ہو جائے ملک اپنے گھراٹے اور تمام اہل حق کے حقوق مع زیادتی کے اپنی طرف سے ادا کر دئے اور جتنی ملوکات جاریات اور بانڈیاں تھیں ان کو بلا کر جو کسی سے نکاح کا تعلق قائم کرنا چاہتی تھی ان کا نکاح کرادیا ان کے نکاح کا انتظام کر دیا اور جو آزاد ہونا چاہتی تھی ان کو آزاد کر دیا اور سارا حساب کتاب سلطان کے حوالے کر کے عرض کیا کہ اب مجھے کسی چیز کی آرزو باقی نہیں اب میں دنیا سے دست کش ہونا چاہتا ہوں

یہ تمام چیزیں جس کو چاہیں آپ پہنچا دیں۔ سلطان سمجھے کہ شاید کسی بات سے آپ رنجیدہ ہیں بہت زیادہ دلجوئی کی کوشش کی ملک کہنے لگے کہ عمر کا ایک حصہ میں نے سلطان کی خدمت انجام دی اب میں چاہتا ہوں کہ کسی ایسے کی خدمت میں رہوں جنہوں نے محذوف کی خلع خود سلطان کے سر پر رکھی ہے اور ان کو سب کا محذوم بنایا ہے یہ کہا اور اٹھ کر اپنے گھر واپس چلے آئے۔ سلطان نے دریا خاں کو اور علی خاں کو جو ملک محمد اختیار کے دوستوں میں سے تھے ان کو بلایا اور ان کے سامنے ماجرا بیان کیا۔

دونوں نے عرض کیا ہم جا کر انہیں سمجھاتے ہیں سلطان نے معافی نامہ جو ملک نے دیا تھا وہ ان کے حوالے کیا یہ دونوں حضرات ملک کے گھر پہنچے ملک ان کا مقصد سمجھ گئے اور فرمایا کہ تم کھوڑی دیر کھرو میں ابھی آتا ہوں ملک نے نالی کو بلایا اور فرمایا کہ میری حجامت بنا دو۔ اس کے بعد فرمایا بابوں کو دیکھتے ہوئے کہ یہ سب حرام غذا سے پرورش پائے ہوئے ہیں، دنیا کے ساتھ اس حرام غذا سے پرورش

یافتہ بابوں کو بھی اوداع کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اپنی اہلیہ کو بلایا اور فرمایا جو کچھ تمہاری ملک میں ہے وہ تو اپنے حال پر ہے تم کو میں رخصت کرتا ہوں اپنے والدین کے گھر جاؤ۔ اگر نکاح کی خواہش ہو تو پھر نکاح کا اختیار بھی تمہیں باقی ہے ہم خدا کی راہ میں تمام غلائق اور تعلقات کو چھوڑتے ہیں۔ اہلیہ نے عرض کیا کہ اگر اس رستہ کا سلوک میری جدائی ہی کے ساتھ مشروط ہے تب تو میں کیا کہہ سکتی ہوں ورنہ جس رستہ پر تم قدم رکھو گے مجھے اپنا سایہ تصور کر لیجئے کہ سایہ کی طرح میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گی، چوں سایہ ہمہ ہمہ بہر سو روان شدی۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ فانی دولت کے زمانے میں تو میں آپ کی یارِ جانی کہلاؤں اور دولت جاووانی کے حصول کے وقت میں آپ سے جدائی اختیار کروں ملک نے فرمایا کہ اگر موافقت چاہتی ہو تو موافقت کر سکتی ہو۔ لیکن یہ زیور زر و جواہرات سب کو اپنے آپ سے

دور کرو اور اپنا لباس بدل کر کینز کا لباس پہن لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد ملک نے اپنی اہلیہ کا ہاتھ پکڑا اور دریاخان الف خاں کے سامنے مجلس میں سے گزر کر شیخ کے مکان کی طرف روانہ ہو گئے۔ ساتھیوں نے جب یہ حال مشاہدہ کیا تو حیران رہ گئے اور جا کر سلطان سے واقعہ عرض کیا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو آسیب لگ گیا ہے۔ اور جنوں طاری ہو گیا ہے۔ ملک اسی حال میں شیخ کی خدمت میں پہنچے دیکھ کر شیخ نے فرمایا خوش آبدی و خوش آمد مرا از آمدنت، ہزار جاں گرامی فدائے ہر قدمت۔ شیخ اٹھے اور ملک کی اہلیہ کو اپنے بچوں کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ اس کو زمانے کے ابراہیم بن ادہم کی اہلیہ سمجھو۔ اور اس کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور ان کی خدمت گزاری میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا۔ اس کے بعد شیخ ملک محمد اختیار کی ارشاد، رہنمائی اور سلوک کی طرف توجہ فرما ہوئے۔ ملک

نے طریقت مقدم رکھا۔ سلوک طے کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ روزانہ پانی سے بھرا ہوا
کوزہ سر پر رکھ کر دریائے ساہرمتی سے پانی امیں لے کر بازار میں سے ہو کر گذرتے اور
شیخ کے یہاں پہنچاتے ملک کے اس حال میں دیکھ کر لوگ دیوانگی اور حماقت سمجھتے مگر

چند دنوں ہی بعد ان عوام کا رویہ بدل گیا اور وہ ملک پر فریفتہ ہو گئے آپ
پر فدا ہونے لگے۔ ہزاروں کی تعداد میں مخلوق آپ کی دست بوسی اور پیر بوسی
کے لئے ملک محمد اختیار کے پاس آنے لگی۔ اس طرح کی یہ شہرت جب شیخ کو
نا پسند ہوئی تو ملک نے اس کی تدبیر یہ کی کہ لوگوں سے چیزیں لینے شروع کیں دوسری
طرف اگرچہ دوسروں کو دے دیتے تھے مگر اس طرح رفتہ رفتہ مخلوق کو آپ سے
تشنہ ہو گیا اور جو آپ ان کو بھگانا چاہتے تھے وہ مقصد حاصل ہو گیا اس کے بعد
روحانی ترقی خوب ہوئی۔ اور حق تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ کو محمد اختیار کا خطاب
ملاجوبہ مشہور ہوا۔ کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عالم بخاری کے مریدوں میں سے ایک

ملک محمد اختیار کی خدمت میں عقیدت مندی سے حاضر ہوا دینے لگا کسی نے حضرت
شاہ عالم سے عرض کیا کہ فلاں مرید ملک محمد اختیار کی خدمت میں جاتا ہے اور ان سے بہت
کا خطاب ہے۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ فکر کی ضرورت نہیں اور یہ شعراہوں نے
پڑھا ہے۔

ہر کہ را باشد دو عالم بختیار
او کند خدمت محمد اختیار

ایک روز حضرت شاہ عالم کی اتفاق سے راستہ میں ملک محمد اختیار سے ملاقات
ہو گئی۔ دونوں ایک دوسرے سے خرقہ طلب کیا۔ ملک محمد کہنے لگے کہ عطا تو شاہوں
کی طرف سے ہونی چاہئے۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ ملک بھی انہی میں
ہیں اخیر میں حضرت شاہ عالم نے پیرانہ ملک محمد کو عطا فرمایا اور ملک محمد نے اپنی کلاہ

حضرت شاہ عالم کو عطا کی، حضرت شیخ کبیر الدین اور ملک محمد اختیار دونوں کی قبور
راچپور اور سرسپور کے درمیان ہوا، میر کے مقبرہ سے متصل واقع ہے

خاتمہ برات احمدی ص ۵۸

احمد میاں مخدوم

(متوفی ۲۲ ربیع الاول ۱۱۸۲ھ / ۲ جولائی ۱۷۷۷ء)

شیخ میاں مخدوم احمد بن برہان بن ابراہیم بن محمد خان غور کی آپ کے والد محترم
برہان شیخ احمد کھٹو کے عقیدت مند تھے، جن سے آپ نے اولاد کے لئے دعا کی
درخواست کی، شیخ احمد کھٹو نے لڑکے کی خوشخبری دیکر فرمایا کہ ہمارے نام پر اس کا
نام احمد رکھنا، چنانچہ ۱۱۷۷ھ / ۱۷۶۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور حفظ قرآن کے بعد
حضرت شاہ عالم سے تعلق ارادت قائم کیا، اور علمی سلسلہ مولانا صدر جہاں سے جوڑا
اور علوم و فنون سے فراغت کے بعد چند سال مشغل دینی کے بعد تمام علاقوں کو خیر آباد
کہہ کر دس سال سے زیادہ عرصہ فطرت و ریاضت میں گذرا۔

شاہ عالم کی وفات کے دو سال بعد ۲۲ ربیع الاول ۱۱۸۲ھ / ۲ جولائی ۱۷۷۷ء
میں آپ نے اس عالم ہست و بو کو خیر آباد کیا، تاچپور احمد آباد میں خالقہاہ مسجد کے
نزدیک آپ کی قبر بنائی گئی۔

گ ۱۱۷۷ھ، تاریخ دکن

قاضی سید اسماعیل اصفہانی رح

(م ۲۶ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ ۸ جنوری ۱۸۶۱ء)

صاحبِ نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں شیخ فاضل قاضی اسماعیل بن عبداللہ اصفہانی فقہ و اصول میں یکتائے زمانہ تھے بچپن ہی میں اپنے والد کے ہمراہ گجرات تشریف لے آئے اور اپنے والد کے سوار و مسکرملائے گجرات سے بھی پڑھا۔ آپ بھروج میں قاضی مقرر ہوئے جہاں برسوں دادالضام و جتے رہے پھر بعد سلطان محمود الکبیر احمد آباد کی قضا تفویض ہوئی اور یہاں بھی سالہا سال تک اس منصب پر متمکن رہے۔

طریقت میں شیخ محمد بن عبداللہ الحسینی گجراتی سے فیض حاصل کیا۔ آخر ۱۲۶۱ ربیع الاول ۱۲۷۵ھ ۸ جنوری ۱۸۶۱ء کو آسودۂ نوح ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ سلہ

خاتمہ مرآة احمدی میں لکھا ہے کہ :

قاضی سید اسماعیل اصفہانی بن سید برہان قدس سرہ۔ نہایت منقہ اور باوقار تھے۔ بندر بھروج کے قضا کی خدمت آپ کے سپرد تھی جب حضرت شاہ عالم کو نذر بار اور سلطانپور کے ارادے سے اس طرف سفر کا اتفاق پیش آیا تو قاضی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت سے تعلق ارادت قائم کیا۔ اور فقرا شاہی کے رنگ میں رنگے گئے۔ ایک روز مجلس عالی میں حاضر تھے کہ شرابِ طہور کا ذکر آیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَسَقَاهُمْ شَرَابًا طَهُورًا۔ تو قاضی نے از روئے شوق یہ سوال کیا۔ آیا شرابِ طہور کا خارج ہے وجود ہے اس کو پیا جاسکتا

ہے یا اس سے مراد محبت اور معرفت ہے اور اس کی صورتاً مستقیماً میسر آسکتی ہے یا صرف قابلیت اور استعداد کو کہا جاتا ہے۔ حضرت شاہ عالم نے تبسم فرمایا کہ جی ہاں اس کا خارج میں بھی وجود ہے اور اس کا پینا ممکن ہے۔ قاضی نے عرض کیا کہ اگر اس کا پینا عالم میں ممکن ہے تو پھر آنحضرت کو تو ضرور میسر ہوگی مجھے امید ہے کہ اسکا ایک آدھ گھونٹ مجھے بھی نصیب ہو جائے۔ تو حضرت شاہ عالم نے فرمایا بہت خوب چندرات بطریق التزام تہجد کے وقت ہمارے پاس آیا کرو شاید کچھ حصہ پاوے۔ قاضی حسب الحکم اس وقت حاضر ہونے لگے اور اس وقت کے منتظر رہے جب اس کا وقت قریب آیا اور حضرت شاہ عالم نے ایک شب اس کا ایک قطرہ قاضی کے حلق میں ٹپکا دیا قاضی کہتے ہیں کہ پہلے اس شراب کی مستی طاری ہوئی اس طرح پر کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہشت و دوزخ کے حالات مجھ پر منکشف کر دیئے۔

جب قاضی صاحب ارادت مندوں کی صف میں آگئے تو آپ نے قضا کی حالت میں عمامہ کا شملہ جو لمبا چھوڑتے تھے اس کو موقوف کر دیا تو ایک روز حضرت شاہ عالم نے قاضی سے فرمایا تم نے شملہ لٹکانا کیوں موقوف کر دیا کہ پہلے تو آپ ارسال شملہ کرتے تھے۔ لوگ سمجھیں گے کہ ارشاد و تصوف سے ارسال شملہ کا کوئی خاص بھید ہوگا۔ ایک ہفتہ کے بعد سلطان محمود حضرت شاہ عالم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ درخواست کی قاضی سید اسماعیل کو حکم ہوا کہ وہ احمد آباد کی قضا قبول فرمائیں ورنہ یہ شہر ویران ہونے کو ہے۔ حضرت شاہ عالم نے ان سے فرمایا کہ چند روز غوام کی مصلحت کی خاطر تقلید قضا عزمور کیجئے۔ قاضی نے استغفار

دے دیا اور کہنے لگے۔

لذت دیوانگان را دیدہ ام ! باد شرمم باز اگر عاقل شوم

حضرت شاہ عالم نے بہت تاکید سے فرمایا کہ تمہیں قبول کرنی ہوگی مجبوراً قاضی نے عرض کیا کہ میں قبول کرتا ہوں لیکن اس شرط سے کہ حق تعالیٰ شانہ اس ذوق و حال کو کہ جواب مجھے عنایت ہوا ہے وہ مرنے سے پہلے پھر مجھے حاصل ہو جائے اور عود کرانے حضرت شاہ عالم نے کچھ دیر تامل فرمایا پھر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ شانہ سے درخواست کی گئی کہ آپ کو اس حالت میں پھر واپس لوٹائے اور فقرار کے زمرے میں آپ کا حشر فرمائے۔

کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عالم کی جنازے کی امامت قاضی سید اسماعیل ہی نے فرمائی تھی۔ آپ کی قبر احمد آباد میں اندوپور میں واقع ہے۔ ۱۷۷

مولانا صدر جہاں حسام الدین

گجرات میں بنیانی خاندان علم و فضل میں بہت مشہور تھا۔ اس خاندان میں مولانا فیض اللہ مولانا زین العابدین، مولانا حسام الدین قاضی صدر الدین، اور مولانا منہاج الدین بن صدر الدین بڑے پایہ کے عالم اور مصنف گذرے ہیں۔ صدر جہاں قاضی صدر الدین کا اصل وطن چائپانیر تھا لیکن بود و باش احمد آباد میں تھی۔ اور مدرسہ بھی یہیں تھا۔ ۱۷۸

آپ حضرت شاہ عالم کے معاصر ہیں۔ آپ کا مزار نورنگھ میں واقع ہے۔ مولانا صدر جہاں جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور مستقیوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان سے سبق پڑھنے کے لئے روز مولانا میاں مخدوم صاحبزادہ شاہ عالم ان کے پاس جاتے اور جب حضرت شاہ عالم کے احوال ان کے

سلنے بیان کئے جاتے تو بے ادبی سے اس کا انکار کرتے تھے۔ میاں مخدوم اپنے دل میں عہد کرتے تھے کہ دوبارہ اب مولانا کے ساتھ نہیں آئیں گے۔ لیکن جب حضرت شاہ عالم کی خدمت میں جاتے تو تبسم فرماتے ہوئے پوچھتے کہ آج میاں مخدوم تم مولانا کے پاس گئے۔ سبق پڑھا وہ عرض کرتے کہ جہاں شاہ عالم فرماتے کہ مولانا کی صحبت ہرگز ترک نہ کرنا۔ بہت زیادہ مفید ہے، اور مولانا کا وجود اس زمانے بہت غنیمت ہے اس بنا پر میاں مخدوم کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ مولانا کے پاس جائیں۔ غرضیکہ یہ قضیہ بار بار پیش آتا رہتا۔ یہاں تک کہ ایک روز مولانا نے اس معاملہ میں بہت زیادہ مبالغہ کیا اور میاں مخدوم پر گریہ طاری ہو گیا اور زار و قطار رونے لگے مولانا نے رونے کا سبب پوچھا تو کہنے لگے کہ مجھے آپ کے احوال پر رونا آتا ہے کہ سید جو صحیح النسب بھی ہیں اور جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و احوال، افعال، اقوال کے متبع آپ کے زمانے میں آپ کے شہر میں موجود ہیں اور آپ ان کی خدمت سے محروم ہیں بلکہ ان کے انکار میں مبتلا ہیں۔ مولانا نے کچھ دیر تامل فرمایا اور کہنے لگے کہ اگر تمہارے پیر ہمارے ساتھ چار شرطیں منظور کر لیں تو میں انکی زیارت کے لئے آسکتا ہوں پہلی شرط یہ کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ وہ ریشمی لباس پہنتے ہیں۔ جس روز میں آؤں اس روز مسنون لباس پہنیں دوسری یہ کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کا بستر زربخت کا ہوتا ہے۔ جس روز میں آؤں تو یہ بھی نہیں ہونا چاہئے۔ میاں مخدوم کہنے لگے کہ ہمیشہ ان کا لباس اور ان کا فرش بستر مسنون ہوتا ہے اور جس لباس کے ساتھ وہ تلو میں ہوتے ہیں اسی لباس کیساتھ وہ باہر آتے ہیں اور باہر آنے کے بعد حق تعالیٰ شانہ لٹالک انکے تصرف فی ملکہ کیف یشار کے تقاضہ کے موافق وہی لباس لوگوں کے نظروں میں ریشم معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے کہا کہ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ علمی گفتگو کریں اور ایسا

مسئلہ ذکر کریں کہ جو محصلین کے درمیان بالفعل متداول نہ ہو اور علماء کے درمیان مشہور نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اوداع کے وقت ہر شخص کو کچھ نہ کچھ نقدی وہ عطار فرماتے ہیں تو وہ مجھے نہ دیں کہ معیشت کی کوئی وجہ معین اور کمائی کا کوئی ظاہری طریقہ وہ رکھتے نہیں ہے۔ بلکہ جناتوں کو تابع کیا ہوگا اور جنات لوگوں کے مال سے چرا کر لاتے ہوں گے اور وہ حرام مال ہے۔ اگر یہ چاروں شرطیں قبول کر لیں تو میں آسکتا ہوں میاں مخدوم نے عرض کیا کہ بسم اللہ سوار ہو جائے کہ الخیر لا یؤخر۔ مولانا نے فرمایا کہ پہلے تم جاؤ اور معلوم کرو کہ اگر وہ قبول کرتے ہیں۔ میاں مخدوم کہنے لگے کہ جیسے ہی آپ نے یہ شرائط اپنے دل میں سوچی ہیں حق تعالیٰ نے ان کو اس پر مطلع کر دیا ہے پیغام پہنچانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ مولانا کہنے لگا کہ اللہ! تمہارا ان کے متعلق ایسا اعتقاد ہے عرض کہ مولانا اور میاں مخدوم سوار ہو کر شہر سے رسول آباد پہنچے۔ مولانا کہتے ہیں کہ تم پہلے چلے جاؤ اور خبر کرو میاں مخدوم کہنے لگے کہ اگر میں جاؤں گا تو تمہیں یہ خیال گزرے گا کہ میں نے ان کو اطلاع کر دی ہے اس لئے پہنچ کر ان حضرات نے دربان سے کہا کہ اندر خبر کرو۔ دربان نے خبر کر دی۔ جواب آیا کہ دیوان خانہ میں بیٹھو۔ جب یہ حضرات دیوان خانے میں پہنچے تو دیکھا کہ بورسے کا فرش بچھا ہوا ہے جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے ہیں اور کھجور کے پتوں سے وہ بنا ہوا ہے مولانا میاں مخدوم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ یہ ایک شرط تو اپنے آپ ہی پوری ہوگئی۔ میاں مخدوم کہنے لگے انشاء اللہ تمام شرطیں اسی طرح پوری ہو جائیں گی۔ جب تھوڑی دیر کے بعد حضرت شاہ عالم تشریف لائے سامنے پہنچے دیکھا کہ ایک لنگی باندھے ہوئے ہیں اور کیبل کا اونی کرتا پہنے ہوئے ہیں اور اس کیبل کا ایک دستار سر پر باندھے ہوئے ہیں۔ اشارہ کر کے میاں مخدوم کو مولانا کہنے لگے کہ دو شرطیں یہ ہو گئیں حضرت شاہ عالم مولانا سے پوچھنے لگے کہ حق تعالیٰ شانہ کی رویت ملائکہ کو بھی ہوگی

یا نہیں۔ مولانا کہنے لگے کہ نہیں فرمایا قرآن پاک کی آیت ہے فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ
 فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا یہ تو خود عام ہے کس وجہ سے
 ان کو حق تعالیٰ شانہ کی رویت نہیں ہوگی؟ مولانا نے عرض کیا کہ ملائکہ لطیف ہیں حق تعالیٰ
 شانہ کی تجلیات کی تاب نہیں رکھ سکتے اور بشر اپنی کثافت کیوجہ سے تجلی کی تاب کی
 طاقت رکھتے ہیں حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ وہ حکیم مطلق جو انسانوں کی کثافت کے واسطے
 سے رویت کی قدرت دے سکتا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ دوسرے امر کے ذریعہ ملائکہ
 کو بھی اس کی قدرت دیدے مولانا نے عرض کیا کہ ہم تو نقل کی اتباع کرنے والے ہیں
 اور سلف سے منقول اس بارے میں کوئی چیز آئی نہیں۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ
 امام فخر الدین رازی نے ایک رسالہ اثبات رویت میں تحریر فرمایا ہے اور اس میں فرماتے
 ہیں کہ الرُّوْيَةُ ثَابِتَةٌ لِحَبْرَتَيْلٍ وَلِيكَاثِيلٍ وَلَا سِرَافِيلٍ وَلِعِزْرَائِيلَ وَلِحَمَلَةَ الْعَرْشِ وَلسَائِرِ
 الْمَلَائِكَةِ كَافَّةً۔ اور رسالہ منگوا کر تفسیح نقل بھی فرمائی۔ مولانا کہنے لگے کہ یہ رسالہ
 اور یہ نقل اب تک میں نے دیکھی نہیں تھی۔ حضرت شاہ عالم فرماتے لگے کہ اللہ تعالیٰ
 فرماتے ہیں وَ لَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ عَالَمٌ هُمْ دِيكُتِي هُمْ
 کہ حضرت سلیمانؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت ذوالقرنینؑ کو بسطِ رزق عطا کیا گیا تھا بناوٹ
 تو کجا وہ تو کمال اطاعت اور کمال انقیاد رکھتے تھے۔ پس بِنِي فِي الْأَرْضِ اِدْرِيسِطِ
 رزق کے درمیان تلازم کی صورت کیسے ممکن ہو سکے گی۔ مولانا نے اس کا کوئی جواب
 دیا۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ یہ جواب فلاں تفسیر میں مذکور ہے اور اس بارے میں
 میں یہ بحث میرے خیال میں آتی ہے اور وہ بیان فرمائی۔ مولانا اس بحث کا جواب نہ
 سمجھ سکے کوئی دوسرا جواب دیا اس کو بھی حضرت شاہ عالم نے کسی دوسری تفسیر
 کا حوالہ دیکر رو فرمایا یہاں تک کہ مولانا نے دس جواب نقل کئے۔ حضرت شاہ عالم
 نے دسوں دس جوابات کو تفسیر میں ان کا حوالہ ذکر کر کے اس پر بحث قائم کر کے

ان پر اعتراض کر کے ان کو رد فرما دیا بالآخر مولانا عاجز ہو گئے اور خود حضرت شاہ عالم سے رفع اشکال کے لئے عرض کیا کہ آپ اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ حضرت شاہ عالم نے فرمایا کہ کتب عزیزہ میں مقرر ہے کہ جب فعل کی اسناد کسی فاعل پر ظاہر کرتے ہیں تو ہونا یہ چاہئے کہ وہ فعل اس فاعل کا محتاج ہو جیسا کہ بنی الامیر المدینہ یہ اس وقت کہیں گے کہ بنائے مدینہ عظیم وہ امیر کی قدر و منزلت کا محتاج ہو جیسا کہ یہاں پر حق تعالیٰ شانہ نے بَسَطَتْ بَسَطًا بَسِطًا نہیں فرمایا بلکہ وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰہُ فَرَمَا یَاسِیٰ وَ ہ بَسَطَ جو حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کا محتاج ہو گا وہ یعنی کو مستلزم ہو گا اور ملازمت درست ہو گی۔

اس لئے کہ اس جیسا بسط خود اب تک وجود میں نہیں آیا کہ اگر سات ہزار عالم ستر کروڑ ستر کروڑ عالم کسی کو دے دیں پھر بھی حق تعالیٰ کی قدرت میں وہ کوئی چیز نہیں۔ مولانا نے اس جواب کی تحسین فرمائی کہنے لگے کہ یہ تو حضرت کو علم لدنی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت شاہ عالم فرماتے لگے کہ تم اپنے ایک کلمہ لدنی کے ذریعے میری اس مشقت کو کیوں ضائع کر رہے ہو یہ فرما کر مطالعہ کے وقت ہاتھ ٹیکنے کی وجہ سے جو گھٹے پڑ گئے تھے وہ دکھائے۔ مولانا رخصت ہو کر جب دہلیز پر پہنچے تو اپنا چادر کے کونے پر بوجھ محسوس کیا۔ دیکھا تو مٹھی بھر سونا ساتھ باندھا ہوا تھا۔ میاں مخدوم سے ایک طرف منہ کر کے فرماتے لگے کہ تین شرطیں تو پوری ہوئیں۔ اور چوتھی پوری نہیں تم یہ سونا کاٹ لو، میاں مخدوم نے کہا زیادہ امتحان لیجئے سوئے ادب کے چھوڑ دیجئے، بے ادبی چھوڑ دیجئے اور یہ سونا لیجئے مولانا کہنے لگے کہ یہ نہیں ہو سکتا البتہ ضروری سونا کاٹ لو میاں مخدوم کہنے لگے کہ جب تک میں جواب لے کر آتا ہوں آپ یہیں پر منتظر رہئے مولانا دہلیز پر بیٹھ گئے اور میاں مخدوم نے اندر جا کر ماجرا عرض کیا۔ حضرت شاہ عالم فرماتے لگے کہ مولانا سے کہئے کہ آپ عالم ہیں مفتی شہر ہیں اگر یہیں فتویٰ کی حاجت پڑتی ہے تو ہمیں چاہئے کہ آپ سے آپ سے استفادہ کریں آپ سے پوچھیں۔ آپ خود منصف بن کر انصاف کیجئے کہ یہ سونا



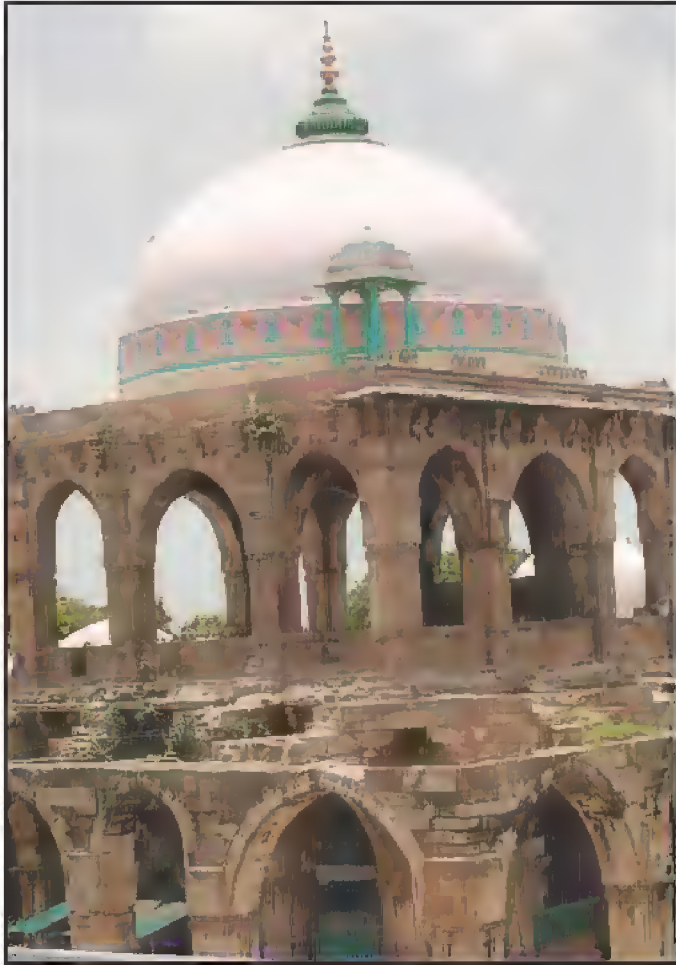
مقبرہ حضرت شیخ احمدؒ، عرف شیخ احمد کھٹو، سرفیز، احمد آباد



مقبرہ حضرت گنج احمدؒ، عرف شیخ احمد کھٹو، سرخیز، احمد آباد



مقبره حضرت شاه قطب عالم، والد محترم حضرت شاه عالم، وٹوا، احمد آباد



مزار حضرت شاہ قطب عالم، دہلوی، احمد آباد



صدر دروازہ، مقبرہ حضرت قطب عالم، ٹٹوا، احمد آباد



مقبرہ حضرت سلطان عالم، حضرت قطب عالم کے پوتے، دلو، احمد آباد



مقبرہ حضرت شمع برہانیؒ، عثمان پورہ، احمد آباد



مقبرہ حضرت قدم رسولؐ، شاہ عالم روڈ، احمد آباد



تین دروازہ، احمد آباد



پانچ کنواں دروازہ، احمدآباد



مزار حضرت موسیٰ سہاگ، دلی دروازہ، شاہی باغ، احمد آباد



مقبرہ حضرت شاہ ولی الدین علویؒ، خان پور، لال دروازہ، احمد آباد



مقبرہ حضرت شاہ عالمؒ، شاہ عالم روڈ، احمد آباد



مزار مبارک حضرت شاہ عالمؒ، شاہ عالم روڈ، احمد آباد

میں نے تمہیں دیا ہے۔ یا میرے کسی آدمی نے تمہیں دیا ہے یا آپ اپنے گھر سے اٹھا کر اس کو لائے ہو۔ ان صورتوں میں اس کا لینا میرے لئے کیسے روا اور جائز ہو سکتا ہے۔ وہ خالق تعالیٰ جو سونے کو کانوں میں معدنوں میں پیدا کرتا ہے، وہ چادر کے کونے میں بھی پیدا کر سکتا ہے لہذا اب اسکا لینا آپ کیلئے اولیٰ ہو گا یا میرے لئے آپ مجھے بہرہ کر دیں تو میں لے سکتا ہوں یہاں مخدوم نے آکر مولانا سے پیغام پہنچایا۔ مولانا اس سونے کو لے کر کہنے لگے کہ میاں تمہارے پیر جیسے طریقت میں کامل ہیں اسی طرح شریعت میں بھی کامل ہیں۔ اس روز سے پھر برابر پابندی سے مولانا خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اپنے دامن کو فیوض سے بھرنے لگے۔ سہ

زگرد کوئی خوبان مینشاندنم دامن تقویٰ

چہ دانستم کہ روزی خواہم آزا تو تیا کردن

صدر جہاں کا مدرسہ | گجرات میں بنانی ایک مشہور خاندان گذرا ہے جس کے زیادہ تر افراد اہل علم اور مصنف ہوئے ہیں اور ان کی تصانیف گجرات کے تمام مدارس میں زیر درس رہی ہیں۔ اسی خاندان کے گل سرسبز قاضی صدر الدین کے رٹ کے ملک انفضاۃ صدر جہاں حسام الدین بنانی تھے جو بڑے جید عالم اور فاضل تھے۔ ان کا ایک مدرسہ تھا جو سلطان محمود اعظم کے عہد تک قائم تھا۔ اس خاندان کے لوگوں کی کتابیں زیادہ تر فن تفسیر، نحو، ادب اور حدیث میں ہیں۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس مدرسہ میں انہی علوم کا تعلیم ہوتی تھی۔ حضرت شاہ عالم کے صاحبزادہ میاں مخدوم اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔

مولانا شیخ احمد

۸۹۰۴ھ تشریب

مولانا شیخ احمد جو میاں مخدوم کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں آپ کا شجرہ نسب یوں ہے۔ احمد بن برہان بن ابو محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن محمد خان غوری جو سلطان دہلی کے حکم سے یہ محمد خان غوری ناگورہ حکومت کی اور یہ سلطان محمد غوری سلطان معز الدین محمد کی اولاد میں سے ہیں جو سلطان شہاب الدین محمد غوری کے نام سے مشہور ہے جو سب سے پہلے بادشاہ ہیں۔ جو غزنی سے ہندوستان آئے اور اس علاقہ کو نور اسلام سے منور فرمایا۔ کہتے ہیں کہ میاں مخدوم شیخ برہان الدین کے یہاں لڑکا نہیں تھا۔ حضرت شیخ احمد کھٹو کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا مرحمت فرمائے۔ حضرت شیخ احمد کھٹو نے لڑکے کی بشارت دی اور فرمایا کہ فرزند زینہ ہوگا، لڑکا ہوگا۔ اس کو میرے نام (احمد) سے موسوم کرنا اور اس کو بزرگی کا مرتبہ بھی نصیب ہوگا۔ حضرت شیخ احمد میاں مخدوم نے ظاہری علوم مولانا صدر جہاں سے حاصل کئے۔ بارہ سال کی عمر میں حضرت شاہ عالم قدس سرہ سے بیت و ارادت کا شرف حاصل کیا بارہ سال حضرت شاہ عالم کی خدمت میں گزارے اور دو ستر بارہ سال حضرت کے ظاہری و باطنی امور کے مشغول اور حضرت کی طرف سے وزارت میں اور خانقاہی اور گھریلو کاموں کے ادا کرنے میں گزارے۔ کہتے ہیں حضرت سے ارادت قائم کرنے کے بعد ہاتھ کو کبھی زیر ناف تک نہیں لگئے حتیٰ کہ سونے کی حالت میں بھی ہاتھ کو گردن سے لپیٹ کر سوتے۔ اور رسول آباد میں سکونت پذیر ہونے کے باوجود ادب کے خاطر استنباج اور پاخانہ سے فراغت اس جگہ کبھی نہیں کرتے تھے۔ حضرت شہ عالم کے وصال

کے بعد دس سال بقید حیات رہے اور چونتیس سال عمر گزار کر ۲۲ ربیع الثانی کو آپ نے انتقال فرمایا۔ تاریخی کتب و تصویفوں نے ذخیر الاویار، کہا ہے۔ احمدآباد میں واقع تاجپور میں آپ کو آسودہ لحد کیا گیا جہاں آپ کی خانقاہ اور آپکی مسجد ہے۔ سہ

سید جلال الدین ابو محمد ماہ عالم

(۱۰۰۳ھ ۵۱۴ ذوالقعدہ)

سید جلال الدین بن سید حسن بن سید احمد عبدالغفور بن سید احمد بن سید راجو بن حضرت شاہ عالم۔ آپ کی ولادت ۹۵۹ھ میں ۶ ذی قعدہ کو احمدآباد میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ خوندگوہر بلک خضر کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی ذات عالی ایک زمانے کے گذرنے کے بعد حضرت شاہ عالم کے سلسلہ سے وابستگی کا ذریعہ اور باعث برکت رہ گئی تھی۔ جب یہ علاقہ بہت سے انقلابات سے گذرا اور اکبر بادشاہ کا زمانہ آیا تو نائب شہر خاں اعظم کی کوشش سے آستانہ عالیہ شاہیہ کی سجادگی آپ کے نام مقرر کی گئی۔ آپ حضرت شیر محمد بن احمد بن سید عرب شاہ بن حضرت سید راجو قدس سرہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ سلوک ان کی تعلیمات سے اتمام تک پہنچایا۔ اور اپنے ظاہری علوم حضرت مولانا میاں وجیہ الدین رح سے حاصل کئے تھے۔ ایک مرتبہ سید ابوتراب شیرازی نے ضیافت کی بہت سے بزرگان دین کو مدعو کیا۔ سید جلال بھی تشریف لے گئے۔ سردی کا زمانہ تھا راستے میں کسی سائل نے آپ سے تبرک مانگا تو آپ جو پیراہن اوڑھ کر سردی میں آ رہے تھے وہی اس کو بخش دیا جب ہوا زیادہ تیز ہو گئی اور سردی بڑھ گئی

تو سید جلال کے ساتھی خادم سید امین محمد سے کہا گیا کہ حضرت کے لئے دو شالہ لائیے وہ باہر آئے۔ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھا امین محمد پریشان کھڑے تھے۔ کہ حضرت کیلئے دو شالہ کا انتظام کیسے کریں کہ اتنے میں دیکھا کہ سامنے سے حضرت کے مریدوں میں سے ایک صاحب تشریف لارہے ہیں اور دو شالہ ان کے پاس ہے۔ وہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت کی خدمت میں ہدیہ کرنے کیلئے ہیں اس کو لایا ہوں۔ دیر تک میں یہاں حضرت کے لئے اس کو لے کر منتظر تھا فطری اور جبلی جو دو سخا کا جذبہ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ گھر کے خانہ داری کے کپڑے اور لباس اور ظروف و برتن تک حضرت نے تمام سخاوت کر دیئے تھے ۱۰۰۳ھ میں ۱۴ ذوالقعدہ کو نصف شب میں آپ نے انتقال فرمایا اور مقبرہ شاہیہ میں دفن کئے گئے۔

سید جعفر بدر عالم

متوفی ۱۰۸۵ھ

آپ سید جلال مقصود عالم کے فرزند شاہ عالم کی اولاد سے تھے۔ ولادت ۱۰۲۳ھ بمقام احمد آباد ہوئی، سات سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا، اپنے والد اور جد امجد سے تحصیل علم کیا۔ تفسیر و حدیث میں کمال حاصل تھا، خوش نویس بھی تھے، خط نستعلیق میں یدِ طولیٰ حاصل تھا، ایک دفعہ صرف دو روز میں مکمل قرآن مجید کی کتابت کی اس نسخے

کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک فقیر نے آپ سے قرآن مجید مانگا آپ نے دو سکر دن دینے کا وعدہ کیا، فقیر نے کہا وہ رکھا ہوا نسخہ کیوں نہیں دیتے آپ کو فوراً لیں ثنا لوالبرحمتی تنفقوا مما تحبون والی آیت یاد آئی چنانچہ وہ نسخہ فقیر کے حوالہ کر دیا۔

۱۰۵۴ھ میں شاہ جہاں سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کو صدارت کا عہدہ دینا چاہا مگر آپ نے انکار کر دیا۔

۱۰۸۵ھ میں رحلت ہوئی۔ احمد آباد میں مدفون ہیں۔

سید ابوالمجد محمد بن جعفر محبوب عالم

م . ارجمادی الاخری سال ۱۱۱۱ھ

فقیر محمد بن جعفر بن جلال بن محمد حسینی بخاری۔ جن کی کنیت ابوالمجد ہے۔ اور محبوب عالم کے لقب سے آپ مشہور ہیں۔ شیخ جلال الدین حسینی بخاری اچھی کے خاندان سے ہیں۔ آپ کی ولادت گجرات میں ۲ ربیع الاول ۱۰۴۷ھ میں ہے۔ اپنے والد محترم سے آپ نے پڑھا۔ اور دیگر علماء احمد آباد سے بھی علم حاصل کیا۔ پھر درس و تدریس کو مشغول بنایا۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ نور الدین بن محمد صالح مشہور ہیں۔ آپ نے قرآن کریم کی فارسی میں تفسیر (لوحہ ۴/۱۰۲۶) بھی لکھی۔ اسی طرح عربی میں جلالین کے پنج پر آپ نے ایک تفسیر لکھی، اسی طرح حدیث میں آپ کی مشکوٰۃ کی شرح زینۃ النکات فی شرح مشکوٰۃ (مذکرہ ص ۲۱۳) بڑی مشہور ہے۔ اسکے علاوہ آپ کی دیگر تصنیفات بھی ہیں۔

۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۱۱۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔ احمدآباد میں آپ کو
دفن کیا گیا۔ سہ

یہ سید محمد محبوب عالم بن سید جلال جعفر بدر عالم شاہی رضوی
تفسیر شاہیہ کو متوفیٰ ۱۱۱۱ھ کی تصنیف ہے۔ فارسی زبان میں ہے تمام تراہیل
بیت کی روایت سے تفسیر کی ہے۔ یاد ایام مؤلف مولانا حکیم عبدالحمید کے حصہ پر
اسی تفسیر کا ذکر ہے۔ تین جلدوں میں ہے۔ حاشیہ میں جا بجا تصحیح ہے۔ اس
کتاب خانہ میں اس کی صرف دو جلدیں ہیں۔ دہر وچ کے قاضی صاحب کے کتب خانہ
میں بھی ہے۔

سید جلال حمید عالم

۲۰ رذی الحجہ ۱۱۰۴ھ

شیخ جلال الدین بن محمد بن جعفر بن جلال بن محمد حسینی بخاری۔ آپ فقہ و تصوف
کے مشہور عالم تھے۔ آپ ابوالعجب محبوب عالم کے فرزند تھے۔ ولادت احمدآباد
میں ۱۰۶۳ھ میں ہوئی، والد گرامی سے تحصیل علم کیا۔ پھر مدت العمر درس و تدریس
میں مشغول رہے۔ والد ہی سے سلوک و تصوف میں بھی کمال حاصل کیا۔ سہ
میدان تصنیف میں بھی اپنے قدم رکھا، مرآة الروایة فی تاویل الاحلام، اور مقاصد الحاجات
فی الاذکار والاشغال، مشہور ہیں۔

آخر عمر میں ایک سخت بیماری میں مبتلا ہوئے اور ایک مدت تک ہر قسم کی غذا
ترک کر دی تھی۔ صرف انجیر اور انار پر اکتفا تھا۔ ۲۰ رذی الحجہ ۱۱۰۴ھ کو وفات ہوئی

احمدآباد میں مدفون ہیں۔ ۱۱۰۹ھ

سید جعفر مجید عالم

وفات سنہ ۱۱۰۹ھ

آپ سید جلال حمید عالم کے بیٹے تھے۔ ولادت احمدآباد میں ۱۰۸۱ھ ربیع الثانی میں ہوئی۔ نو سال کی عمر میں قرآن مجید تجوید کے ساتھ حاصل کیا۔ احمدآباد ہی میں نشوونما پائی۔ فضل و صلاح میں مشہور ہوئے۔

اپنے والد ماجد سے علوم دین اور تصوف و سلوک کی منزلیں طے کیں پھر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اور والد صاحب کے جانشین ہوئے۔ آپ صاحب کشف و کمالات اور صاحب وجود و حال تھے اکثر اوقات جو قول زبان پر جاری ہوتا اسی طرح ظہور پذیر ہوتا۔ آپ کی وفات محرم ۱۱۰۹ھ / ۶۱۲۰ میں ہوئی، آپ کے انتقال کی وقت والد محترم سید جلال الدین حمید عالم بقید حیات تھے۔ احمدآباد میں مدفون ہوئے۔ ۱۱۰۹ھ

سید محمد محمود عالم

(م سنہ ۱۱۲۹ھ)

سید محمد محمود عالم سید محمد بن سید جعفر مجید عالم، آپکا ابتدائی زندگی کو چھوڑ کر اخیر عمر میں آپ پر جذبہ الہی کا اور شغل بحق کا غلبہ ہو گیا تھا ۱۱۲۹ھ شعبان کو آپ

لے نزہۃ الخواطر عربی ۱۱۲۹ھ ص ۵۸ ۱۱۲۹ھ فائدہ ماہ احمد کا ضمیمہ تذکرہ قاریان ہند

نزہۃ الخواطر۔

نے انتقال فرمایا۔ اپنے پدر بزرگوار کے پابنتی میں آپ کو دمن کیا گیا آپ کے بعد
سید عبدالشکور بن موسیٰ آپ کے بیٹے سجادہ نشین ہوئے۔

سید محمد مراد

سادات مشہدی ہیں سے سید محمد مراد ہیں آپ حضرت سید محمد محبوب
عالم کے شاگرد تھے۔
آپ کا مزار نواتار میں ہے۔ ۷

شیخ نور الدین

(متوفی ۹ شعبان ۱۱۵۵ھ / ۸ اکتوبر ۱۷۴۲ء)

شیخ عالم صالح نور الدین بن محمد صالح آپ کا مولد و منشا احمد آباد ہے آپ کا شمار ان علماء میں ہے جنہوں نے
اپنی زندگی علم کی خدمت میں فنا کر دی اور دنیا کے عیش و آرام سے کوئی تمتع حاصل
نہیں کیا آپ کی ولادت ۱۰۶۳ھ / ۱۶۴۳ء میں ہوئی انکی والدہ ماجدہ بھی عالمہ زاہدہ تھیں اپنے
رط کے کو فارسی خود پڑھائی۔ سات دن میں گلستاں پڑھادی۔ دس سال کی عمر میں حفظ
کی تکمیل کی۔ درسی کتابیں مولانا احمد بن سلیمان اور مولانا فرید الدین سے پڑھیں۔ علوم حدیث

شیخ محمد بن جعفر حسینی بخاری سے حاصل کئے۔ نیز سلوک بھی ان کی خدمت میں رہ کر طے کیا
اور بڑا مقام حاصل کیا۔ علامہ وجیہ الدین کے بعد کجرات میں باعتبار درس و تدریس
اور کثرت تصانیف کے ان سے بڑھ کر کوئی نہیں تھا۔ علامہ مدوح کی تمام کتب درسیہ
کی مشروح و حواشی لکھے۔ آپ نے ایک سو ستر کتابیں تصنیف کیں۔

محمد اکرم الدین آپ کے شاگرد و مرید تھے۔ یہ شیخ الاسلام ابن قاضی القضاة
عبدالوہاب بھورا کے فرزند تھے۔ احمد آباد کے صوبیدار مقرر ہوئے تو ایک لاکھ چوبیس
ہزار کے خرچ سے ایک عظیم الشان مدرسہ اور خانقاہ کی عمارت تعمیر کرائی اور آپ کے
لئے خاص کر دی۔ سید محبوب عالم سے شرفِ خلافت پہنا۔

شیخ نور الدین نہایت عابد و زاہد تھے شب میں دو مرتبہ اٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور
یٹنے سے پہلے ایک ہزار مرتبہ لا اِلٰہَ اِلَّا اللهُ اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف کا
معمول تھا۔ اس کے علاوہ روزانہ قرآن مجید ختم کرنے کا بھی معمول تھا۔ ۱۲۲۲ھ میں
حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے قرآن کی تفسیر التفسیر النورانی للسیح المثانی رتب خانہ پیر محمد شاہ کے نام سے تصنیف
فرمائی۔ تفسیر بیضاوی پر حاشیہ لکھا، بخاری کی شرح لکھی جو نور القاری شرح
صحیح البخاری کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تصانیف
ہیں مثلاً الحاشیۃ القویۃ علی الحاشیۃ القدیریۃ، حاشیہ شرح موافق، حاشیہ شرح مقاصد۔ حاشیہ
شرح مطالع، حاشیہ تلویح، حاشیہ عقندیہ، حاشیہ شرح وقایہ، حاشیہ
مطلول۔ شرح ملا۔ حاشیہ قطبی۔ شرح کافیہ کا حاشیہ۔ حاشیہ برمنہسل۔

شرح تہذیب المنطق، شرح فصوص الحکم وغیرہ جنکی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو تک ہے۔
آپ کی وفات منگل ۹ شعبان ۱۱۵۵ھ ۱۸ اکتوبر ۱۷۴۲ء کو ہوئی اور اپنے مدرسہ کے قریب احمد آباد میں

مدفون ہیں۔ نوراندر مرقدہ۔ ۱۷

۱۷ تاریخ گجرات۔ نزہۃ الخواطر ص ۳۹۔ تذکرہ قاریان ہند ج ۲ ص ۲۱۔ اعیان الحجاج
تاریخ ادبیات مسلمانان ہند و پاک ص ۲۹۹۔ ۲۰ گجرات کی تمدنی تاریخ ص ۲۳۱۔

آپ کی شرح بخاری کے متعلق مولانا ابو ظفر ندوی لکھتے ہیں کہ :

؛ نور القاری فی شرح بخاری ، یہ علامہ نور الدین بن حاجی محمد صدیق احمد آبادی متوفی (۱۱۵۵ھ / ۱۷۴۲ء - ۱۲۱۷ھ) کی شرح بخاری شریف ہے ، جو نایاب ہے (جو بھروچ کے قاضی صاحب کے کتب خانہ میں تھی) ، ۲۷

خانمہ مرآة احمدی سے یہاں آپ کے مفصل حالات نقل کئے جاتے ہیں ۔ لکھا ہے کہ مولانا شیخ محمد نواز الدین بن شیخ محمد صالح ۔ آپ کی ولادت ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۴ھ میں ہوئی ۔ خدا طلبی اور علمی تشنگی کا داعیہ شروع ہی سے آپ کی جبلت میں ودیعت تھا اور السعید من سعد فی بطن امہ کے مطابق ہدایت اور بزرگی کے آثار شروع ہی سے آپ پر روشن اور درخشاں معلوم ہوتے تھے اسکالئے شیخ سعدی کی گلستاں بچپن میں معنی سمیت اپنے والد ماجد سے صرف سات روز میں پڑھی اور اکثر علوم ظاہری کی تحصیل خوند صاحب ، مولانا احمد بن سلیمان سے کی اور علم باطنی اور قرأت و حدیث سید محمد ابوالمجد محبوب عالم کی خدمت میں رہ کر حاصل کی اور سلوک کو اتمام تک پہنچایا اور ان سے ارادت قائم کی اور ان سے خلافت سلسلہ سہروردیہ اور اجازت و خلافت بقیہ جمیع سلاسل میں حاصل کی ، علوم عربیہ میں آپ یکمائے روزگار تھے آپ کے علم کا شہرہ اطراف عالم میں دور دور تک پہنچ چکا تھا دور دور سے طلباء آکر مدرسہ ہدایت بخش میں قیام کرتے جو محمد اکرم الدین نے جو شیخ الاسلام کے خطاب سے مخاطب تھے اور صوبہ احمد آباد کے صدر تھے اور حضرت کے مرید تھے انہوں نے ایک لاکھ اور کئی ہزار روپیہ صرف کر کے مدرسہ تعمیر کیا ۱۱۰۲ھ میں اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور تندرچ زمین اور تعمیرات وغیرہ کا کام ۱۱۰۹ھ میں مکمل ہوا ۔ اور مسجد کی تعمیر اتمام کو پہنچی ۔

مسجد کی تاریخ تکمیل اس کلمہ سے متباد ہوتی ہے: **هُوَ الْمَسْجِدُ الْمُبَارَكُ عَلَى النَّبِيِّ**
مَعَ أَوْلَادِهِ يَوْمَ؛ اور مدرسہ کی بقیہ عمارتوں کی تکمیل کی تاریخ اس کلمہ سے: **مَدْرَسَةُ فَيْهَا**
الْمُهَدَى لِلْعَالَمِينَ؛ ایک لاکھ جو بیس ہزار روپیہ عمارتوں میں صرف کیا۔ عرض حضرت مولانا
 نور الدین کی ذات اپنے زمانے میں مرجع خلافت تھی اور آپ اپنے زمانے کے بڑے علماء
 میں سے تھے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات ہر علم میں ملتی ہیں اور اکثر کتب آپ کے
 شروح و حواشی ہیں۔ ایک سو شتر سے زائد کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں۔ سورہ فاتحہ
 کی تفسیر تنظم میں ہے جس کے بارہ ہزار بیت ہیں۔ اس طرح پارہ السور کی تفسیر چھ ہزار بیت
 میں آپ نے فرمائی ہے یہ تصانیف آپ کے علم و فضل، وضاحت و بلاغت کی شاہد ہیں۔
 ۱۱۴۲ھ میں آپ حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وطن واپس
 لوٹے اور ریاضت و مجاہدات و عبادات میں مشغول رہے۔ باوجود درس و تدریس
 اور ادو وظائف کے روزانہ آپ ایک قرآن کریم ختم فرماتے تھے اور ہر رات میں
 دو دفعہ صلوٰۃ اللیل اور تہجد کے ادا کرنے کا معمول تھا اور جب بھی آنکھ کھلتی اور
 پہلو بدلتے ایک ہزار دفعہ لا الہ الا اللہ اور ایک ہزار دفعہ درود شریف پڑھتے
 آپ کی عمر کے پندرہویں سال سے لے کر اخیر عمر تک آپ کا اربعینہ چلہ اور اعتکاف
 کبھی فوت نہیں ہوا۔ اور شاہی وظیفہ آپ نے کبھی قبول نہیں فرمایا باوجود اسباب
 ظاہری کے کبھی بھی سونا چاندی کو آپ نے نہیں لیا۔ جب آپ کی عمر شریف
 ۹۱ برس کی ہوئی تو سبب نبہ کے دوپہر کو نوشعبان ۱۱۵۵ھ میں آپ نے وصال
 فرمایا۔ آپ کی تاریخ وفات اس قدر کہی گئیں کہ ان کو ایک رسالے میں جمع
 کیا گیا جن میں سب سے اکل تاریخ ہے، واریث ابن سنیث است۔

مدرسہ سے متصل آپ کے خانقاہ میں آپ کو دفن کیا گیا آپ کے پانچ صاحبزادے

آکر مقیم ہوئے تھے۔ رات عبادت و ریاضت میں اور دن درس و تعلیم میں مصروف کرتے تھے آپ کے مشہور شاگردوں میں شیخ محمد ظاہر احمد آبادی ہیں ۱۱۱۹ھ / ۱۷۰۷ء میں اسی جگہ ان کا انتقال ہوا۔ اور شاہ بھیکن کے روضہ میں مدفون ہوئے۔ **کاتبین من اجہا کا خودا** سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔

مولانا ابو ظفر ندوی لکھتے ہیں کہ اس مدرسہ کے سالانہ اخراجات کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔ مدرسین اور طلبہ بہت پریشان رہتے تھے ۱۱۱۲ھ میں طلبہ نے شیخ غلام محمد منصب دار شاہی کے توسط سے ایک درخواست بادشاہ کی خدمت میں ارسال کی۔ اس درخواست کی نقل میرے عزیز اور لائق دوست حکیم بہاؤ الدین صدیقی (ہردوئی) کے پاس موجود ہے۔ شیخ غلام محمد ان ہی کے جدا مجدد تھے جو عالمگیری منصب دار تھے اور شاہزادہ اعظم شاہ صوبہ دار احمد آباد (۱۱۱۳ھ) کی ملازمت میں رہتے تھے۔ یہ صاف طور پر پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس عہد پر تھے اور انکا کیا کام تھا۔ لیکن ان کے وارثوں کے پاس جو کتب اور فرامین وغیرہ حوادث زمانہ سے بچ گئے ہیں ان میں زیادہ تر ایسی درخواستیں ہیں جن کو بادشاہ تک پہنچانے کی ان سے التجا کی گئی ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ درباری پیش کار تھے۔

۱۱۱۶ھ میں احمد آباد میں انکا انتقال ہوا اور جنازہ احمد آباد سے ان کے وطن

گوپاموڈ ضلع ہردوئی میں لایا گیا۔ اور وہیں دفن کئے گئے۔ پھر ان کے بچے غلام حسن اور پوتے غلام نبی سرکاری ملازمت میں آئے۔

انہی فرامین اور خطوط میں ایک نقل مدرسہ ہدایت بخش، کے طلبہ کی بھی ہے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے اور اسکی کی مدد سے مندرجہ ذیل سطور کا اضافہ کرتا ہوں جس کے لئے میں شیخ غلام محمد کے پر پوتے محمد بہاؤ الدین گوپاموڈی کا شکر گزار

اس وقت اس مدرسہ میں سات ماہر فن اساتذہ تعلیم دیتے تھے جن کے نام یہ ہیں ملا محمد حسین ملا بلا شیخ محمد سید ہاشم سید احمد ملا عبدالنبی شیخ المرشحس اور شیخ نور الدین استاد کل کے شاگرد رشید مولانا شیخ فرید گجراتی، لیکن بد قسمتی سے درخواست دینے سے پہلے ہی انکی وفات ہو گئی۔ خود شیخ نور الدین استاد کل اس کے افسرِ اعلیٰ تھے۔ ان معلموں نے طلبہ کی درخواست پر اپنی اپنی سفارشیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سے ایک نے لکھا ہے: هَذِهِ الْمَدْرَسَةُ السَّامِيَّةُ الْبِنَاءُ مَشْهُورَةٌ بِالتَّحْصِيلِ وَالْعُلَمَاءِ وَهِيَ مُفْتَرُونَ إِلَى كَرِيمِ السُّلْطَانِ الْمَرْيُومِيِّ لِلْفَضْلِ وَوَسَّكَرَ لَهَا هَذِهِ الْمَدْرَسَةُ الرَّاسِيَّةُ الْأَسَاسِي مَعْبُورَةٌ بِتَكْمِيلِ النَّاسِ وَأَهْلَهَا مُحْتَاجُونَ إِلَى تَفْضُلِ الْخَلِيفَةِ الْخَارِجِ أَوْصَافُهُ عَنِ الْقِيَامِ، أَيْ صَاحِبِ هَذِهِ الْمَدْرَسَةِ الرَّفِيعَةُ الشَّانِ مَعْبُورَةٌ مِنَ الطَّلَبَةِ وَأَهْلِ الْفِرْقَانِ وَهِيَ مُحْتَاجُونَ إِلَى تَفْضُلِ خَلِيفَةِ الرَّحْمَانِ، أَيْ بَدْرِ تَحْرِيرِ كِيَا بِي هَذِهِ الْمَدْرَسَةِ الْعَلِيَّةِ مُوْطِنٌ لِأَهْلِ الْعُلُومِ الدِّيْنِيَّةِ وَالْمَعَارِفِ الْبَقِيَّةِ وَهِيَ فِرْقَةٌ ضَعِيفَةٌ الْأَحْوَالِ، شَاغِلُونَ عَنِ الْمَعَاشِ لِشُغْلِهِمْ بِأُمُورِ الْمَعَادِ حَوْبِينَ إِلَى تَفْضِيلِ خَلِيفَةِ الْمَشْرِيقِ، مَلَا عَبْدِ النَّبِيِّ صَاحِبِ تَحْرِيرِ فَرَاتِ هِيَ هَذِهِ الْمَدْرَسَةُ الرَّفِيعَةُ الْقَدْرِ مَسْكُونَةٌ لِلْمَسَاكِينِ الْفُضْلَاءِ وَطُلَّابِ الْعِلْمِ الْمُفْتَرُونَ إِلَى إِعَانَةِ الْخَلِيفَةِ السَّاعِي فِي إِعْلَاءِ كَلِمَةِ الشَّرِيعَةِ، شَيْخُ أَحْمَدُ لَكَّهْتِ هِيَ هَذِهِ الْمَدْرَسَةُ مَبْنِيَّةٌ مَشْهُورَةٌ لِطَلَبَةِ حَقِيقَةِ وَهِيَ مُحْتَاجُونَ إِلَى التَّفْضُلِ مِنْ بَابِ الْخَلِيفَةِ الَّذِي لَا يَعْني الْبَيَانُ بِأَوْصَافِ الْجَلِيلَةِ، ان میں سے ہر شخص نے اپنے آپ کو علامہ نور الدین کا شاگرد اور مرید بتایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے اور استاد نے ان سب کو اسی مدرسہ میں معلم

رکھ لیا۔ اور یقیناً یہ اپنے تمام معاصرین میں درس و تدریس کے لحاظ سے ممتاز رہے ہونگے۔
کتب خانہ مدرسہ ہدایت بخش مولانا شیخ نور الدین احمد آباد میں یگانہ روزگار عالم
 تھے۔ متقی، صوفی، عالم اور فلسفہ و منطق و ریاضی
 کے بڑے ماہر تھے۔

شیخ الاسلام نے اہدایت بخش کے نام سے ان کے لئے جو مدرسہ قائم کیا تھا
 اس کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا جس میں ہر فن کی کتابیں موجود تھیں۔ خواص
 کے ساتھ عوام بھی اس کتب خانہ سے فیض یاب ہوتے تھے۔ مرہہ گرد لیں مدرسہ
 و کتب خانہ دونوں برباد ہو گئے۔ اس کتب خانہ کی کچھ کتابیں، کتب خانہ درگاہ
 حضرت پیر محمد شاہ میں منتقل کر دی گئی تھیں۔ اور کچھ قاضی نور الدین (قاضی بھروچ)
 کے کتب خانہ میں۔ ۱۷

نور العرفان مولفہ شیخ محمد عرفان متوفی ۱۱۴۷ھ کی تصنیف ہے جس میں مدرسہ
 ہدایت بخش کے اوصاف درج ہیں۔

نور معرفت : مصنفہ شاہ محمولی، یہ بھی مدرسہ ہدایت بخش کے اوصاف میں ہے ۱۸

مدرسہ ہدایت بخش کا مطب

مدرسہ ہدایت بخش کے لئے ایک سرکاری طبیب مقرر تھا جو طلبہ کی طبی نگرانی کرتا
 تھا۔ اور مفت علاج کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا۔ ۱۹

بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ مخدوم نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے پانچویں صاحبزادے بہاؤ الدین

۱۷ گجرات کی تمدنی تہذیب ۲۱ تا ۲۱ ۱۷ گجرات کی تمدنی تاریخ ص ۲۲۵ ۱۸ ایضاً ص ۲۲۴ ۱۹ ایضاً ص ۲۰۰

ہیں جو ضعیف سستی میں انتقال کر گئے۔

حضرت شیخ نور الدین کی تین صاحبزادیوں کے نام حمیدہ، سعیدہ، اور عقیقہ ہیں جو بہت نیک اور صالحہ تھیں۔ سلہ

شیخ محمد صالح عرف پیر بابا

آپ مجدد عالم شیخ نور الدین کے صاحبزادے تھے اسم ہاسمی تھے صاحب علم و تقویٰ، جو دو سنا تھے۔ آپ اپنے والد ماجد کے جانشین ان کے شاگرد اور ان کے مرید تھے ابتداء سے بیکرا تہا تک تمام علوم آپ نے اپنے والد محترم سے حاصل کئے سات سال کی عمر میں قرآن مجید کے ساتھ حفظ کر لیا تھا اور خوب یاد تھا اس طرح کہ محمد اعظم شاہ جب اس علاقہ کی صوبہ داری پر متعین ہو گئے تو آپ کا شہرہ سنکر آپ کو اپنے پاس بلوایا آپ نے بہت اچھی طرح، سورۃ رحمن، سنائی۔ سنکر بہت خوش ہوئے اور آپ کو نقدی اور تاجپور کا علاقہ (جو پرگنہ پیر مکالو میں ہے) جاگیر کے طور پر مرحمت فرمایا۔ اور ان کو اپنے ہاتھ سے فرمان عطا کیا۔

اسی طرح دو مرتبہ سلاطین مغلیہ کے طلب پر وہاں آپ سنیچے ایک محمد فرخ سیر کے عہد میں۔ دو سر شاہ بادشاہ کے زمانے میں۔ ہر مرتبہ آپ کا اعزاز و اکرام کیا گیا اس علاقہ کے امراء و فضلا بھی آپ کی قابلیت اور استعداد کے معترف ہوئے۔ غرض آپ صلاح و تقویٰ علم و علم کے پیکر تھے اور ابولدر لابیہ کا معدا تھا تھے۔ ۱۶ جمادی الثانی، ۱۱ھ آپ نے شاہ جہاں آباد میں انتقال کیا اور وہاں سے آپ کا صندوق لاکر آپ کے جدی قبرستان میں جہاں مولانا محمود پیش امام مدخون ہے وہاں آپ کو دفن کیا گیا آپ کے انتقال سے پیشتر ہی خواب

میں کسی نے دیکھا تھا کہ مراد بخش خطاب ملا ہے اور اسی کلمہ سے آپ کی تاریخ وصال مستفاد ہوتی ہے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ سہ

قاضی محمد کن الحق خاں بن مولانا نور الدین

مرآت احمدی کے خاتمہ میں جن بزرگوں کا حال مذکور ہے وہ مولانا نور الدین رح کے صاحبزادے صاحب ترجمہ محمد کن الحق خاں قاضی نے صاحب مرآة احمدی کو فراہم کئے مگر افسوس کہ خود آپ کے حالات نہ مل سکے۔ ۲

شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے صاحبزادے شیخ فخر الدین ہیں جن کا عرف شیخ بزرگ تھا۔ آپ اگرچہ ماورزاد گونگے اور پھرے تھے مگر عقل و فراست میں مرتبہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ خط نستعلیق بہت خوبصورت لکھتے تھے بارہا آپ نے کلام اللہ تحریر فرمایا۔ آپ کو پارہ عسادیاد تھا۔ اور اس حفظ لکھتے تھے ۳

قاضی شمس الدین شیبانی رح

۶۱۳۳۹/ھ - ۶۱۴۰۶/ھ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ !
آپ بہت بڑے عقلمند تھے۔ سلطان محمد تغلق کے زمانے میں دہلی سے نارنول

تشریف لے گئے تھے۔ ابتدائی زمانہ میں شادی سے پہلے حج کے ارادے سے نکلے۔ راستہ میں جب گجرات پہنچے تو ایک مسجد میں دیکھا کہ ایک معتزلی منبر پر اپنے مذہب معتزلہ کے پیش نظر بندوں کے خالق افعال ہونے پر تقریر کر رہا ہے۔ اس نے اپنی تقریر کے دوران لوگوں سے کہا کہ دیکھو یہ میرا ہاتھ ہے، اگر میں اسے کھولنا چاہتا ہوں تو یہ کھلتا ہے اور اگر مٹھی بند کرنا چاہتا ہوں تو بند ہو جاتی ہے۔ قاضی شمس الدین صاحب کھڑے ہوئے اور آپ نے اس معتزلی سے فرمایا کہ اگر آپ اپنے تمام افعال کے خالق ہیں اور اپنے وجود کے متعلق سب کچھ کر سکتے ہیں تو پھر اپنے ہاتھ کو پیٹھ پر لے جا کر کیوں نہیں ملا سکتے؟ قاضی شمس الدین کا یہ اعتراض حاکم گجرات کو بہت پسند آیا۔ اور اس پسندیدگی کا اظہار اس طرح کیا کہ دارالرحب سے جو بونڈیاں آئی تھیں ان میں سے ایک بونڈی شیخ کی خدمت میں پیش کی جس کے بطن سے آپ کو اولاد ہوئی۔ اندر بے لغت نے آپ کی اولاد میں اس طرح برکت عطا فرمائی کہ سب کو علم سے نوازا۔ آپ کی اولاد میں سے ایک بزرگ جن کا لقب تاج الافاضل تھا۔ ان کے پانچ لڑکے تھے جو سب کے سب عالم، متقی اور بڑے عقلمند تھے۔ آپ یعنی تاج الافاضل رحمہ کے ایک صاحبزادے قاضی مجدد بھی تھے جو شیخ احمد مجدد کے والد تھے۔ ان سے بھی سات لڑکے ہوئے جو سب کے سب عالم باعمل تھے۔ سہ آپ مجدد الدین فیروز آبادی کے ہم عصر ہیں۔

شیخ علم الدین

(م ۸۰۹ھ - ۸۰۶ھ ۱۶۱۴ء)

شیخ فاضل علامہ علم الدین بن سراج الدین بن کمال الدین عمری دہلوی۔ اکابر مشائخ چشتیہ میں سے ایک تھے مولد و منشاہ گجرات میں۔ اپنے والد اور دوسرے

علماء سے پڑھ کر فائق الاقران ہوئے۔ اور اپنے والد کی رحلت کے بعد منصب مشیخت پر متمکن ہوئے۔ شیخ بدرالدین محمد بن احمد مالکی دامیننی شارح منشی اللیب کے زاویہ میں مقیم ہوئے۔ ان کے پاس برسوں رہے۔ ممدوح آپ کے بھتر علمی کے بڑے مداح تھے بلکہ شیخ علم الدین معاصر صاحب قاموس ہیں۔

شیخ محمد بن ابوبکر دامیننی

(وفات ۸۲۷ھ - ۲۲ م ۱۶۱۱)

علامہ بدرالدین محمد بن ابوبکر بن عمر بن ابوبکر بن محمد سکندری ہندی مالکی مشہور بہ ابن دامیننی ۱۱۳۶ھ میں بمقام اسکندریہ آپ کی ولادت ہوئی اسکندریہ ہی میں فضلائے وقت کی درسی علوم حاصل کئے۔ بہار ابن دامیننی سے علم حدیث کی تحصیل کی۔ آپ نے دیگر اساتذہ سے بھی پڑھا جن میں شیخ عبدالوہاب الفردی، قاہرہ میں شیخ سراج ابن الملقن اور مکہ مکرمہ میں قاضی ابوالفضل شہرہ شہرہ سرفہرست ہیں۔

فراغت کے بعد اسکندریہ ہی میں درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور مختلف مدارس میں فقہ و ادب کا درس دیتے رہے۔

ایک عرصہ بعد آپ اسکندریہ سے قاہرہ تشریف لائے اور جامع ازہر میں علم نحو پڑھانے کا تقرر ہوا۔ ایک مدت بعد پھر اسکندریہ لوٹ آئے شہر میں حج بیت المقد کیا۔ حج سے فراغت کے بعد جب وطن لوٹے ہیں تو جامع مسجد اسکندریہ کے خطیب مقرر ہوئے۔ ۸۱۹ھ میں پھر حج کے لئے تشریف لے گئے۔

۸۲ھ میں یمن تشریف لائے۔ یہاں تقریباً ایک سال تک جامع زبید میں
مدرسہ آراستہ فرمائی پھر ۸۲۰ھ ہی میں ہند کا سفر کیا۔ ۲ اور شعبان کے آخر میں سلطان احمد بن محمد بن مظفر کے
عہد میں گجرات تشریف لائے مولانا عبدالحی نے یاد ایام میں آپکی ہندوستان آمد کی تاریخ ۸۰۰ھ لکھی ہے چنانچہ لکھتے ہیں

علوم ادیبہ کے امام علامہ بدر الدین محمد بن ابی ابوبکر الدماہنی کا نام آپ نے سنا
ہو گا وہ ۸۵۵ھ میں گجرات تشریف لائے اور برسوں احمد آباد میں درس و
تدریس فرماتے رہے۔ تسہیل ابن مالک کا نسخہ احمد آباد ہی میں ان کو ملا تھا
جس کی ایک مبسوط شرح لکھ کر احمد شاہ گجراتی کے نام پر معنون کی۔ علاوہ اس
کے شرح معنی البلیب، شرح صحیح بخاری اور عین الحيوة، خلاصہ حیوة الحيوان
یہ تینوں کتابیں اسی بادشاہ کے نام پر معنون کی گئیں۔ ۱۰

بہر حال جب آپ گجرات تشریف لائے تو سلطان احمد بن محمد مظفر گجراتی کا دور تھا۔
بادشاہ کے یہاں آپ کو بہت عروج حاصل ہوا اور لوگوں نے آپ سے خوب استفادہ کیا
تصانیف ۱۰۔ آپ ایک مدرس اور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مصنف
بھی تھے چنانچہ آپ نے اس میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ چند تصانیف کا
یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) شرح تسہیل لابن مالکی الطالی جو تاریخ الفوائد کے نام سے موسوم ہے۔ تاریخ
الفوائد میں لکھا ہے کہ جب میں گجرات پہنچا تو یہاں مجھے یہ کتاب (تسہیل ابن مالک)
دستیاب ہوئی۔ میرے ساتھی طلبہ نے اس کی شرح کی درخواست کی چنانچہ میں نے
اس کی شرح لکھی۔ اس شرح کے مقدمہ میں احمد شاہ گجراتی کا ذکر خیر بھی ہے۔

(۲) مصابیح الجوامع شرح صحیح بخاری جس کی ابتداء اس طرح فرمائی۔ الحمد للہ
الذی فی خدمۃ السنۃ النبویہ اعظم سیادة الخ اس شرح میں کچھ ابواب
اور غریب الفاظ و اعراب کی بحث بھی ہے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے یہ شرح

احمد شاہ گجراتی کے لئے لکھی ہے۔

(۳) عین الجیوتہ - علامہ دمیری کی کتاب الحيوان کا اختصار ہے۔ اس کی ابتداء ۳۱

طرح ہوئی۔ الحمد للہ الذی اوجد بفضلہ حیوتہ الحيوان۔ اس کتاب

کو لکھ کر سلطان احمد شاہ گجراتی کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔ اس کتاب کی

تکمیل شعبان ۱۰۲۳ھ میں ہوئی۔ بلکہ

(۴) کتاب المنہل الصافی ہے۔ جو محمد بن عثمان البلیغی کی کتاب الوافی کی شرح

ہے۔ ابن الدما مینی نے یہ کتاب احمد شاہ اول بہمنی والی دکن (۶۱۲۷۱/۶۱۲۷۲) ۸۲۵ھ

۸۳۸ھ کی طرف منسوب کر کے ان کو پیش کی تھی اس نسبت پر ظفر الوالیہ میں لکھا ہے

کہ نام دونوں کا احمد تھا۔ صرف بہمنی کا اضافہ کوئی دشوار نہ تھا۔ ابن الدما مینی نے یہ

شرح بھی ہندوستان وارد ہونے کے بعد لکھی المنہل الصافی کے سلسلہ میں یہ بات

قابل ذکر ہے کہ اسے انہوں نے صرف تین ماہ کے قلیل عرصے میں تصنیف کیا۔ اور احمد

شاہ کی خدمت میں پیش کی۔ کتاب کے مقدمے میں البلیغی کے تعارف اور علم النحو

کی اہمیت سے بحث کی ہے۔ اور پھر الوافی فی النحو کے حسن ترتیب اور افادیت

کا تذکرہ کیا ہے۔ دما مینی (ماہم بسبی) قیام کے دوران المنہل کو تصنیف کیا۔

(۵) کتاب تحفۃ الغریب ہے۔ جو ابن ہشام کی معرکہ الاراد کتاب معنی اللیب

کی شرح ہے۔ حاجی خلیفہ نے کتاب معنی اللیب کی پچاس سے زائد شروح کا ذکر

کیا ہے جن میں سے ایک شرح ابن دما مینی کی بھی ہے جس کا نام تحفۃ الغریب

بشرح معنی اللیب ہے۔

علم نحو میں دامیننی کی یہ تیسری تصنیف ہے یہ شرح ۵۲۸ھ / ۱۴۲۱ء میں لکھی گئی تھی اس وقت آپ نہروالہ میں مقیم تھے۔ یہ تینوں کتابیں آپ نے ہند میں اور ہند کی سرپرستی میں لکھی تھیں۔ بہت ہی قیمتی تصانیف ہیں۔ بغیۃ العادۃ میں سیوطی نے ان کتابوں کے مصنف کی بہت تعریف کی ہے۔ لہ

ان کے علاوہ ابن الدامیننی کی تصنیفات میں سے الفتح الربانی، شرح القصیدۃ الخرزجیہ، مقاطع الشرب، شمس المغرب فی المرقص والمطرب، جواہر البحور فی العروص، اظہار التعلیل، المعلق فی النحو، نزول النیث الذی النجم فی شرح لامیہ العجم للصفدی، اور مجموعہ اشعار الفواکہ البدریہ قابل ذکر ہیں۔ ابن العماد، سیوطی، اور سخاوی وغیرہ نے ابن الدامیننی کی بڑی تعریف کی ہے۔ سخاوی نے ایک جگہ قصائد و قطعات میں تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ فنون ادب پر کلام کرنے والوں میں سے ایک تھے۔ ادباً ان کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے اور قصائد و قطعات میں تعریف و مدح کی ہے آپ بڑے خوشخط تھے اور دستاویز نویسی میں بڑی سنجگی حاصل تھی۔

آپ کی وفات ۸۲۷ھ / ۱۴۲۳ء میں ہوئی۔ اور گبرگہ میں دفن ہوئے۔ بقول ابن ہند آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ لہ بعضوں نے لکھا کہ انکو زہر میں زہر دیا گیا تھا۔ ابن دامننی لغت و نحو اور فقہ و حدیث کے امام ہونے کے علاوہ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ اور ان کے اشعار مختلف کتب تراجم میں بکھرے پڑے ہیں۔ چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

قلت له والدی مولیٰ ! ونحن بالانسی فی التلاقی
 قد عطس الصبح یاجیبی فلا تشمتنہ بالفراق
 یا عدوی فی مغمی مطرب حرت الا وتار لہا سفرا
 کم یہز العطف منہ طربا عند ما یسبع منہ وشرابا
 لا ما عذاریک ہما اوقعا قلب المحب الضرب فی الحین
 فجدلہ بالوصل واسبح بہ ففیئذ قد ہام بلا ملین
 اللہ اکبر یا محراب طرقت کم ذاتصلی بنا را الحب من صاوی
 وکم اقیبت باحشائی حرق ہوی فہنک قلبی مفتون بحراب لہ
 ایک رہا بھی ہیں وہ زمانے کا یوں شکوہ کرتے ہیں ۔

زمانی زمانہ بیاساء فی ! فجاءت نحوسی وغابت سبعود
 واصبحت بین الوری بالمشیب غلیظاً فلیت الشباب یعود

(۱) میرے زمانے نے مجھے ایسے تیر بارے ہیں جو مجھے بہت ناگوار گزرنے ہیں، اور جن کے باعث نحوستیں آگئیں، اور خوش بختیاں غائب ہو گئی ہیں۔
 (۲) اب میں دنیا والوں میں بڑھاپے میں تشنہ لب پھرتا ہوں کاش جوانی لوٹ آتی۔ کتنے دما مینی کی کتب ذیل میں سے بعض دستیاب ہیں۔

(۱) تحفة الغریب فی شرح مغنی اللیب۔

مخطوطات، برسن ۸ - ۶۷۲۷ - لوتھ، ۹۷۷ - بیڈ، ۲۱۷ - اسکر ۲۰۳
 قاپرہ، ۴/۷۵ - سنی ۹۸ - ۱۰۸۸ - حمیدیہ، ۱۸۱۶ - نور عثمانیہ، ۴۶۰۶ -
 میونخ ۷۳۹ - ندوہ ۶۷۲ - آصفیہ، ۱۶۴۴/۲ - علی گڑھ^{۱۲} - بانگی پور، ۲۱۲۔

سہ ابدال الطالع ج ۲ ص ۱۵۱۔ علی الفور الامع ص ۱۷۵۔ زہد الخواطر ص ۱۲۷

اشکاف النبلاء ص ۵۳ تاریخ ادبیات ص ۱۷۱/۱۷۲۔

(۲) تعلیق الزائد علی تسبیل الفوائد و تکمیل المقاصد ۔

(۳) المنہل الصافی فی شرح الوافی ۔ لوحہ ۲۷۹ ۔ رام پور، ۵۵۶ بانگی پور

- ۱۲۲۸

ظفر الوالی میں آپ کا تذکرہ یوں ہے ۔

سلطان احمد کی وفات کے بعد بدر دما مینی سلطان دکن احمد شاہ بہمنی کے پاس سفر کر گئے اور اپنی تالیف شرح المنہل کی انکی طرف نسبت کی چونکہ سلطان کا اور شیخ کا بھی نام احمد ہے ۔ اس لئے سلطان کو صرف لفظ بہمنی بڑھانے کی تکلیف کرنی تھی ۔ مگر اس قدر زیادتی سے وہ مستثنی تھے ۔ سخاوی کی الصنور اللامع میں ان کے مولد، نسب اور وفات کے متعلق تفصیل موجود ہے اور نسب یوں ہے ۔ احمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر بن محمد بن سلیمان بن جعفر ابن یحییٰ بن حسین بن محمد بن احمد بن ابی بکر بن یوسف بن علی بن صالح ابن ابراہیم البدر القرشی المخزومی السکندری المالکی ۔ لیکن سخاوی نے الصنور اللامع میں آپ کا نسب محامدہ میں ذکر کیا ۔ آپ کا مولد ۷۹۰ھ ہے سکندریہ میں آپ پیدا ہوئے وہاں نشوونما پائی ۔

آپ کے ترجمے میں لکھا ہے کہ آپ بڑے اچھے آدمی تھے تمام لوگوں سے ۔ الگ تھلگ رہنے والے تھے ۔ اپنے علاقے میں بڑی وجاہت والے عالم فاضل تھے ۔ بڑے حساس تھے ۔ ادب سے خاص لگاؤ تھا ۔ ۸۶۰ھ کے قریب گبرگہ میں آپ نے وفات پائی ۔

سخاوی کے علاوہ دوسروں نے یہ بھی کہا ہے *وَمَاتَ فِيهَا مَسْمُومًا*، کہ گبرگہ میں آپ کو زہر دیا گیا جس سے آپ کی وفات ہوئی ۔ لے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے آپ کے حالات بستان الحمدین میں تحریر کیا ہے کہ
 یہ کتاب ابو عبدالعزیز محمد
 بن ابی بکر بن عمر بن ابی
 بکر قرشی مخزومی اسکندری

تعلیق لمصانح ابواب الجامع لاصحیح بدرالدین دمکامینی

کی تصنیف ہے۔ ان کا لقب بدرالدین ہے۔ اور دامینی (یا ابن الدماینی) کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ اس حدیث کی شرح میں (جس میں حضرت صفیہؓ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں مقف تھے اور وہ آپ کی زیارت کے لئے مسجد میں تشریف لائی تھیں۔ جب مکان کو واپس جانے لگیں تو چونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہنچانے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لائے۔ راستہ میں ایک انصاری لے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہؓ کے ہمراہ دیکھ کر ایک طرف ایک گوشہ میں ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: تَعَالَىٰ حَيْ صَفِيَّةُ، (یعنی کچھ کھٹکامت کرو چلے آؤ یہ تو صفیہؓ ہیں) یہ کہتے ہیں کہ تعالٰی کا لام ہمیشہ مفتوح پڑھا جاتا ہے خواہ مفرد سے خطاب کیا جائے یا غیر مفرد سے، خواہ مذکر سے یا مؤنث سے۔ ابی فراس بن حمدان کے بہت سے عمدہ اشعار میں مؤنث کو خطاب کرنے کے وقت لام کا کسرہ بھی واقع ہوا ہے۔ ان اشعار کی لطافت کے باعث میں چاہتا ہوں کہ ان کو نقل کروں۔ جب اس نے اپنے قریب ایک کبوتری کو نوحہ زن دیکھا تو یہ ابیات نظم کئے۔

ابی فراس بن حمدان کے چند اشعار

اقول وقد نامت بقربی حيامةً ایجازاً هل تشعربین بحالی

جب میرے قریب ایک کہو تری نوہ زن ہوئی تو میں اسے کہتا ہوں اے میری پروین
کیا تجھ کو میرے حال کی کچھ خبر ہے۔

مَعَاذَ النَّوَى مَا ذُقْتُ طَارِقَةَ النَّوَى وَلَا خَطَرَتْ مِنْكَ الرَّهْمُومُ بِبَايِ
غمِ فرقت سے پناہ! خدا کرے تو کبھی کٹھکھا دینے والی جدائی کا مزہ نہ چکھے۔ اور
نہ کبھی غمِ تیرے دل میں واقع ہو۔

أَيَا جَارَةَ مَا أَنْصَفَ الدَّهْرُ بَيْنَنَا تَعَالَى أَقَابُكَ الرَّهْمُومُ تَعَالَى
اے پروین میرے تیرے درمیان زمانہ نے انصاف نہیں برتا۔ چلی آتا کہ ہم غم کو باہم
تقسیم کر لیں چلی آ۔

تَعَالَى تَرْخَا رُوحًا لَدَى ضَعِيفَةٍ تَرَوْدُنِي جِسْمًا بِعَذَابِ بَايِ
آجاتا کہ تو میرے پاس ایک ایسی کمزور روح کو دیکھے۔ ایسے جسم میں جو بوسیدہ
ہو گیا ہے اور عذاب دیا جاتا ہے۔

أَيُّ صَحَابِكَ مَا سَوَّرَ وَنَبِيَّ طَلِيفَةٍ وَلَيْسَتْ مَحْزُونٌ وَوَيْدَابِ مَالِي
کیا قیدی ہستا ہے اور آزا اوروتا ہے۔ کیا غمزوہ خاموش رہتا ہے غمگین اور
بے غم نوہ کر ہوتا ہے۔

لَقَدْ كُنْتُ أُولَىٰ بِمَنْكَ بِالذَّمِّ مَعِ مَقَلَةٍ وَلَكِنْ دَمَعِي فِي الْحَوَادِثِ عَالِي
بیشک میری آنکھ آنسو کیلئے تجھ سے زیادہ مستحق تھی۔ لیکن میرے آنسو حوادث
میں بہنے سے بالاتر ہیں۔

بدرالدین چرخ کی ولادت ۷۳۳ھ میں ہوئی۔ ابتدائی ہی سے تحصیل علم میں مشغول
رہے۔ اور اسی میں نشوونما پائی۔ سرعت ادراک اور قوت حافظہ میں اپنے ہم عصروں
میں یکتا تھے خصوصاً علوم ادبیہ، نحو اور نظم و نثر میں تو سب پر صاف برتری

حاصل تھی، فقہیات، علم شریعت اور سجلات میں بھی اصحاب فن کے ساتھ مشارکت
 قائم رکھتے تھے۔ جامع ازہر میں ایک عرصہ تک علم نحو کے درس میں مشغول رہے
 پھر اسکندریہ بوٹ آئے۔ تحصیل مال کی طرف راغب ہوئے تو ایک بڑا کارخانہ
 کھولا اس میں بہت سے جولاہوں کو اجرت پر رکھ کر کام میں لگایا۔ تقدیر الہی سے
 عمارت کارخانہ میں آگ لگ گئی۔ اور سوت و روئی نیز اس صنعت کا بہت سا
 سامان نذر آتش ہو گیا۔ بہت سا قرضہ ان کے ذمہ باقی رہ گیا۔ جب قرضداروں
 نے تنگ کرنا شروع کیا تو مجبوراً اسکندریہ سے صعید (بالائی مصر) کی طرف چل دیئے
 قرضداروں نے بھی انکا تعاقب کیا۔ آخر کار قاہرہ میں گرفتار ہو کر آئے۔ تھی الدین
 بن حجتہ اور ناصر الدین البارزی (کاتب السرا) انکی پرورش و حمایت کے لئے کمر بستہ
 ہوئے اور ان کا حال ایک حد تک اصلاح پذیر ہو گیا۔ پھر وہاں سے یمن کی طرف
 رحلت کی اور وہاں سے بلاد ہند پہنچے۔ اور شہر احمد آباد و کجرات میں جو اس
 وقت حسن آباد کے نام سے مشہور تھا آئے۔ یہاں انہیں اقبال نصیب ہوا۔
 اور انہوں نے سلطان وقت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اب ان کی زندگی نہایت
 خوشحالی سے گزرنے لگی یہاں تک کہ ماہ شعبان ۸۲۸ھ میں انتقال ہو گیا۔
 چونکہ ان کی موت ناگہانی واقع ہوئی تھی اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ کسی نے
 ان کو زہر دیدیا ہے۔ واللہ اعلم (آپ شہر گنبرگ، دکن میں مدفون ہیں)

علم حدیث میں ان کی صرف یہی شرح ہے مگر علم ادب میں ان کی بہت سی تصانیف
 ہیں جن میں سے شرح تسہیل اور شرح خزرجیہ ہے، عروض میں ان کی تالیف
 جواہر البحر ہے۔ الفواکہ البدریہ بھی ان ہی کی منظومات میں سے ہے۔

؛ مقالع الشرب اور نزول الغیث فی الارض علی الغیب الذی التسم فی شرح لامیہ
 العجم والغیث الذی التسم، بھی ان کی تالیف کردہ ہے۔ یہ (شرح لامیۃ العجم)

علامہ صفدی کی تالیف ہے۔ جو صلاح الدین کے لقب سے ملقب اور علم ادب میں ایک نامور مشہور ہیں۔ جو آہرا بجز کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔ اور تحفۃ الغریب فی شرح معنی اللیب بھی ان (بدر الدین) کی ہی تالیف ہے۔ ان کی منظومات میں سے یہ چند اشعار سپرد قلم ہیں۔

علامہ بدر الدین دہلوی کے چند اشعار

أَيُّ عُلَمَاءِ الْهِنْدِ إِنِّي سَأَلْتُ	فَمَنُوا بِحَقِيقٍ بِرِظْهَرِ السِّرِّ
اے علامہ ہند میں ایک سوال پیش کرتا ہوں	پس راز کو حل کرنے والی تحقیق واقف فرما کر مجھ کو منوں
أَرَى فَاعِلًا لِلْفِعْلِ أَعْرَبَ لَفْظُهُ	بَصْرًا وَلَا حَرْفًا بِرِيمِكِنِ الْجَرِّ
ایک فعل کا فاعل ہے جسے حرکات اعراب دیا گیا ہے	حالانکہ کوئی حرف ایسا نہیں ہے جس سے بحر دیا جا سکے
وَلَيْسَ بِمُحْكِيٍّ وَلَا بِمُجَابِرٍ	لِذِي الْخَفْضِ وَالْإِنْسَانِ بِالْبَحْثِ يُصْطَرِّ
اور نہ وہ محکی ہے اور نہ کسی مجرور کے متصل ہے	اور انسان تفتیش و تحقیق کرنے پر مجبور ہے
فَهَلْ مِنْ جَوَابٍ عِنْدَكُمْ أَسْتَفِيدُ	فَمِنْ بَحْرِكُمْ مَا زَالَ لَيْسَتْ خُورَجِ الدَّرِّ
تو کیا تمہارے پاس کوئی جواب ہے جس میں استفادہ کر سکو	کیونکہ تمہارا سمندر ہمیشہ موتا ہی نکلتے ہیں۔

مترجم کہتا ہے کہ اس سے مراد لفظ صبر ہے جو ذیل کے شعر میں ہاج کا فاعل واقع ہوا ہے۔ یہ شعر طرفہ بن العبد کا ہے۔

بِحِفَاوِ تَعْتَرِي نَادِيَنَا	وَسَدِيفِ حَيْنِ هَا جِ الصَّنْبَرِ
یہ اشعار بھی ان ہی کے ہیں۔	

۱۔ بعض نے یہ شعر اس طرح لکھا ہے۔

صَرِيحًا وَلَا حَرْفًا يَكُونُ بِهِ جَرُّ

فَمَا فاعِلٌ قَدْ جَرَّ بِالْخَفْضِ لَفْظُهُ

لَا يَأْعَذِرُكَ هَبَا أَوْ قَعَا قَلْبُ الْمُعْتَلِ لَصَبٍ فِي الْحَيْنِ

اے مشوق! اپنے خساروں کی خبر لے۔ اس لئے کہ انہوں نے میرے مصیبت زدہ حیران دل کو تو کی ہلاکت میں ڈال دیا ہے

فَجَدَلَهُ بِالْوَصْلِ وَأَسْبَعِ بِهِ فَكَيْفَ قَدَّهَا مِ بِلَا مِئِنِ

پس اسکو وصل دیکر اسکے ساتھ سخاوت و بخشش سے مشغول ہو گیا۔ اور ایسا تو کیوں نہ کرے جبکہ وہ بغیر جھوٹ کے

(یعنی سچے سچ) سرگشتہ اور حیران ہے۔

یہ اپنے استاد سے ایک عجیب لطیفہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز اسکندریہ میں

ان کے درس میں حاضر تھا ان کے تلامذہ میں سے ایک شخص نے انکی کتاب مختصر جو فقہ میں ہے

پڑھتا تھا۔ کتاب الحج چل رہی تھی۔ اسی مجلس میں بعض ایسے طلبہ بھی حاضر تھے جو بحث و

اعتراف کے زیادہ دلدادہ تھے۔ اتفاقاً اس میں ایک ایسی عبارت واقع ہوئی جس

میں مضاف الیہ کی طرف ضمیر راجع ہوتی تھی۔ طالب علم مذکور نے جرات کر کے استاد

سے پوچھا نحو کی کہتے ہیں کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کو نہیں پھیرنا چاہئے تو پھر یہ عبارت کیسے

درست ہوئی۔ شیخ نے جواب میں فوراً یہ آیت پڑھی۔ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَمَثَلِ الْجَمَارِ

يَجْمَلُ أَسْفَارًا۔ یعنی جمل کی ضمیر جمار کی طرف جو مضاف الیہ ہے راجع ہے اس جواب میں

جو لطافت ہے وہ پوشیدہ نہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا لوٹانا منع نہیں ہے البتہ اگر مضاف

اور مضاف الیہ دونوں کی طرف ضمیر کا راجع ہونا ممکن ہو تو اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ مضاف کی

طرف ضمیر کو راجع کریں۔ کیونکہ کلام سے مقصود مضاف ہی ہوتا ہے۔ سہ

شیخ غوث الدین

متوفی ۲۲ صفر ۸۳۵ھ - ۲۸ اکتوبر سال ۱۴۳۱ھ -

شیخ عالم فقیر غوث الدین قادری بغدادی، آپ کا وطن بغداد تھا وہاں ہندوستان شریف لاکھنؤ کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ جہاں خود ایک مدرسہ کی تعمیر کرائی جس میں برسوں مسند تدریس کی زینت بخشی۔ تعلیم و تلقین دونوں سے مسترشدین کو مستفیض فرمایا۔ حضرت شیخ یعقوب بن خوند مسیر اور ان کے علاوہ بے شمار مشائخ نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔ قدس سرہ

۲۲ صفر المظفر ۸۳۵ھ / ۸ اکتوبر ۱۴۳۱ھ کو عالم ملکوت کو کوچ فرمایا۔ لے آپ بھی قلعہ شندکی کے معاصر ہیں۔

ملا جعفر

۱۳ صفر ۸۲۶ھ - ۲۱ جوت ۱۴۲۲ھ

جماعت جعفریہ کے بانی، ملا جعفر، پٹنہ گجرات میں پیدا ہوئے، اور اسی جگہ ابتدائی تعلیم حاصل کی، متوسط تعلیم احمد آباد کے مدرسہ میں ختم کر کے عین چلے گئے۔ جہاں سید شمس الدین علی داعی وقت تھے، چند سال کے بعد وہ ہندوستان واپس آئے، مگر چونکہ داعی ہند ملا حسن بن آدم کی اجازت کے بغیر گئے تھے، اسلئے سیدنا علی بنی داعی وقت نے ان کو تعلیمی سند نہ عطا کی، اور نہ کوئی خطاب، ہندوستان پہنچ کر انہوں نے بغیر اجازت ناز پڑھا دی، اس پروا لی اور ملا جعفر میں خوب خوب گرنا گرم بحث ہوئی، آخر ملا جعفر

احمد آباد سے پٹن آئے، اور لوگوں کو تشیع سے تسنن کی طرف دعوت دینی شروع کی، اور اس میں بہت کامیاب رہے۔ یہ واقعہ تقریباً ۸۳۰ھ کا ہے، جو احمد شاہ اول بانی احمد آباد کا عہد ہے۔ ملا جعفر نے گجرات کا دورہ کر کے اپنی تبلیغ کو بڑی وسعت دی ۸۴۶ھ میں بعد محمد شاہ بن احمد شاہ وہ احمد آباد آئے، دربار میں ان کی بڑی عزت افزائی ہوئی عرصہ تک اپنے فرائض ادا کرتے رہے، آخر تشیع پوہرون نے چاہتا نیر آنے کی دعوت دی، جو ایک خود مختار راجہ کا پایہ تخت تھا۔ جب جعفر صاحب یہاں پہنچے تو چند دنوں کے بعد تشیع پوہرون نے برسربازار ۱۳ صرف آپ کو قتل کر دیا اسی جگہ ان کا مزار ہے، اس کے بعد انکا کوئی جانشین نہ ہوا، لیکن جعفری اور نگزیب عالمگیر کے عہد تک ان سے مناظرہ اور مکالمہ کرتے رہے آجکل جعفری اپنے کو جعفری نہیں کہتے، بلکہ سنی پوہرہ کہتے ہیں۔ اسے ملا جعفر غلام مقربزی کے سمبھریں؛

سید محمد خدا بخش

م ۵ جہادی الثانی ۱۲۴۵ھ

سید محمد جو سید خدا بخش کے نام سے معروف ہیں۔ میر سید محمد بن حضرت سید حسین جو حضرت سید المراد المتعالی کے مرید تھے۔ سید المراد المتعالی مخدوم سید راجو قتال کے مرید تھے۔ اور حضرت قطب عالم کے خلیفہ تھے آپ اُوپچ شریف سے بی بی سعادت خاتون (جو حضرت قطب عالم کی والدہ ہیں) کے ہمراہ حضرت سید راجو قتال کے حکم سے یہاں تشریف لائے تھے۔ حضرت قطب عالم کے ہمراہ آپ پٹن پہنچے تھے۔ اور علم صوری و معنوی کا اکتساب اپنے والد بزرگ کی خدمت سے انہوں

نے کیا تھا۔ اور اپنے پیر و ستگیر سے بھی علوم حاصل کئے تھے۔ آپ فقیہ کامل اور بڑے محدث تھے، اور سلسلہ چشتیہ سے آپ ارادت رکھتے تھے۔
 ۵ جمادی الثانی ۷۴۸ھ میں دوشنبہ کے روز آپ نے رحلت فرمائی۔
 آپ حافظ ابن حجر عسقلانی رح کے معاصر ہیں۔

شیخ حاجی رجب

طفلہ لوالہ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ !
 جس وقت عماد الملک جاوڑ اور ساپنچور کو فتح کرنے کے لئے مامور ہوئے
 تو قطب رہائی شیخ حاجی رجب کے آنکھ میں پہلے جا کر اترے یہ ۸۵۰ھ
 میں ہوا۔

شیخ عزیز اللہ مندوی

۲۳ صفر ۸۵۲ھ ۲۶ اپریل ۱۲۴۸ھ

فقہہ عزیز اللہ بن سبھی بن لطف اللہ عمری مندوی۔ شہاب رخ شاہ عمری کابلی کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت رکن الدین مودود گجراتی کی خدمت میں برسوں باریاب رہے حتیٰ کہ مرتبہ کمال تک پہنچے۔ پھر احمدآباد اور دکن کے کئی شہروں سے گذر کر منڈو (مالوہ) میں فرودکش ہو گئے۔ زہد، توکل اور قناعت و ضبط میں کوئی انکالظیر نہ تھا۔

کسی قسم کا اندر نہ قبول نہ کرتے نہ اپنے پاس کسی چیز کا اندر وختہ رکھتے، ایک مرتبہ قلب پر قبض کی سی کیفیت ظاہری ہوئی تو تلاش پر معلوم ہوا کہ بی بی صاحبہ نے ایک روئی لٹکا کر اچھایا تھا جسے بچے کیلئے دودھ میں بھگو دیا جب شیخ کو اس بات کا علم ہوا تو بی بی صاحبہ کو حکم دیا کہ دودھ میں بھنگی ہوئی روئی کسی کو دیدیں اور آئندہ کبھی گھر میں کسی قسم کا اندر وختہ جمع نہ رہنے دیں (بحوالہ گلزار ابرار)

شیخ کے پانچ فرزند تھے (۱) سعد اللہ (۲) رحمت اللہ (۳) حسن سرمست (۴) نصر اللہ (۵) شہر اللہ۔ (بحوالہ مجمع البحار) کتب خزانہ الاصفیاء میں جو آپ کا سن رحلت ۹۱۲ھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ آپ حافظ ابن حجر عسقلانی کے ہم عصر ہیں۔

شاہ موسیٰ سہاگ

م ۸۵۳ھ - سنہ ۱۲۲۹ھ

حضرت شاہ موسیٰ سہاگ مرد کامل تھے۔ شاہ سکندر پود کے مرید تھے۔ سدا سہاگ سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے، سحڑوں کے ہمراہ محفل سماع کرتے اور گاتے تھے۔ سدا آپ کی کرامتوں کا شہرہ بہت تھا۔ ایک مرتبہ احمد آباد میں بارش نہیں ہو رہی تھی بادشاہ نے شہر کے قاضی کو دعا کرنے کے لئے کہا قاضی نے کہا کہ میرے دعا کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔

آپ شاہ موسیٰ سہاگ سے دعا کرائیے، وہ دعا کریں گے تو ضرور بارش ہوگی۔ بادشاہ اور قاضی دونوں حضرت کے مکان پر حاضر ہوئے اور آپ سے التجا کی کہ دعا کریں کہ بارش ہو اور خشک سالی دور ہو۔ آپ نے فرمایا تم دونوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ شاہ موسیٰ تو

کوئی اور ہونگے ان کے پاس جاؤ اور ان سے دعا کرو میں تو ایک گنہگار بندی ہوں اور یہاں لوگوں میں رہ کر اپنا گزارا کرتی ہوں۔ بادشاہ اور قاضی برابر اصرار کرتے رہے چنانچہ آپ راضی ہو گئے۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے آپ نے دعا کی کہ اے میرے خاوند اگر تو نے میری التجا قبول نہ کی اور پانی نہ برسایا تو میں اپنا سہاگ چھوڑ دوں گی۔ یہ کہہ کر اپنی چوڑیاں توڑنے لگے کہ آسمان پر ابر نمودار ہوا اور زور کی بارش ہوئی۔ سہاگ آپ زنا نہ لباس پہنتے تھے۔ احمد آباد کے علماء نے ایک دفعہ آپ کو جامع مسجد بلایا آپ وہاں گئے۔ علماء نے آپ کی مرضی کے خلاف آپ کا زنا نہ لباس اتروایا اور آپ کو سفید لباس پہنایا۔ وضو کر کے آپ نماز میں شریک ہوئے اندر اکر کہتے ہی وہ سفید لباس سرخ ہو گیا۔ نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ میرا میاں کہتا ہے کہ تو سہاگن رہ اور یہ موئے کہتے ہیں رائڈ ہو جا میں تو میاں کے کہنے پر چلوں گی۔ یہ کرامت دیکھ کر علماء منتعجب ہوئے اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑ دیا۔

شاہ موسیٰ سہاگ کی وفات ۸۵۳ھ ۱۴۴۹ء میں ہوئی۔ مدفن احمد آباد

گجرات ہے۔ ۲۵

مرزا حسن نے آپ کے متعلق لکھا ہے کہ :

مشہور ہے کہ آپ بھی سلسلہ چشتیہ سے ارادت کا تعلق رکھتے

تھے اور ہاتھوں میں چوڑیاں پہنتے تھے اور رقا صد اور گالنے والوں کے علافہ میں

رہتے تھے، اور اس لباس میں رہ کر اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے

روضات شاہی میں لکھا ہے کہ میاں موسیٰ درویش جو موسیٰ سہاگ کے نام

۲۵۔ اویانے ہندو پاکستان ص ۳۲۔ تذکرہ صوفیائے گجرات۔ ۲۵ نزعہ الخواطر اردو ص ۵۳

تذکرہ صوفیائے میوات ص ۳۶۔

سے مشہور تھے، شہر احمد آباد میں سکونت پذیر تھے اور ہمیشہ اپنے ہاتھ میں چوڑیاں پہنتے تھے ایک روز جب کہ آپ کا وقت موعود آپہنچا تو حضرت شاہ عالم کو مکشوف ہو گیا۔ حضرت نے اپنے خلیفہ خاص میاں مخدوم سے فرمایا کہ میاں موسیٰ سہاگ کا انتقال ہو گیا، تم جلدی جلدی جاؤ اور ان کے ٹھہر و تکفین وغیرہ میں شریک ہو جاؤ اور خبردار! ان کی چوڑیاں ان کے ہاتھ سے نہ نکالنا، کما تئیسون تموتون، کے موافق ان کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اسی طرح وہ زندگی کے ایام میں اپنے آپ کو عامیانہ لباس۔۔ میں رکھ کر لوگوں سے چھپانا چاہتے تھے تو مرنے کے بعد بھی انکی قبر نامعین رہی کہ چار قبروں میں سے جو اس اعاطہ میں ہیں۔ معلوم نہیں کہ آپ کی قبر کون سی ہے۔۔ باغ شاہی کے کنارے پر آپ کا مزار ہے وہاں چار قبریں ہیں۔ سہ

شیخ کبیر الدین ناگوری

(م ۱۷۰۰، د یقعدہ ۸۳۵ھ/ ۸۵۶ھ، ۱۵ جولائی ۱۲۳۲/۱۲۵۲ھ)

شیخ کبیر الدین ابن فرید الدین بن عبدالعزیز ناگوری۔ مشہور عالم ربانی، بڑے بزرگ اور بلند مرتبہ ولی تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ ان کی یادگار ان کی تصانیف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بہت اہم شرح المصباح فی النحو ہے جس کا نام وہن ہے۔ گلزار ابرار میں تحریر ہے کہ کافروں کی فرقہ پر دازیوں کیوجہ سے ہجرت کر کے گجرات تشریف لائے اور احمد آباد میں اقامت اختیار کی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور عرصہ داز تک آپ کا چشمہ رفیض جاری

رہا۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے نفع حاصل کیا اور آپ سے فیض یاب ہوئے
 آپ مستفید ہونے والوں میں اہم ترین شخصیت شیخ حسین بن خالد ناگوری کی ہے۔
 وفات: ۱۴ ربيعہ ۸۳۵ یا ۸۵۶ھ میں وفات پائی اور احمد آباد میں
 دفن ہوئے۔ ۱۵ جولائی ۱۴۳۲ یا ۱۴۵۲ء سنہ

آپ تفتی الدین الفاسیؒ کے ہم عصر ہیں۔

خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے متعلق اس طرح لکھا ہے کہ:

آپ حضرت شیخ فرید بن عبدالعزیز صوفی حمید الدین ناگوری قدس سرہم کی اولاد میں
 سے تھے۔ اور اس سلسلہ میں مرید بھی تھے۔ علوم ظاہری اور باطنی میں کمال حاصل تھا۔
 آپ کی کتاب: نور المصباح، بڑی بلند پایہ تصنیف ہے۔ آپ کافی عرصہ ناگوری میں رہے
 مگر جب ناگوری میں ہندو مسلم فساد ہوا تو آپ ناگور کو چھوڑ کر گجرات چلے آئے۔ اور
 ۱۵ ربيع الاول ۸۵۸ھ / ۴ مارچ ۱۴۵۵ء کو رحلت فرمائی۔

قطعہ تاریخ

بخت چو رفت از جہاں فنا
 کیراں شہ پیر برنا د پیر
 بتاریخ ترحیل اں شاہ دین
 بگو قبلہ اہل جنت کبیر

شیخ کمال الدین کرمانی

(م ۸۶۵ ص ۶۱۴۶۸)

شیخ کمال الدین کرمانی، اولیاءِ رسالین راہِ خدا میں سے تھے۔ آپ کے شیخ طریقت شیخ نعمت اللہ کرمانی ہیں۔ آپ ہندوستان وارد ہوئے اور احمدآباد میں اقامت اختیار فرمائی اور قبولِ عظیم آپ کو حاصل ہوا۔ آپ نے ۸۶۵ھ میں انتقال فرمایا۔ سہ خاتمہ مرآت احمدی میں ہے کہ

حضرت قطب عالم ایک مرتبہ شیخ کمال کرمانی کی زیارت کے لئے تشریف لگے تھے۔ اور آپ کے دست مبارک میں سیاہ دانوں کی تسبیح تھی۔ شیخ کمال کہنے لگے کہ سیاہ دانوں کی تسبیح مورثِ فقر ہے۔ حضرت فرمانے لگے کہ کوئی شخص بطور فقر کے فقر کو اختیار کئے ہوئے ہو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ شیخ کمال نے دونوں ہاتھ اپنے سر پر مار کر عرض کیا کہ کمال کی کیا مجال ہے کہ آپ کے موروثی اختیار ہی فقر کا قصہ زبان پر لائے۔ لیکن اس قسم کی تسبیح رکھنا موجب فقرِ اضطراری ہے۔ اس لئے گستاخی میری طرف سے ہوئی۔ حضرت قطب عالم نے اپنی تسبیح کو کھول لیا اور شیخ کمال نے بھی اپنی تسبیح کو جو مرجان کے دانوں کی تھی کھول لیا۔ اور اب دونوں تسبیح کے دانوں کو ملا کر دو تسبیح جو سرخ اور سیاہ دانوں پر مشتمل تھیں بنائی گئی۔

ایک قطب عالم نے رکھ لی اور ایک شیخ کمال نے رکھ لی۔ یہ شیخ کمال سید نعمت اللہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اور سید نعمت اللہ شیخ مکہ عبداللہ بامعنی کے مرید اور خلیفہ تھے شیخ کمال کرمانی کی قبر بہرام پور میں واقع ہے۔ سہ آپ ابن الہمام کے معاصر ہیں۔

شیخ حسن بن محمد اساولی

(متوفی ۱۳ ر شوال . ۸۷۰ھ / ۲۷ مئی ۱۴۶۶ء)

شیخ حسن بن محمد اساولی . آپ کا معروف نام اڈھن ہے خطہ گجرات کے ممتاز شیخ طریقت ہیں . آپ عالم ارواح اور عالم اجسام دونوں کے رموز سے آگاہ اور عقلی اور نقلی کتب کے عالم تھے .

آپ کی ولادت ۸۱۴ھ / ۱۴۱۱ء میں ہوئی .

آپ نے بہت سے مشائخ سے ملاقات کی اور ان سے فیض حاصل کیا .

طریقت میں حضرت عبداللہ بن محمود حسینی سے فیض حاصل کیا . ان کے بعد شیخ

نصیر بن جمال نوساوری کی خدمت میں رہے اور خرقہ خلافت سے نوازے گئے .

آپ نے ۱۳ ر شوال . ۸۷۰ھ / ۲۷ مئی ۱۴۶۶ء کو انتقال فرمایا . آپ کی قبر اساول میں ہے .

اساول احمد آباد کی ایک بڑی بستی کا نام ہے . اسے ڈاٹ قاسم بن تظلو بنگار کے

معاصر ہیں .

بی بی خوندار کی والدہ سپد خوندمیر

بی بی خوندار کی گیارہویں صدی ہجری یعنی سترہویں صدی عیسوی کی ایک بزرگ . .

خاتون ہیں . برصغیر میں جہاں مردوں نے اسلام کی خدمت اور دین کی تبلیغ کے لئے

بزرگی کا مسلک اور تصوف کا راستہ اختیار کیا ہے عورتوں میں سے بھی بعض نے

مقدور بھرا اس مرتبہ و شرف کو پایا ہے ۔

مولوی نور احمد فریدی نے سید خوند میر اور انکی والدہ بی بی جیو کا حال لکھا ہے
 سید خوند میر کے متعلق مرزا محمد حسن و مرآة احمدی، جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ سید بڈا بن
 سید یعقوب کے بیٹے تھے۔ خلافت اپنے چچا سید شادی بن سید یعقوب بن سید محمود کبیر
 برادر سید حسین خٹک سوار و خلیفہ حضرت سلطان الاولیاء و المشائخ نظام اندین
 اولیاء قدس سرہ سے حاصل کی تھی۔ جب حضرت خوند میر ابھی دو دھوپیتے بچے
 تھے تو ان کی والدہ بی بی جیو وضو کرتیں، دو گانا ادا کرتیں اور بارگاہ الہی میں
 ہاتھ اٹھا کر کہتیں۔ یا الہی اگر یہ بچہ تیرے پسندیدہ لوگوں میں سے ہے تو اسے زندہ
 رکھو ورنہ اسے موت دے دیجیو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خوند میر کو وہ درجہ عطا
 کیا کہ خود بی بی خوند جیوان کی مرید ہوئیں۔ بڑی ہی صالحہ، عابدہ، شب بیدار اور نیک خاتون
 تھیں۔ کئی تذکرہ نگاروں نے ان کا اور ان کے اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ عبد البقار ملک پوری
 نے، محبوب الہی تذکرہ اولیائے دکن، میں ان کے حال میں لکھا ہے کہ رابعہ ثانیہ تھیں۔
 بی بی پورہ واقع احمد آباد میں مدفون ہیں، میر علی شیر قانع نے، تحفۃ الکرام، میں بھی انکے
 اوصاف کا ذکر کیا ہے۔

شیخ خوند میر

(۱۰۴۱ ربيع الثاني ۱۲۷۴ھ / ۱۶ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

شیخ فقیہ خوند بن سید بڈھا بن یعقوب بن محمود حسینی۔ آپ کا مولد منشار گجرات
 ہے۔ اپنے چچا شادی بن یعقوب سے پڑھا اور انہی سے طریقت میں سرفراز ہو کر

پٹن سے احمد آباد تشریف لائے۔ یہاں شیخ عبدالعزیز بن محمود حسینی سے اکساب کیا۔ آپ نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ آپ سے ہزاروں افراد نے کسب فیض کیا۔ آپ کے کثوف کرامات مشہور ہیں۔ آپ نے ۱۰ ربیع الثانی ۸۷۴ھ / ۱۶ اکتوبر ۱۴۶۹ء میں رحلت فرمائی۔

خاتمہ مرآت احمدی ہیں آپ کا ذکر تفصیل سے بے لکھا ہے کہ :

ساداتِ عریضیا میں سید خوند میر ہیں۔ سید خوند میر بن سید بڈھا بن سید یعقوب۔ آپ نے بیعت کا تعلق اپنے چچا سے استوار کیا تھا اور انہی سے خلافت پائی تھی جن کا اسم گرامی سید شادابی بن سید یعقوب بن سید محمود بن سید کبیر۔

جو سید حسین خٹک سوار کے بھائی ہیں۔ اور یہ سید حسین خٹک سوار حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمہ کے خلیفہ تھے۔ ولایت عجم سے آکر پٹن میں مقیم ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ جب سید خوند میر ایام

رضاعت میں دودھ کے خواہشگار ہوتے تو آپ کی والدہ ماجدہ بی بی جیبو تازہ وضو فرماتیں اور دو گانہ نماز ادا فرماتیں اور حق تعالیٰ شانہ سے دعا کرتیں کہ الہی اگر یہ بچہ تیری بارگاہ میں مقربین میں سے ہونے والا ہے تو اس کی حفاظت فرما ورنہ اس کا خاک ہو جانا بہتر ہے۔ اس دعا کے بعد وہ آپ کو دودھ پلاتیں۔

۷ صائی سال کی عمر کے بعد والدہ ماجدہ نے آپ کی تربیت فرمائی۔ اور آپ کے چچا والدہ کی اس پرورش کرنے میں انکی مدد فرماتے تھے۔ آپ کے چچا نے آپ کے ظاہر و باطن کی اچھی طرح تربیت فرما کر بارہ سال ہی کے عمر میں اپنا قائم مقام بنا دیا تھا۔ اور اس کے بعد وہ رحلت فرما گئے تھے۔ آپ چچا کی رحلت کے

بعد مخدوم سید حسین کی بشارت پر اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ پٹن سے منتقل ہو کر احمد آباد میں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہاں آکر نکاح کیا اور حضرت سید برہان الدین قطب عالم کی خدمت میں رہ کر فیضیاب ہونے لگے۔ نیز شیخ عبدالفتاح سے بھی تلقین حاصل کرتے رہے۔ اور ان سے بھی فیوض پاتے رہے۔ سید عبدالفتاح جو سید علاؤ الدین کے خلیفہ تھے اور وہ سید محمود گیسو دراز کے خلیفہ تھے۔ سید خوندمیر کہا کرتے تھے کہ جو نعمت میں حاصل کرتا ہوں اس کو تین حصوں میں منقسم کرتا ہوں ایک اپنے لئے اور ایک اپنے فرزندوں کے لئے اور ایک بندگانِ خدا کے لئے۔ اگر وہ نیک صلہ دار میں سے ہوں تو میں ان پر ایثار کرتا ہوں کہتے ہیں کہ ملک شعبان جو سلطان احمد کے وزیر تھے یہ آپ کے یعنی سید خوندمیر کے بڑے معتقد تھے مگر وہ امور سلطنت میں انتظام، امور سلطنت کی نگرانی اور انتظامات کی ذمہ داری کی بنا پر حاضر خدمت نہیں ہو سکتے تھے اس لئے اپنے صاحبزادے ملک خوش باش کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے کہ وہ روزانہ آپ کی خدمت میں جائے اور دعا کے لئے درخواست کرے۔ ایک روز بی بی حجاجو سید خوندمیر کی والدہ ماجدہ تھیں۔ انہوں نے سید سے فرمایا کہ ملک شعبان سے قبرستان کی زمین مانگو۔ سید خوندمیر نے وزیر کے صاحبزادے ملک خوش باش سے فرمایا اور انہوں نے ملک شعبان وزیر تک پیغام پہنچایا۔ ملک شعبان نے بارہ گاؤں کا پروانہ ان کے نام رکھ دیا مگر قبول نہیں کیا، اس وقت ملک خوش باش نے عرض کیا کہ میں نے خود اپنے لئے ایک قبرستان کی جگہ لی ہوئی ہے اگر آپ چاہیں تو قبول فرمائیں۔ بی بی حجاجو بہن کے اوپر سوار ہو کر وہاں گئی اور اس جگہ کو ملاحظہ فرما کر کہنے لگی کہ میں جاؤں ما است، کہ یہ ہماری جگہ ہے۔ اس کے

بعد جب پہلے ملک خوش باش کا انتقال ہوا تو ان کو اسی جگہ دفن کیا گیا اور سید
خوندمیر کا انتقال ۸۷۴ھ میں ربيع الثانی کو ہوا۔ اور بی بی پور میں اپنے والدہ
ماجدہ کے مقبرہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ بی بی جی خود اپنے صاحبزادے سید خوندمیر
سے بیعت تھیں آپ کے والد ماجد بڑے صاحب تقویٰ تھے۔ ان کی والدہ ماجدہ
مغلی جو مولانا ضیاء کی صاحبزادی تھیں بڑی ورع و تقویٰ والی اور عقیقہ پاکدامن
خاتون تھیں بزرگوں سے فیض پایا تھا۔ جب ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ اس
وقت بیٹے کی عمر ڈھائی سال تھی ان کی پرورش و تربیت کی جب کمال کو پہنچے تو
ان کی مرید ہوئیں۔ ایک روز اپنے صاحبزادے کو ایک اشرفی دی کہ بازار سے
کپڑا خرید کر لے آؤ۔ اتفاق سے راستہ میں ان کے ہاتھ سے اشرفی گر گئی۔ جب
زمین پر گری تو دیکھا کہ وہاں پہلے سے ایک اشرفی پڑی ہوئی تھی تو سووا اشرفیاں ہیں
دونوں کو زمین پر چھوڑ کر گھر واپس پہنچے پوچھا کپڑا کیوں نہیں لائے عرض کیا کہ
اشرفی میرے ہاتھ سے گر گئی تھی جب میں نے دیکھا تو ایک کے بجائے دو تھیں
میرے دل میں خوف آیا کہ مبادا کسی دوسرے کا حق ہو جو میرے ہاتھ میں آجائے
اس لئے میں دونوں ہی کو وہاں چھوڑ دیا معلوم نہیں تھا کہ میری کون سی ہے اور
پہلے سے گری ہوئی کونسی ہے۔ ۴ رجمادی الثانیہ کو انہوں نے وفات پائی

: آپ قاسم بن قطلوبغا، اور صاحب النجوم الزاہرۃ فی بلوک مصر والقاہرہ، ابن تغری البردی
کے ہم عصر ہیں۔

سید یعقوب چشتی

سید یعقوب چشتی سید خوند میر کے صاحبزادے ہیں۔ اور اپنے والد محترم سے بیعت تھے، بچپن میں بڑے صبیح و ملیح نہایت خوبصورت تھے۔ ملک محمد اختیار خیال گذرا کہ اتنے خوبصورت لڑکے ہیں کہ ایک ہی نظر میں وہ ہمیشہ کیلئے منظور بن جاتا ہے سید خوند میر نے کشفِ باطن سے ملک محمد اختیار کا حال معلوم کر لیا تو بچے کو پاکیزہ لباس پہنا کر ملک کے سپرد کر دیا کہ اس کو میں آپ کی فرزندگی میں دیتا ہوں، ملک محمد اختیار اپنی صحبت میں ان کو رکھنے لگے علمِ ظاہری و باطنی سے انکو آراستہ کیا اور نہایت ہی شفقت کی وجہ سے خوند سعید لقب دیا کرتے تھے۔ ایک روز سید خوند میر نے ملک محمد اختیار سے درخواست کی کہ اپنے سر کی کلاہ مبارک سید یعقوب کو عنایت کیجئے۔ سید یعقوب نے انکار کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ عنایت میرے بھائی ملک مسکین پر ہو جائے جو ملک محمد اختیار کے صاحبزادے تھے۔ اپنے گھر جب پہنچے تو سید خوند میر نے سید یعقوب کو ڈانٹا کہ میں نے تمہیں ایک کام کے واسطے سپرد کیا ہوا تھا آج وہ میسر آ رہا تھا اور تم نے انکار کر دیا۔ کچھ نقہی سید یعقوب کو دی اور فرمایا کہ اس کا میوہ خرید کر حضرت ملک کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ مجھے بہت تمنا اور آرزو ہے کہ وہ کلاہ مبارک عنایت ہو جائے۔ جب حضرت ملک کی خدمت میں پہنچے اور آرزو ظاہر کی تو تو فرمانے لگے کہ یہ خوند سعید کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ بڑے خوند کار کی طرف سے درخواست ہے اور اپنے مامنے بلوا کر نعمت ایثار فرمائی اور کلاہ مبارک اپنے دست مبارک سے ان کے سر پر رکھی اور فرمایا کہ اگر کام سونپنا اور نعمتوں کا عنایت کرنا میرے ہاتھ میں ہوتا تو اپنے فرزند کو دیتا مگر ہم تو

امانتدار ہیں، حق تعالیٰ شانہ کا خزانہ ہمارے ہاتھ میں امانت ہوتا ہے جہاں حکم ہوتا ہے وہاں دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ کے متعلق حکم ہوا ہے کہ تم فرزند سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ اس وقت سید یعقوب نے اپنے بھائی مسکین کے لئے پھر سفارش کی تو فرمایا کہ تم اپنی طرف سے دے دو۔ اس پر سید یعقوب نے وہ کلاہ مبارک ملک مسکین کو دے دیا۔ ان کے ملفوظات میں ملتا ہے کہ شاہ عالم و سید یعقوب کے درمیان بڑا زبردست اشتداد تھا۔ ستر و فتح اس طرح کی صحبتیں رہی ہوگی کہ ازراہ محبت ایک دوسرے کے کپڑے اول بدل لیتے تھے اور یہ کپڑے پہنتے تھے۔۔۔۔۔۔ کہ یہ پیراہن خلافت میں پہن رہا ہوں سلاطین و امراء صلحاء و مشائخ، اہل سلوک ہر طبقہ کے لوگ آپ کی خدمت میں آتے ہر ایک اپنا مدعی عرض کرتے اور فیضیاب ہوتے اور معمولات کی اس قدر پابندی فرمایا کرتے تھے کہ گویا معلوم ہوتا تھا کہ اوراد کا فوت ہو جانا اس درویش کے نزدیک موت سے بھی بدتر ہے۔ فرماتے کہ: انفوت اشد من الموت ۹۲۷ھ ۲ رذی قعدہ اپنے انتقال فرمایا۔ لے، آپ قاسم بن قطلوبغا کے ہم عصر ہیں۔

شیخ محمود بن عبد اللہ بخاری

از ۲۳ رمضان المبارک سن ۸۰۹ھ تا ذی قعدہ ۸۵۵ھ

۲ مارچ ۱۴۰۷ھ - فوری / مارچ ۱۴۰۷ھ

شیخ محمود بن عبد اللہ بن محمود بن الحسن حسینی بخاری۔ آپ کا لقب ناصر الدین اور کنیت ابو الحسن تھی۔ گجرات کے مشہور مشائخ میں سے تھے، مولدین اور مدفن قریب ٹوہ احمد آباد ہے سلطان خاتون بنت خداوند خاں انکی والدہ تھیں۔ اپنے والد سے برسوں پر پڑھتے

رہے اور ان کی رحلت کے بعد مسندِ مشیخت پر ممکن ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ لے بحوالہ آراء احمدی

شاہ جلال الدین

(۸۸۱ھ - ۶۱۴ھ)

آپ حضرت شیخ پیارا کے خلیفہ اعظم تھے۔ بڑے صاحبِ تصرف اور کامل شیخ طریقت تھے۔ آپ کا وطن گجرات تھا، مگر بنگال میں زندگی بسر کی، اخبار الاخبار اور معارج الولاہیت میں لکھا ہے کہ آپ اپنی خانقاہ میں ایک شاہانہ تخت پر بادشاہوں کی طرح بیٹھتے تھے اور اپنے مریدوں اور خادموں کے نام بادشاہوں کی طرح فرمان جاری کیا کرتے تھے۔ آخر ایک بدباطن شخص نے بادشاہ وقت کے کان بھرے کہ شاہ جلال الدین اپنی سلطنت اندر ایک متبادل سلطنت چلا رہے ہیں یہ سلسلہ قائم رہا تو ایک دن آپ کو اپنی سلطنت کا بھٹ دھونا پڑے گا۔ بادشاہ اس کی باتوں میں آگیا۔ اور فوج کو حکم دیا کہ شاہ جلال الدین اور ان کے مریدوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ فوج نے بڑھ کر خانقاہ پر حملہ کر کے آپ کو مریدوں سمیت قتل کر دیا۔ فوج خانقاہ میں آپ کے مریدوں کو تہ تیغ کر رہی تھی۔ تو شاہ جلال الدین یا قہار یا قہار کا نعرہ لگا رہے تھے۔ مگر جب آپ پر تلوار چلائی گئی تو آپ نے تین بار یا رحمٰن یا رحمٰن یا رحمٰن کا نعرہ مارا آپ کا سرتن سے جدا ہو کر گر پڑا آپ کے سر سے اللہ اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی۔ آپ قاسم بن قطلوبغا کے ہم عصر ہیں،

آپ کی شہادت کا یہ واقعہ ۸۸۱ھ / ۶۱۴ھ میں ہوا۔

رفت چوں از جہاں بخلد بریں

شیخ والا حبلال عالی جاہ

گفت سرور بساں رحلت او

والی حق حبلال شہنشاہ سے

شیخ احمد بن برہان الدین آخر الاولیاء

(متوفی ۲۲ ربیع الثانی ۸۸۲ھ / ۱۲ اگست ۱۴۷۷ء)

شیخ عالم صالح احمد بن برہان بن ابو محمد ابن ابراہیم بن محمد الغوری شاہان غوریہ
کجراتیہ کی نسل سے تھے۔ مولد و منشا کجرات ہے۔ شیخ صدر جہان کجراتی سے پڑھا اور
لمریت میں شیخ محمد بن عبدالعزیز حسینی البخاری سے فیضیاب ہوئے حتیٰ کہ مرتبہ کمال تک پہنچے
اور ان سے بہت سے لوگوں نے کتاب کیا۔

اپنے شیخ کی وفات کے بعد ۲۲ ربیع الثانی ۸۸۲ھ / ۲ اگست ۱۴۷۷ء میں وفات پائی اور تاج پور
ملحقہ احمد آباد میں آسودۂ لحد ہوئے انکی عمر ۶۴ سال تھی، بعض حضرات نے
ان کی تاریخ وفات آخر الاولیاء لکھی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ ۷
ذی القاسم بن قطلوبغا کے معاصر ہیں،

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۳۲۳، اخبار الاخبار ص ۳۷۳ ۲۔ نزہۃ النواظر اردو ص ۷۰

۳۔ نزہۃ النواظر عربی ص ۳۷۳، مرآة احمدی۔

مخدوم العالم محمد بن اسماعیل بن ابوالقاسم بن ابوجعفر بن ابویوسف یعقوب نیر والی

(م ۱۳ جمادی الاولیٰ ۸۸۲ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۴۷۷ء)

آپ علماء صلحاء اور محدثین کے خانوادہ عظمیٰ کے فرد فرید تھے۔ شریعت محمدیہ و سنت نبویہ کے شہیدانی، صائم العصر قائم اللیل بزرگ تھے۔

پٹن کے مایہ ناز تعمیرات جلیلہ میں سے ظفر خاں معروف بہ سلطان مظفر اول کا تعمیر کردہ گنبد آپ کی اجازت و مشورہ سے تعمیر کیا گیا تھا۔ جبکہ آپ کی زبانی سلطان مظفر کو معلوم ہوا کہ یہ مسجد اللہ خاں سنجر کی تعمیر کردہ ہے اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے اس میں دس نمازیں ادا فرمائی ہیں چنانچہ سلطان مظفر نے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مصلیٰ پر دس روز کا اعتکاف فرمایا اور مسجد کے سامنے آپ کی اجازت سے ایک گنبد تعمیر کروایا۔ گنبد کا حسن و جمال اور اس کی وسعت ان اشعار سے معلوم کی جاسکتی ہے۔

زہند وستان پٹن شاہ مظفر
نشست معتکف در زیر منبر
بماندہ پیش او مخدوم اکبر
شمر وہ مردمان از راہ اظہر
در آن مسجد نہادہ شد بزپور
بہ محنتش کرو گنبد یک مقصد
بدھ ہفت صد نو و پنج برس

بحکم سید الاقطاب مخدوم
بشارت یافت از مخدوم عالم
بامر شاید سلطان اعظم
بحکم شاہ ستونہا را مسجد
ستونہا پنج ہزار و پچصد و پنج
چوں در آمد مظفر دید مسجد
بگو تاریخ سال گنبد او

حق تعالیٰ نے آپ کو سالہ برس کی عمر طویل _____ عطا فرمائی اور تیرہ جمادی
الاولیٰ کی شب میں ۸۸۲ھ میں آپ نے رحلت فرمائی۔ آپ قاسم بن قطلوبغا کے

مخدوم بن برہان الدین

معاصر ہیں :

(م ۸۹۰ھ / ۱۴۸۵ء)

مخدوم بن برہان الدین ہندی۔ آپ شیخ راجح بن داؤد کے علاوہ دیگر علماء
نے تعلیم حاصل کی۔ تقریباً چالیس سال کی عمر میں ۸۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ جہاں آپ
درس دیتے تھے وہی آپ کی رہائش گاہ تھی اور بعد میں اسی جگہ دفن ہوئے۔
آپ ابو بکر عامری صاحب بہجتہ المحافل کے ہم عصر ہیں۔

سید غوث الدین بغدادی قادری

(۲۲۴ / صفر ۸۹۵ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۴۹۰ء)

پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رح سے آپ کو قرابت حاصل تھی اور بغداد کے مرتب
خواص و عوام مشائخ میں سے تھے۔
خواب میں سید الکوئین فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ احمد آباد جا کر
دعوتِ دینِ اسلام کی تبلیغ کا کام انجام دیں۔
دوسری طرف یہی حکم نبوی مینزبانوں کو بھی بلا واسطہ خواب میں دیا گیا چنانچہ جب
آپ پہنچے تو دیکھا کہ آپ کے لئے قیام کے تمام انتظامات کے بعد انتظار ہو رہا ہے آپ
نے تشریف آوری کے بعد ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس سے تھوڑی ہی مدت میں

بہت فیض عام ہوا۔

آپ نے رشتہ ازواج شاہ علم الدین چشتی کی صاحبزادی سے قائم کیا۔ چند ہی سال
قیام کے بعد حرمین اور وطن کی کشش آپ کو واپس دیارِ غرب لے گئی اور حج زیارت
اور اقرباد سے ملکر دوبارہ اکتالیس سال کی عمر میں جب آپ دوبارہ گجرات پہنچے
اس وقت _____ سینکڑوں کی تعداد آپ کے خلفاء و مریدین کی ساتھ تھی۔
بعضوں نے اسی قافلہ کی تعداد بارہ سو بتائی ہے۔

انہار سفر میں جب یہ قافلہ کچھ میں اترا ہے تو وہاں کاہند و راجہ اجنبیوں کی
اتنی بڑی جمعیت دیکھ کر حملہ کے لئے تیار ہو گیا۔ آپ کی کرامت کہ دشمن کی فوج
کی سواریاں چلنے سے معذور ہو گئیں اور فوج کے سپاہی آنکھوں سے محروم ہو گئے
انہار نے راجہ کو ہدایت دی اس نے مع اپنی رعایا کے اسلام قبول کیا اور نو مسلم
راجہ نے اپنی دختر نیک اختر کو آپ کے نکاح میں پیش کیا جس سے آپ کے صاحبزادے

شیخ ابوسعید، عبدالبجار متولد ہوئے جو بڑے ہو کر صاحب سلسلہ شیوخ میں سے ہوئے۔
اقوام و افراد کی ہدایت کے نبوی بارگاہ سے سپرد فرمودہ فریضے کو انجام دینے کے بعد

۲۲ صفر ۸۹۵ھ کو آپ نے رحلت فرمائی اور احمد آباد میں مدفون ہوئے۔ ۱۷
۱۲ بجوری ۱۲۹۵ھ

و آپ علامہ سخاوی کے ہم عصر ہیں :

حضرت شیخ محمود راجن بن علیم الدین عمری

(متوفی ۲۲ صفر ۱۲۹۴ھ / نومبر ۱۹۷۴ء)

آپ کا نام محمود اور لقب راجن ہے۔ آپ اپنے والد ماجد شیخ علیم الدین رح کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ نے خاندان سہروردیہ اور شطاریہ کا خرقہ شیخ قانور رح کے ہاتھوں پہنا، ایک خرقہ خلافت چشتیہ سلسلہ کا شیخ ابوالفتح رح سے بھی حاصل کیا، جو حضرت خواجہ سید محمد گیسو دراز رح کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور ایک خرقہ خلافت چشتیہ سلسلہ کا شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ رح بن شیخ یحییٰ بن شیخ لطیف الدین سے بھی پہنا جو حضرت سلطان المشائخ محبوب الہی کے خلیفہ تھے۔ شیخ عزیز اللہ رح، شیخ زاہد چشتی کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور ایک خرقہ خلافت انہوں نے اپنے پیر بھائی شیخ رکن الدین کان شکر سے بھی پہنا تھا۔ حضرت شیخ محمود راجن کو خاندان سلسلہ مقربہ کی خلافت بھی حضرت شیخ احمد کھٹو سے پہنچی تھی۔

وصال :- حضرت شیخ محمود راجن کا وصال ۲۲ صفر ۹۰۰ھ مطابق ۲ نومبر

۱۴۹۴ء بروز جمعۃ المبارک صبح صادق کے وقت ہوا۔

مزار مبارک :- آپ کو پہلے احمد آباد گجرات میں دفن کیا گیا تھا مگر پانچ ماہ بعد آپ کے بیٹے شیخ جمال الدین چشتی جن نے آپ کے جسد مبارک کو وہاں سے نکالا اور پیران پٹن نہروالہ محلہ مبارک پورہ میں دفن کیا جیسا کہ تحریر لایا میں لکھا ہے۔

خُلفاء :- آپ کے خلفا بہت تھے مگر سلسلہ چشتیہ آپ کے بیٹے شیخ جمال الدین جن سے جاری ہوا۔ مؤلف مناقب نے آپ کے سلسلہ چشتیہ کے تمام سلاسل

اور سلاسل سہروردیہ، شطاریہ، مغربیہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ سہ
 و آپ علامہ سخاویؒ کے ہم عصر ہیں،

شیخ محمد فلاوہ قدس سرہ

م سنہ ۱۲۹۴ھ

صاحب اخبار الاخبار اور مولانا جمالی نے سیر العارفین میں محمد فلاوہ لکھا ہے، جبکہ صاحب
 خزینۃ الاصفیاء نے فلاوہ لکھا ہے، آپ ابتدائے کار میں حضرت شیخ احمد بدایونی کے شاگرد
 مرید تھے ریاضت و مجاہدہ میں ایک مدت دھویل وقت صرف کیا۔ پھر حضرت جلال گجراتی کی صحبت
 میں آئے اور عشق کے معاملات کو درست کر کے اعلیٰ مقامات پر پہنچے۔ کہتے ہیں کہ ایک
 دن حضرت شیخ محمد مجلس سماع میں تشریف فرما تھے۔ قوالوں نے ایک ایسی غزل پھیڑوی
 جس میں بعد و فراق کے احوال و کیفیت کی ترجمانی تھی۔ شیخ کو اس قدر رقت اور
 وجد طاری ہوا کہ روح جلنے لگی۔ ایک واقف حال نے قوالوں کو کہا کہ اب ایسی غزل
 چھیڑو جس میں قرب و وصال کی کیفیت بیان کی گئی ہو۔ قوالوں نے اشعار و صل شروع
 کئے تو شیخ کے دل کی کیفیت خوشگوار اور چہرے پر رونق آگئی۔ یوں محسوس ہوتا تھا
 کہ از سر نو زندگی آگئی ہے۔ اور شیخ میں تازہ روح کام کرنے لگی ہے۔

ایک بار آپ کے گھر آگ لگ گئی۔ غلہ دان میں جس قدر آئندہ فصل کے لئے بیج رکھا
 تھا تمام کا تمام جل گیا۔ فصل کا موسم آیا تو آپ کو بتایا گیا کہ سارا بیج تو عرصہ ہوا جل گیا تھا
 فرمانے لگے، ہم تو خود سوختہ جاں ہیں، ہمارے پاس جلے ہوئے بیجوں کے سوا اور کیا

ہوگا، پھر بارگاہِ الہی میں ہاتھ اٹھا کر کہنے لگے: اے اللہ! ہر بار تو اپنے کرم اور مرضی سے میرے کام سنوارتا ہے اب میری التجا پر فضل فرما۔ میرے پاس غلہ دان ہیں وہی بیج ہے جو جل گیا تھا اب میرے پاس تو کچھ بھی نہیں تیرا فضل ہی ہونا چاہئے۔ اب میں تو جلا ہوا بیج ہی اپنے کھیت میں ڈالوں گا۔ اور کیا کر سکتا ہوں، کہتے ہیں کہ جلے ہوئے بیج سے اتنی فصل ہوتی کہ ایک ایک بوٹے کے ساتھ سات سات خوشے نکلے اور ایک ایک خوشے میں بھرے ہوئے دانے لوگوں نے دیکھے تو حیران رہ گئے۔ یہ بات بادشاہ وقت سکندر بودھی کے سامنے بیان کی گئی تو بادشاہ نے دو نفل ادا کر کے اللہ کا شکر ادا کیا کہ میرے عہد حکومت میں ایسے ایسے صاحبِ کرامت لوگ بھی موجود ہیں جن کی دعا سے جلے ہوئے بیج سے بھر پور فصل پیدا ہوتی ہے۔

ایک مجلسِ سماع میں آپ پر وجد طاری تھا اور آپ رقص کر رہے تھے۔ اس علاقہ کا ایک امیر اور رئیس ہندو وہاں سے گذرا۔ مجلسِ سماع کے پاس کھڑا ہو کر سننے لگا۔ چند لمحوں بعد اس پر رقت طاری ہو گئی وہ چلا کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: مجھے یہاں سے لے چلو۔ ورنہ میں اپنے دین سے دست بردار ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے اٹھایا اور دور لے گئے۔ کچھ وقت کے بعد وہ ہوش میں آیا تو کہنے لگا: یہ مسلمان اپنے خدا کو اٹھائے رقص کر رہے تھے۔ اگر چند لمحے اور ٹھہرتے تو میں مسلمان ہو چلا تھا۔ اور ان کے پاؤں میں گر کر ہندوئیت سے توبہ کرنے والا تھا۔

معارضِ اولاست نے آپ کا سن وفات ۹۰۰ھ لکھا ہے۔ آپ کا مزار بلا وہ مضافات

قنوج میں ہے۔

محمد طارق معراج اسرار

چو از دنب بفر دوس بریں رفت

وگرفرما محمد تاج ابرار نے
۹۰۰ھ ۱۴۹۴ء

وصال ابو زبیر محترم گسر
۹۰۰ھ ۱۴۹۴ء

آپ علامہ سخاوی کے سمعہ ہیں،

شیخ رزق الدرر

(م ۲۰ ربیع الاول ۹۸۹ھ ۲۳ اپریل ۱۵۸۱ء)

آپ کا تخلص مشتاق تھا۔ آپ بھی شیخ محمد ملاوہ کے مریدوں میں سے تھے۔ اور شیخ آپ پر خصوصی عنایت فرمایا کرتے تھے۔ شیخ رزق الدرر د کامل، فاضل فواد، روزگار اور یادگار سلف صالحین تھے۔ فضائل صوری اور معنوی میں جامع تھے اسی طرح مشرب عشق و محبت، سلامت عقل اور وسعت حوصلہ و صبر کے مالک تھے۔ دوام حضور اور مستقل مزاج ہونے میں یکنائے روزگار تھے۔ بانو سے برس کی عمر تک پہنچ جانے کے باوجود آپ کے اندر عشق و ذوق اسی طرح تازہ تھا جس طرح کہ جوانی کے عالم میں تھا۔ سع

من اگر چه پیر شدم عشق جوان است ہنوز

آپ کی شان پر بڑا صادق آتا ہے۔ آپ سے جو کوئی ملاقات کرتا اس سے ایسے معارف آمیز اور محبت انگیز نکات بیان فرمایا کرتے تھے جنہیں اہل وجد اور اہل ذوق سن کر تڑپ جایا کرتے تھے، قصے اور مشائخ کے احوال اور ہندوستان کے بادشاہوں کی تاریخ بڑی خوش اسلوبی اور روانی کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی مثل بہت کم اویا در آمد گذرے ہیں۔ آپ نہایت اطمینان اور بے نظیر انداز

سے گفتگو کیا کرتے تھے، محبت کی باتوں کو بڑے شوق سے کہتے اور سنتے تھے۔ اور اس وقت اکثر و بیشتر ابدیدہ ہوا کرتے تھے۔ آپ کثیر الاسفار تھے اور ان سفروں میں لوگوں کی صحبت حاصل کر کے بڑے تجربہ کار بن گئے۔ آپ ہمیشہ فقیروں، درویشوں اور مشائخ کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، ہندی اور فارسی کے شاعر بھی تھے، مدت دراز تک ہندی زبان میں شعر کہتے رہے۔ آپ کی نظموں کا مجموعہ ایسیان و جوت زرخن، نہایت مقبول ہے، ہندی زبان میں جب شعر کہتے تو اپنا تخلص راجن اور فارسی میں مشتاق رکھتے تھے ۶۱۲۹۱/۶۸۹۷ میں پیدا ہوئے اور ۲۰ ربیع الاول ۱۲۸۹ھ ۲۳ اپریل ۱۵۸۱ء میں عالم دنیا سے عالم پایدار میں چلے گئے۔ مصنف اخبار الاخبار نے ان کی تاریخ وفات اس طرح کہی ہے

قطعہ

مخدومی عارف زماں مشتاقی ولے گفت بوقت نقل مشتاق حقم
حقے جو بتاریخ و فاش نگریت نوک قلمش ہماں سخن کر دو تم

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ جمیع اسلافنا۔ لہ

شیخ سعد اللہ

(۱۲۲۷ھ/۱۸۵۱ء - ۱۲۹۱ھ/۱۸۵۱ء)

آپ شیخ محمد ملاوہ کے مرید تھے۔ سلطان سکندر بکے دور حکومت میں جب شیخ ملاوہ دہلی تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں شیخ سعد اللہ ایک عرصہ دراز تک آتے جاتے اور خدمت کرتے رہے۔ شیخ سعد اللہ نے درود عشق اور ثابت قدمی کے اپنے شیخ سے سبق سیکھے تھے۔ اور مصنف اخبار الاخبار کے آپ بڑے چچا تھے۔

خواجہ حسین ناگوری

۱۲۹۰ھ/۶۱۲۹۵ - ۱۲۹۲ھ/۶۱۲۹۵

آپ صوفی حمید الدین ناگوری کی اولاد میں سے تھے۔ بڑے ولی اللہ اور صاحب کرامات و صاحب مقامات عالیہ تھے۔ علم شریعت، طریقت، حقیقت کے جامع بزرگ تھے تمام ساکنانِ ناگور کے نزدیک آپ مسلم بزرگ تھے۔ ذوق میں کامل، عشق میں اکمل اور علم میں اتم، زہد و تقویٰ میں اعرف تھے۔ شیخ وحید کی اولاد میں سے اور شیخ کبیر کے مریدوں میں سے تھے۔ اپنے شیخ کی گجرات میں عرصہ دراز تک خدمت کرتے رہے۔ اللہ کے فضل و کرم اور ذاتی محنت کی بدولت ظاہری علوم سے فراغت حاصل کر لینے کے بعد اپنے وطن تشریف لائے اور عرصہ دراز تک خواجہ معین الدین رح کے مزار پر مجاور رہے اور خدا کی عبادت کرتے رہے۔

حسن زمانے میں اجمیر غیر آباد تھا اور اس کے ارد گرد شیروں کی چراگاہیں تھیں اس وقت خواجہ معین الدین کے مزار کے قریب اقامت فرما رہے۔ پھر خواجہ صاحب ہی کے اشارے سے اجمیر کو چھوڑ کر ناگور چلے گئے اور علم دین کی تعلیم اور ارباب یقین کے طریقہ کی تلقین میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے ایک تفسیر بنام: نور الہی، عربی ادبیات میں اس کا نام نور الہی ہے، لکھی ہے۔ جس میں ہر پارے کی علیحدہ علیحدہ تفسیر ہے۔ اور ہر ایک کی جدا جدا جلدیں ہیں۔ اس میں آپ نے حل تراکیب اور قرآن کریم کے وہی معنی جو دوسرے مفسرین نے لکھے ہیں۔ بڑی وضاحت سے بیان کئے ہیں۔ منقح کی قسم ثالث پر بھی آپ نے ایک شرح لکھی ہے۔ علاوہ

ازیں اور بھی متعدد کتابوں کے مصنف تھے ۔

کہتے ہیں کہ سوا شیخ احمد غزالی کی بھی شرح لکھی ہے ۔ آپؐ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھے ۔ چنانچہ اپنا گھر، کنواں اور ایک باغ جو آپؐ کا اثاثہ تھا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر وقف کر دیا تھا ۔

اتفاقاً غیب سے چار آدمی آئے جنہیں کوئی نہیں جانتا تھا اور یہ چاروں کوڑھی تھے اور یہ مرض اتنا سخت تھا کہ انگیوں سے خون اور پیپ ٹپک رہا تھا ۔ انہوں نے آپ سے کھانا طلب کیا ۔ خواجہ صاحب نے جو کھانا اپنے لئے رکھا تھا وہ ان کے حوالہ کر دیا ۔ انہوں نے وہ کھانا کھا کر تھوڑا سا اس برتن میں بچا دیا ۔ اور خواجہ صاحب سے کہا کہ اسے تم کھا لینا ۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے وہ پس خوردہ سب کھا لیا ۔ اس دن کے بعد خواجہ صاحب کے لئے خدا تعالیٰ نے ایک دوسرا دروازہ کھول دیا ۔

منقول ہے کہ اہل ناگور کے رواج کے مطابق آپ کے پاس بھی ایک بیل گاڑی تھی جس پر سوار ہو کر خود ہی چلایا کرتے تھے اور خود ہی گاڑی کے سیلوں کی نگہداشت کیا کرتے تھے پٹھے پرانے کپڑے زیب تن فرمایا کرتے تھے ۔ آپ کی اولاد میں سے شیخ عبدالقادر نامی ایک شخص جو فقیرانہ مسلک رکھتا تھا وہاں آیا ۔ اس کے پاس آپ کی اکثر بیشتر چیزیں تھیں ان چیزوں میں آپ کی پگڑی ، کرتہ پانسجامہ بھی تھا ۔ لیکن ان کپڑوں کی کیفیت یہ تھی کہ ان میں سے ایک دو کپڑے تو ایسے تھے کہ جنکی قیمت بمشکل ایک پیسہ فی گز ہوگی ۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ سماع میں آپ پر ایک حالت طاری ہوئی آپ اسی حالت میں جنگل کی طرف روانہ ہوئے ، ایک خاکروب آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا ، وہ اور کچھ غزل خواں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہوئے ۔ یہ تو مسلم

نظاہر و باطناً پاکیزہ اور صاف تھا، شہر ناگور کے باہر ایک بڑا حوض ہے۔ شیخ اس حوض پر حالت جذب میں اس طرح چلنے لگے جیسے کوئی زمین پر چلتا ہے یہ نو مسلم بھی آپ کے پیچھے اس طرح چلتا رہا کہ کبھی گرتا اور کبھی اٹھتا اور پھر چلتا۔ منقول ہے کہ مندو کے بادشاہ سلطان غیاث الدین خلجی نے آپ کو بلایا مگر آپ اس کے پاس تشریف نہ لے گئے ایک دفعہ سلطان کے پاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک لایا گیا۔ لوگوں نے بادشاہ سے کہا اگر موئے مبارک کی اطلاع خواجہ حسین کو ہو جائے تو بے اختیار فوراً یہاں آجائے۔ چنانچہ بادشاہ نے آپ کو اطلاع کرا دی تو آپ اسی وقت مندو کا قصد کر کے درود شریف پڑھتے ہوئے نہایت ذوق و شوق سے روانہ ہوئے۔ اور جب مندو کے نزدیک پہنچے تو بادشاہ اپنے شاہی اعزاز کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے آیا۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک غبار آلود پھٹے پرانے کپڑوں والا اپنی گاڑی خود چلاتے ہوئے آرہا ہے تو وہ سمجھا کہ خواجہ حسین شاید کوئی اور ہونگے جب لوگوں نے بتلایا کہ خواجہ صاحب یہی ہیں تو اس نے خواجہ صاحب کا مسزاج پوچھنا چاہا لیکن شیخ کو اس کے جواب کی فرصت کب تھی وہ تو بے خودی کے عالم میں موئے مبارک کے دیدار کے لئے آ رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ موئے مبارک کی زیارت کے بعد بادشاہ آپ کو اپنے والد بزرگوار کی قبر پر لے گئے اور اس کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا کی اور کشف کے ذریعہ صاحب قبر کی جو حالت معلوم ہوئی وہ بتلا دی اس کے بعد سلطان بادشاہ نے آپ کو بڑے قیمتی تحائف دینا چاہے مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ان تحائف کو دیکھ کر خواجہ صاحب کے لڑکے کے دل میں کچھ رغبت پیدا ہوئی۔ شیخ کو کشف کے ذریعہ

اس کا علم ہو گیا تو فرمایا اسے بیٹھے، یہ سانپ ہیں اور سانپ کو کوئی شخصیں بھی رکھنا پسند نہیں کرتا۔

خواجہ صاحب کی مزار کی بالائی عمارت سلطان غیاث الدین غلجی نے بنوائی تھی البتہ آپ کے روضہ کا دروازہ منڈو کے دو سکر بادشاہوں نے بنوایا تھا۔ شیخ حمید الدین صوفی ناگوری کے روضہ اور دروازہ کی عمارت اور مقبرہ اور ناگوری کی چار دیواری سلطان محمد تغلق نے بنوائی تھی۔ اسے آپ کے مزید حالات آئین دوم صفحہ ۲۲۲ اور تذکرہ صفحہ ۲۹ میں مل سکتے ہیں۔

مؤلف تاریخ مظفر شاہی

(ولادت ۸۴۸ھ / ۲۶ مارچ ۱۶۴۵ء)

نہ تو خود مصنف نے کتاب میں اپنا نام بتایا ہے اور نہ کسی اور کتاب سے ان کے نام اور حالات کی تفصیل ملتی ہے۔ البتہ ۱۶۴۲ء - ۱۶۴۴ء / ۸۴۴ھ - ۸۴۸ھ کے تحت مذکورہ واقعات سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ اس سال ۱۸ ذی الحجہ کو پیدا ہوئے تھے، جب انکے والد سلطان علاؤ الدین بن احمد بھٹی کی مہم قلعہ مدکل ونگل میں شریک تھے۔

مؤلف نے ویسا چھے میں کتاب کا بھی نام نہیں دیا۔ تاہم انڈیا آفس لائبریری میں اس کا جو مشلوٹ موجود ہے اس پر 'تاریخ مظفر شاہی' ہی لکھا ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ یہ مظفریہ خاندان کی تاریخ ہے جو محمود شاہ میگڑہ کے عہد میں لکھی گئی، ۱۶۸۴ء / ۸۸۹ھ تک یا اس کے لگ بھگ کے واقعات پر مشتمل ہے اور رنگین و مرصع نثر میں

لکھی گئی ہے۔ ۱۷

شیخ یوسف

ولادت ۸۴۹ھ / ۱۴۴۵ء

شیخ یوسف بن احمد بن محمد جمال ملتانی ۸۴۹ھ میں بمقام احمد آباد آپ کی ولادت ہوئی
شیخ نظام الدین غوث الملک سے معقولات میں شرح مواقف اور اللوامع پڑھی۔ دیگر اساتذہ
سے نحو، صرف، منطق اور تاریخ کی تعلیم حاصل کی۔ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد درس و
تدریس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

علامہ سخاوی نے الضور اللامع میں لکھا ہے کہ سلطان محمود نے آپ کو سلطنت کے
حساب و کتاب کا ذمہ دار مقرر کیا تھا۔ ۱۷

شیخ قاسم بن داؤد

ولادت ۸۶۹ھ / ۱۴۶۴ء

شیخ قاسم بن داؤد بن محمد بن عیسیٰ بن احمد۔ آپ شیخ راجح بن داؤد کے بڑے
بھائی ہیں ۸۶۹ھ میں ولادت ہوئی۔

علامہ سخاوی نے الضور اللامع میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ قاسم نے مکہ مکرمہ
میں مجھ سے پڑھا ہے اور میری الفیہ کی شرح کی کتابت میں مدد کی ہے۔ ۱۷

قطب العالم سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ بخاری

ولادت ۴ رجب ۷۹۰ھ وفات ۸۵۷ھ

سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ بخاری، جو قطب العالم بن سید ناصر الدین محمود بن سید الاقطاب مخدوم جہانیاں بخاری کے لقب سے مشہور ہیں۔ جن کا نسب سلسلہ سید جعفر مثنیٰ جو حضرت امام حسن عسکری کے برادر ہیں وہاں پہنچ کر منتهی ہوتا ہے۔ آپ ۷۰۹ھ میں ۴ رجب دوشنبہ کی رات کو صبح کے قریب پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اور شاہ راجو قتال جو والد محترم کے چچا تھے آپ کے کفیل بنے۔ اور انہوں نے آپ کی تربیت کی، اور دو سال میں آپ کو مرتبہ ہدایت تک پہنچا کر فرما دیا کہ گجرات والوں کی رشد و ہدایت کا کام آپ کو سپرد کیا جاتا ہے اس لئے آپ وہاں تشریف لے جائیں اس لئے آپ اپنی والدہ کے ساتھ دین کا نام بی بی ہاجرہ اور لقب سعادت خاتون تھا) ۸۰۲ھ میں پٹن تشریف لائے۔ اس زمانے میں حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے صاحبزادے شیخ رکن الدین کان شکر پٹن میں مقیم تھے۔ جن کو پیران پٹن بھی کہا جاتا ہے۔

سید راجو قتال کے مشورہ سے آپ انکی خدمت میں رہے اور ظاہر و باطن کی اصلاح میں مشغول ہوئے۔ احمد آباد کے سلطان مظفر چونکہ سید الاقطاب مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے مرید تھے۔ اس لئے انہوں نے جب سنا تو انہوں نے صاحبزادے کا خاطر خواہ استقبال کیا پٹن میں اس وقت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے نواسے شیخ رکن الدین کی خانقاہ تھی۔ ان سے باطنی ترقیات حاصل

کیں۔ اور ظاہری علوم مولانا شیر علی سے حاصل کئے، جنکا مدرسہ اس زمانہ میں پٹن میں مشہور تھا۔ جب سلطان احمد شاہ نے احمد آباد تعمیر کیا تو قطب العالم سے درخواست کی کہ آپ پٹن سے احمد آباد تشریف لاکر یہاں قیام فرمائیں۔ پھر آپ وہاں سے منتقل ہو کر احمد آباد تشریف لے آئے۔ قطب العالم کی احمد آباد آمد پر سلطان احمد شاہ نے قصیدہ لکھا اور خدمت میں حاضر ہو کر شعر ارک کی طرح خود کھڑے ہو کر انہوں نے وہ قصیدہ پڑھا جس کا یہ مطلع ہے۔

قطب زمانہ ما برہان بس است مارا برہان او ہمیشہ چون نامش آشکارا
 قصیدہ سنائے کے بعد سلطان نے دعا کی درخواست کی، تو آپ نے فرمایا کہ آپ کے خاندان کے لئے ہمارے جدا مجد مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحسنے دعا کی ہے۔ سلطان نے عرض کیا کہ انہوں نے ہمارے جدا مجد سلطان مظفر کی اولاد کے لئے دعا کی ہے۔ اور ان کے لئے سلطنت کی دعا کی ہے۔ آپ شہر کی آبادی اور قبولیت کے لئے دعا فرمائیں۔ اس پر قطب عالم نے فرمایا کہ

احد اباد ابد الابد انشاء اللہ الرؤف بالعباد۔ قطب عالم نے پرانے اساول میں سا برمتی کے کنارے سکونت اختیار کی اور وہاں پر ایک مسجد کی تعمیر کی احمد آباد کے قیام میں شیخ احمد کھٹو سے بھی روحانی تربیت پائی اور ان کی طرف سے خلافت ملی کچھ عرصہ کے بعد آپ موضع بیٹوہ میں مقیم ہو گئے۔ اور سلطان نے سرکاری طور پر رہائش وغیرہ کے تمام انتظامات کئے۔ اور وہاں۔۔ آپ مرجع خواص و عام بنے اور آپ کے کشف و کرامات بڑی مشہور ہوئیں جن میں سے یہ کیا ہے، وہ ہے لکڑی سے کچھ پتھر کے کلمات کا کثرتاً بتا دیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کلمات کی برکت سے لوہا لکڑی پتھریوں وغیرہ میں ایک وقت ایک ہی چیز میں پیدا کر دیں۔ مگر اس کی شہرت پر حضرت نے خادم

کو حکم فرمایا کہ اس کو ایک کونے میں دفن کر دو۔ اور آپ نے دھمکی بھی دی کہ جو اس کو نکالے گا وہ مقطوع النسل ہوگا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک معتقد نے کہا مجھے بے نسل ہونا منظور ہے لیکن میں اس کو نکالوں گا۔ اس کے بعد وہ تبرک نکالا گیا اور وہ زیارت گاہ خواص و عوام بنا۔

اس کا ایک حصہ کاٹ کر اکبر دہلی لے گئے اور اس کا ایک حصہ احمد آباد میں باقی رہا۔

قطب العالم ۸۵۷ھ میں انتقال کر گئے اور ۶۸ سال چار مہینے چوبیس روز زندگانی گزار کر آپ نے انتقال فرمایا۔ تاریخ انتقال ۸/ ذی الحجہ ہے۔ تاریخ وفات: مطلع یوم التزویر، سے نکلتی ہے اور احمد آباد کے موضع بٹوہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

قطب العالم کے بارہ صاحبزادے اور سترہ صاحبزادیاں تھیں۔ ۱۷
آپ پٹنہ پنچکر شیخ رکن الدین کے بہان ہوئے جو حضرت بابا فرید الدین

شکر گنج کے نواسے تھے۔ شیخ رکن الدین نے آپ کی خاطر مدارات کی۔

سید شرف الدین مشہدی سے ملاقات | سید شرف الدین مشہدی کو
(جو بھروچ میں رہتے تھے)

جب آپ کے پٹنہ میں قیام کا علم ہوا تو وہ آپ سے ملنے کے لئے پٹنہ روانہ ہوئے
راستہ میں احمد آباد کے پھر سر پہنچ شیخ احمد کھٹو کی خدمت میں پہنچے پھر پٹنہ پہنچ کر
قطب عالم سے ملاقات کی۔

سید گیسو دراز سے ملاقات | آپ کی عمر تقریباً چودہ سال تھی کہ سید گیسو دراز دکن سے گجرات تشریف لے گئے۔ اور پھر جب

قطب عالم سے ملاقات کی اور آپ کے اندر قطبیت کے آثار دیکھے تو بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ: میرے بزرگوں سے جو فیض مجھے ملا ہے وہ میں آپ کو بطور تحفہ دینا چاہتا ہوں۔

نکاح: حضرت قطب عالم کا پہلا نکاح بادشاہ وقت کی صاحبزادی سے ہوا پھر دوسرے بار بادشاہ کے وزیر امین الدین خداوند خاں کی صاحبزادی سے ہوا ان دو کے علاوہ ایک اور خاتون سے بھی آپ کا نکاح ہوا ہے۔ آپ کی کئی اولاد ہوئیں جن میں یہ چند حضرات مشہور ہیں۔ (۱) شاہ عالم (۲) شیخ محمود دریا نوش (۳) حضرت شاہ زاہد (۴) حضرت شاہ محمد امین (۵) حضرت سید احمد شاہ (۶) سلطان مظفر شاہ آپ کے دادا حضرت مخدوم جہانیا

سلاطین سے تعلقات | جہانگشت کے مرید تھے۔ قطب عالم جب گجرات میں رونق افروز ہوئے اور پٹن میں قیام فرمایا تو مظفر شاہ حضرت کو خراج عقیدت پیش کرنے حاضر خدمت ہوئے اور آخر تک حضرت کے عقیدت مند رہے۔ اسکا طرح سلطان احمد شاہ بھی بہت معتقد رہے۔

پھر احمد شاہ کے بعد سلطان قطب الدین تخت نشین ہوئے تو وہ بھی حضرت کے مرید ہو گئے۔

اوصاف و کمالات: آپ نہایت زاہد عن الدنیا تھے۔ توکل و قناعت کی دولت سے مالا مال تھے۔ اکثر ریاضت و مجاہدات میں وقت گزارتے جو دوستانہ میں مشہور تھے۔ شریعت و حقیقت و طریقت میں کامل تھے۔

آپ کی عمر نو سو سال تھی کہ ایک دن خیال آیا کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ہوتا تو قدم بوسی کا شرف حاصل ہوتا۔ اسی رات کو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ ۱۷

کرامات :- آپ کی کرامات بے شمار ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن علی الصبح گھر سے مسجد تشریف لے جا رہے تھے۔ اچانک آپ کے پیر میں کوئی چیز لگی۔ بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا کہ یہ پتھر ہے یا لوہا ہے یا لکڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں صفتیں اس میں پیدا کر دیں۔ کبھی پتھر نظر آتا ہے کبھی لوہا اور کبھی لکڑی۔ ۱۸

مرآت احمدی کی عبارت ہے: "قضایا پائے ایشان بر آنچه خوب خورد افتاد چنانچہ مجروح گشت و خون او در گردید بر زبان مبارک گذشت؛ کیا ہے لوہا ہے لکڑی ہے کہ پتھر ہے۔"

شہنشاہ ہمایوں نے اس یادگار کو دیکھا اور اکبر بھی جب احمد آباد آیا تو تبرک یادگار کو دیکھا اور اس کا ادھاحصہ آگرہ لے گیا۔ ۱۹

وفات :- ۸ رذی الحجہ ۸۵۷ھ کو یاجتیا قیوم کہتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے آپ کی تاریخ وفات ان کلمات سے نکلتی ہے۔

مطلع یوم الترویۃ، مزار احمد آباد میں ہے۔

تحفۃ الکرام، اخبار الاخیار، اور بعض دوسری کتابوں میں حضرت قطب عالم کی زبان

۱۷ تاریخ صوفیائے گجرات ۲۷ گلزار ابرار ص ۱۴۷ ۱۸ مرآة سکندری اخبار الاخیار ص ۳۲۹
 ۱۹ تذکرہ قاریاں ہند ج ۱ ص ۱۳۴، تذکرہ اولیائے پاک و ہند ص ۱۹۸ ۲۰ -

ملفوظات بھی دیکھنے میں آئے ہیں۔ جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ بزرگ موصوف نے مقامی زبان کو استعمال کیا ہے۔

اور اس میں پنجابی عنصر زیادہ ہے۔ جس کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضرت قطب عالم کی پیدائش اوچ شریف کی ہے۔ اور انکی ابتدائی پرورش پنجاب اور پنجابی ماحول میں ہی ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت قطب عالم کی زبان سے ادا ہونے والے چند فقرے دیکھیے۔ جو مختلف کتابوں میں محفوظ ہیں۔

(الف) تساں راجے اساں خواجے (یعنی تم بادشاہ اور ہم وزیر)

(ب) بھائی محمود خوش ہو اساں تھیں وڈا تساں تھیں وڈا، اساڈے گھر جلال جنائیاں آیا۔

(ج) کیا ہے لوہا ہے کہ لکڑی ہے کہ پتھر ہے۔

لوہا ہے لکڑی ہے پتھر ہے۔

پتھر ہے یا لوہا ہے یا لکڑی۔

(د) بیٹی تساڈ نصیب دھیوں ویسجہ۔

چشتیوں نے پکی اور اسے بخاریوں نے کھالی

ابن قاضی شہبہ صاحب تاریخ مدینہ کے معاصر ہیں۔

قطب عالم کی ولادت نسبی و روحانی

حضرت شاہ عالم

۱۲۶۹ھ

سید محمود بن قطب عالم

حضرت شاہ عالم جنکا ذکر پیچھے گزر چکا ہے

آپ کے صاحبزادے سید محمود جن کا عرف شاہ بدایت تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸۰۹ھ میں ۲۳ رمضان المبارک کو پٹن میں ہوئی۔ والد محترم کا اسم گرامی بی بی سلطان خاتون بنت خداوند خان ہے۔ آپ قطب عالم کے مزید تھے ان سے اجازت و خلافت پائی اور قطب عالم کے بعد سجاوہ نشین ہوئے نیز سید راجو قتال نے بھی آپ کے نام خلافت نامہ اوج شریف سے ارسال کیا۔ ۸۸۴ھ میں یکم ذوالقعدہ کو شوہ میں آپ نے انتقال فرمایا اور قطب عالم کے پاس آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ شاہ پیارن، سید ذاکر محمد، سید شیر محمد، سید جلال الدین جن کو شاہ شیخ جیو کہتے تھے۔ اور شاہ عشق اکنڈ۔

شیخ جیو اگرچہ آپ کے چھوٹے فرزند تھے لیکن کمالات صوری اور معنوی میں تمام سے بڑھے ہوئے تھے۔ انکی ولادت باسعادت اساول میں ہوئی ہے۔

تاریخ اولیائے گجرات کے مصنف لکھتے ہیں۔
آپ قطب عالم کے صاحبزادے اور عالم گجرات خداوند خان کے نواسے تھے۔
آپ مرج البحرین ہیں۔ اس لئے کہ اپنے والد

سے بھی تعلق ارادت کے بعد خلافت ملی اور اوچے شریف سے شاہ راجو قتال کی طرف سے بھی خرقہٴ خلافت پایا۔

۸۸۴ھ/۱۴۷۹ء بمقام بٹوہ آپ نے وفات پائی۔ اور والد محترم کی قبر کے نزدیک مدفون ہیں۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ شاہ پیارن، سید ذاکر محمد سید شیر محمد، سید جلال الدین معروف بہ شیخ جیو، شاہ غنیق اللہ۔ سہ مقالات شیرانی میں ہے کہ :

جب قطب عالم کے فرزند سید محمود المعروف بہ شاہ بدھ کے ہاں ۸۵۲ھ میں شاہ شیخ جیو پیدا ہوئے تو نئے مولود کی خوشخبری حضرت کی خدمت میں پہنچائی گئی آپ بے حد مسرور ہوئے اور اپنے ایک مرید کو خطاب کر کے مسرت کے لیے میں کہنے لگے۔

بھائی محمود خوش ہوا ساں بھئیں ڈڈا تساں بھئیں ڈڈا سانڈے گھر جلال
جہاںیاں آیا ہے ڈڈے

مولانا سید جیو

چنگیز خاں کے ساتھ صلح کرانے کے لئے شہر کے جو ائمہ جمع ہوئے تھے۔ ان میں مولانا سید جیو بھی تھے جو سید برہان الدین قطب عالم قدس سرہ کی اولاد میں سے تھے۔ اور شاہ ابوتراب تھے اور سلسلہ قطب الدین میں سے جناب شیر و تھے اور مولانا شیخ ماہ تھے اور علامہ مدار الملک محمود پیارو تھے۔ مگر فتنہ پردازوں کے اثر کیوجہ سے صلح جو اتمام کو پہنچنے کے قریب ہو گئی تھی، وہ نہ ہو سکی۔ ۳

۳۶۹ ص ۲۷ مرآت احمدی، مقالات شیرانی ص ۱۵۳ ۳ ظفر الوالہ عظیم والہ۔
۴۹۹ تاریخ اولیا۔ نئے تحریکات

این قطب عالم

جو تھے فرزند شاہ حامد . آپ بھی قطب العالم کے مرید اور ان کے خلیفہ تھے .
پانچویں فرزند سید صالح ، آپ بھی قطب العالم کے مرید اور خلیفہ تھے . ان سے
بڑے عجیب واقعات سرزد ہوئے .

چھٹے شاہ امین اللہ یہ بھی قطب العالم کے مرید اور خلیفہ تھے . جب آپ کو
قبر میں رکھ دیا گیا اور قبر بند کر دی گئی ، دفن کر کے لوگ واپس آئے تو رات سید محمد
زاہد نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ میری ایک انگلی صندوق کے تختے
کے نیچے دبلی ہوئی ہے اس کو نکلوا دیجئے خواب سمجھ کر اعتبار نہیں کیا گیا تین دن
مسلل خواب کے بعد جب قبر کو کھولا گیا تو دیکھا واقعی پیر کی انگلی تختے کے نیچے
پھنسی ہوئی ہے اور اس میں سے خون بہہ رہا ہے . انہوں نے اس کو درست
کر کے دوبارہ آپ کو دفن کیا .

ساتویں صاحبزادے سید محمد زاہد .

آٹھویں سید محمد اصغر جو شاہ شیخ محمد کے نام سے مشہور تھے انہوں نے اپنا
سلوک اپنے بڑے بھائی سید ناصر الدین کی خدمت میں رہ کر تمام کو پہنچایا .
نویں سید محمد صادق . انہوں نے بھی بڑے بھائی سے ارشاد و تربیت
پائی . جوانی ہی میں انتقال کیا ، آپ کی ۷۰ سال عمر ہوئی .

دسویں فرزند سید محمد راجو . آپ بھی حضرت قطب العالم کے مرید و
خلیفہ تھے . آپ کو بچپن میں کسی واقعہ پر حضرت قطب العالم نے بارہ صاحبزادوں
کی بشارت دی تو وہ پوری ہوئی . اللہ تعالیٰ نے آپ کو بارہ صاحبزادوں سے
عنایت کئے آپکی قبر محمد آباد معروف برچانیا نیر میں واقع ہے .

گیارہویں شاہ سالم آپ قطب العالم کے مرید تھے۔ اور خلافت اپنے
بڑے بھائی سے پائی۔ آپ اپنی سوانح میں سے لکھتے ہیں: بعض دفعہ تین چار روز آپ
پر حال غاری رہتا۔ کھانا، پینا متروک ہو جاتا۔ آپ بھی قطب العالم کے قریب
مدفون ہیں۔

بارہویں سید علم الدین۔ ایام شیرخوارگی میں انتقال کر گئے۔
قطب العالم کے خلفاء میں سید عثمان جو شمع برہانی کے لقب سے معروف
ہیں جو قطب العالم کے خلیفہ خاص اور آپ کے متبئی تھے اس علاقے کے مشائخ
کبار سے سفر سنی میں مرید ہوئے اس کے بعد قطب العالم کی خدمت کے لئے
اپنے آپ کو وقف کر دیا اور انکی صحبت میں رہ کر مقامات علیا اور سلوک کی
منازل طے کیں۔ جب حضرت شمع برہانی کی طرف خلافت کا رجوع ہوا تو حضرت
قطب عالم کے ارشاد سے آپ بہاؤ الدین پور منتقل ہو گئے۔ اور وہاں بھی
طلباء، علماء، امراء، سلاطین کا اس قدر هجوم ہوا کہ تنگی ہونے لگی۔ تو وہاں
سے آپ اس جگہ منتقل ہو گئے (جو احمد آباد سے متصل) عثمان پور کے نام سے
مشہور ہوا۔ حالانکہ اس جگہ پر سب سے پہلے تنہا آپ نے اپنا خیمہ گاڑا تھا
بعد میں آبادی بڑھی اور ایک پورہ آباد ہو گیا۔ جو عثمان پور کے نام سے معروف
ہوا۔

آپ کی تصانیف بکثرت ہیں جن میں سے مدارج المعارج مشہور ہے۔ آپ
کبھی ذوق شوق میں غزل کہتے۔ ایک غزل کا مطلع یہ ہے۔
عرش فرشتہ است کہ در خلوت درویشاں است
رنجہ کنجیست کہ ہم صحبت درویشاں است

شیخ محمد عثمان اللقب سے شمع برہانی

(۱۵ / ۱۵ / ۱۹۶۳ء اولیٰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ / ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء)

آپ کے قدرے تفصیل سے حالات اس قدر مل سکے ہیں کہ آپ گجرات کے ممتاز مشائخ میں سے تھے۔ طریقت میں شیخ برہان الدین سے مستفیض ہوئے جن کی برسوں تک خدمت کی اور آخر ان سے شیخ برہانی کا خطاب پایا۔ سلطان محمود بن احمد آپ کے بے حد معتقد اور آپ کے شاگرد تھے۔

نور احمد فریدی نے لکھا ہے کہ آپ حضرت قطب العالم شیخ عبد الجلیل چوہدر شاہ بندگی (م ۱۳۵۲ / ۱۹۳۴ء) کے خلیفہ تھے۔ سید ابوظفر ندوی نے بھی مرآة احمدی کے حوالے سے ایسا ہی لکھا ہے۔ ممکن ہے دونوں بزرگوں سے ترقی خلافت حاصل کیا ہو۔ ساہرمتی ندی کے پار عثمان پورہ کے نام سے جو بستی آپ نے آباد کی۔ اس کی آبادی ایک زمانے میں اتنی بڑھ گئی تھی کہ دس ہزار گھر صرف کاریگروں کے تھے۔

شمع برہانی نے ایک مدرسہ کے علاوہ ایک کتب خانہ بھی قائم کیا تھا۔ جو مرہٹوں کا لوٹ مار کے دوران تباہ ہو گیا۔

طلباء مسجد کے متعدد حجروں میں رہتے تھے۔ شمع برہانی کے کتب خانے کی بہت سی کتابیں اکبر بادشاہ فتح گجرات کے بعد اپنے ساتھ لے گیا۔ جن میں کچھ کتابیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور کچھ ملا عبدانقادر بدایونی اور کچھ مشہور شاعر فیضی کو ملیں اور باقی شاہی کتب خانے میں داخل کر دی گئیں۔

آپ نے ۲۰ مارچ ۱۳۵۹ / ۱۵ / ۱۵ / ۱۹۶۳ء کو وفات پائی اور ساہرمتی وریا کے کنارے عثمان پور میں آپ کو دفن کیا گیا۔

تصوف میں آپکی تصانیف میں سے ؛ مدارج المدارج، مشہور ہے لیکن افسوس کے تذکروں میں کرامات کا ذکر تو کیا گیا ہے مگر تصنیف پر روشنی نہیں ڈالی گئی۔ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ جن میں فقر و درویشی اور سلوک و طریقت کے رموز بلیغ انداز میں بیان فرماتے تھے۔ ایک غزل کا مطلع یہ ہے۔

عرش و فرش است کہ در خلوت درویشاں است

رنج گنج است کہ ہم محبت درویشاں است

؛ خطہ پاک اویچ، کے مصنف لکھتے ہیں !

آپ نہایت عابد و زاہد اور متوکل و قانع بزرگ تھے۔ آپ کی درگاہ کے خادم نے ایک مرتبہ شکایت کی کہ لنگر کا خرچہ پورا نہیں پڑتا۔ آپ نے فرمایا، سا برمتی دریا کے کنارے جا کرو ہاں سے روزانہ خرچے آیا کرو، خادم حکم کے مطابق دریا پر جاتا اور دیکھتا کہ بجائے پانی کے اشرفیاں بہ رہی ہیں ضرورت کے مطابق رقم وہاں سے لے آتا۔ یہ برکت آپ کے خاندان میں ایک عرصہ تک قائم رہی۔ حضرت قطب العالم نے آپ کو اپنے صاحبزادہ حضرت شاہ عالم کی طرح خزانہ الہی میں تصرف کی طاقت عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ سا برمتی کے کنارے وضو کے لئے تشریف لائے، سوچ رہے تھے کہ اگر کوئی برتن ہوتا تو اہلیہ کے لئے بھی وضو کا پانی لے جاتا اتنے ہیں ایک ہندو لڑکا جس کا نام کرا دھو تھا تا نہ کے برتن میں پانی لینے کے لئے دریا کے کنارے پہنچا آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا، اگر یہ برتن مجھے دے دو تو میں پانی گھر پہنچا کر برتن واپس کر دوں گا۔ اس نے آپ کی بات مان لی۔ آپ پانی لے کر گھر پہنچے اور اس

سے نزہۃ الخواطر اردو و ہند ۱۳۲۲ تاریخ ہجرات ضلک، تاریخ تمدن گجرات ص ۱۹۶ تاریخ ادبیات

ج ۵ (فارسی ادب) ص ۱۲۵۔

رط کے کو برتن واپس کرتے ہوئے فرمایا: تم بھی ہمارے پاس ہی آ جاؤ گے اور یہیں رہو گے۔

اس وقت آپ کے مکان کے ارد گرد دور دور تک کوئی بستی نہ تھی اس لئے بچہ آپ کی بات سن کر متعجب ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ اس اجاڑ جگہ پر کون آکر رہے گا۔ جب وہ دریا پر دوبارہ برتن بھرنے کے لئے گیا تو دیکھا بجائے پانی کے اشرفیاں بہ رہی ہیں۔ جب واقعہ کا چرچا ہوا تو بوگ دھڑا دھڑا آپ کے پاس آنے لگے اور بہت جلد یہاں ایک بستی بس گئی جو عثمان پورہ کے نام سے اب تک مشہور ہے۔ آپ کی طرف رجوع خلق بہت زیادہ تھا۔ بے شمار غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف بر اسلام ہوئے۔

عثمان پورہ میں سلطان محمد شاہ کی مدد سے ایک **عثمان پورہ کا کتب خانہ** مسجد اور ایک مدرسہ تعمیر کرایا گیا جس کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تھا جس میں اور کتابوں کے علاوہ شاہی کتب خانہ کی وقف شدہ کتابیں بھی تھیں۔

۱۶۳ھ/۱۲۵۸ء تک تو شیخ عثمان خود اس کے نگراں اور منتظم رہے پھر ان کے رط کے اور پوتے اس کے ناظم ہوئے مرہٹوں کی لوٹ مار میں یہ تنہا ہو گیا مسجد اور مقبرہ اب تک بطور یادگار قائم ہیں۔

سید عثمان شیع برہانی اور آپ کے خانوادہ سے محمود بیگڑہ اور دیگر سلاطین کو بہت عقیدت تھی۔ اس کا ثبوت ان کے مزار اور مسجد کی پر شکوہ عمارتوں سے ملتا ہے۔ جو آج سید عثمان کے خطاب شیع برہانی کے نام سے مشہور رہا اور ساہتی کے مغربی کنارے پر مرجع خاص و عام ہیں اگر اس مسجد کا کتب گم نہ ہو گیا

ہوتا تو اس پر بھی روشنی پڑ سکتی تھی کہ یہ عمارتیں کب اور کس نے بنوائیں ۔

سلطان محمود ثالث کے عہد میں سید عثمان کے خاندان کے ایک اور فرسید اکبر اعظم بن سید آدم عالم کا نام ملتا ہے جبرکسنی میں بھی دینی امور کی تحقیق و تدقیق میں ہمہ تن مشغول تھے ۔ ان سے سلطان محمود کو بے حد عقیدت تھی ۔

مولانا ابو ظفر نے آپ کے مدرسہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ محمد عثمان الملقب بہ شمع برہانی ، متوفی ۸۶۳ھ / ۱۴۵۸ء خلیفہ حضرت قطب عالم متوفی ۸۵۷ھ / ۱۴۵۲ء بڑے پایہ کے بزرگ تھے ، احمد آباد ابھی ابھی آباد ہوا تھا سا برستی ندی کے اس پار جہاں اب عثمان پورہ ہے ، اس وقت کوئی آبادی نہیں تھی ، شیخ مذکور وہیں پر خیمہ کھڑا کر کے مقیم ہوئے ۔ پھر ایک ہندو بیٹے کو ترغیب دے کر آباد کیا رفتہ رفتہ آبادی بڑھتی گئی ، اس کا نام شیخ نے اپنے نام پر عثمان پورہ رکھا ، آخر زمانہ میں اس کی آبادی اتنی بڑھ گئی تھی کہ دس ہزار گھر فقط کاریگروں کے تھے ۔

یہاں ایک عالیشان مسجد اور مدرسہ تعمیر کیا گیا جس میں دینی تعلیم ہوتی تھی ۔ قرآن ، حدیث ، تفسیر ، فقہ اور اصول خصوصیت سے پڑھائے جاتے تھے ۔ مسجد کے ساتھ طلبہ کے رہنے کے لئے متعدد حجرے بھی تھے ۔ ان طلبہ اور شیخ کے اہل خاندان کے لئے جو اس مدرسہ کے معلم اور منتظم تھے بادشاہ کی طرف سے وظائف مقرر تھے ۔

طلبہ اور مدرسین کے استفادہ کے لئے شاہی کتب خانہ سے اکثر کتابیں بھی دی جاتی تھیں ۔

شیخ کے بعد ان کے رط کے محمد پھران کے رط کے احمد پھران کے خلف مولانا یوسف اس مدرسہ کو چلاتے رہے ۔

انہی مؤخر الذکر نے سلطان محمود بیگڑہ کے حکم سے تاریخ ابن خلکان کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا، راجہ سلیم پور، بکنو، حیدر آباد اور لندن میں اس کا ایک ایک نسخہ موجود ہے۔ سلطان محمود بن لطیف خان متوفی ۹۷۱ھ / ۱۵۵۲ء کے عہد میں سید حاکم اس مدرسہ کے متولی تھے۔

مرہٹوں کی لوٹ مار میں جب عثمان پورہ تباہ ہوا تو اس مدرسہ کی بھی اینٹ سے اینٹ بچ گئی تھی۔ ایک چھوٹا سا گاؤں مع مقبرہ اور مسجد کے بطور یادگار باقی ہے۔

قطب عالم کے دوست خلیفہ شیخ علی جو خطیب کے لقب سے مشہور ہیں۔ صغیر سن ہی سے آپ بڑے پاک باز اور زاہد عن الدنیا تھے جب آپ کی عمر بارہ سال ہوئی تو عبادت و اطاعت میں مشغول ہوئے۔ مشغولی اس قدر بڑھی کہ غذا کھانا پینا ترک کر کے صحرا میں رہنے لگے۔ وہاں پر روزہ بھی کھا س پات ہی سے افطار ہوتا برابر بارہ سال آپ نے اس طرح مجاہدے میں گزارے اور صفائی باطنی کو اس درجہ تک پہنچایا کہ ملائکہ کی تسبیح و تہلیل آپ سنتے تھے۔ پانچوں نمازیں سا برستی کے کنارے پر ادا فرماتے۔ راستے میں نماز کو جاتے ہوئے ایک مجذوب ملا۔ جو راستہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے علی مسلمان شو، چنانچہ اس کا معمول ہو گیا کہ جب آپ گذرتے تو یہ جملہ کہتا۔

ایک دفعہ آپ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں مجذوب پکا ہوا کھانا لوگوں کو تقسیم کر رہا تھا۔ آپ کو دیکھ کر آپ کی طرف دوڑا۔ اور آپ کو زمین پر گرا کر اور آپ کے سینے پر چڑھ کر دو تین لقمے زبردستی آپ کے منہ میں ڈالے۔ اور شمع برہانی کو دو تین لقمے بھی ساتھ مارے اور پھر آپ کو

چھوڑ دیا اور کہا وہی جملہ کہ علی مسلمان شو۔ اس کی وجہ سے آپ پر بیہوشی طاری ہو گئی جب ہوش میں آئے تب آپ کو علی مسلمان شو کے معنی معلوم ہوئے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ کہیں جا کر کسی کام پر ہونا چاہیے اس وقت قطب عالم حضرت گنج بخش بقید جاتھے حضرت قطب عالم کے یہاں سماع بھی ہوتا تھا۔ اس لئے وہ حضرت گنج بخش رح کی خدمت میں پہنچنے کے لئے بیل پر سوار ہو کر کھینچ کی طرف چلے۔ جب سا برمتی کے کنارے پر پہنچے تو بیل رک گئے۔ ایک قدم آگے بڑھانے کے لئے تیار نہیں اس دوران میں ایک غیبی ہاتھ نمودار ہوا اور شیخ کی گدی پر پنجہ مارا۔ اور گریبان کھینچا جس کی وجہ سے شیخ کے کپڑوں پر پانچ انگلیوں کا نشان شور بے کے ساتھ کپڑوں پر پڑ گیا۔ شیخ نے ساتھیوں سے کہا کہ کوئی مجھے پیچھے کھینچ رہا ہے۔ بیلوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو جہاں وہ جائیں گے وہی ہماری منزل ہے بیل پر اسے اساول کی طرف چلنے لگے۔ جہاں حضرت قطب عالم کا قیام تھا وہاں پہنچ کر حضرت قطب عالم نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا۔ کہ پہلے خلافت اور پھر اس کے بعد ارادت۔ کہ پہلے آپ کو خلافت دیجاتی ہے اس کے بعد مرید کریں گے۔ نیز ارشاد فرمایا کہ چراغ تیل اور تہی سب تیار کر کے لائے ہو کوئی اس کو روشن کر دے۔ پہلے آپ نے خلافت مرحمت فرمائی۔ اس کے بعد آپ کو مرید کیا۔ اس کے بعد حضرت قطب عالم نے آپ کے لئے جو کھانا رکھوایا ہوا تھا وہ مرحمت فرمایا شیخ علی نے دو تین نکتے اس میں سے ابھی نہیں کھائے تھے کہ جوشِ محبت اور ذوق و شوق کا غلبہ ہوا اور زار و قطار رونا اور نعرے لگانے شروع کر دیئے اس کے بعد کچھ لوگ بیعت کے لئے قطب عالم کے پاس پہنچے ہوئے تھے۔ قطب عالم نے شیخ علی سے فرمایا کہ ان کو بیعت کیجئے۔ چنانچہ قطب عالم کے سامنے آپ نے ان کو بیعت کیا۔ اس کے بعد قطب عالم نے شیعہ برہانی

کو ارشادِ خلق کے لئے رخصت کر دیا ۔

آپ نے ۱۷ سال کی عمر میں ۲۶ شوال ۸۷۲ھ / ۱۸ مئی ۱۴۶۸ء احمد آباد کے قریب ایک محلہ قدنبورہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں آپ کا مزار ہے ۔

قدنبورہ اور قطب پورہ پورے پوروں میں سے اس وقت کے دو پورے تھے یہ
؛ آپ صاحب فتح القدر علامہ ابن الہمام کے معاصر ہیں ؛

سوز

۱۲۱۳ھ

قطب عالم کے نسبی سلسلہ سے ہندوستان کے مشہور شاعر سوز بھی ہیں ۔
آپ کا سلسلہ نسب حضرت قطب عالم گجراتی قدس سرہ تک پہنچتا ہے ۔ آپ کا
نام سید محمد میرا اور سوز تخلص ہے ۔ پہلے آپ میر تخلص کرتے تھے لیکن جب دیکھا
کہ میر تقی میر کا نام زیادہ روشن ہے تو آپ نے سوز تخلص اختیار کر لیا ۔

آپ کے دادا کا نام سید ضیاء الدین ہے جو بہت بزرگ شخص تھے اور تیسرے
اندازی میں مشہور تھے ، لیکن آپ کے والد پرانی دہلی کے محلہ فراول پورہ میں سکونت
پذیر تھے ۔ جب دہلی کی حالت خراب ہوئی تو آپ لباس فقیرانہ اختیار کر کے لکھنؤ
چلے گئے وہاں بھی کامیابی نے شکل نہ دکھائی تو ۱۲۱۲ھ میں مرشد آباد آ گئے ۔ کچھ
روز وہاں رہ کر پھر واپس لکھنؤ آئے تو قسمت نے یاوری کی ۔ اور نواب آصف الدولہ
آپ کے شاگرد ہو گئے ۔ انہی برس کی عمر میں بمقام لکھنؤ استقال فرمایا ۔ ۱۲۳۳ھ تاریخ

پیدائش اور ۱۲۱۳ھ میں تاریخ وفات ہے۔
اسے کلام :-

عاشق ہوا، اسیر ہوا، مبتلا ہوا
سرسشق ظلم تو نے کیا مجھ کو واہ واہ
دل تھا بساط میں سو کوئی اسکولے گیا
پاتا نہیں سراغ کروں کس طرف تلاش
کیا جانے کہ دیکھتے ہی دل کو کیا ہوا
تقصیر یہ ہوئی کہ ترا آشنا ہوا
اب کیا کروں میں اسے مرے اندر کیا ہوا
دیوانہ دل کدھر کو گیا آہ کیا ہوا
کہنے لگا کہ پنڈ تو چھوٹا بھلا ہوا سہ

شیخ محمد عبداللہ حسینی بخاری

(۶۳ / شعبان ۸۹۲ھ / ۲۶ / جولائی ۱۴۸۷ء)

شیخ محمد بن عبداللہ بن محمود بن الحسن حسینی بخاری، حضرت قطب عالم کے حقیقی
بھائی تھے۔ سال ولادت ۹ رجب ۸۳۸ھ ہے اپنے بڑے بھائی حضرت قطب عالم سے
پڑھا اور رتبہ کمال تک پہنچے۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا۔
۶ شعبان ۸۹۲ھ / ۲۶ جولائی ۱۴۸۷ء کو رحلت فرمائی، قبر موضع بٹوہ کے قریب ہے۔

مخدوم شیخ محمود دریا نوش

(۳ / ۸۸۲ھ - ۹ / ۱۶۱۴ء)

آپ حضرت قطب عالم برہان الدین بخاری کے سب سے بڑے فرزند گرامی
اور سجادہ نشین تھے، ۶ / ۱۳۰۶ھ میں پٹن (نہروالہ) میں پیدا ہوئے۔ اور ۷ برس کی

عمر میں ۵۸۸ھ/۱۲۷۹ء میں بیٹوہ (احمد آباد) میں آپ کا وصال ہوا۔ حضرت قطب العالم کو آپ سے اپنی تمام اولاد میں سب سے زیادہ تعلق خاطر تھا۔ چونکہ تصوف و سلوک میں آپ کا مقام بہت اونچا تھا۔ اس لئے حضرت قطب العالم آپ کو بھائی محمود کہہ کر پکارتے۔ حضرت قطب العالم کو جو خرقہ و خلافت اپنے جد امجد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے ورثہ میں بلا تھا۔ وہ آپ نے حضرت محمود کو عطا فرما کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کا لقب دریائوش تھا۔ مشہور ہے کہ ایک بار حضرت شاہ عالم پرستی کی کیفیت طاری ہو گئی حضرت قطب العالم کو پتہ چلا تو فرمایا۔ دیکھو تمہارے بھائی محمود کو ہم نے معرفت الہی کے خم کے خم پلا دیئے اور عشق خداوندی کے سمندر پی کر بھی وہ اپنے آپ میں رہے مگر تم ایک قطرہ بھی سغم نہ کر سکتے۔ اس واقعہ کے بعد آپ، دریائوش، کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ شاعر

نے کیا خوب کہا ہے۔

بجام ہر کسے ہرگز شرابِ عشق کے گنجد

خوشا رندے کہ خم خم نوشد و ناپد زوے بوئے

آپ کا مزار اپنے والد ماجد کے پہلو میں دائیں جانب واقع ہے۔

شیخ عبداللطیف

۲۴ رمضان ۸۸۵ھ/۱۷ اکتوبر سنہ ۱۳۸۱ھ

آپ احمد آباد کے باشندے تھے۔ قطب عالم کے خلیفہ خاص تھے، اور حضرت قطب عالم ان کو بارہویں صاحبزادے فرمایا کرتے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں

کمال حاصل تھا۔ اور جو شخص بھی قطب عالم کو ان کے پٹن سے احمد آباد آنے کی خوشخبری سناتا۔ تو اگر وہ مؤمن آتا تو سلامتی ایمان کی بشارت دیتے اور اگر غیر مؤمن ہوتا تو اتنا سونا کہ جس سے زبان پر سونے کے ذریعے طلا رکھا جاسکے۔ اس کو مرحمت فرماتے۔ آپ بڑے زبردست متقی متوکل عالم ربانی تھے۔ آپ نے نو کتابیں لکھیں۔ آپ کا گذر اوقات توکل پر تھا اور کہیں سے آپ نے اپنے لئے وجہ معیشت مقرر نہیں کی تھی۔ اکثر اوقات فقر و فاقہ میں گزارتے۔

ایک روز آپ کے اہل و عیال نے اگر حضرت شیخ کو تنگ کیا اور کہنے لگے کہ آپ (حکومت) سرکار سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے کیا ہماری روزی آپ کے مصنی کے نیچے سے پیدا ہوگی؟ حضرت شیخ تسلی کا خاطر ان کو فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ کی قدر و منزلت معلوم کر کے فرمایا تھا: الفقر فخری، اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے غلام ہیں۔ جتنا ہو سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہمیں کرنی چاہئے۔ اور اس کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے۔ اگرچہ ہمارے پیر دستگیر نے کرات و مرآت کئی دفعہ بار بار خزانہ الہی میں تصرف کرنا عطا کیا۔ لیکن ہم نے گوشہ چشم سے بھی اس کی طرف نگاہ نہیں کی حجرے میں آکر اپنی ضرورت کے موافق لے لو وہ حجرے میں آئے دیکھا کہ تمام حجرہ جو اہر و اشرافیوں سے بھرا ہوا ہے۔

۱۴۱ھ تک ایہل سے مٹھوڑا سونا ان کے گھر میں موجود تھا۔ آپ قرآت و

تجوید کے بہت اچھے استاد تھے سید جعفر شیرازی نے ان سے سب سے قرآت سیکھ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

آپ کی مشہور تصنیف لطائف برہانی، کتب خانہ پیر محمد شاہ احمد آباد میں تھی

ایک اور معرکہ آرا کتاب، منشور خلافت، ہے اس کا ایک قلمی نسخہ بھی گجرات میں ملتا تھا۔

آپ کا مزار پٹن میں ہے، وفات ۲ رمضان ۸۸۵ھ / ۷ اکتوبر ۱۴۸۰ء

کو ہوئی۔ سہ

شیخ سراج خلیفہ قطب عالم | حکایت شاہی نامی کتاب کے شروع میں جو سید جعفر بدر عالم نے حضرت شاہ عالم کے مناقب میں تالیف کی ہے اس میں شیخ سراج کے احوال اس طرح مذکور ہیں کہ وہ ۶۴۴ ہجری کی حکایت میں لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ عالم نے شیخ سراج سے جو اپنے آپ کو اطباء کے لباس میں مستور رکھتے تھے اور حضرت قطب عالم کے مرید تھے اور حضرت شیخ علی خطیب جو حضرت قطب عالم کے خلیفہ تھے ان سے استرشاد و رہنمائی لیتے تھے۔ تو شیخ سراج سے حضرت شاہ عالم نے ایک روز فرمایا کہ سلطان محمود بیگڑہ کو طلب الہی کا درد اٹھنے والا ہے اور سفار تمہارے ذریعہ مقرر ہے۔ اس وقت انکار نہ کرنا اور انکی حاجت پوری کرنا کچھ مدت کے بعد سلطان کو طلب الہی کا درد اٹھا اور جو سفارش حضرت شاہ عالم نے حکیم سراج سے کی تھی وہ پوری ہوئی۔ اور یہ شیخ سراج اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے انتظار میں رہے۔ شیخ سراج چونکہ اپنے آپ کو اطباء کے لباس میں مستور رکھتے تھے تو اس لئے وہاں دربار شاہی تک جا نہیں سکتے تھے۔ اور اس وجہ سے کبھی کبھی پریشان رہتے تھے کہ کیسے یہ پیشین گوئی پوری ہوگی یہاں تک کہ ایک مرتبہ سلطان کے خدمت گاروں میں سے ایک بیمار ہو گئے اور اطباء شہر کو ان کے علاج کے لئے بلایا گیا مگر کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے انہیں شیخ سراج کے متعلق مشورہ دیا اور شیخ سراج لائے گئے اور ان کے

علاج سے شفا ہو گئی۔ اس پر سلطانی خدمت گار نے کہا کہ آپ سلطان کینڈرنت میں سلام کرنے کے لئے چلے تو حکیم سراج نے انہیں تنہائی میں لے جا کر فرمایا کہ اگر سلطان معالج کے متعلق پوچھے تو میرا نام بتا دینا اور خلوت میں یہ بھی عرض کر دینا کہ یہ حکیم وہی ہے کہ جن سے شاہ عالم نے تمہارے متعلق سفارش کی ہے۔ اور اگر سلطان مجھے دیکھنے کا قصد فرمائیں تو کہنا۔ کہ انہوں نے یوں کہا ہے کہ مجھے بلا کر دیگر اطباء کی طرح سے اپنے ملازمین میں شامل فرمالین۔ اور ظاہر میں اطباء کے ساتھ جیسا سلوک فرماتے ہیں، اسی طرح کا سلوک میرے ساتھ فرمائیں۔

اور اگر معنوی علاج کی خواہش رکھتے ہوں تو کبھی کبھی خلوت میں مجھے بلائے رہیں کہ حضرت شاہ عالم کے حکم کی برکت سے امید ہے کہ مقصود انشاء اللہ حاصل ہو گا۔ عرض وہ خدمت گار جب سلطانی سلام کے لئے پہنچے تو سلطان نے بیماری کا حال اور علاج کے متعلق پوچھا۔ اور انہوں نے ماجرا تفصیل سے بیان کر دیا۔ سلطان نے عرض کیا کہ حکیم کو بلاؤ اور ملازم رکھو کچھ عرصہ کے بعد خلوت میں بلایا اور ان کے پیر پر اپنا سر رکھ کر گریہ و زاری بہت زیادہ کرنے لگے، بہت زیادہ روئے، اور اپنے درد کا اظہار کیا حکیم نے کہا کہ محبت اپنی کس درجہ تک آپ اپنے دل میں پاتے ہیں سلطان نے کہا کہ الحمد للہ اس مرتبہ تک میں پہنچ چکا ہوں کہ اپنے اس موردی ملک میں یہاں کے بازار میں، میں ایک ایک ہڈی اور ایک ایک نان کے ٹکڑے کی جا کر بھیک مانگوں اور بازار واسے میرے اوپر پھرا اور اینٹوں کی بارش برساتے ہوں اور یہ کہ اس کا کچھ عشر عشر جیسا کہ آپ حضرات کو خداوند تعالیٰ کے ساتھ تعلق حاصل ہے اس کا عشر عشر مجھے حاصل ہو جائے تو یہ میرے نزدیک اس موجودہ سلطنت سے بھی بہتر ہے بلکہ ربح مسکون کی سلطنت سے بھی بہتر ہے۔ حکیم سراج نے فرمایا

کہ الحمد للہ کہ اس وقت ترک دنیا ضروری نہیں ہے اور ان کے ارشاد و رہنمائی میں مشغول ہوئے اور سلطان کا کام اتمام تک پہنچایا۔ حکیم سراج کا یہ قصہ مرآة سکندری میں احوال استرشاہ سلطان محمود بیکرا از خدمت شیخ سراج کچھ تھوڑے سے تفاوت سے ذکر کیا گیا ہے۔ لہ

سید محمد زاهد بن قطب عالم بخاری
(م ۶ شعبان ۸۹۲ھ / ۲۱ اکتوبر ۱۴۳۸ء)

۹ ماہ رجب ۸۲۸ھ بمطابق ۲۱ اکتوبر ۱۴۳۲ء کو احمد آباد میں آپ عالم آج کل میں قدم رنجہ ہوئے، بچپن میں حفظ قرآن کے بعد ۲۰ سال کی عمر میں تجوید، فقہ، حدیث، اور جملہ علوم و فنون کی تحصیل سے فراغت پائی آپ نہایت خوش الحان قاری بھی تھے، اور برادر اکبر شاہ عالم کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور ان کی توجہات خصوصی سے جلد ہی مقصد کو پہنچے اور حصول نسبت پر خلافت پائی۔

شاہ عالم کی خانقاہ کی نگرانی حسب دل خواہ انجام دینے کی بنا پر شاہ عالم کے دیوان کے نام سے آپ مشہور ہو گئے۔

بعض مؤرخین نے آپ کو بلا واسطہ والد ماجد قطب عالم بخاری کا بھی خلیفہ بتایا ہے، ۶ ماہ شعبان ۸۹۲ھ ۲۶ جولائی ۱۴۸۷ء کو ثوبہ میں اپنے رحلت فرمائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ اویانے زمانہ کا خیال تھا کہ شاہ عالم کا خصوصی فیض ان کو پہنچا ہے اور آپ کے علاوہ سید ناصر الدین محمود راجو اور میاں مجددوم اور شریف ابو بکر عیدروس نے شاہ عالم کے فیوض سے وافر حصہ پایا ہے۔ لہ

خاتمہ مرآة احمدی میں ہے کہ :

حضرت شاہ عالم کے خلفاء میں سید زاہد عالم ہیں۔ حضرت سید محمد زاہد بن حضرت سید برہان الدین قطب عالم جو حضرت شاہ عالم قدس سرہ کی حیات میں نماز باجماعت کے امام اور حضرت شاہ عالم کے بھائی اور حضرت شاہ عالم کے مرید تھے۔ آپکی ولادت ۸۴۸ھ ۹ رجب کو ہوئی۔ چونکہ آپ کو قطرات سے حفاظت کی خاطر استخار میں دیر ہوتی اور اس میں آپ کافی احتیاط کرتے اس لئے شاہ عالم ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ سید زاہد کا استخار دوسروں کے بہت سے مجاہدات اور ریاضتوں سے بہتر ہے۔ جب حضرت شاہ عالم کا وصال قریب ہوا تو آپ نے سید محمد زاہد کو بلا کر فرمایا کہ اے غیبی خزانے کی کنجیاں جو میرے پیر سے بندھی ہوئی ہے تیرے حوالے کروں۔ یہ ارشاد فرما کر پیر کو ہلایا اور حاضرین نے کنجیوں کی کھر کھاہٹ کی آواز بھی سنی۔ حضرت سید محمد زاہد آداب بزرگانہ اور تواضع بجالائے اور عرض کیا کہ میں نے اس مطلب کے لئے حضرت کی خدمت نہیں کی میں ایک مقصد رکھتا ہوں، امید رکھتا ہوں کہ وہ حاصل ہو حضرت شاہ عالم بہت خوش ہوئے اور فرمایا افسر تعالیٰ کی تیرے اوپر رحمت ہو۔ محمد زاہد جیسا تیرا نام ہے تو زہد اور بے رغبتی کی صفت سے متصف ہے اور بدرجہ اتم و اکمل تو یہ صفت رکھتا ہے۔ یہ فرما کر اپنے سامنے بلوایا اور ان کے سینے سے اپنا سینہ لگایا اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں رکھ دی اس ضمن میں جو حضرت کا مقصود تھا اس کو پورا کیا۔ حضرت شاہ عالم کے وصال کے بعد فیوضات الہی کی نعمت چار شخص پر منقسم ہوئی۔ ایک سجادہ نشین امیر سید ناصر الدین محمود جو سید محمد را جو کے لقب سے مشہور ہوئے، دوسرے سید زاہد، تیسرے خلیفہ خاص میاں مخدوم

جو بھی سید شریف ابو بکر عیدروس صاحب مرقی، حضرت شریف ابو بکر عیدروس کے
جدِ اکبر سید شیخ ہیں جن کا مزار جوہری وارہ میں احمد آباد میں ہے۔ سید محمد زاہد
اپنی مدت عمر پوری فرما کر ۸۹۲ھ ۶ شعبان کو واصل بحق ہوئے۔ تاریخ وصال
اس کلمہ سے نکلتی ہے: قرۃ عین نبی، اور آپ کی عمر صوری کی تعریف لفظ حلوہ
سے نکلتی ہے جو ۴۴ رسال ہے

آپ کا مزار بٹوہ احمد آباد میں ہے اور آپ کی پائنتی میں آپ کے صاحبزادہ سید
عالم شاہ کا مزار ہے۔ (خاتمہ مرات احمدی ص ۴۶)

شاہ محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

آپ احمد آباد کے صاحب کشف و کرامات مشائخ میں سے تھے۔ اپنے محبوب
شاہ زاہد وغیرہ خاندانی افسراد کے ساتھ بخارا سے چل کر ہندوستان بھر کا سفر
کر کے احمد آباد کو مسکن بنایا اور یہیں چوند خاک ہوئے۔
ایک مرتبہ آپ کے بھائی شاہ زاہد سے انتقال کے بعد آپ نے خواب میں
ارشاد فرمایا کہ میرے پیر کی انگلی لکڑی کے تابوت میں پھنسی ہوئی ہے۔
بار بار یہی خواب دیکھ کر قبر کھولی گئی تو خواب حقیقت تھا اور انگلی سے خون بھی ٹپک
رہا تھا۔ چنانچہ ٹھیک کر کے دوبارہ قبر کو بند کر دیا گیا۔

مصطفیٰ

مذکورہ ذیل اشعار کے شاعر کا نام مصطفیٰ ہے۔ جو اپنے کو حضرت قطب عالم برہان الدین ابو محمد عبدالعزیز بخاری (متوفی ۸۵۷ھ) بڑوہ احمد آباد کی اولاد میں سے کہتے تھے۔ اور انہوں نے ۱۰۲۷ھ میں یہ نور نامہ فارسی دکنی میں منتقل کیا۔

فارسی تھا سو دکنی بات	لکھا مصطفیٰ حسب سنکات
کونائی پیر دیکھیں کے در حال	میرے حسب کا یو ہی بنیال
یاں فی مرنا نہیں محکو جاں	نور نامہ کا کیا بیان
جکو ی پیر دیکھی ہوتے شاد	مجھ عاجز کون کری یاد
شیخ قطب عالم کی میں اولاد	نور نامہ کا کیا میں بنیاد
نور محمد کا نور محمد میں	میں بیتھا لکھیا اوسان میں
یکہزار دو کھی سان جان	نور تھا قدرت کا یوں نشان
ہو رہی بھو نبی پر ہم صلوات	بھی کیسی سنتی میری بات
نبی صلوات علیٰ و آل رسول	مجھ خادم کہیں کون کرنا قبول
ہی محکو آپس بھی یونفا	تجھ ناؤں گاری ہوں مصطفیٰ سے

سید جعفر شیرازی

۹۳۲ھ میں ۱۵۲۵ء

شیرازیوں کا ایک مشہور خاندان اپنے وطن سے آکر سندھ میں آباد ہوا تھا۔ سید جعفر شیرازی سندھ ہی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے علوم کی تحصیل کی

سندھ سے پٹن آگئے۔ کچھ عرصہ کے بعد احمد آباد میں مقیم ہو گئے۔
سید جعفر کو حضرت قطب عالم سے عقیدت ہو گئی تھی۔ ان کی صحبت با برکت
ہیں رہ کر خرقہ خلافت پہننا۔

زندگی کا مشغلہ درس و تدریس رہا۔ احمد آباد میں آپ کی وفات ہوئی۔

شیخ احمد بن سید جعفر شیرازی

۱۹۲۲ء — ۱۹۵۳ء

آپ سید جعفر شیرازی کے فرزند تھے ۱۸۵۲ء میں بمقام پٹن پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں احمد آباد
آئے۔ والد ماجد سے تحصیل علم کیا۔ والد کی طرح زندگی بھر درس و تدریس میں
مشغول رہے۔ زندگی کے نوٹے سال گزار کر ۱۹۲۲ء / ۱۹۵۳ء میں اس
دنیا کو خیر آباد کہا۔ احمد آباد میں دفن ہوئے۔

سید محمد مخدوم جہاں شاہ

۱۹۱۹ء — ۱۹۹۹ء

سید محمد جن کا لقب مخدوم جہاں شاہ ہے۔ مخدوم جہاں شاہ گریزی رضوی
اپنی والدہ کی وفات کے بعد مانگپور پورب سے اوچر اوج شریف تشریف لگے
اور حضرت سید محمد راجو قتال کی خدمت میں رہ کر ان کے مرید ہوئے اور کچھ مدت
اوج شریف میں رہے۔ اس کے بعد وہاں سے مکہ منظم پہنچے۔ پھر سید راجو سے

اجازت لے کر گجرات کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت سید راجو نے ایک عبا آپ کے ہمراہ قطب عالم کی خدمت میں بھیجی تھی۔ سید احمد نے وہ عبا لا کر اس وقت قطب عالم پٹن میں تشریف فرما تھے (حضرت سید راجو کے ارشاد کے بموجب قطب عالم کو پہنچایا۔ بعد میں ۱۱۷۴ھ تک وہ عبا یا اس کا کچھ حصہ احمد آباد میں حضرت مخدوم العالم مولانا شیخ نور الدین محمد کے فرزندوں کے پاس بطور تبرک موجود تھا۔ سید احمد نے اپنے عم بزرگوار سید خدا بخش کے مکان میں قیام کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت مخدوم عالم اسمعیل کو بشارت دی کہ اپنی بچی کی نسبت سید احمد جہاں شاہ سے کر دیں۔ اور عالم واقعہ میں دیکھا کہ حضرت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: یا علم الدین اعطیٰ حبیبک فی عقد ولدی احمد تسلیماً، حضرت مخدوم عالم اپنے گھر سے ان کا استقبال کر کے سید احمد کے گھر میں تشریف لائے۔ اور بچی کا عقد سید احمد کے ساتھ سید خدا بخش کے گھر میں کر دیا۔ اور عقد کر کے ان کو اپنے گھر لے آئے۔ سید احمد عقد مناکحت کے بعد پانچ ماہ رہے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ بارہ سال وہاں رہ کر حج کئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے

مدینہ منورہ پہنچے۔ اس کے بعد بیت المقدس کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ بارہ سال کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دی کہ پٹن کی طرف تشریف لے جائیں۔ فرمایا کہ اے میرے بیٹے سید احمد ہنر والہ جا کر سکونت پذیر ہو جاؤ کہ میری امت کے گنہگار اور عاصی آپ کو دیکھیں۔

حضرت قطب عالم اور شاہ عالم آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ اور ادھر سے حضرت شیخ الاسلام شیخ احمد بہت زیادہ تعظیم کرتے اور پورے

ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں بیٹھے۔ کسی نے پوچھا کہ سید احمد آپ کی خدمت میں آتے ہیں۔ اور حضرت انکی تعظیم و ادب فرماتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک شب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا۔ سید احمد اپنا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زانو مبارک پر رکھ کر سو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خطاب کر کے فرمایا یا شیخ احمد انا احید و ہذا اولدی احمد اس روز سے میں انکی بہت زیادہ تعظیم کرتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس قدر یہ قرب رکھتے ہیں۔

سید احمد کی ولادت ۷۸۹ھ میں ہوئی اور آپ کا وصال نونوی الحجہ ۸۹۹ھ میں ہوا۔ اور لفظ وارث امام علیؑ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے اسی سے عمر کے سال بھی نکلتے ہیں۔ تاریخ ولادت لفظ وارث اور امام سے اور عمر کی تعداد لفظ علی سے۔ کہ ایک سو دس سال عمر آپ نے پائی ہے

ملک مشرف الدین شاہ شہباز

احمد آباد گجرات میں آپ کی نشوونما ہوئی۔ جب آپکا عمر پانچ سال تھا تو آپ کے پدر بزرگوار ترک سکونت کر کے خاندیس چلے گئے۔ اس صوبہ کے حاکم نے بھی والی احمد آباد کی طرح آپکے والد کا اعزاز کیا۔ آپ اس وقت مکتب میں پڑھا کرتے تھے لیکن جس قدر عقل اور عمر بڑھتی جاتی تھی، اسی قدر رسمی علوم سے دلچسپی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ جب پدر بزرگوار اس جہاں سے رخصت ہوئے تو حاکم نے آپ کو آپ

کے والد کے منصب پر بلا یا مگر آپ نے قبول نہیں کیا اور عقلی علوم کی تحصیل میں کوشش کرنی شروع کی۔ مگر اچانک خدا طلبی کا درد اور خدا شناسی کا شوق دل کا دامن گیر ہوا۔ پھر سیر طریقت کی تلاش شروع کی ان ایام میں مخدوم شیخ احمد کھٹوا در قطب زماں مشاء علی خطیب قدس سرہما احمد آباد میں تھے۔ اور طالبانِ درست اعتقاد کی رہنمائی میں کامل شہرت رکھتے تھے آپ نے چاہا کہ اپنے درد کی دوا ان دونوں صاحبوں میں سے کسی ایک کی خدمت میں حاضر ہو کر طلب کریں۔ اسی کشاکش میں تھے کہ ایک رات خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ مشاء علی خطیب نے اپنا مرید کر کے تلقین فرمائی اور خرقہ خلافت پہنایا۔ اس شب کی صبح ہوتے ہی جو کچھ نقد و جنس پاس تھا سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا اور خالی ہاتھ احمد آباد کا راستہ یا جب پیر نے آپ کو دور سے دیکھا تو تقسیم کناں فرمایا عالم مثال کا ملاقاتی آگیا۔ چند سال بعد جب کہ خدمت کی بدولت معرفت کے عالی مرتبہ پیر فرمازی ہوئی تو رخصت ملی مگر تین شرطوں پر ملے وطن کو جانا ملے کہ خدا ہونا ملے لوگوں کی رہنمائی کرنا۔

مجھوڑا آپ خاندیس آئے ایک پہاڑ کے دامن میں سکونت اختیار کی۔ خواب میں آگاہی ملی کہ لوگوں کی رہنمائی کے واسطے شہر میں سکونت اختیار کرنے کا حکم تھا۔ تم اس کے برخلاف صحرائیں ہو گئے ہو۔ آپ اس کو خواب و خیال سمجھ کر پھر پیر کی ملازمت میں حاضر ہوئے۔ ملازمت میں پہنچے تو پیر کی زبان سے بھی وہی عالم مثال کا اشارہ پایا گیا اور پہلی ہی رات کو خواب میں دیکھا، قیامت کا شور اٹھا ہوا ہے اور لوگ ہر طرف پریشان دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔ آپ کے پیر حضور خاتم النبیین علیہ الف صلوة و التسلیم کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے اور آپ پیر کی کمر کو

ہاتھ سے مضبوط ٹھامے ہوئے ہیں اور اسی شکل کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھ رہے ہیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس آپ کے پیچھے بے شمار جماعت ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے آپ کے نزدیک آرہا ہے، پیر نے یہ خواب سن کر فرمایا کہ یہ تمام جماعت تمہاری پیروی اور رہنمائی سے کرامت اور ولایت کے درجہ کو پہنچے گی۔ لہذا آئندہ لوگوں سے ملنے سے کنارہ کشی نہ کیا کرو۔ نیز پیر نے دو بیٹوں کی خوشخبری سنائی اور فرمایا کہ یہ دونوں بیٹے عالم دنیا اور عالم غیب میں مشہور ہوں گے۔ ایک کا نام عبدالرحیم اور دوسرے نام عبدالکریم ہوگا۔

آپ نے برہانپور آ کر شادی کی اور پھر تھوڑے عرصے کے بعد بشارت ظہور پذیر ہوئی۔ ۶۶ سال ہدایت کی مسند پر بیٹھ کر رہنمائی کرتے رہے اور ان دونوں بڑوں نے بھی سلف صالحین کی رفتار رکھی۔ اور نیران بڑوں کے علاوہ دیگر بہت سے لوگ آپ کی ملازمت سے اس درجہ کو پہنچے کہ خود بھی خلیفہ ہوئے اور اوروں کو بھی خلیفہ بنایا۔

مسند نشینی کے بعد آپ (۱) دنیا داروں کے دروازہ پر کبھی نہیں گئے۔ اور کسی کے کھانے میں سے رقم نہیں اٹھایا (۲) جب کوئی مشکل پیش آتی تھی جنگل کو چلے جایا کرتے تھے اور دو رکعت نماز پڑھ کر مراقبہ میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس وقت حضرت غوث الثقلین سید محی الدین جیلانی قدس سرہ مشکلی گھوڑے پر سوار آپ کو نظر آیا کرتے تھے اور نہایت آسان شکل کے ساتھ مشکل کو حل فرمایا کرتے تھے۔ (۳) ایک روز نماز ظہر کا وقت تھا۔ پانی تلاش کیا تو نہیں ملا۔ اس خوف سے کہ وقت بیکل جائے ایک دیگ آگ پر رکھی ہوئی تھی جس میں پانی کھول رہا تھا اس میں سے آپ نے پانی لے کر وضو کیا اور لوگوں کو ابراہیمی معجزہ دکھایا۔

۴) شب قدر کو دیکھا تھا۔ (۵) خواجہ خضر سے ملاقات کی تھی۔ (۶) اپنی وفات کی اطلاع دوستوں کو نور روز پیشتر دے دی تھی اور اس عرصہ میں سب کو رخصت کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میرے پاس سے اپنا مقصد بہت سے لوگ حاصل کیا کرتے تھے اب بھی جو شخص ایک دل اور یک رو ہو کر میری قبر کی طرف متوجہ ہوگا تو جو ہم اس کی ہوگی وہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے پوری کر دے گا۔ جب نویں روز شام اور شام کے بعد رات ہوئی تو آپ نے اُدھی رات کے وقت اپنے خادم سے پوچھا کتنی رات گئی ہے؟ غلطی سے اس کی زبان سے نکل گیا کہ اشراق کا وقت آگیا۔ آپ نے تبسم کر کے فرمایا ہاں درست ہے اور اس کا دم آپ کی روح واصلِ حق ہوئی۔

اس وقت شیخ بیرونا کی ایک شخص باہر ناز پڑھ رہے تھے انہوں نے نور کی ایک مشعل کو دیکھا کہ حجرہ کا چھت توڑ کر باہر نکل گئی۔ اس چمک دمک کے ساتھ ان کو طلوع آفتاب کا شبہ ہوا اور بے اختیار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر زمین پر سر رکھ دیا۔

شاہ حماد ابن قاضی محمد

خليفة قطب عالم

تاریخ دکن میں آپ کے مختصر احوال ملتے ہیں کہ سن بلوغت تک پہنچنے کے ساتھ ہی علوم و فنون کے منتہی کو آپ نے چھویا تھا۔ اور طریقت میں آپ کو حضرت قطب عالم

سے ارادت حاصل تھی جیسا کہ آپ کے والد محترم قاضی حماد اور آپ کے برادر حمید اور حامد بھی قطب عالم کے دامن ارادت سے وابستہ تھے۔

آپ نہایت خلوت پسند اور اس قدر پاکیزہ انسان تھے

کہ مشکوک غذا کو آپ کا معدہ ہضم نہیں کر سکتا تھا۔ آپ کے زیادہ تر اسفار باوجود خلوت پسندی کے جہاد باسیف کے لئے ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ نے عین جوانی میں صرف ۶۳ سال کی عمر میں دارفانی سے دار بقا کو کوچ فرمایا۔ اور سارنگپور میں مدفون ہوئے۔

مرآة احمدی کے خاتمہ میں آپ کے تفصیلی حالات تحریر ہیں کہ :

رئیس الاوقاف حماد آپ کا مزار قلعہ کے پاس دروازہ سہارنپور کے پاس احمد آباد میں واقع ہے۔ آپ کے پدر بزرگوار دین کا اسم گرامی قاضی محمد ہے، وہ قطب عالم کے مرید تھے اور یہ تین بھائی تھے ایک کا نام حمید تھا جو قاضی جاہلندہ کے نام سے مشہور تھے۔ جو قاضی محمود دریائی کے پدر بزرگوار ہیں۔ دوسرے یہ قاضی حماد تیسرے حامد۔ یہ حمید، حماد، حامد نامی تینوں بھائی حضرت شاہ عالم کے خلیفہ و مرید تھے۔ شاہ حماد نے بارہ سال طفولیت میں اور طلب علم میں صرف کئے۔ اور بارہ سال تک کفار سے سپاہیوں کا لباس پہن کر جہاد میں مصروف رہے۔ اس وقت بھی اکل حلال اور صدق مقال کو آپ نے اس طرح لازم پکڑا کہ کسی نے تکلف سے یا شبہ سے کسی کھانے کی ترغیب دی جو واقعی حرام ہوتا اور آپ اس کی وجوہی اور اس کے پاس خاطر میں ہاتھ اٹکی طرف بڑھاتے تو یا تو ہاتھ ہی ورازی نہیں ہو سکتا تھا۔ یا فوراً بعد استغراغ ہو جاتا۔ یہاں تک کہ آپ کے

اس تقویٰ کا اثر آپ کی سواری کے جانور پر بھی اس قدر تھا کہ وہ بھی کبھی بھی حرام دانہ اور گھاس نہیں کھا سکتا تھا۔ اس کے بعد بارہ سال تمام علاقہ کو ترک کر کے آپ مشغول بخدا رہے، راتوں کو بہت کم سوتے اور آپ پر جلال کا اس قدر غلبہ تھا کہ کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ کے سامنے آسکے یا کسی قسم کی آپ کے سامنے دنیوی گفتگو کر سکے۔ جو بھی آپ کی جلال اثر نگاہ کے سامنے آتا غیر شعوری طور پر وہ کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھ سکتا تھا۔ گر پڑتا اس لئے آپ اکثر اوقات پردہ کے پیچھے پردہ میں اپنے آپ کو رکھتے یہاں تک کہ ہر وقت کے حاضر باش خدام بھی پردے کے پیچھے سے خدمت اور آپ کی خواہش معلوم کر لیتے اور اس کو بجالاتے۔ جو گفتگو ہوتی وہ پردے کے پیچھے سے کرتے، آپ کسی بات کے جواب میں صرف اتنا فرمادیتے کہ میں دیتا ہوں یا نہیں دیتا اس وجہ سے بعض علماء نے اس زمانہ میں آپ کے قتل کا فتویٰ دیا، فتویٰ لکھکر سلطان وقت کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ شخص خدا کے نام کو بیچ میں نہیں لاتا ہر چیز کے جواب میں کہتا ہے کہ میدہم یا نمی دہم۔

میں دیتا ہوں یا نہیں دیتا اس طرح اپنی طرف سے یہ کہتا ہے۔

سلطان نے کہا کہ جیسا حسین بن منصور کے قتل پر جنید بغدادی نے فتویٰ لکھ

دیا تھا اس محضر پر اس فتویٰ پر اگر انکے بھائی قاضی جائزہ / جائزہ کو اہی لکھیں تو میں انکے قتل کا حکم دے

دوں گا۔ علماء قاضی صا کے پاس پہنچے اور مدعا ظاہر کیا قاضی صاحب نے جواب

میں عرض کیا: بھٹوری دیر توقف کرو میں حماد کو نصیحت کرتا ہوں اگر قبول کریں اور

تو چکیں اور انابت الی اللہ بجالائیں تو ٹھیک کہ انتابت من الذنوب کمن لا ذنب

لہ ورنہ میں فتویٰ لکھ دیتا ہوں۔ علماء نے اس کو قبول کیا قاضی شاہ حماد کے

پاس پہنچے نصیحت کرنے لگے جواب میں فرمانے لگے کہ میاں جی اگر فتویٰ نہیں جانتی

تو تم خوب جانتے ہو کہ میں اپنی طرف سے میں نہیں کہتا کہنے والا دوسرا ہے اور جو بھی اس فتویٰ کے باعث ہوا سکودر میان میں سے میں نے اٹھا دیا اور اس فتوے کے باعث ایک عالم تھے میاں جی انکانام تھا جو فاضل عالم شاہ حماد کے بھی استاد تھے اور قاضی جاملندہ بھی استاد تھے غرض جاملندہ کہنے لگے کہ وہ ہمارے استاد ہیں استاد کا حق منافع ہو رہا ہے شاہ حماد کہنے لگے اقتلوا الہودی قبل الایدنا یہ دونوں بھائی اس گفتگو میں تھے کہ خبر پہنچی کہ مولانا میاں جی کو اس طرح درد شکم (پیٹ کا درد) لاحق ہوا کہ وہ جاں بلب ہیں یہ سنکر قاضی جاملندہ کہنے لگے کہ ہاے ہاے میاں حماد توجہ کیجئے کہ وہ صحت یاب ہو جائیں حماد کہنے لگے کہ اگر میرے سامنے آئیں اور اس فتویٰ سے باز آجائیں تو تب وہ جان کو سلامت رکھ سکتے ہیں۔

قاضی جاملندہ دوڑے دوڑے مولانا میاں جی کے پاس پہنچے اور شاہ حماد کا مقولہ ان کے سامنے ذکر کیا مولانا میاں جی کہنے لگے کہ ۶۲ رسالہ شریعت کی استقامت پر میں نے گزارے اور مجھے بھی معلوم ہے کہ میں ان کے سامنے جاؤنگا تو مجھے صحت ہو جائے گی لیکن چند گنے چنے دن کے خاطر میں کیوں جاؤں ہیں تو شریعت غرہ، شریعت بیضا، کی حفاظت کرونگا اور اپنی جان کی بازی لگا دوںگا اس طرح انہوں نے جان کی بازی لگا دی اور انتقال ہو گیا۔ انتقال کے تیسرے روز مولانا شاہ حماد اور قاضی جاملندہ میاں جی کی قبر پر آئے دعا کی۔ آپکی عمر ۶۳ رسالہ ہولی ۲۲، سوال کو آپ نے انتقال کیا۔ ۷ (۷۷ خاتمہ مرات احمدی ص ۷۷)

علامہ وجیہ الدین علوی

(وفات ۶۹۹۸ / ۱۵۸۹ء)

علامہ وجیہ الدین بن نصر الدین بن عماد الدین علوی - اپنے زمانہ کے مشہور اکابر علماء میں سے تھے۔ علوم دینی میں بے پناہ تبحر رکھتے تھے۔ انکی کثرت تصانیف اور تدریس میں ان کا کوئی معاصر ان کی برابری نہیں کر سکتا بلکہ بعد کے لوگوں میں ایسے مرجع النواص مشائخ کم ہی رہے ہیں کہ آپ کے تلامذہ کی تعداد ایک گجراتی تاریخ کے مطابق ۸۴ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔

۲۲ محرم الحرام ۹۱۰ھ / ۱۵۰۵ء کو چانپانیر (گجرات) میں پیدا ہوئے۔ شیخ وجیہ الدین کے دادا سید بہاؤ الدین مکی عرب سے ہندوستان سلطان محمود ثانی کے عہد حکومت میں تشریف لائے تھے۔ اور چانپانیر کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ یہیں نکاح کیا اور یہیں انتقال ہوا۔ علامہ کی پیدائش بھی یہیں کی ہے۔

تعلیم و تعلم | قدرت نے ابتدا ہی سے انہیں نیک طبیعت اور صالح بنایا تھا۔ ذہانت اور قوت یادداشت بلا کی پائی تھی۔ تقریباً پانچ سال کی عمر میں ناظرہ اور سات سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ اور آٹھویں سال تجوید کے ساتھ قرآن مجید علماء کے سامنے سنایا۔ اس کے بعد علوم متداولہ کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اپنے چچا سید شمس الدین سے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر اپنے ماموں سید ابوالقاسم سے حدیث کا درس لیا۔ چودہ پندرہ سال کی عمر میں فن حدیث میں اس درجہ مہارت حاصل کر لی کہ اس زمانے کے مشہور محدث علامہ محمد بن محمد مالکی اور حضرت ابوالبرکات، شاہ عبدالملک بنیانی عباسی سے باقاعدہ تحصیل کر کے اس میں

سند فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد علوم عقلیہ کی طرف توجہ کی۔ تو علامہ جلال الدین دوانی کے مایہ ناز شاگرد مولانا عماد الدین ظاہری اور ابوالفضل محمد مظہر الدین گادڑوٹا کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ اور چوبیس سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تکمیل کر لی تقریباً پندرہ سال تک احمد آباد میں معقول و منقول کے پڑھانے میں اپنی اوقات بسر کی۔

سلطان مظفر آپ کے والد شاہ نیر اللہ کی بڑی عزت کرتے تھے امور سلطنت میں اکثر ان سے مشورہ لیتے تھے۔ مظفر شاہ نے شاہ نیر اللہ سے درخواست کی کہ احمد آباد میں قیام فرمائیں چنانچہ آپ چانپانیر سے منتقل ہو کر احمد آباد تشریف لے آئے۔ علامہ وجیہ الدین بھی اپنے والد کے ہمراہ احمد آباد آ گئے اور زندگی بھر یہیں مقیم رہے۔ احمد آباد آمد کے وقت علامہ کی عمر آٹھ سال تھی۔ آپ نے قرآن و حدیث علوم نقلیہ اور عقلیہ سے فراغت کے بعد احمد آباد میں بیس سال کی عمر سے تدریس شروع کی اور اخیر عمر تک احمد آباد میں علوم کے دریا بہاتے رہے۔

شرح جامی اور تفسیر بیضاوی جیسی تقریباً تیس کتابوں کے شروع و جوشی لکھے۔ آپ کی زندگی میں احمد آباد سے لاہور تک آپ کے شاگردوں نے علم دین کو پھیلا یا۔

شیوخ سے تعلق | آپ نے متعدد بزرگوں سے فیض پایا۔ پہلے اپنے والد سے چشتیہ اور مضر بیہ سلسلہ کی تعلیم پائی پھر قاضی خاں چشتی المشہور بہ قاضی قاضی چشتی نیر والی (مدفون بہ پٹن) کی صحبت میں رہ کر علوم باطنی حاصل کرتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد میاں بدر الدین

ابو القاسم سہروردی سے تعلق قائم کیا جب جذبہ شوق کا غلبہ ہوتا تو سید کبیر الدین مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ نیز آپ نے شیخ نجم الدین صدیقی سے بھی فیض پایا۔ آخر میں سید غوث گویاری شطاری کے دامن تربیت سے وابستہ ہو گئے۔ شیخ غوث محمد گویاری کے خلاف شیخ علی متقی نے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ جس کا ذکر شیخ غوث گویاری کے حالات میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ فتویٰ کی بنیاد شیخ گویاری کی کتابوں میں بعض باتیں تھیں جو قابل اعتراض تھیں۔ علامہ وجیہ الدین علوی نے فتویٰ دیکھا تو فتویٰ کو بچھاڑ دیا اور فرمایا کہ معراج نامہ میں جتنے واقعات درج کئے گئے ہیں۔ شیخ نے یہ تمام باتیں خواب کی کیفیت میں فرمائی ہیں۔ خواب کے واقعات کو ظاہری زندگی کے معاملات پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔

شیخ علی متقی کو اس کا اطلاع ہوئی تو بہت ناراض ہوئے اور علامہ وجیہ الدین سے کہا کہ بدعت کی اشاعت اور دین میں رخنہ پیدا کرنے میں تم کس طرح نامنی ہو گئے۔ علامہ وجیہ الدین نے جن کا قلب و جگر پہلے ہی شیخ گویاری کے دام الفت میں پھنس چکا تھا۔ جواب دیا کہ ہم اربابِ قال ہیں۔ شیخ گویاری اہل حال ہیں، ہمارا فہم ان کے کمالات تک نہیں پہنچ سکتا۔

شاہ وجیہ الدین | شاہ محمد غوث کے حلقہ ارادت میں انیکا سبب

محمد غوث گویاری کے حلقہ ارادت میں کیسے اور کب آئے؟ اس کے متعلق مختلف روایتیں ملتی ہیں۔ بعض تذکرہ نگاروں میں شاہ محمد غوث کے واقعہ تکفیر کو اس کا سبب بتایا ہے کہ یہی واقعہ شاہ وجیہ الدین کی بیعت اور خلافت کا ذریعہ بن گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ پہلے اپنے ماموں شیخ بیٹی کے ساتھ شاہ

محمد غوث رح کی خدمت میں تشریف لائے اور شرف بیعت حاصل کیا۔

اس سلسلہ میں تیسرا شیخ عبدالغنی شطاری اکبر آبادی کا بیان ہے۔ جسے انہوں نے اپنی کتاب "تذکرہ اولیائے شطار" میں لکھا ہے اس بیان کی زیادہ اہمیت اس لئے ہے کہ شیخ عبدالغنی اور ان کے والد شیخ عبدالغنی عثمانی سندیلوی ثم اکبر آبادی شاہ وحیہ الدین کے تلامذہ ہیں اور ہر سول انکا صحبت میں رہے ہیں۔ شیخ عبدالغنی اپنے والد کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کے استادوں میں شیخ مبارک دانشمند اور شیخ وحیہ الدین گجراتی تھے۔ تحصیل علوم کے بعد دو سال تدریسی فرائض انجام دیے۔ پھر خدا طلبی کا جذبہ پیدا ہوا تو تمام کتابیں طلبہ میں تقسیم کر کے گوشہ تنہائی اختیار کر لیا۔ اور ریاضت شاقہ میں مصروف ہو گئے ان دنوں ان کے یہ دونوں استاد ان کے لئے افطار بھیج دیا کرتے اسی اشارہ میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت شیخ محمد غوث چانپانیر میں تشریف لائے ہیں۔ شیخ وحیہ الدین نے ان کے اوصاف و کمالات شیخ مبارک دانشمند سے سنے۔ تو ان کے دل میں شیخ محمد غوث سے عقیدت پیدا ہو گئی۔ اس کا اظہار انہوں نے اپنے والد صاحب سے بھی کیا۔ جنہوں نے کہا کہ ملاقات سے پہلے استنثارہ کر لیں تو بہتر رہے گا۔ شیخ وحیہ الدین نے فرمایا کہ زیادہ تر لوگ ان کی روحانیت کے قائل ہیں اس لئے میری خواہش ہے کہ ان کی خدمت بابرکت میں جلد پہنچوں ان کے والد نے کہا کہ کوئی اپنے دل میں نشانی سوچ لیں اگر وہ واقعی مرد درویش ہونگے تو پتہ چل جائے گا۔ ورنہ پھر لوگ آپ پر طعنہ زن ہوں گے شیخ وحیہ الدین کو اپنے والد کی یہ بات پسند آئی انہوں نے بڑی توجہ سے استنثارہ کیا۔ دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ شیخ محمد غوث کو اللہ تعالیٰ اس دیار

میں آپ کے لئے اور بعض دوسرے لوگوں کے لئے لایا ہے۔ چنانچہ دوسرے روز شیخ وجیہ الدین نے فرمایا کہ مجھے حضرت محمد غوث رح کی خدمت میں جانے کا حکم ہو گیا ہے تم بھی ساتھ چلو۔ آخر شیخ وجیہ الدین اور شیخ مبارک دانشمند اس قدوہ شطار کی خدمت میں چانپا نیر پہنچے۔ شیخ وجیہ الدین نے شیخ مبارک سے کہا کہ وہ یہ نہ بتلائیں کہ یہ وجیہ الدین ہیں۔ جب مرشد نامدار کے دربار میں پہنچے تو حضرت غوث کی خادمہ چنپا دائی نکل کر باہر آئی اور کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ شیخ وجیہ الدین اور شیخ مبارک دانشمند احمد آباد سے آئے ہیں ان سے کہو کہ تشریف رکھیں۔ فقیر بھی تجدد وضو کے بعد حاضر ہوتا ہے۔ یہ دونوں حضرات کچھ دیر بیٹھے تھے کہ حضرت غوث باہر تشریف لائے اور بغل گیر ہوئے اور فرمایا کہ میاں جی! حق تعالیٰ مجھے اس دیار میں آپ کے واسطے اور بعض دوسرے باروں کے لئے لایا ہے۔ شیخ وجیہ الدین تعظیم بجالائے اور عرض کیا کہ حضرت والا کی خدمت میں ارادت کی غرض سے آیا ہوں۔ حضرت غوث نے فرمایا کہ میاں جی! آپ کو مرید ہونے کی چنداں ضرورت نہ تھی لیکن میری جانب سے جو کچھ فیض بقدر ہے وہ آپ کو مل کر رہے گا۔ پھر حضرت غوث نے اپنا خرقہ مبارک شیخ وجیہ الدین کو پہنا دیا۔ اور فرمایا کہ میاں جی! آپ لوگوں کو پدایت فرمائیں اور انہیں مرید کریں۔ حضرت غوث نے انہیں چند روز اپنے یہاں ٹھہرا کر بعض مراقبات و اشغال تلقین فرمائے اور پھر انہیں احمد آباد رخصت کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ آپ چلیں۔ آپ کے پیچھے تم بھی پہنچنے۔

شیخ وجیہ الدین نے واپسی کے بعد والد سے حضرت غوث رح کی بے حد تعریف کی۔ اور فرمایا کہ تم بھی انہیں دیکھ لو گے تو ان کے شیدار ہو جاؤ گے والد صاحب نے کہا کہ جو کچھ ازل میں لکھا جا چکا ہے وہ ظاہر ہو کر رہے گا۔

چند دنوں کے بعد حضرت غوث احمد آباد تشریف لائے۔ دستور خاں کے خوبصورت اور دلکش باغ میں ورود فرمایا۔ شیخ وجیبہ الدین حضرت غوث کی ملاقات کے لئے چلنے لگے تو اصرار کر کے والد کو بھی ساتھ لے لیا۔ شیخ وجیبہ الدین برابر حضرت غوث کی خدمت میں رہنے لگے۔ ایک روز کچھ ریاضت و مجاہدہ کے سلسلہ میں عرض کیا تو حضرت غوث نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے نتائج و ثمرات ضرور ظاہر فرمائے گا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد شیخ وجیبہ الدین نے والد سے کہا کہ آپ بھی اس سلسلہ میں کیوں نہیں داخل ہو جاتے؟ والد نے جواب دیا اور کہا کہ یوں تو مشائخ کے بہت سے سلسلے ہیں لیکن میری طبیعت دوسروں سے الگ ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ ایسے بزرگ کے حلقہ میں آؤں جو واقعی اللہ کی راہ میں اپنے کو فنا کر چکا ہو۔ اسی اثنا میں حضرت غوث کی زبان مبارک سے نکلا کہ ہرن شیر کے پنجے میں آ گیا ہے۔ لوگوں کو اس جملے پر حیرت ہوئی تھوڑی دیر کے بعد عصر کی نماز حضرت غوث کے ساتھ ادا کی اور رخصت ہونے لگے تو حضرت غوث بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ بنگلیہ ہو کر انہیں رخصت کیا۔

علامہ وجیبہ الدین بڑے صاحب مدق و اخلاص تھے۔ تقنا اور سنہابت کے پیکر تھے۔ جو کچھ حاصل ہوتا طلبہ پر صرف

اوصاف و کمالات

کر دیتے۔ اپنے دولت مند اور مسجد میں عبادت و تدریس کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔

اپنے ۹۳ھ میں غانیہ خاں خاں احمد آباد میں ایک مدرسہ قائم کیا اور

اس کا نام مدرسہ عالیہ علویہ رکھا۔ ۸۴ھ سال کی عمر تک اسی مدرسہ میں درس دیتے رہے۔ آپ کی طبیعت پر طریقت و سلسلہ کا اور باطنی شغل کا اس قدر غلبہ ہوا کہ کہ سنسنی میں درس و تدریس بھی موقوف فرمادی۔ اور ہمہ تن طریقت

ہی کے ہو کر رہ گئے۔ اسی اثنار میں ایک رات سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ : مدرسہ میں درس دینا نہ چھوڑو، اس ارشاد عالی پر دو بارہ درس دینا شروع کر دیا اور تادم آخر یہ خدمت انجام دیتے رہے مذکورہ خواب کے بعد مدرسہ کا نام تبدیل کر کے مدرسہ درس محمدی رکھ دیا۔ اس مدرسہ درس محمدی کے ہونہار فضلاء میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں۔ حضرت غوث گواپاری کے چاروں صاحبزادے اور شیخ محمد بن فضل اللہ اور علامہ صبغۃ اللہ بھروچیا اور شیخ اسحاق بھروچیا اور سید جلال الدین ماہ عالم۔

زہد و قناعت | آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ موٹا کپڑا پہنتے تھے اور عام لوگوں کی طرح رہتے جو کچھ آتا دوسروں پر خرچ کر دیتے۔ امیروں کے گھر پر خود کبھی نہ جاتے۔ ایک مرتبہ حکام وقت کی طلب پر مجبوراً جانا پڑا اور نہ گھر اور مسجد کے احاطہ سے باہر قدم نہ رکھتے۔

کرامات | آپ کی کرامات میں ایک واقعہ کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک روز خواجہ عبدالشہید کے ایک مرید نے وجیر الحق کی خدمت میں یہ ماجرا بیان کیا کہ فقیر اپنے وطن میں ایک سخت مرض میں مبتلا ہو گیا یہاں تک کہ لوگوں کو صحت سے مایوسی ہو گئی اس کے بعد پیر کے آستانہ پر جا پڑا اس خیالی سے کہ اس جگہ موجود ہونا بشرط حیات یقیناً جلد صحت یابی کا سبب ہوگا۔ ایک روز پیر نے مراقبہ کے لئے زانو پر سر رکھا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک نورانی شخص ایسے لباسوں میں جو ہمارے ملک میں غیر متعارف ہے حجرہ میں آئے۔ کچھ دیر کے بعد پیر نے فقیر کو بھی حجرہ کے اندر بلایا۔ آنے والے نورانی شخص نے پانی پر دم کر کے بیمار کے لئے شربت شفا کر دیا۔ پیتے ہی فوراً مجھ کو

آثار صحت اپنے جسم میں معلوم ہونے لگے۔ اسی وقت وہ خضر وقت مسیحا حجرہ سے نکلے اور میری آنکھوں سے او جھل ہو گئے۔

میں نے پیر سے دریافت کیا کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے ان کا مقام کہاں ہے۔ فرمایا نام شیخ وجیہ الدین احمد ہے اور مسکن احمد آباد گجرات ہے۔ اسم المہی کے منظر اس زمانے میں آپ ہکا ہیں۔ جب میری نظر تمہاری دشوار بیماری پر پڑی تو نا امیدی کا اثر دل میں محسوس ہوا۔ علاج کے لئے میں نے ان سے امداد چاہی۔ جب پیر کی زبانی یہ قصہ سنا تو اس ملک کے سفر کی اجازت لے کر روانہ ہو۔ طلب و ارادت صادق تھی کہ اس کی برکت سے قدم بوسی کی سعادت کو پہنچ گیا۔ الحمد للہ میں نے پایا جو کچھ چاہتا تھا۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ شیخ وجیہ الدین شیخ گوالیاری کے خلیفہ ضرور تھے مگر ایسے خلیفہ تھے کہ مرشد کو بھی ان پر فخر تھا، مرشد بخلافت او مباحات کند، شیخ وجیہ الدین کثیر القنائیف بزرگ تھے۔ ان کی مندرجہ ذیل القنائیف خاص طور پر مشہور ہیں۔

- | | |
|---------------------------|---------------------------|
| ۱۔ حاشیہ تفسیر بیضاوی | ۲۔ حاشیہ تلویح |
| ۳۔ حاشیہ کشف الاصول بزودی | ۴۔ حاشیہ علی المواقف |
| ۵۔ حاشیہ ہدایہ | ۶۔ حاشیہ شرح تجرید |
| ۷۔ حاشیہ شرح مقاصد | ۸۔ حاشیہ شرح عقائد |
| ۹۔ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر | ۱۰۔ حاشیہ علی شرح الوقایہ |
| ۱۱۔ حاشیہ عضد یہ | ۱۲۔ حاشیہ شرح جامی |
| ۱۳۔ حاشیہ مطول | ۱۴۔ حاشیہ مختصر |
| ۱۵۔ حاشیہ شرح چمنی | ۱۶۔ حاشیہ قطبی |
| ۱۷۔ حاشیہ شرح بلا | ۱۸۔ شرح ارشاد النور |
| ۱۹۔ حاشیہ مختصر المعانی | ۲۰۔ وافیہ شرح کافہ |

اس کے علاوہ بھی دیگر شروح و حواشی ہیں۔

تلامذہ شیخ وجیہ کے تلامذہ میں سے سید یاہین ہیں، آپ سید شاہ میر کے پچھیرے بھائی ہیں اکثر درسی کتابیں کجرات میں شیخ وجیہ الدین سے پڑھی تھیں، علوم رسمی کی تحصیل کے بعد شیخ وجیہ الدین کے مرید ہو گئے اور حج کے لئے چلے گئے۔ وہاں حدیث کا علم حاصل کیا، اور اجازت حاصل کر کے ہندوستان واپس آئے، کچھ عرصہ تک لاہور میں امراد اور حکام کی صحبت میں رہے۔ پھر انہوں نے یہ تعلقات ترک کر دیئے، اور درویشی کا لباس پہن کر سرہند میں بقیہ عمر گزاری۔ ۱۰۷۰ھ

ملفوظات حضرت وجیہ الدین بحر الحقائق کے نام سے آپ کے ملفوظات کا مجموعہ معروف ہے۔ جو تاریخ زبان اردو مصنف شمس اللہ قادری اور اور اردو کی ابتدائی نشوونما مصنف مولوی عبدالحق ہیں مطبوع ہیں، مولانا راشد برہانپوری کے کتب خانہ میں ایک دوسرا مجموعہ بھی تھا جو مرزا محمد نے ترتیب دیا ہے اس کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ محمد فرمودند۔ نزد ما شریعت و حقیقت است، طریقت نیست یعنی تکمیل بہ طریقت، گفتم چنانچہ آنحضرت عہد ترک بخانہ دینداران کردہ اند، فقیر ہم کند، فرمودند چرا؟ آیا دینداران بیگانہ اند۔ دنیا داران پہنچ ہیں (ہم ہی ہیں) ۲۔ محمد فرمودند۔ حضرت خضر و قیصر از مجلس درس جدا شدہ۔

سخنای محمد کریم، پر سیدہ شدا فادہ بود یا استفادہ؟ فرمودند ہمیں رسول کی لوک یعنی من کان معصوماً بفیض الرسول لا یحتاج الی استفادۃ من غیرہ۔

۳۔ می فرمودند۔ دست خضر محکم گرفتہ گفتیم کہ حالِ گجرات (در قحط) چہنیں
 شدہ است، بسامان کے خواہد بود؟ بگوئید۔ گفتند آنچه خداے تعالیٰ
 انتقاد کردہ است ظاہر نیکی۔ ظاہر نیکی۔ دست بزور خلاص کنائیدہ بعدہ
 در مجلس درس حاضر شدند
 ۴۔ گفتیم، بارہامیل شود کہ این قصص تن بشکند، فرمودند چرا بشکند؟ خاصا
 پیغمبر ہی۔

۵۔ سالت عن تفضیل الولی علی النبی۔ فرمودند کہری تاواں۔ کہری ناداں
 (کھرے۔ پکے)

۶۔ فرمودند، رات دن خدا جنوں کی مدح کرے دانیار کی تعریف و تفضیل کے
 سلسلے میں فرمایا تھا۔

۷۔ میاں شیخ صالح (مرید) خواستند کہ کسب کتابت کنند۔ فرمودند ماشطاریم
 بار کسب چہ مناسب؟ از ارہر جا کہ بگیریم بخوریم، و در توحید مستغرق باشیم،
 بفعل زاہدانہ چرامقید شویم۔ اگر قوی شہبہ باشد حیلہ کنید، یعنی از بقال
 استقراض کنید، پرسیدم کہ اشیارا اگر مظاہر تصور کنیم چوںست؟ فرمودند
 نہ نہ یوں تو ذوق نہ ہووے۔

۸۔ می فرمودند فیض حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ شاہ مردان علی رضا
 رسیدہ و از ایشان بحضرت شیخ محمد غوث دگوالیری، قدس سرہ و از ایشان
 بمن رسیدہ و فرمودند فلاں درویش گفتہ کہ بایزید در میان اولیاء چنا
 نست کہ در میان انبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، از مختلف الحرمت۔
 سوال کردم فرمودند اتقیا و علماء، سلاطین را بر عمل آل فتویٰ دادہ اند،
 باز فرمودند آنچه روایت در فقہ یا بد چرانہ کند۔ بہونداج ہووی سو نہ کری

دیکھو نڈا جو ہوئے سو نہ کرے، یعنی متفق الحرمت بنا شد مگر فرمودند کہ ہر چیزے کے نتیجے ذوق و شوق باشد صوفی آن را ترک نہ کند، بلا حصر اختلاف بہو نڈا ج ہوئے سو ترک کرے۔

۹ گفتم کہے را کہ کشف خود نمی شود، در اعمال چوں اختیار کند فرمودند استخارہ مسنون منقول کند و پس گو کشف نباشد، اپوں کوں کیا فائدہ؟ غلامی فرمودند کہے کہ منکر توحید و وحدت وجود باشد اور تصور نقش انشور و شغل طاقیچہ باید فرمود، چوں عمل کند۔ آپیں جبکہ بار کر قبول کرے گا۔

۱۱ فرمودند کہ از غللاں بیاموزید کہ اسپ را می خورانتد و می دو اند دعوت سہار بعین شمارا کافی است تمہاری بلا ریاضت کرے۔

۱۲ می فرمودند کہ سلوک شطاری از ہمہ سلوک اسہل و از ہمہ النفع، بارہامرم را وصیت می کردند بنا کید کہ یک کمری یاد و کمری یا چار کمری دگھڑی، در حضور ہر شغل می بوزدہ باشد۔

۱۳ کہے گفت کہ میاں شیخ محمد فضل اللہ در ہاپوری، ترک درس کردند فرمودند، جب ترقی پکڑیں گی، آپیں درس کہیں گی۔

۱۴ می فرمودند شیخ محی الدین ابن عربی را در امر فرعون مجتہد محضی گفتند۔ کہ فرعون را مومن گفته بود، فرمودند شیخ عربی فرشتہ بود، مثل او مستحق بر زمین پیدا شدن عجب است۔ اما شیخ عربی کا تقوی کہاں میرا مکان کہاں۔

د صاحب ملفوظات نے یہاں یہ مضموم لکھا ہے کہ مرتبہ ناز ایشاں زیادہ است،

۱۵ می فرمودند خلفائے حضرت شاہ عالم رحمہ دگجراتی۔ المتوفی ۱۰۸۵ھ، گفتند کہ اگر خدمت کنید، فائدہ خواہد شد، میری تائیں کسی خدمت کی جاتی

ہے خدمت کہے الحال نمی تو انم کرد،

۱۶۔ فرمودند، سب چھوڑ بیٹھی تو شتاب فائدہ ہو جاوے۔

۱۷۔ می فرمودند، وہ کیا ہوئی جو احمد آباد کے بازار میں۔ برہنہ اللہ اللہ
گویاں بگردو۔

۱۸۔ می فرمودند، میاں صبغۃ اللہ (یکے از او یائے گجرات) چھوڑ دی
(چھوڑ دے) یعنی مسودہ تشریح ملاء کہ شیخ وجیہ الدین نوشتہ بودند
نوادینی میسرا جیو تھی۔

۱۹۔ کسے از بندہ قرص می خواست یک ہون دو ہون۔ حضرت میاں عبداللہ
(پسر شیخ وجیہ الدین) نائل یراں بودند کہ پرتاب بدہند فرمودند بھی ایہاں
رہتی ہو، یعنی باہل محلہ خود بے مرؤتی نباید کرد۔ دور آغاز صحبت چوں زیادہ
ادب از بندہ دیدند فرمودند کسے کہ تعظیم من نکند من ہم تعظیم نکند، عزیز شاید
حضرت عطا محمد در وقت موت آنحضرت را طلب می کردند، فرمودند۔ ہوں
مروں تو بھی کوئی نہ آو، از تواضع مفرطہ و تکبر خالی بودند۔

۲۰۔ بندہ را فرمودند میاں صالح را پرسید کہ شما شراب می خورید گفتند
آرے۔ فرمودند۔ ویوں کیاں صفتاں ہوتیاں ہیں۔

۲۱۔ شکوہ کردم کم عقلی خود را، فقال منجہ کھنچی ادکی عقل ہی دمجھ سے زیادہ
عقل ہے۔

۲۲۔ قبول استدعائے مہمانی سوال کردم و گفتم کہ تفرقہ می دہد۔ فرمودند
فقیر پر فرض تو نہیں۔

ملفوظات کے اس مخطوطہ میں

بہت سے صوفیانہ مسائل کا تذکرہ ہے۔ رد و سلب، توجہ و استمداد، ذکر و شغل

وغیرہ کے متعلق کیفیات اور واقعات ملتے ہیں۔ حضرت شیخ کی اہلیہ بی بی نازدہ کے استغراق کا حال لکھا ہے کہ ان کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہوا، لیکن انھیں غم کا احساس بھی نہ ہوا۔ بعض متوسلین میاں ابوسجی، شیخ عبدالحکیم، شیخ عبدالقیوم وغیرہ کا ذکر بھی آیا ہے۔ ایک صاحبزادے غوث اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ بادشاہ اکبران کو اپنے دربار میں بلا رہا تھا لیکن بے نیاز باپ نے جانے کی اجازت نہیں دی، اسی زمانے کے سید محمد جوہر پوری المتوفی ۱۰۵۱ھ کے فرقہ مہدویہ کے متعلق ہے۔

می فرمودند کہ مردم ہمدیہ عجب جاہلانند کہ اعتقاد ایشان آنکہ ہر کہ بگر سنگی میرد ہماں بزرگ می فرمودند کہ بدتر از روافض اند، می فرمودند کہ بعضے آشنایاں کہ میل بعقیدہ ہمدیہ داشتند و بر ہماں عقیدہ مردند توجہ کردم تا بر احوال ایشان مطلع شوم، احوال ایشان با بغایت بدویدم۔

شاہ وجیہ الدین کا کتب خانہ

شیخ وجیہ الدین کے مدرسہ کا کتب خانہ بہت بڑا تھا۔ لکھا ہے کہ اس میں مختلف

مضامین کی بہت سی کتابیں تھیں۔ یہ مدرسہ بقول مصنف یاد ایام احمد آباد میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔ اسے علامہ وجیہ الدین نے ۹۳۴ھ میں قائم کیا تھا۔ جہاں وہ خود تادم وفات (۹۹۸ھ) تعلیم دیتے رہے۔ اس مدرسہ کا فیض ان کے بعد ۲۳۸ برس تک جاری رہا۔ علامہ وجیہ الدین کا علمی مرتبہ علماء کجرات میں نہایت بلند تھا۔ انہوں نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں اور علامہ کے شاگرد حسن طرح احمد آباد سے لاہور تک پھیلے ہوئے تھے۔ اسی طرح ممدوح کے مدرسہ اور اس کے کتب خانہ کا شہرہ احمد آباد سے لاہور تک گونج رہا تھا۔

تمذنی کارنامے، کے مصنف لکھتے ہیں کہ علامہ شاہ وجیہ الدین متوفی ۹۹۸ھ احمد آباد میں بڑی مقدس

ہستی تھی ۹۳۴ھ میں آپ نے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو آپ کی وفات کے بعد ۱۲۳۶ھ تک قائم رہا اس کے ساتھ ایک کتب خانہ بھی تھا۔ یہ کتب خانہ بہت بڑا تھا۔ اور ہر فن کی کتابیں اس میں موجود تھیں۔ بزرگوں کا بیان ہے کہ دو بڑے کمروں میں بے ترتیبی سے کتابیں بھری تھیں۔ لیکن جب خاندان میں علم کے قدرواں نہ رہے تو کتابیں بھی ضائع ہو گئیں۔ اس صدی کی ابتداء میں مولوی عبدالمنعم صاحب باغلقہ خطیب جامع مسجد بمبئی اور یوسف صاحب بی اے کھٹ کھٹے مرحوم دبئی بہت سی کتابیں اٹھائے گئے۔ تمدنی کارنامے کے مصنف بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۲۱ء میں اس کتب خانہ کو دیکھا تو صرف چند صندوق کتابیں تھیں۔ لیکن اب وہاں کچھ نہیں ہے کچھ کتابیں تو احباب کی نذر ہوئیں اور کچھ دریائے ساہیوال میں بہ گئیں۔ کچھ ٹھوڑی سی کتابیں ہمارے دوست پیر حسین صاحب اور بڑا میاں صاحب موجود مولی درگاہ کے پاس ہیں بلکہ

شیخ وجیہ الدین مصنفین کی نظر میں

النورالسا فرین تحریر ہے کہ :

۹۹۸ھ میں شیخ وجیہ الدین نے

احمد آباد میں انتقال کیا۔ آپ بڑے زبردست عالم و زاہد تھے اور لوگوں میں زبردست مقبولیت تھی۔

بہت سے فنون میں طلباء نے آپ سے نفع اٹھایا اور آپ کا معاملہ بہت ہی زیادہ مشہور ہو گیا تھا۔

آپ کے معاصر مشہور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں۔

میاں وجیہ الدین احمد آبادی۔ اپنے زمانہ کے بڑے عابد و متقی عالم تھے۔

شریعت کی نہایت پابندی کرتے اور گوشہ نشینی ان کا شعار تھا، ہمیشہ وہی علوم کے درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے، تمام علوم عقلی و نقلی پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ درسی کتابوں میں صرف حاوی سے لے کر قانون، شفا، شرح مفہام اور عصدی جیسی کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہوگی جس پر انہوں نے شرح یا حاشیہ نہ لکھا ہو۔ ایک مخلوق ان سے فیض اٹھاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے انکی دعا میں بڑا اثر دیا تھا، اور شفا رکھی تھی، چنانچہ ہر روز بے شمار مریض ان کے پاس دعا کرانے کے لئے آتے تھے، اور ان کی دعا کا بھی بہت جلد اثر ہوتا تھا۔ وہ کبھی اپنے طور پر دنیا داروں کے گھر بھی نہیں گئے سجز ایک دو بار کے۔ وہ بھی طلب کرنے پر نہایت کراہت کے ساتھ۔ اپنے گھر اور مسجد سے ان کا قدم جمعہ کی نماز کے سوا باہر نہیں نکلتا تھا۔ سب کے مرجع و مرکز تھے۔ وضع و لباس میں بھی وہ عمام لوگوں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے تھے، موٹے جھوٹے کپڑوں پر ہی قناعت کرتے تھے۔ جو کچھ نذر و نیاز آتی وہ خیرات کر دیتے تھے۔ ارادت کا تعلق تو کسی اور سے تھا۔ لیکن شیخ محمد غوث سے تربیت و ارث حاصل کیا تھا، اور آداب طریقت میں ان کے پیرو تھے، انہیں کے پاس سلوک کی تکمیل کی تھی، صوفیانہ مشرب سے بڑا ذوق اور مناسبت تھی۔ لہ

مشہور مورخ اور آپ کے معاصر خواجہ نظام الدین احمد بخشی لکھتے ہیں کہ
میاں وجیہ الدین گجراتی پچاس سال جاوہ ارشاد و ہدایت پر مشتمل رہے۔ فقر و
فاقر اور توکل میں زندگی بسر کی۔ ہر وقت درس دیا کرتے، علوم نقلی و عقلی سے
بھی خوب آگاہ تھے، آپکی تصانیف نہایت عمدہ ہیں اور اکثر علمی کتابوں پر آپ نے

شروع و حواشی لکھے ہیں۔ ملا عبد الباقی نہاوندی نے آپ کے استفادہ بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ہندوستان کے اکثر
شہر علماء درمیاں صاحب صوفی کے شاگردی کا تعلق رکھتے ہیں۔

اس زمانہ کے فضلاء میں کوئی جامعیت میں ان کی ہمسری نہیں کر سکتا بجا ہدۂ نفس
اور دنیاوی لذتوں سے کنارہ کشی میں کمال درجہ کوشش کی ہے۔ تزکیہ نفس میں
اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ میان صاحب کے عمدہ احوال کی حد درجہ شہرت ان
کے تفصیلی حالات بیان کرنے سے روکتی ہے۔ ۲

جید عالم شیخ عبدالقادر عیدروسی لکھتے ہیں کہ :

وہ اصحاب علم و زہد میں تھے۔ انہیں لوگوں میں بڑی مقبولیت اور
ہر دلعزیزی حاصل تھی۔ طلبہ نے آپ سے بہت سے فنون میں نفع اٹھایا اور
اور اس کی بڑی شہرت ہے۔ ۳

مشہور مورخ معتمد خاں لکھتے ہیں کہ :

شیخ وجیہ الدین، شیخ محمد غوث کے خلفاء میں ہیں، لیکن ایسے خلیفہ کہ مرشد بھی
ان کی خلافت پر ناز کرے بہت کم ہوتے ہیں۔ شیخ وجیہ الدین ظاہری اور معنوی
دونوں خوبیوں سے آراستہ تھے۔ ۴

ملا صادق فرماتے ہیں :

شیخ وجیہ الدین قدس سرہ علوی ہیں۔ اپنے زمانہ کے علماء کبار میں ہیں۔
صاحب تقویٰ اور بڑے محتاط شریعت کے راستہ پر مضبوطی سے قائم رہنے والے
تھے ہمیشہ درس و افتادہ میں مشغول رہتے : ۵

معارج الولاية کے مصنف غلام معین الدین فرماتے ہیں :

۱۔ طبقات اکبری ص ۲۷۲ سے ماثر رحیمی ص ۱۷۱۔ ۲۔ انوار السامی ص ۴۵۶۔ ۳۔ اقبال نامہ جہانگیری ص ۱۸۱
۴۔ طبقات شاہ جہانی ص ۳۱۲۔ حصہ اول۔

؛ شیخ وجیہ الدین علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے اور شیخ محمد غوث کے خلیفہ تھے مرید کسی اور سے تھے، نہایت سن رسیدہ رات میں ریاضت و مجاہدہ کرتے اور دن کو طالب علموں کے پڑھانے میں مشغول رہتے؛ اسے مولانا غلام علی آزاد بلگرامی لکھتے ہیں:

؛ جب شیخ محمد غوث گوالیاری صاحب جواہر خرمہ گجرات میں وارد ہوئے تو شیخ وجیہ الدین ان کے جمال میں کم ہو گئے۔ اور انہی کے زیر سایہ طریقت کی انتہا تک پہنچے۔ طلبہ ان کے افادات عالیہ سے مستفید ہوئے۔ اور مشرق و مغرب کو اپنے انوار و برکات سے معمور کر دیا۔

خاتمہ مرات احمدی ہیں آپ کے مفصل حالات اس طرح مذکور ہیں کہ شیخ وجیہ الدین احمد علوی بن شیخ نصر اللہ علوی۔ آپ کی ذات میں صوری و معنوی تمام فضائل جمع ہو گئے تھے۔ سید وجیہ الدین احمد علوی رح کے فرزند ان کا نسب شیخ محمد عربس ابن امام محمد انجو اد تک پہنچاتے تھے۔ آپ کے اجداد میں سے سید بہاؤ الدین سلاطین گجرات کے زمانے میں عرب سے احمد آباد معروف بہ چانپانیر پہنچے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے اور وہیں آپ نے نکاح کیا اور آپ اہل و اولاد کے ساتھ وہاں متوطن ہوئے۔ سلطان وقت کی طرف سے ظاہری و باطنی ہر قسم کی رعایتیں میسر تھیں۔ اور انہوں نے سید بہاؤ الدین علی محمد آباد میں انتقال فرمایا۔ شیخ وجیہ الدین کی ولادت محمد آباد میں ۱۰۹۱ھ محرم کے مہینے میں ہوئی۔ چنانچہ لفظ شیخ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔ پانچ سال کی عمر سے

یکریستیس سال کی عمر تک آپ تحصیلِ علوم میں مشغول رہے۔ اس کے بعد تا اخیر حیات احمد آباد میں درس و تدریس کے مشغلہ میں برابر مشغول رہے آپ کی سنا لیکھات و رسائل اور اکثر درسی کتب پر آپ کے حواشی آپ کی یادگار ہیں۔ ایک خلق کثیر آپ کی درس و تدریس اور فیوض سے مستفیض ہوئے۔ باطنی اور روحانی حال کے کمال کو آپ پہنچے ہوئے تھے اور کسی بھی جگہ آپ کی آمد و رفت نہیں تھی۔ اگرچہ آپ شاہ قاذن شطاری کے مرید تھے جن کا مزار پٹن میں ہے۔ مگر ارشاد و تربیت شیخ محمد غوث سے پائی اور انکی تربیت میں رہ کر سلوک کو اتمام تک پہنچایا۔ جب شیخ محمد غوث احمد آباد میں تشریف لائے تو شیخ علی متقی جو صاحب ظاہر و باطن تھے۔ آپ نے تمام علماء کے ساتھ مل کر شیخ محمد غوث کے قتل کا فتویٰ مرتب کیا سلطان وقت نے فتویٰ کو شیخ وجیہ الدین پر موقوف رکھا جب شیخ وجیہ الدین شیخ محمد غوث کے گھر پہنچے تو پہلی ہی ملاقات میں انکے گرویدہ بن گئے اور فتویٰ کو پھاڑ دیا اور شیخ علی متقی سے فرمایا کہ آپ کی فہم شیخ کے کمالات تک نہیں پہنچی۔ اور فرمانے لگے کہ ظاہر شریعت میں ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا کہ شیخ علی متقی ہیں اور حقیقت میں ایسا کہ جیسا کہ ہمارے مرشد ہیں۔

شیخ محمد غوث اہل دعوت میں سے تھے اور اس کو کمال تک پہنچایا تھا۔ ۸۸ ہجری کی زندگی گزار کر جو وجیہ الدین کی عدو سے نکلتی ہے ۹۹۸ھ محرم میں آپ نے انتقال فرمایا۔ تاریخ رحلت شیخ وجیہ الدین سے مستفاد ہوتی ہے آپ کو قلعہ کے رغانپور میں جس جگہ آپ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے..... سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے ایک ارادت مند صادق خاں نے مدرسہ تعمیر کیا اور شیخ حیدر نے مسجد تعمیر فرمائی۔ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادگان

اور آپ کے بعد آپ کے اہل خاندان احمدآباد اور اس کے اطراف میں اور
برابنپور میں سکونت پذیر رہے آپ کے خاندان کے مشائخ میں بھی علمی سلسلہ
جاری رہا اور تدریس کی خدمات انہوں نے جاری رکھیں۔ سہ

سلطان محمود نے قصبہ بھروچ کے
کچھ گاؤں بطور مدد معاش حضرت

شیخ غوث اور شیخ وجیہ الدین

غوث اور ان کے متعلقین کو عنایت فرمائے۔ اور کہا کہ آپ فی الحال اسی جگہ
قیام فرمائیں۔ بھروچ کے دوران قیام شیخ وجیہ الدین اور شیخ مبارک الشند
حضرت غوث کی خدمت میں برابر آتے۔ اور بعض دفعہ دو تین مہینے گزارتے۔

شیخ وجیہ الدین کا شیخ غوث سے والہانہ تعلق
علم و فضل کے اعتبار سے

اپنے مرشد سے بہت آگے تھے، لیکن اس کے باوجود وہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ
حضرت گواپاری کی ملاقات سے پہلے خدا کو نہیں جانتے تھے۔ انہیں ان کے
مرشد ہی نے خدا تک پہنچایا ہے۔ شاہ وجیہ الدین کے مشہور شاگرد، گلزار ابراہام
کے مصنف شیخ محمد حسن غوثی لکھتے ہیں:

شاہ صاحب نے ایک تقریب کا موقع نکال کر یہ ماجرا بیان کیا کہ جن مقدمات
پر الہی حقائق کی دریافت اور کشف موقوف ہے۔ ان مقدمات کی تحصیل کا شوق
میرے دل میں بھی اس وقت پیدا ہوا جبکہ میں درس و تدریس میں مشغول تھا۔
ناگاہ مشیت ایزدی جس کی ہر ایک مقدر شئی میں سو سونکتے اور نیرنگیاں ہیں حضرت
غوث کو گواپار سے گجرات کی طرف کھینچ لائی۔ یہ صورت مجھے حضرت غوث کی شرف

پابوسی سے مشرف ہونے کا باعث ہوئی، اور بہت تھوڑے عرصہ میں صاحبِ مدوح کی کیمیائی تربیت کے ذریعہ میرا اسلام تانبے سے کنڈن بن گیا۔ رسمی عقائد کی قید سے نکل کر حقیقی ایمان کی بہشت میں جہل قدمی کرنا نصیب ہوا۔ اور چند روز کے بعد خلافت کا خلعت پا کر سرفراز ہو گیا، اور پالیا جو کچھ پاس نہ تھا اور جو کچھ پاس ہے پھر وہ نہ ملا۔

انچہ حق بہر بندگانِ آراستہ آرزو آ پنہاں نداند خواست

اسی طرح ایک اور مجلس میں شاہ وجیہ الدین نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت شاہ قاضی چشتی کو خواب میں دیکھا کہ کسی درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ آپ نے کہا کون ہے؟ میں نے کہا آپ کا مرید، فرمایا اس مرتبہ پر کیسے پہنچے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت محمد غوث سے ملاقات کی بدولت، فرما نے لگے شیخ محمد غوث تو ایسے ہی مردانِ خدا ہیں۔

ہیں۔ لہ

بادشاہ جہانگیر شیخ وجیہ الدین کی قبر کی زیارت کے لئے گئے اور وہ اپنی

توزک میں لکھتے ہیں کہ ۲۷/ ۱۰۲۶ھ سے ۱۰۲۶ھ کو بدھ کے دن شیخ وجیہ الدین کی خانقاہ میں حاضر ہوا، جو میرے دولت خانہ کے نزدیک ہے ان کے مزار پر جو خانقاہ کے صحن میں واقع ہے فاختہ پڑھی۔ یہ خانقاہ صادق خاں نے تعمیر کرائی ہے جو میرے والد کے عہدہ امیروں میں سے تھا۔

شیخ وجیہ الدین، شیخ محمد غوث کے خلفاء میں سے ہیں لیکن وہ ایسے خلیفہ ہیں جنکی خلافت پر خود مرشد کو فخر تھا۔ اور جنکی مریدی خود شیخ محمد غوث کی بزرگی

پر روشن دلیل ہے، شیخ محمد غوث اور شیخ وجیہ الدین دونوں کے دونوں
ظاہری فضائل اور معنوی کمالات سے آراستہ تھے۔ آج سے تیس سال پہلے
شیخ وجیہ الدین نے اسی شہر میں وفات پائی ان کے بعد ان کے بیٹے شیخ عبدالعزیز
اپنے باپ کی وصیت کے مطابق ان کی مسندِ رشد و ہدایت پر بیٹھے جو بڑے
درویش اور صاحب ریاضت انسان تھے۔ جب شیخ عبدالعزیز جنت کو سدھار
توان کے بیٹے شیخ عبدالعزیز ان کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے تھوڑے ہی
دنوں بعد وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے بھائی شیخ حیدر صاحب سجادہ ہوئے
جو اب تک زندہ ہیں اور اپنے باپ دادا کے مزار پر درویشوں کی خدمت
اور ان کی خبر گیری میں مصروف ہیں اور صلاح و تقویٰ کا اثر ان کی پیشانی سے
ظاہر ہوتا ہے۔

مشائخ وجیہ الدین کے مدرسہ کا فیصلہ و عمارتیں | علامہ شاہ وجیہ الدین متوفی
۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء کے

عہد میں احمد آباد کے شاہی محل کے بالمقابل جہاں آج پارسی کلب ہے، روضہ
شاہ وجیہ الدین کے متصل یہ مدرسہ قائم کیا گیا تھا، یہ درحقیقت اس زمانہ
کی یونیورسٹی تھی جس سے گجرات، خاندیس، کاشیا واڑ اور دکن کے مدارس ملحق
تھے۔

اس مدرسہ میں منطق، فلسفہ، تصوف اور علوم دینی کی تعلیم کا خاص اہتمام تھا۔
اس کے ساتھ ایک دارالافتاء بھی تھا۔ جس کے شکستہ حجرے اب تک موجود
ہیں، جہاں نیکر کے عہد میں طلبہ کے لئے وظائف بھی مقرر تھے اور اس پر مشدد و گاؤں

۹۵۰ھ سے ۹۹۸ھ تک شاہ صاحب اس کو خود چلاتے رہے پھر ان کے لڑکے اور پوتے چلاتے رہے۔ گیارہویں صدی کے آخر تک یہ پورے عروج پر تھا مدرسہ، ہدایت بخش، قائم ہوا تو اس پر زوال آگیا۔

وجہ الدین علوی گجراتی کی تصانیف باعتبار فنون۔

تفسیر:۔ حاشیہ علی تفسیر البیناوی، آصفیہ چہارم، ۲۱۰۔ ۲۱۱ھ۔
تصوف اور اخلاقیات:۔ الحقیقۃ المحمدیہ، انڈیا آفس، ۱۳۸۱ھ۔

علوم فقہ و اصول فقہ:۔ حاشیہ علی شرح الوقایہ۔ بوبار، ۱۶۴۔
رام پور، ۱۸۶۱۔ حاشیہ علی التلویح۔ ندوہ، ۱۲۔ حاشیہ علی
اصول البرزوی۔ تذکرہ، ۲۵۰۔ حاشیہ علی التشریح العضدی علی المختصر
لابن الحاجب لکھ

علم اللسان:۔ حاشیہ علی شرح الجامی، بوبار، ۲۸۷۔ آصفیہ، ۲۲۵۔
محمود شاہ، ۲/۳۲۔ رام پور، ۵۳۵۔ مجموعہ حسین، ۴۰۸۔ بنگال۔
۳۱۰۔ دہلی، ۱۰۷۱۔ آصفیہ، ۱۶۴۲/۱۔ ندوہ، ۶۸۴۔
شرح ارشاد النحو۔ بوقت، ۹۷۶۔ رام پور، ۵۳۹۔

حاشیہ علی المطول۔ تذکرہ، ۲۸۰۔ حاشیہ علی مختصر المعانی ۵۵۰
علم الحساب:۔ حاشیہ علی شرح الجینی^۱۔ تذکرہ، ۲۵۰۔ عربی ادبیات
علم الکلام و العقائد:۔ الجاشیہ علی التجرید۔ تذکرہ، ۲۵۰۔ الجاشیہ

۱۔ گجرات کی تمدنی تاریخ ص ۱۹۹۔ ۲۔ عربی ادبیات میں پاک ہند کا حصہ ۲۶۲۔ ۳۔ ایضاً ص ۳۲۲
۴۔ ایضاً ص ۳۲۲۔ ۵۔ الجینی سے مراد المؤلف فی التبیان البیضا از محمود بن احمد الجینی ہے شرح الجینی اس کی
تشریح سے جوہر بن محمود لکھی ہے اور قاضی زادہ ابوی کے نام سے شریف میں ۵۵۰ عربی ادبیات میں پاک ہند کا حصہ ۲۶۲

علی ح العقائد للتفازانی لہ . الحاشیہ علی الحاشیہ القدیمیہ لہ .
ایضاً ص ۳۳۸ .

علوم حدیث :- شرح شرح نخبۃ الفکر - رام پور، ۱۲۷۱ھ . ایضاً ص ۲۸۲ .

ولی احمد آباد کی آپکی شان میں فرماتے ہیں !
اے تو مقبول سرور عالم
جوے تو فہرست دفتر عالم
جلوہ گر تو ہے آفتاب یقین
تجھ سوں روشن ہے پیکر عالم

علم ظاہر و علم باطن سوں !
تو ہے عالم میں رہبر عالم
دل عرفاں سرشت ہے تیرا
منظر خلق و منظر عالم !

ہے زمیں پر یہ آستان شریف
مرجع خلق و منظر عالم
نام تیرا ہے ورد صاحب ورد
ذات تیری ہے مضر عالم

دستگیری ہے تیری ظاہری نت
جب کہ برپا ہو محشر عالم

ہے ترے نام پر سدا قرباں
 روز و شب سال و مہ سر عالم
 تجھ اپر جیوں سر ج ہویدا ہے
 مطلب جملہ مضر عالم !
 اس زمانے میں حق نے تجھ کو کیا
 مہتر خلق و بہتر عالم
 اے امام جمیع اہل یقین !
 قبلہ راستاں وجیہ الدین
 اے شہ بحر و بر ہے تجھ سرید
 آسماں چتر و آفتاب افسر
 تو ہے مقبول حق کی درگہ کا
 روح تیری کوں عرش پر ہے گذر
 کال فلک کے ملائکہ دیکھیں
 تجھ سری کا دجامہ انور
 آسماں سوں اتر کے آتے ہیں
 تیری مجلس میں نقل ہو اختر
 ہے سزاوار انجمن میں تیری
 زہرہ آوے اگر ہو خنیاگر !
 دو جہاں میں مرا ہے مقصد یہ
 کہ کرو مجھ پہ یک کرم کی نظر
 اے امام جمیع اہل یقین !
 قبلہ راستاں وجیہ الدین ..

ولی اپنے دیوان میں ایک دوسری جگہ آپکی نشان میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

ہوا ہے خلقِ ابر پھر کے فضل سبحانی !

کیا ہے ابر نے رحمتِ سوں گوہر افشانی

یہ آبِ صاف میں گوہر کوں دیکھ خجالتِ سوں

صدف کی بیٹ میں گل کو ہوا ہے جیوں پانی

تمام پات پہنچ سجدہ کے بحکم

زباں حالِ سوں کرتے ہیں ذکر سبحانی

قطارِ قطرہ شبنمِ سوں آج سبزہ خضر

سے سب سے ہاتھ ہیں کرتا ہے ادعویہ خوانی

ہر اک طرف جو ہوئی بکریز شِ باراں

کیا ہے آج تفرج سے ہوشِ طوفانی !

اس آبِ روحِ فزا کے کمالِ لطف کوں دیکھ

چھپا ہے پردہِ ظلمت میں آبِ خموانی !

ہوئی ہے غنچہ نمونِ جگ کوں بسکہ جمیعت

عجب ہے اب رہے سنبلِ منیں پر لیشانی

ہر ایک قطرہ شبنم ہے غیرتِ گوہر

ہر ایک پات یہ برسا جو ابر نیسانی

شیخ برصان الدین علوی

علامہ وجیہ الدین کے بھائی

آپ شیخ وجیہ الدین احمد آبادی کے بھائی ہیں۔ گجرات سے برہانپور آکر متوطن ہو گئے تھے۔ دوسروں کے ساتھ سلوک کرنا، نیز دوسروں کی منفعت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا آپ کی طبیعت تھی۔ کسی شے کے ساتھ دل بستگی آپ کے نہ افعال سے ظاہر تھی نہ اقوال سے۔ اس طریقہ سے زندگی بسر کر دی۔ ابدی خواہگاہ برہانپور ہے۔

استاذ العلماء قاضی علی بن اسد اللہ

علامہ وجیہ الدین علوی کے پڑپوتے

(وفات ۵/ ذی قعدہ ۱۰۷۰ھ / ۱۲ جولائی ۱۶۶۰ء)

علامہ قاضی علی بن اسد اللہ بن عبداللہ بن وجیہ الدین علوی بے بجاپوری۔ جو علی محمد سے مشہور ہیں۔ آپ کا لقب استاذ الاولیاء تھا۔ آپ کا مولد و منشاہ گجرات ہے یہیں سے آپ نے علم حاصل کیا۔ پھر آپ اپنے بڑے بھائی میران بن اسد اللہ کے ساتھ بیجاپور منتقل ہو گئے۔ اور ابراہیم عادل شاہ بیجاپوری کے دور میں وہاں کی قضا آپ کے سپرد ہوئی۔ وہاں آپ نے عظیم الشان مدرسہ تعمیر کیا، جس مدرسہ کے بعض مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

شیخ ابوتراب، سید محمد، قاضی برہان، قاضی ابراہیم زبیری، ابراہیم بن

آپ نے بیجاپور میں ۵ ذیقعدہ ۱۰۷۰ھ / ۱۲ جولائی ۱۶۶۰ء کو وفات پائی اور بے جاپور میں دفن ہوئے۔

امیر سید صبغۃ اللہ بھروچی شطاری

(وفات ۱۰۱۵ھ — ۱۶۰۶ء)

علامہ وجیہ الدین احمد آبادی کے خصوصی شاگرد ہیں اور ان کے خلیفہ بھی ہیں چند سال تک مرشد کی اجازت سے اپنے وطن میں رہ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ہدایت اور علوم کی تعلیم میں مشغول رہے۔ حرمین شریفین کی زیارت کا شوق دامگیر ہوا۔ وہاں حاضری دی اور زیارت سے فراغت پر آب و دانہ کی کشش، صلہ رحمی کی رعایت، وطن اور فرزندوں کی محبت اور خدمت دین کا جذبہ آپ کو واپس لایا تو آپ اس پر ہمیشہ دل ہی دل میں رویا کرتے تھے۔

کے بود یارب کہ رو در میزب و بطحا کنم کہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جاں کنم
اتفاقاً ۹۹۹ھ میں اپنے وطن سے تمام چیزوں کو اور تمام بوگوں کو خیر باد کہہ کر بے اختیار تین تنہا حسب مشیت ایزدی ملک مالوہ میں چلے آئے۔ اسی اثنار میں پھر مدینہ مصطفویہ کی زمین بوسی کا شوق دامگیر ہوا۔ سن ۱۰۱۵ھ میں خاندیس کے راستے سے احمد نگر دکن پہنچے۔ اس ملک کے فرماں روا ابرہان الملک نے عرض کیا تو کچھ کم ایک سال تک یہاں پر ٹھہرے۔ ان دنوں صاحب گلزار ابرار بھی وہیں تھے۔ خوب ملاقات رہی وہ لکھتے ہیں:

راقم ان ایام میں اس مقام پر فقرار، اور فففلار کی خدمت سے فیض حاصل کر رہا تھا۔ نیز شعر امار و رظرفار کی صحبت میں بھی شامل نشاط و طرب ہوا کرتا تھا۔ آپ کے تشریف لانے اور درویش کے موجود ہونے سے دونوں کو غریبی کے اندوہ سے نجات ملی۔

چند روزے کہ غمت مونس جاں بود مرا خاطر جمع و دل شاد وہاں بود مرا
دو سکر سال یہاں سے روانہ ہو کر بیجا پور پہنچے تو یہاں کے حاکم نے نہایت تواضع کے ساتھ کچھ مدت تک ٹھہرایا۔ پھر سفر مبارک کا سامان کر دیا اور جہاز خاصہ پیش کیا جب مشتاق آنکھیں مدینۃ الحرام کے دیدار سے منور ہوئیں تو آپ نے بقیۃ العمر یہیں رہنے کی نیت کر کے اسی نبوت کی شہر میں گھر اور خانقاہ بنالی۔ ہر چند کہ سلطان روم کی جانب سے نامہ و پیام آیا اور منت و معذرت کی گئی مگر آپ نے دعاش کی وجہ معین قبول نہ فرمائی اور بقیۃ العمر توکل اور تسلیم میں گزار دی۔

غوثی نے نقل کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک رات خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خادم حرم کو اجازت فرمائی کہ سید صیغۃ اللہ ہمارا فرزند ارجمند ہے۔ عرب اور عجم کے دیگر تمام زائروں کی طرح کھکراسے ہمارے حرم سے باہر نہ کرنا چھوڑ دینا کہ شب جمعہ کو ہماری خدمت میں رہ کر صلوات او صلوات صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک ادا کرتا رہے۔ یہ بھی ہم نے اجازت دی ہے کہ اپنے یاروں میں سے جس کو چاہے اپنے ہمراہ حرم شریف میں رکھے۔ آج تک کسی فرد بشر کو ایسی خاص عنایت کا خلعت عطا فرما کر سرفراز نہیں فرمایا گیا۔

آپ کے کمالات، حالات، اور خرق عادات احاطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔
کے کسی مہینے میں مدینہ منورہ کی زمین امین کے اندر دفن کئے گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ کی تصانیف فن تصوف اور اخلاقیات میں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) تعریب الجواہر الخمسة لمحمد خطیر الدین۔ المعروف برغوث گوالیاری۔ نوکتہ،

۲۔ ۶۷۱۔ سپیس ۱۱۹۔ قاہرہ ۲۵/۶۔ برلن ۱۔ ۷۔ رام پور ۲۲۲۔ بنگالہ

ورق ۷۔

(۲) کتاب الوعدة۔ اثر مجی وغیرہ

(۳) ارأة الدقائق فی شرح مرآة الحقائق۔ ایضاً۔

(۴) بالایسح للمرید ترکہ کل یوم من سنن القوم، ایضاً ۸۹۸۔

محمد بن عبدالرحمن بیجاپوری

(۲۲۴ / شوال ۸۷۱ھ - ۸۹۸ھ)

علامہ محمد بن عبدالرحمن بن روح اللہ حسینی گجراتی ثم بیجاپوری۔ آپ ان علماء

میں سے تھے جن کو تدریس پر بڑی زبردست قدرت حاصل تھی۔ آپ کی ولادت

بیجاپور میں ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۵ھ کو ہوئی۔ جس دن آپ کے چچا صبغۃ اللہ

بن روح اللہ بھروچی کا انتقال ہوا۔

قاضی علی محمد بن اسد اللہ گجراتی ثم بیجاپوری سے آپ نے علم حاصل کیا۔ طویل

مدت انکی صحبت میں رہے، یہاں تک کہ علوم و فنون میں جہارت حاصل کی۔ پھر حجاز

کا سفر کیا، حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور طریقت کی تعلیم شیخ عبدالعظیم محمدی

مکی سے حاصل کی۔ ہندوستان واپس لوٹے تیس سال تک بیجاپور میں درس دیتے

رہے۔ آپ کے تلامذہ میں شیخ محمد زبیری بھی ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ کا دائرہ

بہت وسیع ہوا۔

لے عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ۳۳۳

پھر اخیر عمر میں حجاز چلے گئے۔ ۱۰۸۴ھ ۲۴ شوال کو مدینہ منورہ میں آپ کا انتقال ہوا۔ اور آپ کے چچا صبغۃ اللہ کے پاس آپ کو دفن کیا گیا۔ س

شیخ وَجِیْہِ الدِّیْنِ علوی کے خلیفہ
شیخ کمال محمد عباسی

(۱۲ شعبان ۱۰۱۳ھ / یکم جنوری ۱۶۲۰ء)

آپ کی ولادت احمد آباد گجرات میں ہوئی شیخ وجیہ الدین احمد علوی کے شاگرد اور خلیفہ ہیں۔ عالم، عارف، عابد، حافظ، محدث تھے۔ حدیث کی سند شیخ عبد الملک بنانی سے حاصل کی تھی۔ ۹۸۲ھ میں وطن سے خاندیس کے راستہ اجین مالوہ میں آئے تھے۔ یہیں گھر تجویز کر لیا۔ اور شیخ اولیاء کا پوری کی صاحبزادی سے نکاح ہوا، فتویٰ نویسی کا منصب ملا۔ ۳۰ سال اس مقام پر شری اور حکی علوم کا درس دیارات دن کی تقسیم اپنے اس طرح پر کر رکھی تھی کہ رات کا ایک ثلث حصہ باقی رہتا تھا تو آپ ٹھکر غسل کرتے اور نماز تہجد پڑھ کر کھڑے ہوتے اور پڑھتے قرآن کے پڑھتے تھے یہاں تک کہ سفیدی نمودار ہو جاتی تھی۔ پھر دعاؤں اور ذکر تہر سے فارغ ہو کر نماز صبح ادا کرتے تھے۔ پھر اشراق تک تلاوت کرتے اشراق پڑھنے کے بعد سے زوال تک برابر درس دیتے رہتے تھے۔ پھر اہل سبق کیساتھ کھانا کھاتے۔ پھر ایک گھڑی کے انداز سے قبیلہ کر کے نماز ظہر کے لئے اٹھ جاتے۔ نماز ظہر کے بعد نماز عصر تک لوگوں کی مشکلات، فتویٰ نویسی سے حل کیا کرتے تھے۔ پھر شام کے وقت درویش دوستوں کے ساتھ راز تصوف اور تحقیق کی باتیں کرتے رہتے۔ نماز عشاء پڑھ کر گھر کے اندر چلے جاتے۔ شب کے پہلے ثلث میں اُتدہ روز کے

سبقوں کے مطالعہ میں مشغول و منہمک رہتے تھے۔ اور شب کے درمیانی ثلث میں سے کچھ حصہ تو خانہ نشینوں کے ساتھ اور کچھ حصہ سونے میں صرف کرتے۔ گیارہ سال کے آغاز سے چون سال تک اسی طریقہ پر زمانہ گذرا۔

۱۰۱۳ھ میں شعبان کی بارہ کو دو شبہ کی شب میں ہر شب کے معمول کے مطابق جس قدر طاقت میں گنجائش ملی معینہ معناد میں مشغول رہے۔ اور شب کے اخیر حصہ میں ناسوتی مجلس سے منہ پھیر کر ملار اعلیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ خوابگاہ اسی دالان میں ہے جس میں درس دیا کرتے تھے۔

نوٹ :- اس زمانہ کی تقسیم اوقات کے لحاظ سے ایک گھڑی چوبیس منٹ کی ہوتی تھی اور ڈھائی گھڑی کا ایک گھنٹہ۔ اس لحاظ سے غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ چھتیس منٹ قبل کا وقت ہوا۔ ص ۱۵۲۔ تو زک جہانگیر کام، اشوال ۱۰۷۱ھ/۶۲۶۲

شیخ ابوتراب لاہوری

د م ۱۰۷۱ اشوال ۱۰۷۱ھ/۶۱۶۴

شیخ ابوتراب بن نجیب الدین بن شمس الدین بن اسد الدین ابن زین العابدین حسینی شیرازی ثم لاہوری۔ علوم منطق و حکمت میں آپ ممتاز تھے۔ آپ ہندوستان پہنچے اور شیخ و جہمہ الدین علوی سے آپ نے طریقت میں استفادہ کیا پھر لاہور واپس تشریف لائے اور وہاں آپ نے اقامت فرمائی وہاں شیخ محمد افضل لاہوری وغیرہ علماء نے آپ سے استفادہ کیا، ۱۰۷۱ھ میں لاہور میں آپ نے انتقال فرمایا اور

۶۱۶۴

سے تذکرہ قاریان ہند جلد دوم ص ۱۵۱۔ گلزار ابرار ص ۴۶۳۔ نزہۃ الخواطر عربی ص ۵۳۳۔

وہیں آپ کو دفن کیا گیا ہے

گزار موفیاء میں آپ کے مفصل حالات اس طرح ہیں کہ :

حضرت سید ابو تراب بابا شاہ گدا کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا اصلی وطن شیراز تھا اور آپ کا سلسلہ نسب سادات حسینہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد کا نام سید نجیب الدین تھا۔ شیخ ابو تراب کی جائے پیدائش بھی شیراز ہے۔

شجرہ نسب | سید ابو تراب بن سید نجیب الدین بن سید شمس الدین بن
اسد الدین بن زین الدین المشہور بہ زین العابدین بن

یونس بن عبد الوہاب بن عبد الہادی بن ابو البرکات بن الزرعی بن عبد اللطیف
بن ہشیریف بن ابو المنظر بن عبد الباقی بن ابو الحسن بن عبد العزیز شیرازی بن
سید عبد اللہ بن محمد امین بن قدرت اللہ بن سید موسیٰ بن مسعود بن صادق بن احمد
بن سید باقر بن حسن بن زید بن جعفر بن محمود بن ہارون بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق
رحمہم اللہ تعالیٰ۔

شیخ وجیہ الدین کی بیعت | آپ نے ابتدائی علوم اپنے وطن میں حاصل
کئے۔ والدین کی تربیت کے زیر اثر تلاش

حق کی تڑپ پیدا ہوئی اپنے وطن سے نکلے۔ مختلف علاقوں میں پھرتے رہے، آخر کار
آپ شیخ وجیہ الدین کی شہرت سن کر گجرات (احمدآباد، ہندوستان) تشریف لے گئے
وہاں ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔

خرقہ خلافت | آپ پیر و مرشد کی خدمت میں عرصہ دراز تک رہے۔ آپ نے سلوک کی منازل طے کرنے کے لئے مجاہدہ اور ریاضت کی تکمیل روحانیت پر آپ کے پیر و مرشد نے سلسلہ قادریہ اور شطاریہ میں آپ کو خلافت سے سرفراز کیا۔

شیخ وجیہ الدین | آپ کے پیر و مرشد متاخرین مشائخ میں عظیم المرتبت تھے۔ آپ کا تعلق کسی سلسلوں سے تھا لیکن شطاری سلسلے میں آپ کو شہرت ہوئی۔ آپ اسی سلسلے میں غوث گوالیاری کے مرید اور خلیفہ تھے۔

شاہ گدا کا شجرہ طریقت | آپ کو شیخ وجیہ الدین سے دو سلسلوں، یعنی قادریہ اور شطاریہ سے فیض حاصل ہوا تھا۔

اسی لئے آپ کو قادری شطاری کہا جاتا ہے۔ آپ کے دونوں شجرے حسب ذیل ہیں۔

شجرہ قادری | سید ابوتراب، شیخ وجیہ الدین گجراتی کے مرید۔ یہ سید محمد غوث گوالیاری کے یہ شیخ طیفور حاجی کے

یہ شیخ ابوالفتح الخطاب کے یہ شیخ ہدایت اللہ سرمست کے یہ شیخ عبدالوہاب کے یہ مرید شیخ عبدالرؤف کے یہ شیخ محمود کے یہ شیخ عبدالغفار کے یہ شیخ محمد کے یہ شیخ عبدالرحیم کے یہ سید ابوبکر تاج الدین کے اور یہ مرید اپنے والد ماجد حضرت غوث الاعظم قطب العالم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے۔

شجرہ شطاریہ | سید ابوتراب مرید شیخ وجیہ الدین گجراتی یہ مرید سید محمد غوث گوالیاری۔ یہ مرید شاہ حمید، یہ مرید شاہ قاذان

یہ مرید شیخ عبداللہ شطاری کے۔

لاہور میں مسکن | آپ نے کافی عرصہ گجرات میں گزارا۔ لیکن جب آپ کے مرشد اس دنیا سے فانی ہو گئے تو آپ بھی گجرات کو خیر آباد

کہہ کر لاہور چلے آئے۔ اور پھر آخری دم تک یہاں رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ بعد
ہمایوں لاہور میں تشریف لے آئے۔

اول قاضی محمد لاہوری جو آپ کے مزار میں آسودہ
تخلفا سید ابوتراب
ہیں۔ دوم شیخ فاضل مدفون دہلی۔ سوم شاہ
جمال مدفون رہتاس۔ چہارم لعل گدا۔ پنجم احمد گدا۔ اور ششم شہباز گدا یہ تینوں
حضرات لاہور میں آپ کے حریم مزار میں آسودہ ہیں

وفات :- حضرت ابوتراب کی وفات ۱۰۷۱ھ بمطابق ۱۱ جون
۶۱۶۶۲ کو عہد عالمگیر میں ہوئی۔ حدیثہ الاولیاء میں نام سید عبدالقادر المشہور شاہ
گدا لکھا ہے۔

تاریخ رحلت

شہ گدا سید ولی منتقی ؛ بندہ حق خاک پائے بو تراب
؛ سوختہ، گو سال ترحیلش وگر شہ ولی سید گدائے بو تراب
آپ کا مزار گڑھی شاہو میں ریلوے کالونی میں ہے۔ ۱۰۷۱ھ

شیخ مبارک صدیقی شطاری

(متوفی سن ۱۱۶۸ھ)

شیخ مبارک، شیخ جلال بوبانگی کے مرید تھے۔ خرقہ خلافت شیخ عبدالملک شطاری سارنگ پوری مالوی سے حاصل ہوا تھا۔ شیخ عبدالملک علامہ وجیہ الدین احمد آبادی کے خلیفہ ہیں۔

شیخ مبارک سن ۹۸۱ھ میں منڈو آئے۔ یہاں تیس سال رہ کر ریاضت و عبادت کرتے رہے اور توکل کے ساتھ زندگی بسر کی۔ آپ کی شان استغنا بہت مستحکم تھی کسی اہل حکومت سے کچھ بھی قبول نہ کیا۔ ۱۰۱۶ھ میں رحلت فرمائی خواجگاہ منڈو میں ہے۔

شیخ محمد رضا لاہوری

۱۲ م ۱۲ رجبی الاولیٰ ۱۱۱۸ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۷۰۶ء

شیخ محمد رضا حنفی قادری شطاری لاہوری مشہور مشائخ میں سے ہیں جنہوں نے اعمار تدریس اور طریقت کی اشاعت اور تبلیغ میں اپنی عمر صرف کر دی۔ آپ کے زمانے میں پنجاب میں مشائخ و علماء میں سے کوئی ایسا نہیں تھا کہ جن کو آپ کی طرح سے عوام میں شرف قبول اس قدر عطا کیا گیا ہو۔ اور جن کے تلامذہ اور مسترشدین اس قدر ہوں آپ کا روحانی سلسلہ شیخ وجیہ الدین علوی تک اس طرح پہنچتا ہے۔

کہ آپ نے طریقت حاصل کی۔ شیخ محمد فاضل لاہوری سے انہوں نے شیخ الوداد اکبر آبادی سے، انہوں نے شیخ محمد جلال سے، انہوں نے سید نور سے، انہوں نے شیخ زین العابدین سے، انہوں نے شیخ عبدالغفور سے، انہوں نے شیخ وجیہ الدین علوی سے۔

آپ کا انتقال ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۱۱۸ھ / ۲۰ اگست ۱۷۰۶ء کو لاہور میں ہوا۔ ملہ

شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپوری

(وفات ۲ رمضان ۱۰۲۵ھ / ۲۹ مئی ۱۶۱۲ء)

شاہ محمد بن خواجہ فضل اللہ بن خواجہ صدر الدین بن خواجہ حسین جوپوری ثم برہانپوری
آپ کا نسب نامہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے اجداد جوپور کے
تھے اور پھر گجرات کی طرف ہجرت کر کے آ گئے۔

آپ کے والد شاہ فضل اللہ برہانپوری دمتونی ۱۰۹۶ھ / ۱۰۰۵ھ -
اپنے زمانے کے مشہور صوفی اور عالم تھے۔ بلکہ نائب رسول اللہ کہلاتے
تھے، شاہجہاں کہا کرتے تھے کہ میں اگرچہ کئی بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن کامل شیخ فقط وہ دیکھے
ہیں۔ میاں میر لاہوری اور شیخ المشائخ فضل اللہ۔

شاہ صاحب کا وطن جوپور تھا لیکن برہانپور میں مقیم ہو گئے۔ اور وہاں درس
و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ فقط تفسیر اور حدیث کا درس دیتے تھے۔ اور
صوفیانہ ارشاد و ہدایت سے باطنی رہنمائی اور تزکیہ نفس کا اہتمام کرتے۔

شیخ محمد بن فضل اللہ احمد آباد میں ۱۰۲۵ھ / ۱۰۱۵ھ کے قریب پیدا ہوئے
اور گجرات ہی میں نشوونما پائی۔ چھوٹے ہی تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ
مقیم ہو گئے، نوجوانی میں حضرت شیخ صفی الدین گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور خرقہ اجازت پایا پھر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ اور بارہ سال تک شیخ
علی متقی کی صحبت میں رہے۔ اور ظاہری و باطنی فیض حاصل کیا۔ اور پھر گجرات
واپس لوٹے اور احمد آباد میں قیام کیا۔ اور وہاں ہی آپ کی شادی ہوئی

اور شیخ وجیر الدین کی خدمت میں ٹرانسے تلمذتہ کیا، اور بارہ سال آپ کی صحبت میں رہ کر علوم و فنون میں مہارت پیدا کی۔ پھر شیخ خان جو پوری کی خدمت میں گجرات چلے گئے۔ شیخ خان نے آپ کے والد ماجد کی زبان سے سنا تھا کہ ہمارا بیٹا قطب وقت ہوگا۔ آپ نے سلوک کی منزلیں شیخ ابو محمد بن خضر ثنبی کی صحبت میں حاصل کیں۔ شیخ ابو محمد آپ کے والد شیخ فضل اللہ کے مرید تھے اور اور قلعہ میسر میں رہتے تھے۔ آپ نے شیخ وجیر الدین اور شیخ ماہ کو لکھا کہ آپ کا شہباز ابھی پرواز نہیں کیا ہے، انہوں نے جواب میں لکھا کہ اسکی پرواز آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ شیخ محمد کو میسر بھیج دیا گیا وہاں جا کر وہ روحانی نعمتیں حاصل کیں جو آپ کے والد بزرگوار نے شیخ خضر ثنبی کے سپرد کی تھیں۔ وہاں سے واپس آ کر برہانپور میں توطن اختیار کر کے مدرسہ اور مسند ارشاد و ہدایت کو زینت بخشی۔ اور ظاہری اور باطنی علم کا سلسلہ جاری کیا۔ اور چشتیوں کے مشہور بزرگوں میں شمار ہونے لگے۔

آپ نے شیخ پورہ کے نام سے ایک محلہ آباد کیا جس میں حفاظ کے تین سو گھر تھے۔ حضرت کا یہ عجیب العقول فیض تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے زمانے میں شیخ پورہ میں قرآن خوانی کے سوا صبح کے وقت کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی، آپ کے پاس جتنے ہدایا آئے ان کے تین حصے فرماتے، ایک حصہ بیوی بچوں کیلئے ہوتا۔ اور ایک درویشوں مسکینوں اور طلبہ پر صرف فرماتے۔ اور ایک حصہ سارا جمع کر کے مدینہ منورہ بھیج دیتے، آپ سچے عاشق رسول تھے۔ آپ کی صبح و شام سنت نبوی اور شریعت محمدی علی صاحبہا الف الف حجۃ و سلام کے مطابق گذرتی تھی۔

بالآخر آپ نے درس و تدریس چھوڑ کر یادِ خدا اور خلق کی روحانی رہنمائی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ تصنیف و تالیف میں بھی آپ کا مقام

بند تھا۔ وحدۃ الوجود کے زبردست حامی تھے۔ اسکی مسئلہ پر آپ کا رسالہ: التحفة المرسلۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشہور ہے۔

التحفة المرسلۃ الی النبی

اس کتاب کے مصنف محمد بن فضل الدربین (۱۰۲۹ھ - ۱۱۶۲ھ) جو ایک صوفی اور عالم وجیہ الدین گجراتی کے مرید تھے۔ اس کا تعلق مسئلہ وحدت الوجود سے ہے مصنف کا یہ نظریہ ہے کہ صرف خدا ہی ایک وجود ہے اور یہ وجود اگرچہ واحد ہے مگر مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ وجود تمام موجودات کی اصل و حقیقت ہے اور اس اعتبار سے یہ وجود نہ تو کسی پر منکشف کیا جاسکتا ہے اور نہ ذہن اس کا احاطہ کر سکتا ہے۔

اس وجود کے مندرجہ ذیل سات مدارج ہیں۔

پہلا درجہ وجود مطلق۔ وجود بے قید و بے صفات یہ درجہ احدیت کہا جاتا ہے اور حقیقت حق ہے۔ دوسرا درجہ پہلی تقیید کا ہے جس کا مقصد و مفہوم اس وجود کی ذات اور اس کی صفات اور مستقبل کی تمام مخلوقات کا اجمالی عرفان ہے یہ درجہ الوحدت کہا جاتا ہے اور یہ حقیقت محمدی ہے۔

تیسرا درجہ دوسری تقیید کا ہے۔ جس کا مقصد و مفہوم اس وجود کی ذات اور اس کی صفات اور کائنات کا مفضل علم ہے۔ یہ درجہ واحدیت کہا جاتا ہے اور یہ حقیقت انسانی ہے۔ اور یہ تینوں درجات ابدی قرار دیئے گئے ہیں۔

چوتھا درجہ ارواح کا ہے یعنی مجر و اور مفرد اشیا۔ پانچواں درجہ عالم المثال ہے یعنی مرکب اشیا۔ مگر اتنی لطیف کہ تقسیم نہیں کی جاسکتیں۔ چھٹا درجہ عالم الامثال ہے یعنی مرکب اشیا جو مادی اور اس لئے قابل تقسیم ہیں۔

ساتواں درجہ مذکورہ بالا تمام مدارج کا خلاصہ ہے۔ یہ آخری تقسیم ہے اور اس

کو انسا از سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

پہلے تین مدارج کے نام ایک ہی مصدر واحد کے مشتقات ہیں ۔ جس کے معنی ہیں ایک لسانی اعتبار سے ان تینوں لفظوں کے معنی میں فرق نہیں ۔ مگر مصنف نے اپنا مطلب بیان کرنے کے لئے ان کو اس طرح استعمال کیا ہے گویا ان کے معنوں میں کچھ نہ کچھ فرق ہے ۔ یہی صورت پانچویں اور چھٹے مدارج یعنی عالم المثال اور عالم الامثال کے معنوں کی ہے ۔

مصنف نے لکھا ہے کہ یہ وجود یعنی خالق نہ مخلوقات سے متصل ہے نہ منفصل ہے نہ ان میں شامل ہے ۔ ورنہ اس کا نتیجہ کثرت وجود ہوگا ۔ مزید یہ کہ کائنات اور اس میں جو کچھ بھی ہے عرض ہے اور جوہر صرف وجود (خالق) ہے ۔ یہ نظریہ کہ خدا جوہر ہے اشعریوں کے اس عام نظریہ کے خلاف ہے کہ خدا نہ جوہر ہے نہ عرض ہے ۔ اس کے بعد مصنف نے ان لوگوں کے تین طبقے قرار دیئے ہیں جو نظریہ وحدت الوجود کے قائل ہیں ۔ ایک طبقہ وہ ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ خالق تمام مخلوقات کی حقیقت ہے ۔ مگر مخلوقات میں خالق کو نہیں دیکھتا ہے ۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو مخلوقات میں خالق کو دیکھتا ہے مگر خالق میں مخلوقات کو نہیں دیکھتا ۔ اور تیسرا طبقہ وہ ہے جو خالق میں مخلوقات کو اور مخلوقات میں خالق کو دیکھتا ہے ۔ اس تیسرے طبقہ میں مصنف نے انبیاء اور اقطاب کو شامل کیا ہے ۔

آخر میں مصنف نے نظریہ وحدت الوجود کی تائید میں قرآن اور حدیث کے حوالے دیئے ہیں ۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں ۔ ان سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس نظریہ کی تائید میں مصنف نے قرآن اور حدیث سے کس قسم کی تائید اخذ کی ہے ۔

(الف) قرآنی آیات :-

- ۱ - لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
مشرق اور مغرب اللہ ہی کے ہیں ۔
- ۲ - فَايِنَّا تُولُوْا فِئْتُمْ وَّجِهَةً . اللّٰهُ ط
پس تم جہہ رخ کرو گے وہیں اللہ کی ذات موجود ہوگی ۔
- ۳ - نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ
ہم انسان سے اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔
- ۴ - وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ
تم جہاں بھی ہو گے وہ تمہارے ساتھ ہوگا ۔
- ۵ - هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
وہ اول بھی ہے آخر بھی اور ظاہر بھی اور باطن بھی ۔

(ب) حدیث :-

- ۱ - اِنْ اَحَدُكُمْ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَنَامَ يَنَا حَجْرًا رَّبِّهِ فَاَنْ رَّبِّهِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَلْبِهِ
تم میں سے کوئی آدمی جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اپنے رب سے سرکوشی کرتا ہے کیونکہ اس کا رب اس کے اور اس کے دل کے درمیان ہوتا ہے ۔
- ۲ - وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَىَّ بِالْخَيْرِ حَتَّىٰ اُحِبَّهُ فَاِذَا اُحِبَبْتَهُ كُنْتُ
سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ ۔
میرا بندہ نوافل کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے تا آنکہ میں اسے پسند کرنے لگتا ہوں اور میں اسے پسند کر لیتا ہوں تو میں اسکے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے
ایسے مستند حوالوں کی بنا پر یہ نظریہ مشکوک معلوم ہونے لگتا ہے کہ وحدت الوجود کا تصور اسلام میں بیرونی اثرات کے تحت داخل ہوا۔ اور بخوبی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر اسلام

پر بیرونی اثرات کے دروازے بالکل بند کر دیئے جاتے تب بھی اسلام میں وحدت
 الوجود کا نظریہ اخذ کر لیا جاتا۔ اسے
 اس سے ہو سکتا ہے کہ آپریم از کم تین شرحیں لکھی گئیں۔ اور انڈونیشیا میں اسکا بہت چرچا تھا۔ ملا یا کے نور الدین
 راینزی نامی ایک صاحب قلم نے اس کا ترجمہ ملایالی زبان میں کیا ہے اسوقت انڈونیشیا
 کے شہر سماٹرا میں وحدۃ الوجود کے متعلق اسی طرح بحثیں ہو رہی تھیں جس طرح
 ہندوستان میں سماٹرا کے اہل قلم مثلاً حمزہ وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں ابن العربی
 اور عبدالکریم جیلی کے قائل تھے۔ نور الدین اس نقطہ نظر کے سخت مخالف تھے لیکن
 ایک مقامی عالم عبدالرؤف جو سولہ سال حجاز میں مقیم رہے اور شطاری سلسلہ میں
 منسلک ہو گئے تھے۔ اور مولانا احمد قناشی کے جانشین ملا ابراہیم القرانی نے
 عبدالرؤف کو شطاری سلسلے میں مرید کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ انہوں نے ہزار
 مشرق میں یہ سلسلہ جاری کیا۔ اور جلد ہی جاوا میں کثرت سے لوگ اس سلسلہ
 میں شامل ہو گئے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شیخ احمد قناشی کا تذکرہ اپنی کتاب

؛ الانتباء فی سلاسل اولیاء اللہ میں کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :

میں نے جو اب ہر خمسہ کی اجازت اپنے استاد شیخ ابو طاہر کردی سے حاصل

کی تھی، جن کے والد نے یہ اجازت شیخ احمد شتاوی کے خلیفہ شیخ احمد قناشی
 سے حاصل کی تھی۔

بہر حال شیخ محمد بن فضل اللہ جو پوری کی تصنیف ؛ التحفۃ المرسلۃ، انڈونیشیا

تک پہنچی۔ اس کے علاوہ آپ کی تصانیف میں ؛ الہدیۃ المرسلۃ، شرح الدعای السنی

توسيلة الى شفاعة النبي صلى الله عليه وسلم . شرح اللوائح للجامعي . رساله في كرامته
امامة الامرو في العلوة . رساله في المعراج . التحفة المرسله في شرح الحقيقه الموافق
الشريفة . قابل ذکر ہیں ۔

سفينة الاولیاء کے مصنف نے آپکی وفات بروز پیر ۲ رمضان ۱۰۲۵ھ لکھی
ہے اور دکن کے مصنف نے آپ کا سال وفات ۱۰۲۹ھ لکھا ہے ۔
خواجہ محمد ہاشم نے آپکی تاریخ وفات ۱۰۲۹ھ لکھی ہے ۔

آپ کی عمر ۸۶ سال ہوئی اور مزار برہانپور میں زیارت گاہ عوام ہے ۔
غوثی جنہوں نے گلزار ابرار اس زمانے میں تصنیف کی جب آپ ابھی حیات
تھے ۔ بگتے ہیں کہ آپ خاندیش کے بادشاہ محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی کے
عہد حکومت (۱۶۱۵-۶۶) میں گجرات سے خاندیش تشریف لائے ۔ برہان پور
میں مسجد اور خانقاہ تعمیر کی ۔ حدیث و تفسیر اور دوسرے دینی علوم کا درس دیتے تھے
اہل دل تھے ۔ لیکن سماع اور سرور سے کوئی دلچسپی نہ تھی ۔ سچے عاشق رسول تھے
ہر سال جہاز کے موسم میں دیوانہ وار وطن سے نکلتے اور سمندر کے کنارے پر پہنچ
جاتے ۔ اگر قسمت یاوری کرتی تو جہاز پر سوار ہو کر بحر میں شریفین میں پہنچتے اور وہ
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے دل کو تسکین دیتے ۔ اس طرح آپ نے حجاز
کے کئی سفر کئے ۔ وطن میں بھی محبت رسول میں مست رہتے ۔ سال بھر میں اگر کوئی کوڑا پیسہ
پجاتے تو اس لئے کہ سفر حجاز کا سامان ہو جائے ۔

بارگاہ انہی میں آپ کی محبت نبوی مقبول ہوئی ۔ اور آپ کی التحفة المرسله الى النبي
صلى الله عليه وسلم نے بڑی شہرت پائی ۔ اس کی کم از کم تین شرحیں لکھی گئی ۔ اور انڈونیشیا
میں اس کا بہت چرچا تھا۔ ایوانی ملاوی زبان کے ایک اہل قلم نے نور الدین راہزی دراندیری
نے اس کا ترجمہ ملایائی میں کیا ہے ۔ انکی تاریخ وفات معلوم نہیں وغالباً انہی کی رتیقی

المحمدیہ فی طریقۃ الصوفیہ، کا ذکر مولانا عبدالحی نے یاوایام میں کیا ہے۔ اس میں تاریخ وفات ۱۰۶۸ھ یعنی ۱۶۵۸-۶۱۶۵۷ء لکھی ہے) لیکن ان کی کتابوں کا زمانہ

تصنیف ۶۱۶۲۸ھ سے شروع ہوتا ہے۔ ۱۰۳۷ھ

سیدہ نسیم سمانوی

شاگرد علامہ وجیہ الدین

شیخ نسیم بن ابولسین شفق شطاری سمانوی۔ سید شاہ میر سمانوی کے علم زادگان سے تھے۔ علم کیلئے شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان سے درسیات کے ساتھ طریقت میں بھی استفادہ کیا۔ تکمیل کے بعد حج و زیارت کے لئے سفر فرمایا۔ اور مشائخ عصر سے حدیث پڑھ کر ہندوستان لوٹے۔ لاہور میں اقامت فرمائی۔ اور ایک امیر کے ہاں رہ پڑے، کچھ مدت کے بعد دنیا سے کنارہ کش ہو کر کلیئۃ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف رغبت ہو گئی۔ فقراء کا لباس زیب تن کر لیا اور سر ہند تشریف لے گئے جہاں مدت تک لوگوں کی تربیت کا مشغلہ جاری رکھا۔ ایک دفعہ ان کا ارادہ گجرات جانے کا ہوا تاکہ وہاں سے حجاز چلے جائیں۔ مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تب بنگال تشریف لے گئے اور بہار کی سرحد پر ایک مدت قیام فرمایا اور یہاں ان سے بے شمار انفاس مستفیض ہوئے۔ ان میں شیخ محمد بجا گلپوری بھی ہیں۔ آپ نے یہیں رحلت فرمائی لیکن سال رحلت معلوم نہ ہو سکا۔ ۱۰۳۷ھ

۱۰۳۷ھ اذکار برابر اردو ترجمہ گلستا برابر ص ۵۹۔ رود کوثر ص ۳۹۶، تذکرہ قاریان ہند

ص ۵۶۹، ص ۱۵۶، اعیان الجمال، خزینۃ الاصفیاء ص ۴۰۲، نزہۃ الخواطر عربی ص ۵۸

ص ۳۶۳۔ ۲۔ نزہۃ الخواطر ص ۱۳، ص ۵۷۵۔

شیخ یوسف بنگالی

شاگرد علامہ وجیہ الدین علوی

علامہ فاضل شیخ یوسف بن ابویوسف۔ اپنے زمانہ کے علمائے کبار میں سے تھے۔ آپ کا مولد بنگال ہے۔ تحصیل علوم کے لئے وطن سے نکلے۔ اور شہر بہ مشہر ہوتے ہوئے احمد آباد میں قطب مدار شیخ وجیہ الدین علوی کی خدمت میں پہنچے۔ ان کے حضور زانوئے تلمذتہ کیا جن سے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ شیخ کی اجازت سے احمد آباد سے برہانپور تشریف لے آئے۔

وہاں آپ نے شیخ سالم کے پڑوس میں رہائش اختیار کی جن کو علم طب یاد پڑی حاصل تھا۔ وہیں شیخ سالم نے اپنی دختر کا عقد آپ سے کر دیا، مدت دراز تک وہاں درس دیتے رہے۔ لیکن ہمیشہ تصوف کی تعلیم سے احتراز کیا کرتے تھے اگر کوئی طالب ضد کرتا تو اس کو شیخ طاہر یوسف سندھی کے درس میں بھیج دیا کرتے۔ مسیح القلوب اور شیر پیر محمد علیم ان کے علاوہ بے شمار علماء و شیوخ نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کی آخری آرام گاہ برہانپور میں ہے۔

قاضی عبداللہ بیجاپوری

شاگرد علامہ وجیہ الدین علوی

فقیر قاضی عبداللہ شیخ بیجاپوری ان علماء میں سے ہیں جنہیں فقہ و حدیث پر بہت عبور حاصل تھا۔ آپ علامہ وجیہ الدین بن نصر اللہ علوی کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں اور ایک طویل زمانہ تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر بیجاپور تشریف

سے گئے اور وہاں کی قضا کو آپ نے سنبھالا اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔
یہاں تک کہ آپ کو پیغام اجل آگیا اور بیجاپور ہی میں آپ دفن ہوئے۔

قاضی جلال الدین ملتانی

(۱۳۹۹ھ — ۱۵۹۰ء)

شیخ فاضل کبیر قاضی جلال الدین حنفی ملتانی۔ یکے از علماء کبار۔ مولد شہر بھکرا اور ملتان
میں پروان چڑھے، آپ چند روز تک شیخ وجیہ الدین احمد علوی احمد آبادی کے درس
میں بیٹھ کر دینی علوم حاصل کئے۔ اور فقر و تصوف کی چاشنی کا مزہ پایا
پھر دارالسلطنت آگرہ تشریف لائے۔ یہاں شیخ جلال ابن عبداللہ اکبر آبادی کے
حضور زانوئے تلمذ تہ کیا۔ پھر کچھ عرصہ گننامی میں رہے۔ پھر درس کا آغاز فرمایا
اور علمائے معاصرین میں آپ کے علم کی دھوم مچ گئی۔ قاضی کمال الدین یعقوب
کردی کے بعد اکبر بادشاہ نے قضا کا منصب آپ کے نام کر دیا۔ جب اکبر نے
علمائے آگرہ خالی کرایا تو آپ بیجاپور تشریف لے گئے اس صوبہ کا حاکم آپ کی
بے حد تعظیم کرتا تھا۔

اسی شہر میں آسودۂ لحد ہوئے۔ تاریخ وفات ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء ہے

نور احمد مرقدہ۔

مولانا عثمان سنبھلی

شاگرد وجیہ الدین علوی

(۱۳۸۰ھ — ۱۵۷۲ء)

شیخ عثمان بن ابوشمان حنفی بنگالی سنبھلی۔ اپنے دور کے مشہور عالم تھے۔ بنگالہ میں

۱۷ روضۃ الاولیاء۔ تزویر الخواطر ص ۱۲۲۔

۱۷ گلزار ابرار ص ۱۰۹ اردو تزویر الخواطر ص ۱۲۸ ایضاً عربی ص ۱۳۹۔ اخبار الاصفیاء ص ۷۰

پیدائش ہوئی۔ طلب علم کے لئے سنبھل آئے۔ اور شیخ حاتم سنبھلی سے علم حاصل کیا۔ پھر گجرات کا قصد کیا۔ احمد آباد میں علامہ وجیہ الدین سے اکتساب کیا پھر سنبھل لوٹ گئے۔ سنبھل ہی میں ۹۹۰ھ / ۱۵۷۲ء میں وفات ہوئی۔ ۱۷

قاضی عبدالعزیز

۲۷۴ھ / رمضان ۹۸۲ھ / ۹ / جنوری ۱۵۷۵ء -

شیخ قاضی عبدالعزیز بن عبدالکریم بن راجی محمد عینی اجینی۔ جو عین القضاة ہمدانیہ کی نسل میں سے ہیں۔ آپ کا مولد و منشا اجین ہے۔ آپ نے علم کے لئے اپنے شہر سے باہر سفر کیا۔ اور نہروالہ، پٹن گجرات کے شیخ مولانا عبدالکریم نہروالی سے بعض کتب درسیہ پڑھیں۔ اسی طرح آپ نے علامہ وجیہ الدین علوی سے بھی پڑھا۔ آپ بڑے زاہد، متورع، صائم الدھر قائم اللیل تھے۔ خوش خلقی آپ کا خصوصی شیوہ تھا۔

قاضی عبدالعزیز کے والد شیخ عبدالکریم | شیخ عبدالکریم اپنے والد شیخ راجی محمد عینی کی رحلت کے بعد سجادہ

نشین ہوئے۔ نہایت سنجیدہ، جوان مرد، پرہیزگار، حق شناس، خدا پرست، جہان دوست، زندہ دلی جیسے اوصاف عالیہ سے متصف تھے انکی وفات ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء میں ہوئی۔ پدر بزرگوار کے گنبد کے باہر جنوبی سمت میں دفن کئے گئے۔

شیخ عبدالکریم کے دو فرزند تھے۔ (۱) شیخ عبدالعزیز دان کے حالات اوپر ذکر ہوئے، (۲) شیخ عبدالقادر، جو اپنے آباؤ کے وطن میں آبائی مکان اور خانقاہ کو آباد کئے ہوئے تھے۔ ۱۷

قاضی عبدالعزیز کے دادا شیخ راجی محمد عینی بھی بڑے اونچے بزرگوں میں سے تھے جن کے چند احوال

حسب ذیل ہیں۔

شیخ راجی محمد بن شیخ خان صنفی۔ شیخ عین القناتہ ہمدانی کی اولاد سے تھے۔ کم سن ہی میں تعلیم کی غرض سے برہانپور گئے اور دو سال تک قیام کیا۔ یہاں علوم کا ایک حصہ پڑھا۔ اور پھر احمد آباد بیدرتشریف لے گئے۔ یہاں شیخ محمد بن ابراہیم اسماعیلی ملتان سے ۱۲ سال تک استفادہ کے بعد اجمین لوٹ آئے۔ اور پچاس سال تک مصروف تدریس رہے۔

آپ فرماتے تھے کہ ایک رات مجھ کو مکاشفہ میں معلوم ہوا کہ اکمل الاولیاء شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ مصلیٰ پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور بے شمار لوگ اور وحوش و طیور آپ کے گرد موجو حال ہیں۔ ان سب میں شیخ عبدالقادر جیلانی نے میرا نام لے کر بلایا۔ اور مصلیٰ کے نیچے جو خس و خاشاک تھا اس کو اپنے دست مبارک سے جھاڑ دیا۔ اور فرمایا کہ دونیٰ کا جو زنگ تمہارے دل کے آئینہ پر تھا وہ صاف ہو گیا۔ اب مصلیٰ پر بیٹھو اور شکرانہ کی نماز پڑھو۔ پھر شیخ نے قطعی ولایت کی خوشخبری مجھے دی۔ اس کے بعد پیر نے بھی خرقہ خلافت عطا فرما کر اجمین میں رہنے اور لوگوں کی رہنمائی اور تعلیم کی اجازت مرحمت فرمائی۔

اولاد :- آپکے چھ بیٹے تھے۔ عبدالرحمن، عبدالکریم، عبدالرحیم۔ یہ تینوں ایک بیوی سے۔ اور عبدالکلیم، عبدالحمید، اور عبدالحمید دوسری منکوحہ سے تھے۔

شیخ راجی محمد اجمین میں پچاس برس تک درس و تدریس میں مشغول رہے اور آخر

۲۷ رمضان ۹۸۲ھ / ۹ جنوری ۱۵۷۵ء کو اس دارفانی سے دار بقا کو راہی ہوئے۔

لے اجمیان الحجاج، گلزار ابرار ص ۳۱۹۔

شیخ عبداللہ صوفی شتاری

(۴، ۲۲ جہادی لاہوری، ۱۰۱۰ء، ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء)

آپ کمال الدین بہلول ابن چاندا بن جنیدا بن محمد ابن برہان الدین ابن عزالدین محمود ابن نجم الدین احمد ابن مولانا شمس الدین صفروئی عثمانی کے فرزند رشید ہیں ۱۲ ربیع الثانی ۹۰۲ھ کو آپ کی ولادت قصبہ سندیلہ میں ہوئی۔

چونکہ خدایا طلبی کا جو حسرا آپ میں ودیعت تھا لہذا نو سال کی عمر میں آپ کو پیر ارادت کا شوق پیدا ہوا۔ مخدوم شیخ صفی ساقی پوری کے مرید ہو گئے اور سولہ برس کی عمر میں کتابی علوم کی تحصیل کے ارادہ پر گھر سے نکل پڑے اور قصبہ گوپامو میں شیخ الہداد ابن سعد اللہ عثمانی کی خدمت میں پہنچے اور صرف و نحو پڑھنا شروع کر دیا۔

شیخ بدرالدین بدایونی اپنے وقت کے قطب تھے انہوں نے اثنار تعلیم خواب میں تشریف لاکر آپ کو فرمایا کہ: عبداللہ تم چند روز ہماری خدمت سے حصہ لو، جب آپ بیدار ہوئے تو بے تامل بدایوں کی طرف چل پڑے۔ بدایوں پہنچ کر شیخ بدرالدین کا سراغ لگایا۔ کسی نے پتہ نہیں دیا۔ رات کے وقت ناامید ہو کر جامع مسجد میں اندیشہ ناک سو گئے۔ پھر شیخ نے خواب میں فرمایا کہ فلاں جگہ ہمارا روضہ ہے وہاں آکر مجاور ہو جاؤ وہاں پہنچ کر ہلالی چھ دو رکاعل اعتکاف کے طور پر اس مزار پاک پر رہے اور بہرہ یاب ہوئے۔ اس اعتکاف کا انجام تھا کہ خواجہ قطب الدین اویسی ہشتی دہلوی نے خواب میں فرمایا کہ تم کو ایک سال ہمارے حظیرہ میں رہنا چاہئے۔ صبح ہوتے ہی دہلی کو روانہ ہوئے چاشت کا وقت تھا کہ قلعہ دہلی کے دروازہ پر پہنچے۔ شیخ معز الدین سناری سے ملاقات ہوئی وہ آپ کو گھر لے گئے۔ جب مکان میں پہنچے تو جہان کے ساتھ بہت مہربانی کے ساتھ پیش آئے اور فرمایا کہ اس شہر کے قطب نے تم کو میسر سپرد کیا ہے تم اس جگہ ٹھہرو

روضہ کی خدمت کرتے رہو، اور اس خانقاہ کے مدرس سے سبق پڑھا کرو۔ نیک فیضان اور ارشاد و یتیموں کی کتابیں اسی جگہ پڑھیں اور ہمیشہ نماز عشاء سے فارغ ہو کر روضہ مبارک پر جایا کرتے تھے۔ فیض روحانیت سے قلب میں روشنی حاصل ہوئی اور پھر ایک سال ختم ہونے کو آیا کہ حضور خاتم الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ عالم مثال میں تشریف لائے اور فرمایا کہ مولانا برہان الدین ملتانی حصار میں تمہارے پہنچنے کے منتظر ہیں۔ ان کے درس میں جا کر تحصیل کمالات کرو۔ آپ نے تعمیل حکم کی۔ چند روز بعد جناب مولانا نے احمد آباد گجرات کا عزم فرمایا۔ آپ بھی ہمراہ ہو گئے۔ اکثر علوم کی کتابیں اور تفسیر مولانا کی ملازمت میں لے کر پڑھی۔ اور شرح مقاصد کے الہیات اور شرح مواقف نیز بعض دیگر ریاضی رسالے شیخ وجیہ الدین احمد علوی شطاری کے درس میں نکالے۔ ہندوی، ہدایہ اور عضدی شیخ مبارک دانشمند شطاری گواہیاری کے سامنے حل کیں۔ علم حدیث اور اصول حدیث میر عبدالاول دولت آبادی کا تعلیم سے حاصل کیا اور نصوص کی اجازت مولانا مصطفیٰ رومی سے لی۔ بالآخر ۲۴ سال کی عمر میں جب یہ تمام کمالات فراہم ہو گئے تو ایک عجیب جذبہ پیدا ہوا تمام کتابیں لوگوں کو تقسیم کر کے باغ ارم کے ایک گوشہ میں نفس کی اصلاح میں مصروف ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد الہی طلب اور ایزدی معرفت کا ایسا ہجوم ہوا کہ تمام حواس اور قوی کو جکڑ لیا اور ہر ایک کو اس کے کام سے معطل کر دیا۔

حضور خاتم النبوة علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ کسی مرشد کا پتہ بتادیں جو درد کا علاج کرے اور جس کے فیض ہدایت سے طالب عرفان کے اصلی مطلب کو پہنچ کر صاحب بصیرت ہو سکیں۔ آخر کار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غوث الاولیاء کی خدمت کا راستہ دکھایا۔

حضرت غوث الاولیاء نے دو مہینے کے اندر مشرب عشقیہ کے تمام افکار اور اشغال سکھا کر انوار و اسرار سے بہرہ یاب کیا اور ۹۵ھ میں عید الفصحی کے عرفہ کے روز آپ کو

تمام خانقاہ نشینوں کا سرحلقہ بنایا۔ تمام صوفیوں کی تلقین آپ کے سپرد ہوئی۔ کامل دس سال تک ہمیشہ مبتدی درویشوں کی تربیت آپ کرتے رہے۔ مبتدی درویشوں میں سے جو شخص کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا تھا غوث الاولیاء کی خدمت میں عرض کر کے سند ایشاد لے کر اس کو دیدیتے تھے۔ اور کسی سمت کی رہنمائی کے واسطے اجازت ہو جاتی۔ اسی اثنار میں غیب سے بیت الحرام کے طواف اور حرم سید الانام کی زیارت کے واسطے مامور ہوئے۔ مدینہ منورہ میں پانچ سال قیام کر کے کمال ریاضت میں منہمک رہے اور اور ہر سال حج کے واسطے آمد و رفت رکھی پھر حکم عالی کے بموجب احمد آباد میں بازگشت فرما کر متاہل ہوئے۔ کم و بیش پندرہ سال اس شہر میں گزارے۔ ۹۸۱ھ میں پیر کی زیارت کے واسطے گوالیار آئے۔ یہاں دو سال مزار مبارک پر رہے۔ بعدہ بفرمان پیر ۹۸۳ھ کے آغاز میں دارالخلافہ آگرہ جا کر مٹیا محل گلی میں حجرہ تجویز کیا اور مناسز عصر کے وقت دو شنبہ کے روز ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۰۱۷ھ/ ۱۷ نومبر ۱۶۰۸ء میں عنصری منزل سے قدسی مقام کو عروج فرمایا۔ اور اسی حجرہ میں اپنی خواہش کے مطابق خوابگاہ اختیار کی

قدس الشریفہ - ۱

- ۱۔ سراج السالکین برسنن جو اہر خمسہ ۲۔ اوراد صوفیہ
- ۳۔ رسالہ صوفیہ ۴۔ انیس المسافرین
- ۵۔ اسرار الدعوة ۶۔ شرح رسالہ غوثیہ
- ۷۔ رسالہ کنز الاسرار فی حال اشغال الشطار



مولانا محمد غوثی بن حسن بن موسیٰ شطاری

صاحب گلزار ابرار - (ولادت ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء)

آپ نے گلزار ابرار میں جہاں پر اپنے والد شیخ حسن کے حالات لکھے ہیں۔ وہاں ضمن میں اپنے حالات اور واقعات بھی بالتفصیل بیان فرمائے ہیں۔

آپ ۹۶۲ھ / ۱۵۵۴ء میں قصبہ مانڈو میں پیدا ہوئے تھے۔ مانڈو کو پہلے منڈو بولتے اور لکھتے تھے۔ یہیں پرورش پائی۔ تحصیل علوم میں شیخ وجیہ الدین علوی کے شاگرد تھے۔ اور طریقت میں شیخ محمد غوث گوالیاری قدس سرہ کے سلسلہ میں بیعت تھے۔

آپ نے اکبر کا آخری دور اور جہانگیر کا آغاز دیکھا ہے۔ چونکہ یہ زمانہ علم و فضل، معرفت، ثروت اور اعزاز و وقار کے اعتبار سے منہلے عروج پر تھا۔ اس لئے فقراء، صلحاء، اولیاء، علماء، فضلاء اور امرار وغیرہ بڑے اچھے اچھے لوگ زمانہ میں رونق بزم حیات تھے۔ مصنف کا علمی تجربہ صرف عقلی و نقلی علوم میں منحصر نہ تھا۔ بلکہ آپ عرفانی و وجدانی کمالات کے بھی حامل تھے۔ آپ کے زور قلم اور عرفانی و وجدانی معلومات کا کچھ اندازہ گلزار ابرار سے ہو سکتا ہے۔

کسی زمانہ میں مانڈو اولیاء المنڈ کا شہر رہ چکا ہے۔ یہ شہر مالوہ میں شہر دیار سے بارہ کوس کے فاصلہ پر جنوبی سمت میں واقع تھا۔ پرانے زمانہ میں اس بستی کے قلعہ میں ایک مدت دراز تک سلاطین غلی اور غوری کا پایہ تخت رہا تھا کہتے ہیں اب کچھ عمارتیں اس اجڑی ہوئی بستی میں ویران پڑی ہوئی ہیں۔

جب آپکی عمر گیارہ سال ہوئی تو پدر بزرگوار کو عالم بالا سے بلاوا آگیا۔ کوچ کے وقت فرمایا۔ میرے دل میں خیال تھا کہ تیس سال تک ان کو اہل علم کی خدمت میں رکھوں گا تاکہ علوم و تعلیم و تربیت سے آراستہ پیراستہ ہو جائے۔ غوثی فرماتے ہیں کہ دل میں استحکام کے ساتھ یہ بات تھی کہ اگر تقدیر تدبیر کے ساتھ موافق آئے تو والد ماجد کے قائم کئے ہوئے خیال کے موافق کار بند ہو کر اس کام کو میں اسی طرح انجام دوں گا۔

والد ماجد کے انتقال پر چند ایام سوگواری کو مستثنیٰ کر کے کوئی وقت حصول علم کے بغیر نہیں گذارا۔ والد ماجد نے اس خیال سے کہ درویشوں کی خدمت اور مدرسوں کی ملازمت سے دل برداشتہ ہو کر دنیا داری شروع نہ کر دے سترہ سال کی عمر میں نکاح کرادیا۔ جب بیس سال کی عمر ہوئی معاشی پریشانی لاحق ہوئی جو یہاں تک پہنچ گئی کہ گھر میں جلسے کو تیل بھی میسر نہیں تھا۔ دن میں تنہا اور مخفی طور پر جنگل میں جا کر پتے اور خود روکھا س لے آتے تھے اور اس سے گزارا کرتے اور اہل ثروت سے تعلقات کے باوجود اخفاء حال اس قدر تھا کہ استغناء اور بے نیازی کے سبب از باب تجارت کے ساتھ بلاقات دیکھ کر لوگ مالدار تاجر کہتے تھے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے تھے کہ شعر گوئی کے صلہ پر گزارا ہوگا۔ بعض لوگ جوہریوں کے ساتھ انہیں دیکھ کر کیمیا گر تصور کرتے بعض دولت مندوں کے ساتھ تعلقات دیکھ کر ان سے مالی استفادہ کا نکتان کرتے۔ بعض لوگ عمال اور وصولیابی کے افسران کے ساتھ انہیں دیکھ کر رشوت کہتے۔ لیکن مولانا غوثی ان تمام احوال پر شاکر و صابر رہے کہ اللہ نے اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف کے ساتھ متصف فرما کر آیت کریمہ **لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُخْضِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْتَسِبُ**

الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءُ مِنَ التَّعَفُّفِ ط تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْتَلُوتُ النَّامِ الْإِحْفَافُ
 کے مفہوم میں اتباعاً شامل کیا ہے۔ کبھی اقر بار سے ناداری و فقر و احتیاج کے اظہار
 کا وسوسہ بھی آیا تو والدہ ماجدہ نے سمجھا کر بہت بڑھائی اور حصول مقصد پر کار بند
 رہنے کی ترغیب دی۔

اس دوران یہ ہوا کہ شیخ سراج الدین خاں جو حضرت صدرالذکر بن شیخ
 صدرالدین محمد شاہ بڑو دی سے بیعت تھے۔ گوانیار میں انکی زیارت کر کے
 واپس وطن گجرات کو مالوہ ہوتے ہوئے جا رہے تھے۔ مانڈوان کا گذر ہوا
 اور مولانا غوثی کے جہان ہوئے اور میزبان کو کسی کے عشق مجازی دینا ہر مولانا
 غوثی نے استعارہ کے طور پر غیر اللہ سے میل ملاپ کو عشق مجازی کے ایک فرضی
 واقعہ کی صورت میں بیان کیا ہے) ہیں گرفتار پاکر بیعت کی ترغیب دی اور مولانا
 غوثی شیخ سراج الدین سے بیعت ہو گئے۔ دیکھا دیکھی ان کے ہم عمر اور دوست
 بھی بیعت ہو گئے۔ اور شیخ سراج دو تین روز ٹھہر کر وطن تشریف لے گئے مگر
 جس عشق مجازی کی مصیبت میں گرفتار تھے اس سے خلاصی مل نہیں رہی تھی۔

اس درمیان شیخ صدرالدین محمد شاہ بڑو دی حضرت غوث الاویہ کے
 انتقال کے بعد ان کے جانشین شیخ عبداللہ سے مل کر براہ مالوہ گجرات کی طرف
 آئے جو ان کا خاص وطن تھا۔ جب منڈو (مانڈو) میں پہنچے تو مولانا غوثی کے
 ہاں فروکش ہوئے۔ مولانا غوثی نے اپنے سابقہ واقعات تحصیل علم کی کیفیت
 اسی کے برابر میں والد ماجد کی وصیت کے وقت کی خواہش اور اس تعمیل کے
 ضمن میں جو واقعات پیش آئے اور برداشت کرنے پڑے۔ عشق کی بلا میں
 مبتلا ہونے کا ماجرا۔ اس اشار میں شیخ سراج الدین کے پہنچنے اور اپنے
 مرید ہونے کی کیفیت اور اس سلوک کے اندر جو کچھ عمل ہو سکا اس کا بیان:

عرض تمام حالات ایک ایک کر کے تفصیل وار دادا پیر سے عرض کئے۔ شیخ صدر الدین نے فرمایا مجھ سے ظاہری بعد تھا۔ تب تک شیخ سراج الدین کے ساتھ تنہائی ارادت شیخ سراج اور صدر الدین کے درمیان میں منقسم تھی۔ جب تقسیم کا سبب جو مکانی بعد ہے باقی نہیں رہا تو وہ نسبت بھی صدر الدین ہی کی طرف لوٹ آئی یعنی جس شخص کا شیخ زندہ ہو اس شخص کا مرید جب تک شیخ دادا پیر سے دور ہے تب تک صدر الذکر شیخ (دادا پیر) کے ساتھ ارادت معنی رکھتا ہے۔ اور جب وہ مرید شیخ دادا پیر کی صحبت میں پہنچ جاتا ہے تو ظاہری تصرف بھی اس شیخ دادا پیر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ اور وہ شخص مرید کا پہلا اور اصلی پیر اس معاملہ میں محض سفیر رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد اتفاقی طور پر شیخ صدر الدین محمد شاکر بروڈوی منڈو میں سال بھر مقیم رہے اور اس قیام کے دوران مولانا غوثی نے شیخ گوالیاری کی خواہر خیمہ ان سے پڑھی، اور شیخ صدر الدین کو جب اچانک گجرات کا سفر پیش آگیا تو مولانا غوثی کی قریب تکمیل تربیت کے لئے شیخ ظہور الدین محمود جلال کو پیچھے منڈو میں چھوڑا۔

ان تمام کے باوجود مریدین عشق کا حال جوں کا توں رہا اور بقول مولانا غوثی کے خواہر خیمہ کے اوراد، اذکار، اشغال، اور نیز تمام اعمال عمل میں لایا۔ لیکن جمعیت حاصل نہیں ہوئی۔ اور پریشانی میں معشوق کے پیچھے آگرہ کے سفر کا قصد کیا مگر بوڑھی والدہ کی تنہائی کے تصور نے باز رکھا۔ مگر بالآخر سفر کر کے ہی چھوڑا اور پانچ سال دام الفت میں گرفتار رہ کر جب آگرہ سے منڈو واپس آئے تو شیخ ظہور الدین محمود جلال کی برکت ہی سے بالآخر اس مصیبت سے نجات پائی۔ اور ایزدی معرفت کے حصول کا شوق بڑھنے لگا۔ اور شطاری مشرب کے اشغال و افکار کی مشق شروع کر دی۔ عشق مجازی

کی افتاد کو اشعار میں بیان کرنا۔ آپ نے پہلے ہی شروع کر دیا تھا جس کے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ زیادہ تر غزل کی نساہی دوسروں کے بنے ہوئے ردیف و قافیہ کے تانے بانے سے نہیں کی۔

آپ کی عمر جب ۲۶ سال ہوئی تب آپ کے ہاں فرزند کا تولد ہوا۔ نام عبدالاول رکھا۔ دوسرے صاحبزادے حسن محمد کا تولد چھ سال بعد ہوا۔ اس کے ایک سال بعد ۹۹۰ھ میں آپ بقیہ علوم کی تحصیل کی خاطر احمد آباد پہنچے ابھی دو سال ہوئے اور والد صاحب کی تحصیل علوم کی مقررہ مدت میں ایک سال رہ گیا تھا کہ گجرات میں جنگ شروع ہوئی۔ سلطنت گجرات پر سلطان محمود کے بیٹے مظفر نے قبضہ کر لیا۔ اور احمد آباد کے جاگیردار شہاب الدین خاں حسینی نیشاپوری دارالحکومت چھوڑ کر پٹن چلے گئے۔ اکبر بادشاہ کی طرف سے مرزا خاں بن بیرم خاں خانخاں فوج لے کر پہنچے اور پٹن سے شہاب الدین خاں بھی واپس لوٹ آئے اور دریائے سانہڑی (ساہڑی) کے کنارے پر جنگ ہوئی اور حکومت ہند کی باقاعدہ منظم دس ہزار فوج کے سامنے نوخیز حکومت کی تازہ ترتیب دادہ ساٹھ ہزار فوج نہ ٹک سکی اور سلطان مظفر کو شکست ہوئی۔ عین جنگ کے دوران بھی والد ماجد کی وصیت کی باحسن وجوہ تکمیل میں مولانا غوثی برابر کوشاں تھے فرماتے ہیں کہ!

مذکورہ صدر رسال میں اس رسمی داستان کا مجمل نویسی۔ اور سکندری واقعات کا مختصر نگار استاد شیخ وجیہ الملہ احمد آبادی کی خانقاہ میں دینی علوم کی تحصیل اور حکمی فنون کی سماعت کے نور سے نادانستگی اور بے علمی کی تیرہ و تاریک رات کو صبح سعادت بنا رہا تھا۔ اور جنگ احمد آباد کے نماشاہیوں میں سے تھا۔ والد مرحوم کی وصیت کو پورا کر کے اکتیسویں سال کے آغاز میں آپ وطن

واپس ہوئے۔ ۱

گلزار ابرار | گلزار ابرار فارسی زبان میں ہے ۱۰۱۴ھ اور ۱۰۲۲ھ کے درمیان میں یہ کتاب تصنیف ہوئی تھی۔ اس وقت میں

جہانگیری سلطنت کا دور دورہ تھا۔ اولیاد اللہ کے حالات میں یہ کتاب عجیب و غریب ہے۔ اولیاد اللہ کے تذکرے اور بھی ہیں مگر اولیاد اللہ کے تذکرے میں سے ایسا شاید ہی کوئی اور تذکرہ اس پایہ کا ہو۔ اس کتاب میں ساتویں صدی کے آغاز سے لے کر ۱۰۲۲ھ تک چار سو بائیس^{۲۲} اولیاد اللہ کے حالات مذکور ہیں۔ چارچہن اور ایک ضمیمہ (خاتمہ) قائم کیا ہے۔ ہر ایک صدی کے حالات ایک ایک چہن میں اور بائیس برس کے حالات کچھ تو چوتھے چہن میں شامل کئے ہیں اور کچھ ضمیمہ میں مذکور ہیں۔ انہیں میں وہ ہستیاں بھی ہیں جو تصنیف کے وقت تصدیحیات تھے۔ ۲

سید شاہ ہاشم حسن علوی

(م ۱۶۴۹ - ۱۰۵۹ھ)

سید ہاشم حسن علوی (م - ۱۶۴۹ / ۱۰۵۹ھ) شیخ محمد غوث گوایاری شنداری کے ارادت مند، شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی کے بھتیجے تھے۔ شیخ وجیہ الدین کے ملفوظات 'بحر الحقائق' کے نام سے ان کے مریدوں نے جمع کیے ہیں۔ ان ملفوظات کا انداز سوال و جواب یا مکالمہ کا ہے۔ سوالات فارسی میں ہیں اور ان کے جواب ہندی میں۔ ہندی اختیاری اور ہندی استعمالی کی یہ روایت شیخ وجیہ الدین کے خاندان میں بہت بعد تک چلتی رہی ہے۔ سید شاہ ہاشم حسن علوی کے ایک مرید شاہ

مراد ابن بدجلال نے ان کے تمام اقوال و ملفوظات کو مفقود المراد کے نام سے ایک کتاب میں جمع کیا ہے اس میں شاہ ہاشم علوی کی کئی ہندی نظمیں اور منقولات بھی درج ہیں۔ مثال کے طور پر سید ہاشم علوی نے ان پانچ اشغال کو جو میاں عبداللہ ابن شاہ و جیہہ الدین مرشد شاہ ہاشم علوی نے بنائے تھے اس طرح نظم کیا ہے۔

ہنس ہنس سپنے کہیا ناہناں	دیواں تھی سب جے منجہ ماہناں
پانچ شغل مکھ آکھیں سائیں	جیو دے کیوں ہو چلن تو آہنیں
شغل تکفینا کہیا پیو !!!	نہا بڑا ایک جانے جیو
جیہا بوڑے آپس توں	تہیا بوڑے سارے توں

اس طرح کے اور شعر بھی اس نظم میں ہیں جو لسانی مطالعہ کی خاص طور پر دعوت دیتے ہیں۔

مذکورہ بالا اشعار میں کہیا، دیواں، لینا، سائیں، جیہا، تہیا، وغیرہ الفاظ و افعال پنجابی زبان میں آج بھی مستعمل ہیں۔ مثال کے طور پر کہنا مصدر کا ماضی مطلق اردو کے مطابق کہا ہونا چاہئے، لیکن یہاں کہتا ہے جو پنجابی کے صرفی اصول کے مطابق ہے۔ سید ہاشم علوی کے کلام میں دوہوں کے علاوہ نکتے اور جکریاں بھی ہیں سید ہاشم حسن علوی نے ان میں ہندی اور فارسی آمیز ہندی ذرائع اظہار اختیار کیے ہیں مثلاً:

ہاشم جی چھولاں لہسر	پہول وحدت کے بھر
ہوویں متوالے سحر	دنی چوں قاتل زہر سہ

شیخ حاجی حمید

۸۶۵ - ۹۶۷ھ حضرت شیخ غوث گوالیاری کے مرشد

آپ شاہ قاذن دہلی قاضی کے مرید تھے۔ جن کے پیرو مرشد شیخ عبدالرشید شطاری تھے۔ آپ نے خوب سیاحت کی۔ اپنے ساتھ صراحی کے برابر ایک ٹوٹا رکھتے تھے۔ ہاتھ میں عصا کندھے پر جانا ڈال کر پھرتے تھے۔ اور جسمانی اعتبار سے بہت کمزور تھے۔ شیخ محمد جن کا لقب غوث تھا اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر آپ سے بیعت ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب شیخ محمد آپ سے بیعت ہونے کے لئے آئے تو آپ اٹھ کر ان سے بغلیں ہوئے اور فرمایا غوث! آ جاؤ۔

حاضرین نے دریافت کیا کہ بغیر کسی کمال کے آپ نے ان کو غوث کیوں کہا آپ نے جواب میں فرمایا اس میں کیا حرج ہے باپ اپنے بیٹے کا نام شاہ عالم رکھا ہے۔ آپ اگرچہ حقیقت میں شاہ قاذن (قاضی) کے خلیفہ تھے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا میری طرف رجحان ہے اور اس سے مرشد کے صاحبزادہ شیخ ابوالفتح کو تکلیف ہوتی ہے تو آپ شیخ ابوالفتح کے پاس پہنچ گئے اور ان سے مرید ہو کر خلافت حاصل کی۔ شیخ محمد اپنے شجرہ ارادت میں شیخ ابوالفتح کا نام نہیں رکھتے تھے جس سے شیخ ابوالفتح کو سخت تکلیف ہوتی تھی انہوں نے شیخ محمد غوث نے برہنوں تک کا لبحر کے قلعہ میں ریاضت و مجاہدہ اور عبادت الہی کی اور کمال حاصل کیا نیز عزت و دولت دنیاوی کے بھی مالک ہوئے۔

نصیر الدین محمد ہمایوں بادشاہ بھی شیخ حاجی حمید کا معتقد ہو گیا تھا۔ آپ نے ۹۶۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک گوالیار میں ہے۔ آپ کی کتاب معراج نامہ بہت مشہور ہے جس میں علمائے گجرات کے انکار کے قصے درج ہیں اور حقیقت

حال اللہ ہی زیادہ جانتا ہے ۔

شیخ محمد غوث کے بھائی شیخ بہلول سے بھی بہایوں بادشاہ کو بڑی عقیدت تھی اس لئے یہ بھی اعلیٰ مراتب و عزت و جاہ کے مالک ہو گئے تھے ۔ اور جو آخر میں مرزا ہندال کے ہاتھوں شہید ہوئے جن کی قبر قلعہ بیانہ کے دروازہ پر ہے ۔ سہ

جب بارہ سال کی عمر ہوئی تو طلبِ خدا میں سرگرداں پھرتے ہوئے جو پور تشریف لائے اور قاضی صدر جہاں کے مکان پر قیام کیا ۔ قیام کے دوران تحصیلِ علم میں مصروف رہے ۔ کافیہ وغیرہ تک عبور حاصل کیا ۔ پھر اسی کو کافی سمجھ کر علمِ باطنی کی تلاش میں مصروف ہو گئے ۔ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست کی خدمت میں فیضِ روحانی حاصل کیا ۔ پھر انہی کی ہدایت پر حاجی حمید الدین حضور کی خدمت میں گئے ۔ موصوف نے انہیں سلسلہ شطاریہ میں بیعت فرمایا ۔ آپ کے ساتھ آپ کے برادر بزرگ شیخ پھول دم ۹۲۵ھ) بھی تھے ۔ حاجی حمید الدین حضور نے دونوں بھائیوں کو اپنی فرزندگی میں لیا اور تعلیم و تلقین کے بعد شیخ پھول کو اپنے ہمراہ لے کر صوبہ بہار کی طرف روانہ ہو گئے ۔ اور شیخ محمد غوث کو مزید فیضان کے لئے کوہستان چنار میں ریاضت کے لئے چھوڑ دیا ۔ شیخ محمد غوث تیرہ سال چند مہینے عبادت و ریاضت میں مشغول رہے ۔ درختوں کے پتے کھا کر یادِ الہی کی اس کے بعد جب حاجی حمید الدین حضور واپس ہوئے تو مرید کو بامراد پایا ۔ اسی عرصہ میں اپنی مشہور تصنیف : جواہرِ خمسہ ، لکھی ۔ حاجی حمید الدین حضور نے تمام منازل سلوک طے کرائے اور خرقہٴ خلافت عطا کر کیا ۔

مولانا محمد حسن غوثی نے گلزارِ ابرار میں لکھا ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث روحانی کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے ۔ انہوں نے جس کو قبول کر لیا اس کے سر کی اور دل

انکی آنکھوں کو مشاہدہ اور معاینہ کا نور حاصل ہو گیا۔ اور ان میں حقیقت بینی کی قوت آگئی۔ لہ

اصحابِ شکار پہ

یہ تمام علاقے دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ اور انسانی محبتوں سے جدا رہتے ہیں ان کا مطیع نظر سوائے درود اشتیاقِ ذکر و شکر کے کچھ نہیں ہے۔ ان کے نقطہ نظر سے کشف و کرامات مستحسن نہیں ہیں اور اپنے وقت کو موتوا قبل ان تموتوا کی استقامت میں صرف کرتے ہیں۔ یہ طریقہ پہلے دو طریقوں سے زائد جلد مقصد تک پہنچا دیتا ہے اس طریقہ میں کامیابی کے ذرائع دستی ہیں۔

اول تو بہ یعنی کوئی مطلوب سوائے خدا کے نہ ہو۔ جیسا کہ موت کے وقت ہو جانا ہے۔ دوسرے زہد یعنی دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہ رکھے جیسا کہ موت کی وقت ہو جاتا ہے۔ تیسرے توکل یعنی اسباب ظاہری کو ترک کر دے جیسا کہ موت کے وقت کرتا ہے۔ چوتھے قناعت یعنی جیسا کہ موت کے وقت نفسانی اور شہوانی خواہشوں کو ترک کر دیتا ہے۔ پانچویں عزت یعنی لوگوں سے کنارہ کشی اور لقطاع کر بے جیسا کہ موت کے وقت کرتا ہے۔ چھٹے توجہ یعنی جس طرح موت کے وقت خدا ہی کی طرف توجہ اور اس کے اغراض متعلق ہوتے ہیں کرے۔ ساتویں صبر یعنی تمام نفسانی لذات کو چھوڑ دے جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے اٹھویں رضا یعنی اپنے نفس کی رضامندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضامندی پر رضامند رہے اور اس کے ازلی احکام کا پابند ہو جائے۔ جیسا کہ موت کی وقت ہو جاتا ہے۔ نویں ذکر یعنی اللہ کے ذکر کے سوا تمام اذکار کو ترک کر دے

جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے۔ دسویں مراقبہ یعنی اپنی تمام قوت و اختیار کو چھوڑ دے۔ جیسا کہ موت کے وقت ہوتا ہے پس ہر طالب کو چاہئے کہ پہلے اتباعِ شیخ سے تمام بد اخلاقیوں سے کہ بوازمِ ماویت سے ہیں اپنے کو محفوظ رکھے اور اپنے کو کمالات و محاسن کا جامع بنائے اور دل میں سوائے خدا کے کسی کے خیال کو جگہ نہ دے۔

شیخ محمد غوث گوالیاری

۴۷۱ رمضان سنہ ۱۰۹۷ھ

شیخ محمد بن خظیر الدین بن عبداللطیف بن معین الدین بن خظیر الدین بن ابوزید بن شیخ
فسرید الدین عطار شطاری گوالیاری مشہور بہ شیخ محمد غوث

آپ نے نہایت مجاہدہ کے ساتھ زندگی گزاری ہے، ۱۲ برس تک چار گڑھ
کے غاروں میں بڑی ریاضتیں کیں اور درختوں کے پتے کھا کر ذکر الہی میں مشغول رہے۔

یہاں تک کہ صاحب خزینۃ الاصفیاء لکھتے ہیں آپ چودہ سلسلہ ہائے تصوف کے مقدار تھے

شاہ محمد غوث گوالیاری نے اپنے شیخ طریقت حاجی حمید الدین حضور دستوفی
سنہ ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۶۰۳ء سے مستقل قیام کے لئے استفسار کیا تو موصوف نے فرمایا

کل جہاں تمہارا ہے جہاں مزاج چاہے رہو اس میں تم کو اختیار دیا گیا ہے۔

زمانہ ریاضت ہی میں قلعہ گوالیار میں قیام کا اشارہ ہو گیا تھا۔ بہر حال شاہ

محمد غوث گوالیار شریف لائے اور یہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا صاحب

مناقب غوثیہ لکھتے ہیں۔

الغرض جب حضرت غوث الشہداء رحمت ہو کر گوالیار پہنچے اور وہاں اقامت

کی تو بانگِ درویشی و صدائے عظمت و ولایت مورثی عالم میں پھیلی، عالم و عالمیاں، لوگ و سلاطین وقت مطلع و منتقاد ہوئے مگر آپ کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص مجلس عالی میں دنیا کا نام نہ لے سکتا تھا۔ گواہیاں نہیں کچھ عرصہ قیام کیا تھا کہ مرض خیارک میں مبتلا ہو گئے اور چھ مہینے تک صاحب فرانس رہے۔ جب اس مرض سے صحت پائی تو قاضی رکن الدین اور قاضی خدابخش کی وساطت سے اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی حمید الدین حضور کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر یہ حضرات پیام لے کر چلے اور ادھر حاجی حمید الدین نے شیخ سکندر سے فرمایا آج مجھ کو اطلاع ہوئی کہ اس عالم دون سفلی سے عالم عقبی میں آؤں اور دار فنا سے دار بقا کا سفر کروں۔

میں نے جواب دیا کہ چار روز کے بعد آؤنگا کیونکہ بندگی میاں غوث کے آدمی راستے میں ہیں جب وہ آجائیں گے تو صاحب مقام کو دستار عطا کر کے اس عالم سے اس عالم میں آؤنگا۔

اس لئے جب قاضی رکن الدین اور قاضی خدابخش حاجی حمید الدین حضور کی خدمت میں پہنچے تو آپ بہت مسرور ہوئے اور اسی وقت جبہ و دستار طلب کر کے اپنے دست مبارک سے دونوں حضرات کے سپرد کیا اور اپنی جانب سے شاہ محمد غوث (متوفی ۹۷۰ھ مطابق ۱۵۶۲ء) کے نام ایک فرمان لکھوا کر دستخط فرما کر قاضی رکن الدین کے حوالے کیا۔ صاحب مناقب غوثیہ نے فرمان مذکور کا یہ مضمون لکھا ہے۔

صحیح فی الدنیا و الآخرہ بندگی حضرت شیخ المشائخ میاں محمد غوث متبع ائمہ المسلمین

بطول بقائے، از ظہور شمس انصاری المقدسی مطالعہ فرمائید۔ تمام احوال قابل شکر ہیں۔ قل
الحمد للہ دائماً معلوم و روشن ہو کہ اس درویش کو بھی بیس رمضان سے ران کا درد ہوا
تھا۔ اور جو کچھ مال و احوال اور اقوال اس فقیر کا ظاہر و باطن تھا، آل فرزند کو سونپ
کر اپنا قائم مقام کیا بلکہ قالب کا حکم بھی تم شیخ المشائخ کے ہاتھ میں دیا چنانچہ اپنی موجودگی
میں صندوق تیار کر کر حاضرانِ مجلس کو دتمہارے، آدمیوں کی موجودگی میں نصیحت
کروی ہے کہ ہم کو امانت رکھو قالب کا اختیار بھی فرزندم میاں غوث کو دیا جس جگہ وہ
قابل سمجھیں لیجائیں۔

دوسریہ کہ آل فرزند کو اپنا قائم مقام کر کے جملہ خلفار و مریدین کو حوالہ کیا جس
کو آل فرزند قبول کرے۔ مقبول۔ اور جس کو مردود کرے مردود۔ اور جبہ و دستار
اپنے حضور تمہارے آدمیوں کے سپرد کر دیا۔ یقین کر لو کہ جو کچھ رنج و مشقت اس فقیر
نے اٹھایا اور درگاہ حق میں توکل پر ثابت رہا وہ سب آل فرزند کے واسطے تھا۔
یہ فقیر درخت کے سایہ میں مرقد کریگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور جو اس فقیر کے سفر کے بعد
ہوگا وہ شیخ سکندر کی کتاب سے معلوم ہوگا۔

حاجی حمید الدین حضور کی وفات کے بعد شیخ سکندر نے جو مکتوب شاہ محمد غوث
کے نام ارسال کیا تھا اور اس میں جو چشم دید واقعات بیان کئے تھے اس کو پڑھکر
معلوم ہوتا ہے کہ حاجی حمید الدین نے اپنی وفات کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا۔
حرف بحرف صحیح ثابت ہوا مکتوب مذکور کے آخر میں شیخ سکندر تحریر فرماتے ہیں
کیس نومی الحجہ کو ایک پاس شب باقی کھی کہ یکا یک فرمایا یا رو اٹھو رحمت کا
وقت ہے اس درویش کو پھر حکم ہوتا ہے کہ آج چوتھا روز ہے کہ تمام انبیار و
اولیاء تمہاری ملاقات کے منتظر ہیں شباب آؤ اور اس وقت چوڈول پر سوار
ہو کر باہر آئے اور اپنے حضور میں قبر درست کرائی۔ بعدہ اس چوڈول کو درخت
سے مناقب غوثیہ اردو ص ۱۵۲/۱۵۳۔

کے سایہ کے نیچے لائے، جو کوئی اپنا حال عرض کرتا فرماتے فرزندم یہاں غوث کے حوالہ کیا۔ یہاں تک کہ صبح صادق چمکی اور آپ سے پاتک چادر اوڑھ کر شغل مع اللہ کے ساتھ دارالفناء سے دارالبقار کو رحلت فرما گئے۔

دیگر معروض کہ اس خاک رو بہ آستانہ کو خاک رو بہ آستانہ کی خدمت پر نواز کر جامہ خلافت عطا فرمایا ہے لیکن ثابت جب ہی ہو سکے گا جب آنحضرت قبول فرمائیں گے عرض حضرت حاجی حمید الدین حضور کی وفات کے بعد شاہ محمد غوث گو ایاری مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور گو ایاری میں قیام کر کے دور و نزدیک فیض رسائی کا سلسلہ شروع ہوا، شاہ محمد غوث گو ایاری کے زمانے میں گو ایاری میں ایک اور بزرگ بھی قیام پذیر تھے جن کو خواجہ خانوں کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

صاحب فیضان ولایت کی ایک تحریر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ خانوں اور شاہ محمد غوث زندگی میں نہیں مل سکے۔ موصوف نے لکھا ہے۔

۹۳۷ھ میں مورخہ یکم جمادی الاول کو آپ نے اپنے بڑے فرزند حضرت خواجہ بندگی احمد قدس اللہ سرہم سے ارشاد فرمایا کہ میں اب تم سب سے رخصت ہوتا ہوں۔ بعد وفات میری تجھیز و تکفین حضرت محمد غوث گو ایاری کریں گے میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ملاقات ان کی ہماری اس وقت پر منحصر ہے۔

آخری جملہ سے ظاہر ہے کہ زندگی میں دونوں بزرگوں کی ملاقات نہیں ہوئی۔ خواجہ خانوں کے وصال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق شاہ محمد غوث گو ایاری تشریف لائے اور خواجہ مرحوم کے صاحبزادگان کے ساتھ غسل دیا۔ تجھیز و تکفین فرمائی اس کے بعد نماز جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی۔ ۹۴۷ھ دوم جمادی الاول وقت پاشت تدفین سے فارغ ہوئے۔

آپ نے طریقہ شطاریہ میں حاجی معمر حمید بن ظہیر شطاری کی خدمت میں برسوں باریابی سے تربیت حاصل کی اور منصب مشیخت پر فائز ہوئے ، بابر اور ہمایوں کو ان سے بہت اعتقاد تھا۔ شیر شاہ سوری نے تخت سنبھالنے کے بعد ہمایوں کے مصاحبوں کو قتل کرنے کا حکم دیا، ان میں شیخ محمد غوث بھی تھے۔ شیخ غوث کو جب اس کا علم ہوا تو آپ گجرات روانہ ہو گئے اور احمد آباد پہنچ کر سارنگ پور نامی علاقہ میں رہنے لگے۔ سہ

شیخ کا گجرات میں اٹھارہ سال قیام رہا، اس مدت میں کچھ وقت چائپانیر اور کچھ بھروج میں بھی گذارا۔

گجرات آکر آپ نے ایک رسالہ "معراجیہ" لکھا جس میں آپ نے اپنی معراج کا ذکر کیا جس کی بنیاد پر بہت سے علماء

رسالہ معراجیہ

آپ کے مخالف ہو گئے جن میں شیخ علی متقی پیش پیش تھے ان علماء نے آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا، پد سلطان محمود گجراتی کا زمانہ تھا، محمود نے گجرات کے بڑے عالم شیخ وجیہ الدین علوی سے اس فتویٰ کے سلسلہ میں رائے معلوم کی، شیخ وجیہ الدین شیخ غوث الدین کی روحانیت سے پہلے ہی متاثر ہو چکے تھے اور ان کے مرید ہو گئے تھے چنانچہ جب سلطان محمود شیخ وجیہ الدین کی خدمت میں شیخ علی متقی کے فتوے کو لے کر حاضر ہوئے تو شیخ وجیہ الدین نے فتویٰ پڑھ کر پھاڑ دیا اور فرمایا کہ :

معراج نامہ میں جتنے واقعات درج کئے گئے ہیں وہ تو عالم خواب کے واقعات ہیں اسلئے جو الزامات حضرت غوث پر لگائے گئے ہیں وہ لغو اور بے بنیاد ہیں عام لوگ ان کا درجہ کیا جانیں۔ وہ ایسے بڑے درویش ہیں کہ ان تک رسالی مشکل ہے وہ صاحب نسبت اور صاحب کشف و کرامات ہیں ان کا شمار اہل حال اور اہل قال میں ہے بلکہ شیخ وجیہ الدین نے نہ صرف آپ کے خلاف فتوے کی مخالفت کی بلکہ ایک رسالہ

بلکہ تاریخ صوفیائے گجرات سہ تاریخ دعوت و عزیمت حصہ چہارم۔

لکھ کر فقہی کتابوں سے مسئلہ تکفیر پر روشنی ڈالی پھر صوفیائے کرام کے احوال سے بحث کی۔ کہ عات سکر میں جو کچھ کہہ جاتے ہیں وہ قابل مواخذہ نہیں۔ شیخ وجیہ الدین فرماتے تھے کہ کسی شخص کی سو باتوں میں سے ایک بات بھی اسلام کی ہو تو اس کو مومن سمجھو اور کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہ کہو۔

لیکن اب بھی محققین کی رائے یہ ہے کہ شیخ محمد غوث گوالیار کا

محققین کی رائے

کے افکار و معتقدات ہیں اور خصوصاً روحانی مجاہدات میں ان کا واسطہ جو گیوں سے پڑا۔ ان کی کتاب جو اہر خمسہ کے متعلق مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ !

اس (جو اہر خمسہ) کی بنیاد زیادہ تر بزرگوں کے اقوال اور اپنے تجربات پر ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہونے یا معتبر کتب شمائیل و میر سے اخذ کرنے کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اس میں نماز احزاب، صلوة العاشقین، نماز تنویر القبراؤ و مختلف مہینوں کی مخصوص نمازیں اور دعائیں ہیں جن کا حدیث و سنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔

جو ہر دوم، ہیں اسماء اکبریہ خاص شیخ کے جمع کئے ہوئے ہیں جن میں فرشتوں کے عبرانی و سریانی نام ہیں اور حرفِ ندا سے ان کو خطاب کیا گیا ہے جس سے استعانت بغیر اللہ کا شبہ ہوتا ہے۔ ایک دعائے شمشع بھی آتی ہے جس میں عبرانی و سریانی اسماء حسرتِ ندا کے ساتھ ہیں۔ ساری کتاب کی بنیاد دعوتِ اسماء پر ہے ان اسماء کے موکل ماننے گئے ہیں جو اس کی اصل ناہیت سے واقف ہیں۔ حروفِ نتیجی اور ان کے موکلوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے

راقم السطور کو شروع سے جواہر خمسہ کی شیخ محمد غوث گوالیاری کی طرف نسبت میں
ترود تھا۔ جب شیخ کے حالات کتابت کے لئے بھیج دیئے گئے اس کے بعد حسب
ذیل سطور جواہر خمسہ نظر میں سے گذریں۔

اور یہ جو کچھ خواص اور فضائل اس عاجز نے دیکھے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث
دہلوی کی شرح سے لکھے ہیں اور انہوں نے اکثر مشائخ کرام کے مکاشفے اور سماع
سے تحریر فرمائے ہیں۔ اور بعض خالصتیں شاہ عبدالرحمن چشتی کی شرح سے اور
بعض مولانا احمد الدیرلی شافعی اور بعض مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور بعض
مولانا محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فوائد سے اور بعض دیگر کتب
معتبرہ سے بھی اخذ کر کے نہایت احتیاط کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علامت حرف (ح) اور شاہ
عبدالرحمن چشتی کی علامت حرف (ع) اور باقی بزرگوں کے نام لکھ دیئے گئے ہیں۔
اور جگہ کتاب کا حوالہ بھی ہے۔

ان سطور کے پڑھنے کے بعد کسی کے لئے اب قطعاً اس میں شک کی گنجائش
نہیں کہ جواہر خمسہ جو آج کل دستیاب ہے اس کی نسبت شیخ محمد غوث گوالیاری
کی طرف غلط ہے اس لئے کہ سطور بالا میں جن دہلوی مشائخ کا ذکر ہے ان میں
اور شیخ محمد غوث میں صدیوں کا فاصلہ ہے۔

مریدین | شیخ محمد غوث کے سلسلہ شطاریہ میں منسلک ہونے والوں میں علامہ
وجہہ الدین کے علاوہ شیخ صدر الدین ذاکر۔ شیخ لشکر محمد، شیخ
ولی محمد، شیخ علی شیر اور شیخ صبغۃ اللہ بھروچی جیسی عظیم شخصیات بھی ہیں جنہوں نے
گجرات اور دکن میں اس سلسلہ کو خوب پھیلایا بلکہ شیخ صبغۃ اللہ تو اس سلسلہ کو

نے کہ مدینہ منورہ پہنچے اور بڑے بڑے مشائخ مدینہ نے ان سے اس کو حاصل کیا اسے
شطار کی سلسلہ حضرت شیخ بایزید بسطامی کی طرف منسوب ہے۔ شطاری سلسلہ کی
وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سلوک و تصوف میں وہ دوسرے سلسلوں کے بزرگوں سے زیادہ
تیز اور سرگرم (شطار) ہوتے ہیں۔ یہ حضرات جنگلوں میں رہ کر سخت ریاضتیں کرتے تھے ان
کی طرف غیر معمولی افعال و تصرفات منسوب کئے جاتے تھے۔ لہ
۹۶۲ھ میں شیخ محمد غوث گوالیار تشریف لے گئے۔ یہاں کچھ مدت قیام کے بعد
اکبر کے زمانے میں آپ آگرہ آئے۔ مگر یہاں بھی علماء نے آپ کی مخالفت کی آخر آزرہ
دل ہو کر واپس گوالیار تشریف لے گئے۔

آپ کا قول تھا کہ مرشد کامل وہی ہے جس کی صحبت میں مزید
کا دل دنیا کی طلب سے متنفر ہو جائے اور فانی لذتیں
اور جلد ختم ہو جانے والی راحتیں اس کو تلخ معلوم ہوں۔ اور ذکر حق سے مانوس
ہو جائے اور حب دنیا اور آخرت کے تقوش اس کی لوح دل سے مٹ جائیں۔
آپ کی کوامت: ایک مرتبہ یہ نقل اپنے بیان فرمائی کہ حضرت شیخ الاسلام شیخ غوث
گوالیاری رضی اللہ عنہ غار چنار میں ایک چشمہ پر وضو فرما رہے تھے یہاں ایک
بڑا سانپ آنکلا اور شیخ کو ڈس لیا۔ آپ کو تو کوئی گزند نہ پہنچا۔ البتہ وہ سانپ
اسی وقت مر گیا۔ اسی غار میں ایک جوگی بھی گوشہ نشین تھا جب اس نے یہ
کیفیت دیکھی دوڑا آیا۔ اور قدموں سے ہو کر شیخ سے کہا کہ آپ، سدا، ہو گئے ہیں یعنی
کامل ہو گئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا تم نے کیسے جانا۔ اس نے کہا ہم لوگوں کی ریاضت
کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس انسان کو ایسی حالت میسر آجائے وہ کامل ہوتا ہے۔

تصانیف

رسالہ معراجیہ کے علاوہ جو اہر خمسہ، کلید مخازن، ضمائر و بصائر، کنز الوحدہ بحر الحیوۃ یادگار ہیں۔ کنز الوحدہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل ذوق کے نزدیک ایمان کی پانچ قسمیں ہیں۔ اول تکلیفی یہ سب قسموں سے عام ہے اور کافر و مومن سب کو شامل ہے۔ دوم تقلیدی جو عام ہے اور ہر مومن میں پائی جائے گی چاہے وہ مقلد ہو یا محقق ہو۔ سوم استدلالی یہ قسم خاص ہے جو علمائے مومنین میں پائی جائے گی۔ چہارم حقیقی، یہ اخص ہے اور یہ صرف اولیاء میں پائی جاتی ہے۔ پنجم عینی، یہ قسم اس شخص میں پائی جاتی ہے جو ولایت محمدیہ کے ساتھ مخصوص ہو اور اپنی آنکھوں سے احدیت مطلقہ کو دیکھتا ہو۔

وفات | آپ کی وفات ۱۷۰۷ھ مطابق ۱۵۶۲ء میں آگرہ میں ہوئی۔ جہاں سے آپ کا جسدِ خاکی گوالیار لے جا کر

دفنایا گیا۔

شیخ گوالیار کے مغلیہ دربار سے بھی گہرے تعلقات رہے۔ ترک باری کے ۹۳۶ھ مطابق ۱۵۲۹ء کے واقعات میں لکھا ہے کہ۔
محرم کی تیسری کو گوالیار سے شہاب الدین خسرو کے ساتھ شیخ محمد معظم گوالیری رحیم دادا کی سفارش کرنے آئے۔

شیخ مدوح ایک درویش و عظیم آدمی ہیں۔ ان کے فرمانے سے رحیم دادا کی خطا معاف کر دی گئی۔ اکبر بھی شیخ غوث گوالیری کا معتقد تھا اور اپنے والد نصیر الدین محمد ہمایوں اور دادا ظہیر الدین محمد بابر کی طرح جلال الدین محمد اکبر بھی شاہ محمد غوث سے ربط خاطر رکھتا تھا۔ چنانچہ جب شاہ محمد غوث اکبر آباد تشریف لائے اور بیرم خاں و شیخ گدائی کے ناروا سلوک سے خاطر برداشتہ ہو کر واپس گوالیار گئے تو

اکبر بادشاہ بیرم خاں سے آزر دہ ہو گیا۔ اس ربط خاص کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ بیرم خاں کی شہادت کے بعد آپ پھر اکبر آباد شریف لے آئے اور یہیں انتقال فرمایا اور گوالیار میں دفن کئے گئے۔

نور الدین جہانگیر بادشاہ بھی شاہ محمد غوث گوالیاری کے بلو مرتبت کا قائل تھے۔ بارہویں جشن نوروز کے ذیل میں جو حالات لکھے ہیں اس میں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (متوفی ۹۹۷ھ مطابق ۱۵۸۸ء) کے روضہ کی زیارت کے تاثرات کا بیان ہے اس ضمن میں شاہ محمد غوث گوالیاری کا بھی ذکر آگیا ہے لکھتے ہیں۔

شیخ وجیہ الدین، شیخ محمد غوث کے ایسے بلند مرتبہ خلیفہ تھے جن پر خود مرشد کو فخر ہوتا ہے۔ شیخ محمد غوث سے شیخ وجیہ الدین کی ارادت و عقیدت سے خود شیخ محمد غوث کے بزرگ و برتر مرتبے کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ غوث کے بہنوں نامی ایک بھائی صاحب ارشاد و کرامت بزرگ تھے۔ بہنوں کو ان سے عقیدت تھی مگر مرزا ہنڈال نے ان کو شہید کر دیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۵ رمضان ۹۷۰ھ میں واقع ہوئی تھی مزار پر انوار گوالیار میں ہے۔

غوث سید قطب عالم چو درو صل خدا گروید موصول
بناریخ و صالح گفت سرور محمد متقی سلطان مقبول
۹۷۰ھ

شیخ میاں غوث گوالیاری پانی پاک رکھنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ پانی کے برتن نہایت ہی صاف رکھتے تھے۔ ایسی احتیاط کرتے کسی اور

کو نہیں دیکھا گیا میاں غوث کو غصہ بہت آتا تھا۔

شیخ عبدالوہاب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم شیخ حسین کے ہمراہ میاں غوث سے ملنے گئے، شیخ حسین نے ان کے ٹکے سے ایک آبخور سے میں پانی لے کر پیا اور وہ آبخورہ زمین پر رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر میاں غوث کو سخت غصہ آیا اور بلند آواز سے کہا ہائے ہائے تم نے آبخورہ جس کر دیا۔ ان کا اتنا کہنا ہی تھا کہ شیخ حسین نے آبخورہ زمین پر دے مارا اور کہا کہ اگر آبخورہ ناپاک ہو گیا ہے تو اس کو توڑ دینا ہی اچھا ہے یہ سن کر میاں غوث مسکراتے ہوئے شیخ حسین کی طرف بڑھے اور ان کو گلے لگایا۔ اس پر حاضرین میں سے کسی کو یہ خیال آیا کہ شیخ حسین نے آبخورہ توڑ کر اسراف کیا ہے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے شیخ حسین نے فرمایا امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ جو مٹی کا برتن ناپاک ہو جائے اس کا پاک کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے اس کو توڑ دینے کے سوائے اور کوئی علاج نہیں ہے۔ شیخ حسین شیخ عبدالوہاب کے دوستوں میں سے تھے آپ کو راہ تصوف میں ایک خاص رفتار حاصل تھی اور بے قیدی، بے تکلفی، اور بہت فرمانی میں ایک خاص طریقہ رکھتے تھے۔ شیخ عبدالوہاب فرماتے تھے کہ یہ شیخ حسین ہمارے رشتہ داروں میں سے تھے اور یہ عجیب حالت اور بلند ہمت کے مالک تھے معمولی چیزیں خریدنے وقت ان کے پاس جو کچھ ہوتا وہ سب بیچنے والے کو دیدیتے۔ خواہ وہ منظر ہی ہوتا یا روپیہ اور کبھی نہ سودا چکاتے اور نہ اس کی قیمت کا حساب کرتے۔

شیخ عبدالوہاب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم دریائے زہدا کو عبور کرنا چاہتے تھے لیکن دریائے زہدا کے کنارے پر بہت سے لوگ اس لئے جمع تھے کہ زہدا کے نیچے میں ایک شیر اپنی کچھار میں بیٹھ گیا تھا جس کے باعث لوگ دریا میں آنے جانے سے مجبور ہو گئے تھے۔ یہ دیکھ کر شیخ حسین اپنے ایک ہاتھ میں

پا قوے کر اور دوسرے ہاتھ پر ایک چادر لپیٹ کر کچھار کے اندر گھس گئے۔ اور شیر کو وہاں ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوٹ آئے اور لوگوں کے آنے جانے کا راستہ کھول دیا۔

ایک مرتبہ ایک آدمی اونچی جگہ نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوا۔ نیت نماز میں اسے وسوسہ آنے لگا۔ اور اس نے نیت کے الفاظ اتنی بار دہرائے کہ مقدی کچھ پریشان سے ہو گئے جس پر ان شیخ حسین نے اس زور سے اس امام کے سینہ پر ہاتھ مارا کہ وہ برابر کے پانی میں گر پڑا۔ اور پھر اس کے دل میں کوئی وسوسہ نہیں رہا۔ ایک مرتبہ شیخ حسین سے ایک طالب علم احیاء العلوم پڑھ رہا تھا۔ جس کی زبان میں سخت لکنت تھی۔ عبارت پڑھتے وقت وہ عاجز اور مضطرب ہوتا تھا۔

شیخ عبدالوہاب کہتے ہیں کہ دل میں آیا کہ اس طالب علم کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے جو شیخ حسین نے اس امام کے دل و سانس دور کرنے کے لئے کیا تھا لیکن میں اس وجہ سے خاموش رہا کہ شاید اس کی ہمت رفتہ رفتہ شیخ حسین کے اثرات قبول کرے گی۔

حضرت محمد غوث گوالیاری کی اولاد احمد آباد میں آکر آباد ہوئی تو اپنے ساتھ بزرگوں کے بہت سے تبرکات بھی لائی جن میں کتابیں بھی تھیں۔ ان میں ایک بزرگ فضل علی عرف بابرک انڈر بڑے صاحبِ ذوق تھے ان کے پاس ایک اچھا کتب خانہ بھی تھا۔ جب تک اس خاندان میں علمی ذوق رہا کتب خانہ بھی تھا۔ اس کے بعد برباد ہو گیا۔

حضرت شاہ محمد غوث گوالیری کے خلفاء کرام

- ۱۔ شیخ عبدالعزیز بن محمد غوث گوالیری گویار
- ۲۔ شیخ مبارک " "
- ۳۔ شیخ بدیع الزماں سمرقندی " "
- ۴۔ شیخ نور الدین ضیاء الدین شاہ محمد غوث اکبر آباد
- ۵۔ شیخ عبدالعزیز صوفی " "
- ۶۔ شیخ اکمل الدین برہان برہانپور
- ۷۔ شیخ شکر محمد عارف " "
- ۸۔ شیخ سراج محمد بنیانی " "
- ۹۔ شیخ صدر الدین بڑوہ
- ۱۰۔ شیخ شمس ذاکر " "
- ۱۱۔ شیخ حبیب شطاری " "
- ۱۲۔ شیخ محمد اویس بن شاہ محمد غوث گوالیری احمد آباد
- ۱۳۔ شیخ اسماعیل " " " " " "
- ۱۴۔ شیخ محمد عاشق سنبھل
- ۱۵۔ مولانا عبدالفتاح ناگوری اجمیر
- ۱۶۔ شیخ محمد جمالی سرہند
- ۱۷۔ شیخ جلال داصل کاپی
- ۱۸۔ شیخ حبیبہ عبدالحی بدولی
- ۱۹۔ شیخ شمس الدین شیرازی بیجاپور

اجین (مالوہ)

۲۰۔ شیخ احمد متوکل

" "

۲۱۔ شیخ عالم

سارنگ پور

۲۲۔ شیخ منجھن

" "

۲۳۔ شیخ عمر

۲۴۔ شیخ وجیہ الدین علوی } اعظم خلفاء میں سے تھے۔ سہ

۲۵۔ اور شیخ علی شیر بنگالی }

مرزا شیخ بہلول

شیخ محمد غوث گوالیاری کے بھائی مرزا شیخ بہلول کے متعلق جہانگیر نے توڑک میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ا

جہانگیر اہل محل کے ساتھ بیانہ کا قلعہ دیکھنے گئے۔ شہنشاہ ہمایوں کے بخشی محمد نے جو ان کے عہد حکومت میں اس قلعے کے قلعدار تھے، وہاں صحرا کے رخ پر ایک عمارت تعمیر کی ہے جو نہایت بلند اور ہوادار ہے۔ شیخ بہلول کا مزار بھی اس کے متصل ہے۔ اور یہ مزار فیض و برکت سے خالی نہیں ہے۔ شیخ بہلول شیخ محمد غوث کے بڑے بھائی تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کے مختلف ناموں کے مختلف اثرات کے علم میں مہارت حاصل تھی۔ شہنشاہ ہمایوں ان سے نہایت درجے کا رپیٹ خاطر اور انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ جس زمانے میں ہمایوں نے بنگال کو فتح کر کے کچھ عرصہ وہاں قیام کیا تھا، اور ہندال مرزا شاہی حکم کے مطابق آگرے میں مقیم تھا، نے بغاوت کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ جس کی اطلاع مختلف

لوگوں کی عرض داشتوں کے ذریعے ان دشمنانہ شاہ سپاہیوں کو ملی۔ انہوں نے اسے سمجھانے، بچھانے اور نصیحت کرنے کے لئے شیخ بہلول کو بھیجا تا کہ وہ اس کے باطل ارادے کو دور کر کے اُسے خلوص و اتفاق کی شاہراہ پر لے آئیں۔ چونکہ بدخواہ فسادیوں نے مرزا پر سلطنت کا افسوس پڑھ کر بھونکا تھا۔ اس لئے وہ اپنے باطل ارادوں سے دست بردار ہونے پر راضی اور دوبارہ اطاعت اختیار کرنے کی طرف راغب نہ ہوا۔ بلکہ فسادیوں کی انجنت پر شیخ بہلول کو چار باغ میں (جو فردوس مکانی، شہنشاہ باغ) نے دریائے جمنا کے کنارے تعمیر کروایا ہے) انہیں تہ تیغ کر دیا۔

محمد بخش کو چونکہ شیخ سے عقیدت و ارادت تھی اس لئے ان کی میت کو قلعہ بیان میں لاکر دفن کر دیا۔ لے

شیخ نور الدین ضیاء اللہ

۳؍ رمضان ۱۰۲۴ھ - ۹؍ اپریل ۱۵۹۶ء

شیخ غوث گوالیاری کے صاحبزادے ہیں۔ طریقت کے بیان میں آپ کی تقریر و نواز تقریر تھی اور اسرار حقیقت کی شراب کی مستی سے مدہوش تھے۔ آپ صاف عبارت میں رموز حقیقت بیان فرماتے۔ آپ کی نظر سنگ دیوں کو موم کر دیتی تھی اور مستہ دیوں کے حق میں مومیائی کا حکم رکھتی تھی آپ فقرار کے ساتھ طالبانہ پیش آتے تھے۔

آپ نے نوافل، خیرات اور عبادات جس قدر اپنے اوپر لازم فرمائی تھیں ان میں فرو گذاشت کبھی نہیں ہونے دیا۔ ۱۰۲۴ھ میں پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد

آپ گویا رائے۔ یہاں پر چند روز رہ کر آگرہ چلے گئے اور اس جگہ خانقاہ تعمیر کرائی کم و بیش پینیس سال حجرہ میں چلے نشین رہے۔ علم حدیث میں نہروالہ شہر میں کامل دس سال تک شیخ محمد طاہر محدث نہروالہ کی شاگردی کر کے اور نیز شیخ وجیہ الدین عسوی احمد آبادی کے درس سے تمام فنون کی تحصیل کر کے کل علوم میں استاد وقت ہوئے۔ اولدسرلابیہ، کافروغ آپ کی پیشانی سے درخشاں تھا۔ جس زمانہ میں آپ نہروالہ میں احادیث کی تصحیح کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں احمد آباد سے غوث الاولیاء نے شیخ نور محمد کو خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا تھا اور اجازت عطا فرمائی تھی۔

آپ کی رحلت اس طرح پر ہے کہ جن ایام میں اکبر شاہ لاہور میں تشریف رکھتے تھے ان ایام میں ایک روز ہرنوں کی لڑائی کے ہنگامہ میں ایک ہرن کے سینک کا ایک کاری زخم شہنشاہ کی ران میں آیا تھا۔ شہنشاہ نے چند روز بعد کہا کہ اس واقعہ کے اندر دور و نزدیک کے جمیع اکابر اور امرار کے آنے سے ہم نے شیخ ضیاوا کو یاد کیا لیکن شیخ نے ہمیں یاد نہیں کیا۔ شیخ ابوالفضل مبارک نے اس تقریر کی نقل لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجی جب یہ اطلاع آپ کو پہنچی تو آپ لاہور پہنچے اور شہنشاہ نے بھی آپ کی تشریف آوری سے اپنی عافیت اور تین درستی کی قال لی۔ چند روز بعد شہنشاہ نے کہا کہ شاہزادہ دانیال کی ایک حرم امیدوار ہے بادشاہ کو منظور یہ ہے کہ حرم مذکور شیخ ضیاوا کے مکان میں رہے تاکہ وضع حمل اسی جگہ ہو۔ آپ نے اس حکم کی تعمیل میں دو تین مرتبہ عذر کیا مگر قبول نہیں ہوا اور حرم مذکور نے آپ کے مکان میں آکر وضع حمل کیا۔ چونکہ شیخ اس واقعہ کی اصلیت سے بالکل محترز تھے لہذا اپنی زندگانی سے ہی تنگ دل ہو گئے۔ ایک ہفتہ بعد مرض الموت پیش آیا اور ۳ رمضان المبارک ۱۰۲۱ھ میں داخل بحق ہوئے۔

گزارا برابر میں آپ کے حالات اس طرح سکھے ہیں :

مشہور محدث شیخ ضیاء الدین محمد غوث گوالیری۔ شیخ فرید الدین عطار رح کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے صغیر سنی میں کجبرات کی طرف سفر فرمایا۔ شیخ وجیہ الدین علوی سے پڑھا۔ اور بالخصوص حدیث محمد بن طاہر بن علی پٹی رح سے پڑھی۔ اور دس سال انکی خدمت میں رہے۔

طالب علمی ہی کے زمانے میں آپ کے والد محترم نے آپ کے لئے خرچہ خلافت بھیجا۔ اسی لئے اپنے والد کی وفات کے بعد ۹۷۰ھ میں جب آپ گوالیار واپس لوٹ کر گئے ہیں تو وہاں جتنا عرصہ قیام رہا۔ عوام طریقت میں آپ کی طرف رجوع کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ گوالیار سے اکبر آباد تشریف لے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً ۲۵ سال کے طویل عرصہ تک وہاں علم و فضل کے دریا بہاتے رہے۔

آپ کی شخصیت بہت باوقار تھی۔ تصوف، تفسیر اور حدیث کے دقائق اور حکمتوں کو اس طرح بیان کرتے تھے کہ سننے والے حیران ہوتے تھے۔ آپ کا کلام بڑا شیریں ہوتا تھا۔ تمام علوم میں آپ دسترس رکھتے تھے اسی وجہ سے جتنی آپ کی مقبولیت عوام میں تھی اتنی بلکہ اس سے زیادہ امرار کے یہاں تھی۔ اکبر آپ کا اس قدر دلدادہ ہوا کہ متعدد دفعہ آپ کو بلوا کر آپ کے فیض و صحبت سے مستفید ہوا۔ البتہ بدایوںی جب آپ سے ملے ہیں تو آپکے سوال و جواب سے وہ زیادہ خوش نہیں ہوئے۔

صاحب آثار الامراء نے آپ کا سن وفات ۱۰۰۵ھ / ۱۵۹۶ء رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو بیان کیا ہے۔ لے

شیخ عبد گوایری

۱۸۴۱ھ / ۲۰ مارچ سنہ ۱۶۱۲ھ

شیخ عبداللہ بن محمد غوث بن خطیر الدین عطاری شطاری گوایری، مشہور صوفیاء میں سے ہیں۔ آپ کا مولد و منشا گوایار ہے۔ آپ نے شیخ مبارک گوایری سے علم حاصل کیا۔ نیز علامہ وجیہ الدین علوی سے بھی آپ نے پڑھا۔ اور ایک طویل زمانہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ پھر اپنے والد مکرم کی جگہ ارشاد و تلقین میں مصروف ہوئے اور ایک عرصہ تک طریقت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اکبر نے آپ کو اپنے مقربین میں سے بنایا۔ اور بعض منصب آپ کے سپرد کئے گئے۔ مگر ۱۰۱۴ھ میں جہانگیر کے دور حکومت میں آپ ان متا صبا سے مستعفی ہو کر گوایار واپس تشریف لے آئے۔ اور وہاں کی سند شیخت پر مشتمل ہوئے اور ۱۸ مارچ ۱۶۱۲ء کو اپنے گوایار میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

شیخ صالح بن محمد

شیخ صالح بن محمد بن تاج چانپانیری۔ ان علماء میں سے تھے۔ جو علم و فضل اور صلاح و تقویٰ میں مشہور تھے۔ آپ کا مولد و منشا چانپانیر ہے۔ قرآن کریم اور محقرات کو آپ نے حفظ کیا۔ پھر آگرہ کا سفر کیا اور شیخ ضیاء اللہ بن محمد غوث شطاری گوایری سے پندرہ سال تک انکی صحبت میں رہ کر ان سے استفادہ کیا۔ جب شیخ ضیاء اللہ کا انتقال ہو گیا تو مندو چلے آئے اور وہاں سکونت اختیار کرنی۔ وہاں نکاح کیا۔ اور شیخ محمود بن جلال گجراتی سے استفادہ کیا

اور انہیں شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی کی طرف بھی اجازت حاصل ہے۔ اور آپ صاحبِ وجد و حال تھے۔

۱۰۲۲ھ / ۱۶۱۳ء تک آپ زندہ تھے۔ سہ

شیخ محمد بن اویس گوالیاری

آپ کاتبِ مال کی طرف سے شاہ میر شیرازی ثم گجراتی تک پہنچا ہے آپ اپنے زمانے کے مشہور علماء میں سے تھے۔ آپ کا مولد و منشا بھی گجرات ہے۔ اپنے زمانہ کے مشہور اساتذہ سے آپ نے علم پڑھا اور اپنے والد کے حجرہ خاص میں ایک زمانہ تک خلوت گزیر رہے۔ شیخ محمد حسن مندوی ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۲ء میں آپ سے احمد آباد میں ملے ہیں۔ سہ

شیخ علی شیر بنگالی

۴ سنہ ۱۵۶۳ء تک بعد

عالم کبیر شیخ علی شیر حنفی بنگالی ثم گجراتی از نسل شیخ نور الہدیٰ ابوالبرکات ساجو شیخ جمال الدین چشتی کی اولاد سے تھے۔ مولد و منشا سرزمین بنگال ہے علم کے لئے اودھ کا سفر کیا۔ برسوں وہاں رہے پھر وہلی چلے آئے۔ شیخ محمد غوث گوالیاری مصنف الجواہر المسمیٰ کی خدمت میں برسوں باریاب رہے ان سے طریقت میں درس لیا ان کی مشایعت میں گجرات آئے اور احمد آباد کی مسجد عماد الملک میں سکونت پذیر رہے۔ نزہۃ الارواح کے نام سے آپ کی ایک تصنیف ہے۔ اس کے شروع میں آپ نے اپنے حالات اس طرح تحریر فرمائے ہیں۔

یہ درویش جب سن آغاز شباب کو پہنچا تو خدا طلبی، حق پرستی اور خدا شناسی کے درونے دل کا گریبان ہاتھ سے پکڑ کر ایسے دانائی، جستجو میں وطن سے آوارہ کیا جو اپنی رہنمائی کے ذریعہ راستہ دکھائے اور دل کے امراض کا علاج کرے۔ اتفاق سے ایسا ہوا کہ جس شناسا کے سامنے اندرونی درد بیان کیا۔ اس کی تلقین نے کوئی درستی دل کی نہیں کی اللہ ایک رات قصبہ اودھ میں اسکی اندیشہ کے اندر غنودگی آگئی اور غوث الاولیاء قدس سرہ کی مثالی۔ صورت مشابہہ کی۔ اس مشاہدہ نے مجھ کو فریفتہ کر دیا۔

اب آرزوں کا ہجوم ہوا کہ بیداری میں دولت، ملازمت حاصل کی جاوے۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ غوث الاولیاء آسودگانِ دہلی کی زیارت کے واسطے تشریف لائے ہیں۔ میں بے تامل دہلی کی طرف روانہ ہوا جب موضع کیلو کہری میں پہنچا تو یہاں پر عالم بیداری میں وہی صورت نظر آئی جو میں عالم مثال میں دیکھ چکا تھا۔ پھر آپ سے بیعت ہوا اور آپ کی خدمت میں چند سال گزار کر بہت کچھ فیض حاصل کیا۔ اتنے میں پیر بزرگوار نے افغانانِ سور کی بد باطنی دیکھ کر گجرات کی طرف ہجرت فرمائی۔ درویش بھی آپ کے ہم رکاب بھروچ تک گیا تھا۔ چند روز بعد احمد آباد رہنے کی اجازت ہوئی۔ چنانچہ میں اس شہر اسلام پہنچا اور ملک عماد الملک رومی کی مسجد میں ایک گوشہ اختیار کیا۔ چونکہ عالم باطن سے سفر حجاز کا اجازت نامہ نہیں ملا تھا لہذا چند روز بعد پیر بزرگوار بھی بھروچ سے واپس ہو کر احمد آباد میں تشریف لے آئے یہاں پر بعض کوتاہ اندیش عالم اور چھوٹی نظر والے خرقہ پوش آپ کے ساتھ دشمنی کا بہانہ ڈھونڈنے لگے اور نادانستہ و نا فہیدہ باتیں آپ

کی نسبت کہ آپ کے صاف اور شفاف دل کو اور زیادہ روشن کیا
اس جگہ کاربہا آپ کو ناگوار ہوا۔ ایک بارگی آسمان سے خوشخبری آئی
کہ ہجرت کا جو سبب تھا وہ دور ہوا اور معاویت کا باعث پیدا ہو گیا۔
یہ سنکر اپنے گویا رکی طرف کوچ فرمایا مگر درویش کو اسی جگہ جھوٹا
اور آپ کے ارشاد کے بموجب شرح نزہۃ کا تمہ قلم تصنیف سے مرتب کیا
گیا۔

شیخ علی شیر نزہۃ الارواح۔ جام جہانناں، اور سوانح غزالی کی شرح کے مصنف
ہیں۔ ۹۹۳ھ کے بعد رحلت فرمائی۔ خواہگاہ احمد آباد میں ہے۔ نور اللہ مرقدہ۔
۶۱۵۶۳

شیخ شکر محمد عارف قادری

۲۲ شوال ۹۹۳ھ بمطابق ۲۵ ستمبر ۱۵۸۵ء

آپ ملک راجن ابن ملک پیر ابن ملک رکن قریشی کے فرزند ہیں، یکمائے زمانہ
اور علم الہی میں اپنی نظیر آپ تھے۔

مصنفات گجرات میں ایک قصہ مہلا سے ہے اس قصہ میں دسویں صدی کے آغاز
میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ نے تیرہ روز بعد اور والد نے چھ برس بعد
رحلت فرمائی۔ اور آپ یتیم ہو گئے، لہذا آپ کی پرورش کی نوبت آپ کے دادا کو پہنچی
آپ کے آبائے کرام سپاہی شاعر تھے۔ آپ ابتداً زمانہ ہوش میں قاضی محمود میرپوری
کے دامن ارادت سے وابستہ ہوئے۔ ایک روز آپ نے فرمایا، قاضی محمود کو پیٹ
کی بیماری تھی۔ ایک میدان میں پردہ کی ضرورت پیش آئی، اسی اتنا میں میرے دادا
کا اونٹ اپہنچا میں نے اسکو بیٹھایا اور اسباب میں سے خیمہ نکال کر کھڑا کر دیا میرے

۱۔ نزہۃ الخواطر اردو ۲۴۴۔ گلزار ابرار ۳۰۹۔ نزہۃ الخواطر عربی ۳۷۸ ص ۲۴۶۔

اس عمل سے پر بہت خوش ہوئے اور ان کی خوشی سے میرے حالات بہت کچھ درست ہوئے۔ سپاہ گری آباؤ اجداد کا طریقہ تھا اس کو میں نے سولہ برس کی عمر میں ترک کر دیا اور حقیقی رہنمائی کی تلاش کرنے لگا۔ طلبِ حق نے مجھ کو بحر المعارف شیخ قطب جہاں ذاکر نیر والہ کی خدمت پہنچایا۔ شیخ نے اولاً مجھ کو ذکر کا شغل تلقین فرمایا وہ ذکر اس طرح میرے دل پر غالب ہوا کہ دو سال تک میرے دل پر تمام اشیاء کی آمد و رفت کا سلسلہ ہی بند رہا۔ میں رسالہ منہاج العابدین پڑھا کرتا تھا۔ جب تک پڑھے ہوئے سبق کے مفہوم کے ساتھ متصف نہیں ہو جاتا تھا سبق آگے نہیں پڑھتا تھا۔ اس کے بعد ۹۵۱ھ میں احمد آباد گجرات میں غوث الاولیاء قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا۔ گوالیار واپسی پر میں نے رفاقت کا عزم ظاہر کیا تو ارشاد ہوا عارف! ہم تم کو اپنی جگہ طالبانِ معرفت کی ہدایت کے واسطے اسی صوبہ میں چھوڑتے ہیں، چنانچہ بتعمیل حکم مرشد کم و بیش تیس سال تک احمد آباد میں رہے اور ۹۸۲ھ میں برہانپور خاندیس کی طرف روانہ ہو گئے۔

۹۹۳ھ تک طالبانِ خدا کی راہنمائی فرماتے رہے یہاں تک کہ پیامِ اجل آگیا۔

اور ۲ شوال ۹۹۳ھ بمطابق ۱۵ دسمبر ۱۵۸۵ء کو رحلت فرما گئے۔ تاریخ وفات۔
 و شکر محمد عارف، آپ کے نام سے نکلتی ہے۔

آپ فرماتے تھے، خدا کو پہنچنا آسان ہے لیکن حضور خاتم النبوة صلی اللہ علیہ وسلم پہنچنا دشوار بلکہ سخت دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تمام اشیاء پر جداگانہ خاص خاص طریقوں کے ساتھ متجلی ہیں اور اپنے اپنے خاص طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف ہر ایک کا راستہ لگا ہوا ہے۔ پس اس خاص طریقہ کے ساتھ وجود مطلق کے تعین اور تشخص کا ادراک یہی خدا کا پالینا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمیع الہی اور امکانی کمالات کی جامع ہے، اس حقیقت کی

شناخت تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے ساتھ متصف ہونے پر موقوف ہے۔
 متفرق تعینات کے ساتھ جو طریقے مخصوص ہیں جب تک ان تمام طریقوں کے ساتھ
 وجود کی معرفت اجمالاً اور تفصیلاً حاصل نہ ہو تب تک طالب ذات بابرکات احمدی
 علیہ السلام کا عارف نہیں ہو سکتا ہے۔ سید عبدالغفور سندھی نے جب آپ کے
 حضور میں رسم بیعت ادا کی تو آپ نے فرمایا: عیسیٰ! شیخ ابوالعباس قصاب کہتے
 تھے میرے والد مجھ کو بڑکشی کے سوا دوسرا کام سکھاتے ہی نہ تھے اور استعداد
 کی تعلیم نے ولایت کے اس عالی مرتبہ کو پہنچایا۔ اور خود میرے آباء و اجداد کا شمار
 مردم کشی (سپاہیانہ نوکری) تھا۔ دیکھو استعداد نے مجھے کہاں سے کہاں لا کر اکابر اور
 سادات کی راہنمائی کے واسطے نامور کیا ہے، نیز آپ فرمایا کرتے تھے: اپنی قطبیت کا خطا
 میں بہت دنوں تک پوشیدہ رکھتا رہا۔

خانگاہاں، شیخ ابوالخیر مبارک، مولانا صالح سندھی، قاضی عبدالعزیز عیسیٰ قادری،
 اجینی اور قاضی نصیر ابن شیخ سراج محمد بنہانی کے ساتھ آپ کی مجلس رہتی تھی۔ ایک مرتبہ
 فرمایا: بایزیدی مقام پر مجھ کو لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا احسان ہے کہ میری
 زبان سبحانی کہنے سے محفوظ رہی، اور فرمایا: عیسیٰ! سبحان ربی الاعلیٰ بہتر ہے۔ یا سبحانی
 الاعلیٰ، اور سبحانہ کہنا اچھا ہے یا سبحانی کہنا، میں نے عرض کیا نہیں سبحانہ کہنا ہی
 اچھا ہے۔ اور فرمایا۔

ولاریب فیہ خصوصاً لمن کان
 لہ قلب او القی السع و هو شہید
 لان القائل بقولہ سبحانہ
 متصف بالکون بعد الانصاف
 باللوہیۃ کہا انصف الحق بہ

اس میں کچھ شک نہیں ہے بالخصوص
 اس شخص کے واسطے جو صاحب دل ہے
 یا کان لگا کر حضور قلب سے بات کو سنتا
 ہے کیونکہ سبحانہ کہنے والا الوہیت کے
 ساتھ متصف ہونے کے بعد امکان کے

ساتھ متصف ہے جیسے کہ حق بعد اس کے
کہ واجب تھا اب امکان کے ساتھ
متصف ہو گیا اور کلمہ سبحانی کہنے والا
وجوب کے ساتھ متصف ہوتا ہے جس
کے اندر امکان کے ساتھ متصف ہونے
کے اعتبار کو دخل نہیں پس سبحانہ کہنے والا
تحقق ہے اور سبحانی کہنے والا مجذوب ہے
اور مقام تحقیق مقام جذبہ سے روشن تر
ہوتا ہے ۔

اس لئے کہ جب سلطان العارفین ابو یزید بسطامی نے مقام سبحانی سے ترقی فرمائی
تو بول اٹھے ۔

اگر میں نے کسی روز سبحانی ما اعظم شانی کہا
تو میں مجوسی اور کافر ہو گیا۔ اور اب میں
زنار قطع کر کے کہتا ہوں اشہدان لا الہ
الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ ۔

انوار الاسرار کے دیباچہ میں جہاں اقسام تفسیر لکھے ہیں ، لکھتے ہیں ۔
مسیح الاولیاء کا بیان ہے ۔ جس شخص
نے قرآن کریم کی تفسیر کی اور صرف باطن
کی طرف تاویل کر کے کھنچ لے گیا اور ظاہر
کی طرف قطعی ملتفت نہیں ہوا جیسے اذہب
الی فرعون اذہب یعنی سے ارادہ کیا کہ موسیٰ

بعد ما کان واجباً و اتقائل بکلمۃ
سبحانی ہوا المتصف بالوجوب
بلا اعتبار انصافہ بالکون
فالاول محقق والثانی مجذوب
ومقام التحقيق استی من
مقام المجذوبۃ ۔

ان قلت یومئذ سبحانی
ما اعظم شانی فانما مجوسی
وانا کافر و قطع زناری و اقول اشہد
ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ
انوار الاسرار کے دیباچہ میں جہاں اقسام تفسیر لکھے ہیں ، لکھتے ہیں ۔
قوله ومن فرسہ و اولہ علی
الباطن و لم یلتفت الی ظاہرہ
اصلاً کما ذهب الی فرعون
انہ طغی براء بہات موسیٰ
روحہ و فرعون نفسه من

غير ملاحظه معنی الاصلی الذی
 نزل لاجلہ فہو باطنی بطونہ
 فی احد معانیہ ومن فسرہ علی
 الظاہ صرف من غیر
 ایہات واقرار بالاشارات
 والنکت الی ہی عین البلاغۃ
 الی ربہ ومعضا لفصاحتہ
 من نفسہ فہو حشوی
 خارجی مارای من جلال
 قرأتہ الامن اوقات
 عزتہ ولم یظفر بدخولہ
 فی مجلس وقوفہ علی
 جبالہ البندرج فیہ و
 البندرج تحتہ ومن جمع
 بینہما فہو العارف کامل
 الواقف بالکتاب وبمراد
 نزولہ

اس کی روح ہے اور فرعون اس کا نفس
 ہے بغیر ان اصلی معنی کے لحاظ کے جن کے
 واسطے خاص کر قرآن کریم نازل ہوا ہے
 وہ شخص باطنی ہے کیونکہ قرآن کریم کے دونوں
 معانی میں سے ایک کو چھوڑ کر ایک کے اندر
 گھس گیا اور جس شخص نے قرآن کریم کی
 تفسیر صرف ظاہر پر کی اور جو اشارات
 اور نکات اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نسبت کر کے
 عین بلاغہ ہیں اور تفسیر کنندہ کی نسبت کر کے
 محض فصاحت میں ان اشارات اور نکات
 کا یہ مفسر نہ ایمان رکھتا ہے اور نہ اقرار کرتا ہے
 وہ شخص حشوی خارجی ہے جس کو جلال قرآن میں
 سے بیرونی پردہائی عزت کے سوا کچھ نہیں نظر آیا
 اور اس کو محل قیام میں داخل ہو کر اس جلال
 کا دیکھنا نصیب نہیں ہوا جو اس کے اندر بندرج
 اور پوشیدہ ہے اور جس شخص نے ظاہری اور
 باطنی دونوں معانی کو جمع کیا وہ شخص عارف
 کامل ہے اور کتاب سے اور مراد نزول
 سے واقف ہے۔ سلہ

شیخ طاہر محمد سندھی

وفات ۱۲۰۴ھ بمطابق ۱۸۹۵ء

شیخ طاہر محمد بن شیخ یوسف بن رکن الدین سندھی۔ آپ کا وطن پاتری سندھ ہے جو آپ کے آباؤ اجداد کا آباد کیا ہوا ہے۔ آپ کی ولادت کے وقت قصبہ پاتری ویدرا اور نیک طینت لوگوں کی وجہ سے گہوارہ علوم بنا ہوا تھا۔

تعلیم | آپ کی ابتدائی تعلیم کے سلسلہ میں صاحب گلزار ابرار نے لکھا ہے کہ آغاز ہوش میں آپ حصول علم کے شوق میں سفر کر کے حضرت شیخ شہاب الدین سندھی کی خدمت میں پہنچے اور منطق کا کتاب شمس پڑھنے کی خواہش کی۔ شیخ نے یہ درس اپنے مناسب حال نہ دیکھ کر امام غزالی رحمہ اللہ کی خواہش کی ترغیب دی۔ اس سفر میں آپ کے بڑے بھائی شیخ طیب اور والد محترم بھی ساتھ تھے چونکہ مذکورہ کتاب نہ تھی لہذا ان تینوں شہیدان علم نے مل کر دو ہفتہ میں کتاب کی نقل کی اور سبق شروع کر دیا۔

نوجوانی میں یہ علم کا شوق اور پھر والد ماجد کی سرپرستی نے آپ کو عالم شباب ہی میں علوم سے معمور کر دیا تھا۔ پھر اپنے دو چچا زاد بھائیوں شیخ معروف اور شیخ عثمان سے مرصاد العباد کا درس لیا اور انکی صحبت میں رہ کر علوم تصوف سے بھی واقف حاصل کیا۔ یہ دونوں بزرگ اپنے زمانے کے مشہور صوفیاء میں سے تھے۔

خاندان کی ذمہ داری | والد ماجد اور بڑے بھائی کی وفات کے بعد شیخ طاہر محمد اپنے خاندان کے کفیل بنے۔ اسی دوران

اپنے چھوٹے بھائی شیخ قاسم کو رشتہ ازدواج میں منسلک کیا۔ ان ساری ذمہ داریوں کے باوجود اپنے علمی مشاغل کو برابر جاری رکھا بلکہ اپنے چھوٹے بھائی کو بھی حصول علم کی طرف متوجہ کیا۔



مشهور گنبد مقبره درخان، مشایکھا باغ، امرآباد



مقبره، سلطان احمد شاه اول، مانک چوک، احمد آباد



مقبره، سلطان احمد شاه اول، مانک چوک، احمد آباد



قبر محمود بیگدہ، سرخیز، احمد آباد



مزار حضرت امیر علی شاہ صاحبؓ، مرخیز، احمد آباد



مقبرہ حضرت شیخ علی شاہ صاحبؒ، سرخیز، احمد آباد



مقبره رانی سپری (صبری) استور یادروازه، احمدآباد



مزار حضرت جین شاہ، نورنگ پورہ، آشرم روڈ، احمد آباد



مقبرہ سیدی بشیر، سارنگ پور، احمد آباد



مقبرہ ملک شعبان صاحبؒ، باپونگر، احمد آباد



مقبره حضرت اعظم معظم صاحبان، سرخیز روڈ، احمد آباد



صدر دروازه، مقبره سلطان احمد شاه اول، مانک چوک، احمد آباد



بیردنی منظر، مقبرہ حضرت شاہ پیر محمد، پیر محمد روڈ، احمد آباد



مزار حضرت شاہ بہرامؒ، پیر محمد روڈ، احمد آباد



ایک اور منظر، مقبرہ حضرت شاہ پیر محمدؒ، پیر محمدؒ روڈ، احمد آباد



دروازہ مزار حضرت شاہ پیر محمدؒ، پیر محمدؒ روڈ، احمد آباد



مقبرہ حضرت شاہ پیر محمدؒ، پیر محمد روڈ، احمد آباد



تالاب و شاعی گھاٹ، سرخیز احمد آباد

توجہ دلا کر انکی اس میدان میں خوب مدد کرتے رہے چنانچہ شیخ قاسم نے بھی جوانی ہی میں عالم و فاضل ہونے کا شرف حاصل کر لیا۔

احمد آباد میں آمد | ایک خیال یہ ہے کہ جب سندھ میں ہمایوں کی آمد ہوئی اور حالات خراب ہونے لگے تو شیخ طاہر اپنے خاندان کو

لے کر ۹۵۰ھ میں احمد آباد پہنچے تھے

صاحب تذکرہ اولیاء سندھ کے خیال میں شیخ طاہر کے اپنے وطن ترک کرنے کی مذکورہ وجہ صحیح نہیں کیونکہ ۹۵۰ھ میں سندھ اور آپ کا وطن ہر اعتبار سے مامون تھا۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ شیخ طاہر محمد کو سندھ کے حالات خراب ہونے کا علم بذریعہ کشف پہلے ہی ہو چکا تھا اور حالات کے ابتر ہونے سے پہلے آپ اپنے خاندان سمیت وطن چھوڑ کر احمد آباد تشریف لائے تھے

حضرت غوث گوایاری سے ارادت | احمد آباد میں ان دنوں حضرت غوث گوایاری کا شہرہ تھا

چنانچہ آپ اپنے چھوٹے بھائی کے ہمراہ ان کی خدمت میں پہنچے یہاں مریدوں کا ایک بہت بڑا مجمع لگا ہوا تھا۔ تذکرہ اولیائے سندھ میں بحوالہ کشف الحقائق مذکور ہے کہ شیخ محمد غوث نے نظر محبت سے شیخ طاہر محمد کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ان کا پیشہ نہایت صاف ہے۔ کیا ہی اچھا ہوا اگر اس میں شراب بھر دی جائے۔

شیخ طاہر اس وقت اس بات کو نہ سمجھ پائے اور اپنے علم و تقویٰ کے پیش نظر اس جملہ کو خلاف شرع سمجھ کر مجلس سے چلے آئے بلکہ آپ کی طبیعت اتنی مکدر ہوئی کہ اپنے سفر کی تیاری شروع کر دی اس لئے کہ ان کا ارادہ برابر کی طرف جانے کا تھا۔

دو سکر روز صبح باوجود بارش کے آثار ہونے کے رخت سفر باندھ کر عازم سفر ہو گئے

لے تذکرہ قاریان ہند کے تذکرہ اولیائے سندھ - لے تذکرہ اولیاء سندھ

اور پھر بارش بھی شروع ہو گئی۔ لیکن یہ قافلہ رواں دواں ہو گیا۔ درمیانِ راہ ایک نالہ پڑ گزر ہوا یہ نالہ اکثر بارش کی وجہ سے پڑھ آتا تھا اور ناقابلِ عبور ہو جاتا تھا لیکن بارش کے موقوف ہوتے ہی اتر جایا کرتا تھا۔ شیخ طاہر محمد کا قافلہ بھی اس کے اترنے کے انتظار میں ٹھہر گیا یہاں تک کہ شام ہو گئی چنانچہ نے قافلہ نے قریب ہی کے ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا، گاؤں والوں کو بھی نالہ کی اس طغیانی پر سخت تعجب تھا۔ دوسرے دن بھی نالہ ایسا ہی ناقابلِ عبور تھا اور اسی طرح چھ دن گزر گئے اور اب قافلہ والوں کا گاؤں میں مزید قیام ناممکن تھا لہذا یہ طے ہوا کہ واپس احمد آباد لوٹ جائیں۔

شیخ طاہر محمد کا خیال پھر شیخ محمد غوث کو اپاری کی خدمت میں جانے کا ہوا۔ چنانچہ حاضر خدمت ہوئے اور شیخ محمد غوث سے ملاقات ہوئی۔ شیخ محمد غوث نے مسکرا کر فرمایا کہ آپ بھاگ کھڑے ہوئے تھے مگر ہم نے جانے نہیں دیا۔

شیخ طاہر محمد صاحب اب سمجھے کہ نالہ کی خلاف معمول طغیانی حضرت شیخ محمد غوث صاحب کا روحانی اثر تھا۔ چنانچہ اسی وقت شیخ طاہر محمد نے حلقہ ارادت میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی شیخ محمد غوث نے انہیں اپنے خاندانہ میں قبول فرما کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔

برابر ہیں آمد | موسم کے ٹھیک ہونے پر اپنے مرشد سے اجازت لے کر برابر کی طرف روانہ ہوئے۔ برابر کا نظم و نسق ان دنوں تباہ و برباد تھا۔

میں تھا۔ تباہ و برباد تھا۔ شیخ طاہر محمد صاحب اور ان کے رفقاء کی خوب خاطر و مدارت کی۔ اس کے خلوص اور عقیدت کے سبب شیخ طاہر محمد سندھی برابر کے پارہ تخت ایلچپور میں مقیم ہو گئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری کر دیا۔ تقریباً ۲۲ سال ایلچپور میں رہ کر ظاہری اور باطنی علوم کی اشاعت کرتے رہے۔

۱۰ تذکرہ ادیبان سندھ ۱۰ ایضاً ۱۰ ایضاً ۱۰ ایضاً۔

بربان پور کا قیام | جب سلطنت برار کا شیرازہ درہم برہم ہوا تو آپ ۱۹۸۲ء میں اپنے خاندان سمیت برہانپور آ گئے۔ یہاں محمد شاہ فاروقی

نے بڑی آؤ بھگت کی آپ کے متعلقین کو شاندار محلات نذر کئے برہانپور میں بھی آپ نے علمی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں پر آپ سے مولانا سید جمال نے صحیح بخاری اول سے آخر در شاہ پڑھی۔ شیخ طاہر محمد سے پڑھنے کے لئے موصوف روزانہ ایک میل کا فاصلہ طے کر کے آتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی حضرات نے برہانپور میں آپ سے تعلیم حاصل کی۔

نصائیف :- آپ نے تصنیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیکر اٹھ معرکہ الارار کتابیں یادگار چھوڑیں۔ (۱) تفسیر مجمع البحار۔ (۲) مختصر قوت القلوب۔ (۳) منتخب مواہب لدنیہ۔ (۴) ملقط جمیع الجوامع للسیوطی۔ (۵) موجز قسطلانی۔ صاحب گلزار کا خیال ہے کہ موجز سے بڑی کوئی شرح بخاری پر نہیں ہے

بڑے بڑے بارہ دفتر و دوا کتب بیت میں مختصر کئے ہیں۔ (۶) تفسیر مدارک۔ (۷) اسما الرجال کرمانی کے انداز پر ہے۔ (۸) ریاض الصالحین۔ اس کتاب کی ترتیب میں روشوں پر ہے۔ روضہ اول احادیث صحیحہ کے بیان میں۔ روضہ ثانی مشائخ عظام کے تصانیح کے بیان میں۔ روضہ ثالث عبارات اہل عرفان و وجدان پر مشتمل ہے شیخ طاہر محمد سندھی کو علم و فضل حیرت انگیز ذہانت، درس و تدریس اور

بلند پایہ تصانیف کے اعتبار سے اپنے زمانہ کا مایہ ناز عالم باعمل تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ کا علم حدیث کے استثنائ کا یہ عالم تھا کہ آپ کو تیس ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں کامل پچاس سال تک طالبان حق کی رہنمائی کرتے رہے۔ اس زمانہ کے علماء و صوفیاء آپ کی صحبت و درس میں شرکت کو باعث سعادت سمجھتے تھے۔

وفي الرحمان في قلوبهم مرض هو تفریطهم في القوة الحلیة
وإفراطهم في الشهویة -

في الأحياء علماء جندي الغضب والشهوة قد ينقادان
للقلب القیادًا تامًا فحیث على طريقة الذي يسلكه
وقد يستعصم عليه استعصاء بغی وتبرد حتى يهلكه ويستعبد له و
فيه هلاكه وانقطاعه عن سفره الذي به وصوله إلى سعادته الأبدية و
للقلب جندي آخر وهو العلم والحكمة والتفكر وحقه ان يستعين بهذا
الجندي فإنه حزب الله تعالى على الجنديين الآخرين فانها قد
يحقان بحزب الشیطان فان من ترك الاستعانة وتسلط على
نفسه جندي الغضب والشهوة هلك هلاكًا یقینًا وخسر خسرانًا
مبینًا وذلك حال أكثر الخلق فان عقولهم صارت مسخرة لشهواتهم
في استنباط الحیل لقضاء الشهوة وكان ينبغي ان يكون الشهوة مسخرة
لعقولهم -

وفاات :- آپ کا انتقال ۱۶/۵/۱۰۹۵ء میں ہوا اور اپنے حجرۂ عبادت میں
دفن ہوئے۔ آپ کا مزار برہان پور میں ہے۔

شیخ سراج محمد بنیانی

متوفی سن ۱۱۸۵ھ / ۱۷۷۱ء

شیخ سراج محمد حضرت غوث الاولیاء کے مرید تھے۔ غوث الاولیاء نے آپ کو خرقہ
خلافت پہنایا۔ ظاہری و باطنی دونوں قسم کے علوم سے بہرہ یاب تھے۔
۱۹۸۲ء میں احمد آباد سے خاندیس اکر زین آباد میں قیام اختیار فرمایا تقریباً ۳۰ سال

تک درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں مشغول رہے۔

صاحب گلزار برابر لکھتے ہیں کہ میں آپ کے مرض الموت میں عبادت کے لئے خدمت میں حاضر ہوا۔ اثناء گفتگو آپ نے دریافت فرمایا کہ! اللہ معبود کا تصور بہتر ہے یا افسر موجود کا۔ میں نے کہا موجود کا تصور کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے معنی میں احاطہ اور شمول زیادہ ہے۔ اس جواب کو آپ نے پسند فرمایا۔

۱۹۶۱ء میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف روانہ ہوئے۔

شیخ برہان الدین

۱۹۸۵ء - ۱۵۷۷ھ

شیخ عالم صالح برہان الدین حنفی صوفی۔ مولد و منشاہ احمد آباد فرقہ شطاریہ کے مشائخ میں سے تھے۔ احمد آباد میں وہاں کے اساتذہ سے پڑھا طریقت میں شیخ صدر الدین محمد بڑودی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۱۹۸۲ء میں اپنے شیخ کے ہمراہ گوالیار تشریف لے گئے اور انکی معیت میں منڈو (مالوہ) آئے۔ اس دوران میں شیخ محمد غوث گوالیاری کے صاحبزادے ضیاء اللہ وہاں تشریف لائے تو شیخ برہان الدین ان کے ہمراہ ۱۹۸۵ء میں اجیر پہنچے اور وہیں رحلت فرمائی۔ نور اللہ مرقدہ ۱۵۷۷ھ

سید حسین بن سید محمد ترمذی

۱۹۹۲ء - ۱۵۸۴ھ

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کے چھتے خدام میں سے تھے۔ اور آپ ہی سے فرقہ خلافت بھی پایا ہے۔ طریقت و معرفت کے بلند و بالا مدارج کو چھوچکے تھے۔ اتنا زیادہ کہ اس عروج کے بعد نزول بھی مشکل سے ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ ساقی آپ کو جذب کہتے تھے۔

۱۵۷۷ھ گلزار برابر ۱۹۶۱ء نیزہذا الخواطر اردو ۱۲ ایضاً عربی ۱۲ ص ۵۵

شیخ غوث گوالیاری شیر شاہ سوری کے ہنگامہ کے درمیان جب گجرات تشریف لائے۔ اس وقت آپ بھی ساتھ تھے۔ پھر تادم واپسی گجرات ہی میں رہے۔ اور یہیں رحلت فرمائی۔ بلکہ غلطی سے کسی نے آپ کو قتل کر دیا اور شہادت پائی۔
 سن شہادت ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء احمد آباد سے دس میل دور محمود آباد میں آسودۂ لحد ہوئے۔

شیخ دودا اللہ مالوی

م ۹۹۳ھ — ۱۵۸۵ء

شیخ دودا اللہ بن معروف صدیقی مالوی۔ حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق قاری کی نسل میں سے تھے طریقت میں شیخ محمد غوث گوالیری کے مرید تھے۔ جن کی خدمت میں بارہ سال باریاب رہے۔ ان کی تصیف: الجواہر الخمسہ، ان سے پڑھی اور جب شیخ مدوح گجرات تشریف لے گئے تو آپ مالوہ کی بستی آشتہ میں منتقل ہو گئے۔ ان دنوں یہ قریہ بھوپال میں شامل تھا۔ یہاں حضرت نے ۹۷۷ھ / ۱۵۶۶ء تک قیام فرمایا۔ اور پھر برہان پور سے بلخہ بستی جامود میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں ۹۹۳ھ / ۱۵۸۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

شیخ داؤد بن محمد مندوی

شیخ داؤد بن محمد شطاری مندوی۔ علم و طریقت کے مجمع البحرین تھے آپ نے شیخ محمود بن جلال سے استفادہ کیا اور تین سال آپ کی صحبت میں رہے اور انکی وفات کے بعد طویل زمانہ تک مسند ارشاد کو زینت بخشی۔

پھر گوالیار تشریف لے گئے اور شیخ محمد غوث گوالیری کے صاحبزادوں شیخ عبداللہ اور شیخ ضیاء اللہ کے ساتھ کئی سال گزارے۔ پھر دہلی اور دوسرے

علاقوں کی طرف نکل گئے۔ مگر ۱۰۱۹ھ میں پھر مندو واپس لوٹ آئے۔ اور وہاں مقیم ہو گئے۔ وہاں سے پھر آپ نے گوالیار کی طرف سفر فرمایا اور ایک سال تک مقیم رہے۔ اور ۱۰۲۱ھ / ۱۶۱۲ء میں واپس مندو تشریف لائے۔ ۷۰

شیخ عزیز اللہ متوکل

(۳ سنہ ۹۱۲ھ سنہ ۱۵۰۶ء)

آپ شیخ علی متقی کے دادا پیر تھے یعنی شیخ باجن کے مرشد تھے نہایت فقیرانہ زندگی تھی۔ توکل حد درجہ کا تھا۔ سونے سے قبل گھر میں ضرورت سے زیادہ جو چیزیں بھی ہوتیں وہ سب تقسیم کر دیتے اہل دنیا کو منہ نہ لگاتے۔

ایک مرتبہ کسی امیر نے آپ کے صاحبزادے کے واسطے سے شوقِ زیارت کا اظہار کیا۔ صاحبزادے نے کہا کہ شوق سے لیکن فقرار کے ساتھ بلا کسی امتیاز کے بیٹھنا ہوگا۔ چنانچہ بعد مغرب آپ کے دو ٹنکدہ پر پہنچا دیکھا کہ گھر میں اندھیرا پڑا ہے۔ یعنی چراغ جلانے کے لئے تیل تک نہ تھا۔ امیر نے صاحبزادے سے کہا کہ میں تیل بھیجو اتا ہوں جب ختم ہو جائے مطلع کر دیں اور بھیج دوں گا۔ دوسرے دن شیخ نے گھر میں خوب روشنی پائی۔ سارا قصہ معلوم ہونے پر آپ بہت خفا ہوئے اس امیر کو پیغام پہنچا دیا کہ آئندہ تیل نہ بھیجیں اور جتنا تیل گھر میں موجود تھا وہ سب تقسیم کر دیا۔

آپ کا قیام برہانپور میں تھا لیکن آپ کی اکثر اولاد نے احمد آباد کو وطن بنایا تھا وفات ۹۱۲ھ / ۱۵۰۶ء میں ہوئی۔ ۷۰

سے سلسلہ قادریہ کا خرقہ حاصل کیا۔ قطب زماں شیخ نور الدین ابوالحسن شاہ ذلی سے سلسلہ شاہ ولیہ کا اور شیخ ابومدین مغربی سے سلسلہ مدنیہ کا خرقہ حاصل کیا۔ شیخ علی متقی نے مستقل طور پر مکرمہ میں اقامت اختیار کر لی اور بقول محدث دہلوی اپنے عبادت و مجاہدہ کے انوار سے عالم کو منور کیا اور آپ کے ظاہری و باطنی فیوض سے ساری دنیا مستفید ہوئی۔ طلبہ کی تعلیم، مریدوں کی تربیت اور تصنیف و تالیف کی راہ سے دین کی عظیم الشان خدمتیں انجام دیں۔ جن کی تعداد صاحب النور السافر نے تقریباً ایک سو بیان کی ہے۔

کنز العمال | کنز العمال ان کا اتنا بڑا علمی کارنامہ ہے کہ ان کے استاذ شیخ ابوالحسن بکری فرمایا کرتے تھے کہ سیوطی کا احسان سارے عالم پر ہے۔ مگر سیوطی پر متقی کا احسان ہے کہ ان کی کتاب کو مرتب کر کے استفادہ آسان کر دیا۔

آپ نے سیوطی کی جمع الجوامع کی احادیث کو حروف تہجی کے تحت جمع کر کے متکام اقوال و افعال حضور اللہ علیہ وسلم کو مسائل فقہیہ کے طریقہ پر باب وار لکھا ہے۔ شیخ ابن حجر کی بھی آپ کے استاذ تھے اور اپنے زمانہ میں مکرمہ کے سب سے بڑے عالم و فقیہ تھے وہ باوجود استاذ ہونے کے شیخ علی متقی کی حدیث فہمی و جودت استنباط کے اس درجہ قائل تھے کہ کسی حدیث کی مراد سمجھنے میں ان کو دقت ہوتی تو آدمی بھیج کر علی متقی سے دریافت کراتے تھے کہ اس حدیث کو آپ نے کنز العمال کے کس باب میں رکھا ہے۔ پھر اس قرینہ سے حدیث کی مراد سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔

ابن حجر اور علی متقی | شیخ ابن حجر سے ابتداء شیخ علی متقی نے پڑھا تھا۔ مگر بعد میں شیخ ابن حجر علی الاعلان اپنے کو ان کا حقیقی شاگرد کہتے تھے

بائے آخر میں ان کے مرید ہو کر ان کے ہاتھ سے خرقہ و خلافت بھی پہنا مکہ کے دوسرے علماء

کبار بھی حدیث دانی میں ان کی نکتہ رسی اور دقیقہ سنجی کے قائل تھے۔ مشائخ وقت ان کے کمال ولایت کے معترف تھے اور خواص و عوام تعظیم و تکریم سے انکا نام لیتے تھے۔

شیخ علی منقی کے تلمیذ رشید اور خلیفہ شیخ عبدلہ نواب
منقی کا بیان ہے کہ شیخ جب ملتان سے روانہ

شیخ علی منقی گجرات میں

ہو کر گجرات پہنچے تو اس وقت گجرات میں سلطان بہادر شاہ گجراتی کی حکومت تھی۔ سلطان آپ کے اوصاف و کمالات سن کر خواہش مند ہوا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو آپ نے اس کو منظور نہیں فرمایا۔ شیخ رحمت اللہ سندھی اور قاضی عبداللہ سندھی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علی منقی کا یہ قیام گجرات احمد آباد میں رہا ہے، آپ کا اس وقت یہ حال تھا کہ جدھر جاتے تھے لوگ پروانہ وار آپ پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ اور آپ حجرہ کا دروازہ بند کر کے یا دھرتی میں مشغول رہتے کسی کو آنے نہیں دیتے تھے۔ اتفاق سے اس وقت قاضی عبداللہ سندھی جو بڑے پرہیزگار اور نامور عالم تھے سندھ سے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے تھے راستہ میں کچھ دنوں کے لئے گجرات میں ٹھہر گئے تھے۔

قاضی صاحب شیخ علی منقی سے محبت و عقیدت کا نہایت قوی رابطہ رکھتے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ سلطان بہادر کو حد سے زیادہ شوق ملاقات ہے اور اس کی طلب صادق ہے تو شیخ سے عرض کیا کہ سلطان کی درخواست کو منظور فرما کر ایک بار ملنے کی اجازت دیجائے آپ چاہیں تو اس سے بات بھی نہ کریں۔ ہم اس کو باتوں میں لگائے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ نامشروع لباس پہن کر اور غیر شرعی و منع قتل میں آئے اور میں اس کو اس طرح دیکھ کر خاموش رہوں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کروں۔

قاضی صاحب نے کہا کہ حضرت جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔ سلطان کو تو صرف اس کی تمنا ہے کہ ایک مرتبہ خدمت اقدس میں جاضری کا شرف اس کو حاصل ہو جائے۔ اس کے

بعد آپ راضی ہوئے اور سلطان بہادر آیا۔ شیخ نے جو نصیحتیں مناسب سمجھیں کہیں دوسرے دن سلطان نے اسی ہزار روپیہ سے زائد نذرانہ بھیجا یا۔ شیخ نے وہ سب اٹھا کر قاضی عبدالعزیز کو دے دیا اور فرمایا کہ چونکہ اس رقم کے حصول کا واسطہ آپ بنے ہیں اس لئے اس کا تعلق آپ سے ہے۔

شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ

دعوت وزیر شرط

کہ کے ایک وزیر نے آپ کی دعوت کے

لئے بڑا اصرار کیا اور کہا کہ بندہ کے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں تاکہ برکت ہو۔ فرمایا مجھے معذور تصور کریں۔ میں یہیں سے دعا کرونگا خدا برکت دیگا مگر وہ نہیں مانا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا تین شرطوں کے ساتھ منظور ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ میری جہاں خواہش ہوگی وہاں بیٹھو نگا یہ اصرار نہ ہو کہ صدر مقام پر تشریف رکھیے۔ دوسری یہ بات کہ مجھ کو جو اچھا لگے وہ کھاؤنگا یہ اصرار نہ ہو کہ یہ نہیں وہ کھائیے۔ تیسری شرط یہ کہ جب ہمارا حجبی جا ہے گا اٹھ کر چلے آئیں گے۔

دوسرے دن شیخ نے اپنے بھیلے میں جس کو وہ ہر وقت گلے میں لٹکائے رکھتے تھے روٹی کے کچھ ٹکڑے رکھے اور تن تنہا وزیر کے گھر روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو اس نے ایک شاہانہ مجلس سجائی تھی۔ آپ اس مجلس میں دروازہ کے قریب بیٹھ گئے۔ اس نے کہا یہاں تشریف رکھئے۔ فرمایا یہ خلاف شرط ہے۔ وہ چپ ہو گیا پھر فرمایا کہ جلدی کرو وقت تنگ ہے۔ اس نے جلدی دسترخوان پر انواع و اقسام کے کھانے چنے۔ آپ نے بھیلے سے روٹی نکالی اور اسی کو کھایا۔ وہ بولا ذرا اس کھانے کو چکھ لیجئے۔ فرمایا ہم نے تو پہلے ہی شرط کر لی ہے کہ جو مزاج میں آئے گا وہ کھائیں گے۔ اس کے خلاف اصرار نہ ہو۔ اس کے بعد اٹھے اور سلام کر کے روانہ ہو گئے۔

ذوقِ علم شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ آپ کا اکثر وقت علم دین کی خدمت

اور اس کے نشر و اشاعت اور اہل علم کی اس دعا و اعانت میں صرف ہوتا۔ آپ اپنے ہاتھ سے سیاہی تیار کر کے کتابیں نقل کرنے کے لئے طالب علموں کو دیا کرتے۔ اور جو کم یاب و مفید کتابیں عرب میں دستیاب ہوتیں ان کی کئی نقلیں کرا کے لوگوں کو دیا کرتے اور دوسرے ملکوں میں جہاں وہ ناپید تھیں بھیجوا یا کرتے۔ کھانا برائے نام کھاتے تھوڑا سا شور با جس کی مقدار چند تولوں سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ اس کے چند چمچے آپ لیتے تھے اور باقی لوگوں کو تقسیم کر دیتے۔

فاکھی فرماتے ہیں کہ آپ انتہائی کم مقدار نوش فرماتے تھے جتنے پر اکفارا انسانوں کیلئے مستعد ہے اور اس پر انہوں نے ریاضتوں کے بعد قدرت پائی تھی اسی طرح بہت ہی کم گو اور قلیل المنام اور عزت عن الانام کو ترجیح دینے والے تھے انہی اوصاف کی بنا پر سلطان سلیمان جیسے آپ کے ہاتھ دھواتے اور سلطان الہند ملک محمود جیسے عظیم الشان بادشاہ آپ کے پیرو ہوتے تھے۔

ابتداء میں جب قوت تھی کتابت ذریعہ معاش تھا۔ بعد میں بیواؤں سے قرض لے کر کام چلاتے۔ اور جب کہیں سے فتوح حاصل ہوتی تو قرض ادا کر دیتے۔

شیخ علی منقہی سلطان محمود گجراتی صغیر کے عہد
سلطنت میں دوبارہ مکہ سے گجرات تشریف

گجرات میں دوسری آمد

لائے۔ بادشاہ اکثر و بیشتر آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا مگر چونکہ نامشروع لباس اس کے جسم پر ہوتا تھا اس لئے آپ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے تا آنکہ ایک دن وہ صلحاء کا لباس پہن کر آیا اس روز آپ نے شفقت کی نگاہ سے اس کو دیکھا اس نے موقع مناسب سمجھ کر درخواست کی کہ آج فقیر کے گھر پر تشریف لے چلیں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ سلطان محمود نے شیخ کے چوڑوں کو خود کاندھا دیا اور گھر لایا۔

بشارت نبوی حضرت نے انور السافر میں لکھا ہے کہ آپ کی اعلیٰ ترین مقببت

یہ ہے کہ آپ ۲۷ رمضان المبارک شب جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ اس وقت سب سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ہو۔ انہوں نے پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد بن طاہر صندین۔ اسی رات آپ کے شاگرد و مرید شیخ عبدالوہاب متقی نے اسی طرح کا خواب دیکھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس وقت سب سے افضل کون ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے شیخ (شیخ علی متقی) پھر محمد بن طاہر۔ صبح شیخ عبدالوہاب اپنے مرشد شیخ علی متقی کی خدمت میں خواب بیان کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو شیخ نے پہلے ہی فرمادیا کہ میں نے بھی تمہاری طرح خواب دیکھا ہے۔ سہ

اسی طرح حضرت شیخ علی متقی کے ایک مکی شاگرد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کسی کام کا حکم فرمائیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تابع الشیخ علی متقی فبا فعل افعلا، شیخ علی متقی کا اتباع کرو وہ جس کام کا حکم دیں وہ کرو۔

شیخ علی متقی کے اجمالی حالات میں ان کے
علی متقی علمائے کبار کی نظر میں
 شاگرد رشید شیخ عبدالوہاب متقی نے

ایک رسالہ: اتحاد المتقی فی فضل الشیخ علی متقی کے نام سے لکھا ہے۔ نیز علامہ عبدالقادر بن احمد فاکھی نے بھی ایک رسالہ بنام: القول المتقی فی مناقب المتقی لکھا ہے۔

فاکھی لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ علی متقی سے جو بھی ملا ہے مثلاً شیخ ابوالحسن بکری

شیخ وجیہ الدین عمودی، امام الحرمین ابن حجر مکی، فقیہ مصر شیخ شمس الدین ربلی، شیخ شمس الدین بکری۔ ہر ایک نے آپ کی بے حد تعریف کی ہے۔ سہ

علامہ شعرانی شیخ علی متقی کی خانقاہ میں | شیخ عبدالوہاب شعرانی
جب ۹۲۷ھ میں حج کے

لئے گئے ہیں تو انہوں نے شیخ علی متقی کی ملاقات کا شرف حاصل کیا اور طبقات شعرانی میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

وہ زاہد و متقی عالم تھے۔ فاقول کیوجہ سے جسم اس قدر نحیف و کمزور ہو گیا تھا کہ چند اوقیہ گوشت بھی جسم پر موجود نہ تھا۔ اکثر خاموش اور گوشہ نشین رہتے۔ صرف نماز جمعہ کے لئے حرم میں حاضر ہوتے اور ایک طرف کونا زپڑھ کے جلدی سے لوٹ جاتے۔

میں ان کے یہاں گیا تو فقراء صاوقین اور درویشوں کی ایک جماعت کو پایا جن میں سے بعض بتوجہ الی اللہ تھے بعض ذکر میں مصروف تھے بعض تلاوت قرآن میں مشغول تھے بعض مراقبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور بعض علم کے مطالعہ میں لگے ہوئے تھے مگر میں ان سے زیادہ حیرت انگیز شخصیت میں نے نہیں پائی شیخ متقی نے مجھے چاندی کے سکے مرحمت فرمائے۔ ان سکوں کی برکت خدا نے مصارف حج میں بڑی کشائش اور برکات سے نوازا۔ حتیٰ کہ میں نے مکہ مکرمہ میں اتنا زیادہ مال خرچ کیا جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ سہ

اور اپنے دست مبارک کا تحریر فرمودہ مصحف مجھے دکھا یا جس کی ایک سطر میں ایک ہی ورق میں پانچ پارہ لکھا ہوا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار
محدث عبدالحق دہلوی کی اسذکار میں لکھا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد

میں آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب متقی کے ہاں قیام پذیر تھا۔ ایک دن میں آپ کے مزار پر انوار کی زیارت کو گیا اور عرض کیا کہ حضور میں آپ کے خلیفہ کے پاس رہ رہا ہوں آپ انہیں توجہ دلائیں کہ وہ میرے احوال و افکار پر زیادہ نظر رکھیں رات خواب میں دیکھا کہ حنفی مصلیٰ کے ساتھ شیخ ایک تخت پر جلوہ افروز ہیں اور میں مودب سامنے کھڑا ہوں اور وہی بات دہرائی جو مزار پر عرض کی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ آپ کا مطلب پورا ہوگا۔ آپ مطمئن رہیں۔

شیخ علی متقی کے گھر پر ایک بلازم کمال نامی تھا جو بڑا بد اخلاق
تخل مسزاجی اور بے ڈھنگا تھا۔ وہ ہمیشہ بکواس کیا کرتا اس کے باوجود

آپ اس کو عزیز رکھتے اور اس کی بد اخلاقی کو برداشت کرتے ایک دن وہ آپ کے لئے شور باچکا کر لایا اس میں بہت زیادہ نمک تھا۔ آپ نے حسب معمول وہ شور باچکا اور یہ کہنے کے بجائے کہ تم نے اتنا نمک کیوں ڈال دیا صرف اتنا کہا بابا کمال ادھر آو اور پھر اس کو اپنے پاس بٹھا کر شور بے کا ایک چھو بھر کر دیا اور فرمایا یہ دیکھو کیسا پکا ہے۔ کمال نے وہ شور باچکھ کر منہ بناتے ہوئے سخت لہجہ میں کہا ہاں کچھ نکلین ہو گیا ہے لیکن بڑے مزے کا ہے اس میں کوئی خرابی نہیں۔ آپ کھائیے جس پر آپ نے فرمایا بہت خوب پھر آپ نے پانی منگوا کر اس میں ڈالا اور وہی کھوڑا سا نوش فرمایا۔

شیخ علی متقی کے شاگرد خاص اور خلیفہ شیخ عبدالوہاب متقی
کثرت عبادت آپ کے کمالات و آثار کی سب سے بڑی نشانی ہیں بیشائیں

کے نزدیک شیخ عبدالوہاب متفقہ طور پر یمن سے شام تک کے علاقہ کے زبردست ولی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ پیر و مرشد کے بڑھاپے کے زمانہ میں اس فقیر نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ آپ

اس ضیعفی میں کتنے نفل پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جوانی میں تو بہت زیادہ نفل پڑھا کرتا تھا اب دن کے وقت ذکر خفی و شغل الہی کے ساتھ تصنیف کتب میں مشغول رہتا ہوں اور رات کو جبکہ پڑھا پے کیوجہ سے زیادتی پیشاب کی شکایت ہوگئی ہے دس بارہ مرتبہ پیشاب کرنے لگتا ہوں اور ہر مرتبہ وضو کر کے حسب توفیق دو دو چار چار نفل ادا کرتا ہوں۔

شیخ عبدالوہاب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبکہ پیر و مرشد مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھے دو باپ بیٹے مغرب سے مکہ مکرمہ

شیخ علی کی کرامت

آئے جو نہایت درجہ کے عبادت گزار تھے۔ بیٹا دس پندرہ دن کے بعد اور باپ پانچ دن کے بعد کھانا کھایا کرتے تھے۔ پیر و مرشد ان دونوں کی تعریف سنکر ان سے ملنے کے لئے تیار ہوئے لیکن کمزوری کیوجہ سے پیدل نہ چل سکتے تھے چنانچہ آپ کے فرمانے پر ایک تندرست اور قوی آدمی آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر کے ان دونوں مغربی کے پاس لے گیا۔ خادم بھی ساتھ تھا اور کتاب و حکم کبیرہ بھی ساتھ لے لی۔ جب

ان دونوں مغربی کو معلوم ہوا کہ شہر کے مشہور اور معزز آدمی ملاقات کرنے آرہے ہیں جن کی وجہ سے ہماری شہرت ہو جائے گی اور ہماری عبادت میں خلل پیدا ہوگا تو ان دونوں نے ہماری آمد پر بے اتفاقی کا سلوک کیا چنانچہ پیر و مرشد نے مجھ خادم سے کہا دیکھو یہ کتنی بے رحمی سے پیش آرہے ہیں اور اپنے سر کا بوجھ سمجھ کر ہم کو اپنے پاس سے نکالنا چاہتے ہیں اس کے باوجود بھی پیر و مرشد نے ان دونوں بزرگوں کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا۔ ہم نے مشائخ کے چند اقوال جمع کئے ہیں وہ سنئے اور میں نے وہ اقوال سننا شروع کئے کہ اچانک ان دونوں مغربی میں گرمی کے آثار پیدا ہوئے اور ان پر ذوق و وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لئے یہ دونوں شیخ کی خدمت میں رہ پڑے۔

شیخ عبدالوہاب کہتے ہیں کہ پیر و مرشد ارشاد فرماتے تھے کہ حلال مال کبھی برباد نہیں ہوتا اور اگر کم ہو جائے تو پورا بناتا ہے۔ اپنا ایک واقعہ مثال کے طور پر ذکر

کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ سمندر میں کشتی پر سوار تھے کہ اچانک ایک سخت طوفان آیا جس کی وجہ سے ہماری کشتی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی ہم میں سے کئی لوگ ایک تختہ سہارے ساحل پر پہنچے۔ ہمارے ساتھ جو کتابیں تھیں بالکل بھیگ گئی اور چونکہ ہم پیدل سفر کرنے والے تھے اس لئے ہم نے ان کتابوں کو وہیں سر زمین عرب میں دفن کر کے ان پر ایک علامت رکھ دی اور ہم لوگ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ہمیں سخت پیاس لگی جیسا کہ مشہور ہے کہ سر زمین عرب میں پانی کا قحط ہے اب وہ منظر ہمارے سامنے آ گیا۔ ساتھیوں نے کہا اب دعا کا وقت ہے میں نے کہا میں دعا کرتا ہوں آپ لوگ آمین کہیں چنانچہ دعا کی برکت سے اتنی بارش ہوئی کہ ہم لوگ خوب سیراب ہوئے اور اپنے اپنے مشکیزے بھرنے چند دنوں کے بعد مکہ پہنچ گئے اور عمرہ ادا کیا۔ اسی اثنا میں چند دیہاتی عربوں نے ہمارے پاس آ کر کہا ہمارے پاس چند کتابیں ہیں اگر آپ چاہیں تو مولے لے سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے دیکھا وہ ہماری

ہی کتابیں تھیں جو ہم دفن کر کے آئے تھے۔ غرض کہ ہم نے منہ مانگے دام دیکر وہ کتابیں خرید لیں بھیگ کر سوکھنے کی وجہ سے ان کتابوں کے اوراق باہم چپک گئے تھے۔ ہم نے ان کو پھر بھلو کر ایک ایک ورق اس طرح الگ کیا کہ ان میں کا کوئی حرف تک ضائع نہیں ہوا اور پھر وہ سب قابل استفادہ ہو گئیں۔

شیخ سماحی نظر بدخشانی جو اپنے زمانے کے کامل بزرگوں میں تھے جنہوں نے ماوراء النہر شام اور مصر کے علماء سے تحصیل علوم کے بعد وہاں کے مشائخ سے ریاضات و مجاہدہ کی تلقین حاصل کی تھی اور مکہ مکرمہ میں بڑے بڑے کام کرنے کے بعد ایک بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ اہل الشریعہ سے تھے۔ شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں موصوف بھی میرے پیر مرشد شیخ علی متقی کی محبت میں غرق تھے۔ اکثر و بیشتر آپ کے پاس خاص طور سے آیا کرتے تھے۔

کہتے ہیں کہ سلطان محمود گجراتی کو پانی کے سلسلہ میں بہت وسوسہ آتا تھا اور کسی طرح بھی یہ کیفیت اس

وسوسہ کا علاج

کے دل سے نہ نکلتی تھی۔ چنانچہ حضرت شیخ منتقی نے ایک طشت منگوا کر اس میں تین مرتبہ اپنی ٹوپی دھوئی اور ہر دفعہ پانی پھینک دیا جو تھی مرتبہ اس طشت میں پانی بھر کر فرمایا کہ بابا محمود! یہ پانی بلحاظ شریعت اسلامی بالکل پاک و صاف ہے اس میں کسی قسم کا شک و شبہ کرنا وسوسہ ہے اور وسوسہ شیطانی کام ہے اب یہ پانی پی لو اور کوئی وسوسہ دل میں نہ لاؤ۔

چنانچہ شیخ کے حکم پر سلطان محمود گجراتی نے وہ پانی پی لیا جس کے پیتے ہی سلطان کے دل سے وسوسہ اور شک بالکل دور ہو گیا اور پھر یہ مرض کبھی عود نہ کر سکا۔ شیخ عبدالوہاب نے اپنی کتاب 'استحاف النقی' میں لکھا ہے کہ پیر و مرشد شیخ علی کے انتقال سے پہلے یعنی ۱۰۵۷ھ میں مکہ مکرمہ میں آپ کے انتقال کی خبر پھیلی تو مکہ مکرمہ کے تمام بڑے بڑے عالم و فاضل اور شیوخ جوق در جوق آپ کے دولتگاہ پر آئے۔

لیکن یہاں آکر دیکھا کہ آپ بڑے خوش و خرم اور تندرست ہیں بڑے حیران ہوئے شیخ نے تبسم فرماتے ہوئے سب کو تکرار توبہ کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہمارے جیسے ایک شخص پر موت طاری ہوئی اور بعد الموت کے حالات دیکھ کر اس نے دربار الہی میں عرض کیا کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں لوٹا دیا اب امید ہے کہ وہ کبھی موت کے خوف سے غافل نہیں رہے گا۔

حضرت شیخ مرض موت میں ارشاد فرماتے تھے کہ میں قطب ہوں اور سکرات موت کی شدتیں مقام قطبیت کے لئے

شدائد سکرات

ضروری ہیں اور یہ رفع درجات کا ایک ذریعہ ہے۔ تم مجھ پر سکرات کے شدائد دیکھ کر اپنے اعتقاد میں کمی نہ کرنا۔ اس کے بعد اس فقیر (عبدالوہاب) سے فرمایا کہ میرے دفن کے

بعد میری روح ایک مقام پر پہنچ جائے گی۔ اور میری صورت منفقود ہو جائے گی۔ لیکن یسوس نہ ہوتا اور میری صورت کا تصور پیش نظر رکھنا اور میری قبر کے پاس دعا و ذکر اور تلاوت قرآن کریم جاری رکھنا تاکہ ایک خاص نسبت وہاں سے حاصل کر سکو۔ اس کے بعد تم جہاں جی چاہے چلے جانا اور خوش و خرم رہنا۔

شیخ کی وفات سے دو ماہ قبل جناتوں کے دو گروہ آپ کے پاس آمد و رفت کرنے لگے ایک گروہ بطریق

جنات کی آمد و رفت

اعتقاد و محبت۔ ارادت و الفت آپ کی خدمت میں حاضر ہا دیتا۔ دوسرا گروہ انہی جناتوں کا تھا جو آپ سے بغض و عداوت رکھتا تھا یہ لوگ کبھی عیسائیوں، فاسقوں اور بدکار لوگوں کی صورتوں میں آتے اور گفتگو نہیں کرتے تھے۔ بلکہ پیرو مرشدان کے نام خط لکھ کر ان کو دیدیا کرتے تھے۔ ان مخلوط میں سے دو خط اس فقیر (عبدالوہاب) کے پاس موجود ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلا خط حمد و ثناء کے بعد منجانب کترین خلق خدا علی بن حسام الدین مسقی

بنام بزرگ جن سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ تم عرصہ سے ہمارے پاس آرہے ہو۔ لیکن کچھ گفتگو نہیں کرتے تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمہارا مقصد کیا ہے۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص عبدالوہاب ہے۔ اگرچہ ہو تو اس کے پاس جا کر اپنا مطلب بیان کرو تاکہ ہم تمہاری امداد کر سکیں۔ اسے اندر ہم پر حق واضح کر اور حق کی پیروی کی قوت دے اور باطل کو باطل کی صورت میں دکھا اور اس سے محفوظ رہنے کی قوت عطا فرما۔ یہ خط تمہاری جماعت کے اراکین کے نام ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے انسانوں اور جناتوں کو صرف اپنی عبادت یعنی اپنے عرفان کے لئے پیدا کیا۔ اللہ

دوسرا خط

تعالیٰ تم پر رحمتیں نازل کرے۔ اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنے عرفان کیلئے

پیدا فرمایا ہے۔ اور تمام علماء و عقلا اور عارفوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معرفت الہی صرف علم و عقل اور حکمت کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ جو کوئی خدا تعالیٰ کے بندوں سے سلسلہ گفتگو بند کر لیتا ہے یا عقل کے ذریعہ نیکی و بدی، شرارت و نفع کا علم نہیں رکھتا تو اس کو اللہ کے عرفان کی دولت نہیں ملتی اس لئے لوگوں سے میل جول میں اپنی گفتگو کے ذریعہ بھی اللہ کی معرفت کے طریقہ حاصل کرو اور بادی و رہنما شخصیتوں کی فہرست میں اپنے نام درج کراؤ۔ مجھ پر اللہ کا جو حق تھا وہ میں نے تم تک پہنچا دیا اور میں اپنے فریضہ سے سبکدوش ہو گیا۔ میری اس نصیحت پر جس کا جی چاہے عمل کرے۔

قبل از وفات | شیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ شیخ علی پر وفات سے پہلے ایک جذبہ طاری ہو گیا تھا ان کے تمام حرکات و سکنات میں انقلاب رونما تھا۔ انہوں نے اپنی وفات سے تقریباً تین چار ماہ قبل ایک رات مجھ فقیر سے فرمایا کہ فلا نے شاعر کا شعر پڑھو میں نے اپنی فراست کے ذریعہ یہ شعر پڑھا۔

ہرگز نیاید در نظر نقشے ز رویت خوبتر شمسے ندانم یا قمر جو رہے ندانم یا پیری
یہ شعر سنتے ہی ان کی کچھ عجیب حالت ہو گئی اور باواز بلند فرمایا پڑھے جاؤ۔ چنانچہ خادم نے یہ شعر کئی مرتبہ دہرایا اس اشار میں انہوں نے بہت سی محبت آمیز باتیں کہیں اور شور انگیز نعرے لگاتے رہے۔ اسی حالت میں ان کا ملازم آیا اور کہا کھانا حاضر ہے آپ کا دستور تھا کہ آپ کھانے کو اتنا باریک پسوانے کہ اس کے سب ذرے ایک ذات ہو جائے اور یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا کہ اس غذا میں کون کونسی چیزیں موجود ہیں۔ چنانچہ آپ نے ملازم سے کہا اس کو پیس کر اتنا باریک کر دو کہ اس کی تمام چیزیں ایک ذات ہو جائیں اور اس میں دوئی نہ رہے۔

عزیزیکہ آپ پر ساری رات عجیب حالت طاری تھی۔ ہم بھی آپ کے ساتھ ساری

رات جاگتے رہے اور آپ رات بھر محبت آمیز و عشق انگیز کلمات فرماتے رہے۔

ذکر بالجہر | شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مجھ فقیر سے شیخ عبدالبواب کہتے تھے کہ اسی زمانہ میں از وفات میں پیر مرشد

شیخ علی ذکر جہر کثرت سے کرتے تھے۔ اور شیخ کی حالت جسمانی یہ تھی کہ نشست و برخاست کی سکت نہ تھی۔ ذکر کے وقت حضرت شیخ کی حالت یہ ہوتی کہ گویا کسی چیز کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کبھی اس کو بھگاتے بھی تھے۔ اسی حالت میں فرمایا کہ معسٹی میں قبر بنوالینا چاہئے تاکہ رخصت ہونے سے پہلے منزل مقرر ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا بس اللہ ہی جانتا ہے کہ کب تک زندہ رہیں گے۔ نیز شیخ ان دنوں مقام قطبیت کے خاص لباس سے آراستہ تھے۔ وفات سے قبل حضرت شیخ نے فرمایا تھا کہ جب تک میری انگشت شہادت متحرک رہے اس وقت تک یقین رکھنا کہ میں زندہ ہوں اور جس وقت میری انگشت شہادت حرکت نہ کرے تو سمجھ لینا کہ میری موت واقع ہو چکا ہے۔ پچنانچہ ہم نے دیکھا کہ آپ کے انتقال کے بعد جبکہ آپ کے جسم میں کسی قسم کی گرمی تک باقی نہ رہی تھی آپ کی انگشت شہادت برابر حرکت کر رہی تھی۔ اور آپ کا وصال اس طرح ہوا کہ آپ کا سر مبارک مجھ فقیر و عبدالبواب کے زانو پر تھا اور آپ کے لبوں پر ذکر الہی جاری تھا۔

تصانیف | شیخ علی متقی نے تعینات کے میدان میں بھی زبردست کام کیا ہے۔ تنویر سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ آپ کا طبعی لگاؤ علم حدیث اور تصوف

سے تھا۔ چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

تفسیر: شتون المنزلات۔ دہلی، ۵۲۔ انڈیا آفس، ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۲۔

حدیث: ۱۱۵۲، مسیحی الحال۔ بانکی پور، ۲۲۵۔ عارف، ۴۳۶۔ ناشر، ۲۷۰۔

- ولی الدین، ۸۵۶، نور عثمانی، ۱۲۷۵ - علی گڑھ، ۱۰۲ - آصفیہ، ۶۷۸ / -
 (۲) کنز العمال، مخطوطات، بانگی، ۲۷۷ - نور عثمانی، ۱۲۰۳ - ۱۱۹۹ - آصفیہ، ۶۷۰ / -
 (جزائر)
 (۳) الاحکام المنجح العمال، کوپریلی، ۲۹۴ - نور عثمانی، ۶۷۴، دلارزادہ، ۲۴۱،
 ایام صوفیہ، ۴۵۸ -
 (۴) منتخب کنز العمال، مطبوعہ قاہرہ، بر حاشیہ مسند امام حنبلی، مخطوطات، بانگی پور
 ۴۲۸ - نور عثمانی، ۱۲۷۲ -
 (۵) الفصول شرح جامع الاصول - بانگی پور، ۲۲۵ -
 (۶) شقائق النبوی، پشاور، ۴۲۹ - علی گڑھ، ۹۹ -
 (۷) البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان - دہلی، ۱۲۱ - نوٹھ، ۱۰۳۱:۲ - برلین
 ۲۷۲/۳ - البحر، ۸۵۷ - آصفیہ، ۲۶۰:۳ - ۲۳۸:۴ -
 بعض کتب میں اس کا نام تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزماں بھی لکھا گیا ہے۔

تصوف اور اخلاقیات :-

- (۱) العنوان فی سلوک النساء - قاہرہ، ۲/۶۶ -
 (۲) البرہان الجلی فی معرفۃ الولی - برلین، ۳۳۶۸ -
 (۳) المواہب العلیہ فی الجمع بین الحکم القرآنیۃ والحدیثیۃ - اسدآباد، ۱۷۶۹ -
 قاہرہ، ۸/۳۴۷ -
 (۴) جوامع الحکم فی المواہب والحکم - پیرس، ۱۳۵۳ - برلین، ۳ - نوٹھ،
 ۷۶۵ - ۷ - قاہرہ، ۴۴۸/۷ - بنگال ای سی، ۴۳ - رام پور، ۳۳۴ - بانگی پور
 ۹۲۶/۱۳ - علی گڑھ - ص ۱۱۵ -

اس کتاب کے مصنف علی منقہی برہانپوری ہیں جن کا ذکر پہلے کسی جگہ کیا جا چکا ہے مصنف کا بیان ہے کہ اس کتاب میں تین ہزار کے قریب فصیح جمع کئے گئے ہیں جن میں پانچ سو ایسے اقتباسات ہیں جو قرآن پاک سے لئے گئے ہیں۔ پانچ سو تفسیلات ہیں جو احادیث سے ماخوذ ہیں۔ اور ان کے اختصار کے پیش نظر ان کے ساتھ بطور تمہید ہم معنی تشریحی فقرے بھی لکھے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ تین سو اقوال ابو عطاء اسکندری کے (۷۰۹ھ / ۱۳۳۹ء) اور ایک سو اقوال ان کے شاگرد کے ہیں اور باقی ماندہ حصہ متقدمین کے اقوال پر مشتمل ہے۔

یہ تمام مواد مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق کوئی ایسی ابواب کے تحت حروف تہجی کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔ مثلاً باب فی الایمان اور باب فی الاحسان وغیرہ وغیرہ نوعیت کے اعتبار سے یہ کتاب صرف ان لوگوں کے لئے دلچسپی رکھتی ہے جو حافظ، مفسر یا محدث ہیں اور تصوف سے بھی شغف رکھتے ہیں۔

مزید کتب درج ذیل ہیں - ۱۔ رسالہ تبیین الطریق - ۲۔ حکم کبیر

۳۔ زاد الطالبین، ۴۔ اسرار العارفین، ۵۔ نعم المعیار والمقیاس لمعرفة مراتب انفس، ۶۔ فتح الجواد، ۷۔ نعم الدرر۔

صاحب کو اکب السیارہ فرماتے ہیں کہ

تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزماں :- اس مجموعہ کے مرتب علی منقہی ہیں جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، ان احادیث کا مجموعہ ہے جو مہدی منظر کے بارے میں ہیں۔ یہ کتاب سید محمد جوہوری (متوفی ۹۱۰ھ - ۱۵۰۴ء) کے معتقدین کی ہدایت کے خیال سے لکھی گئی تھی کیونکہ محمد جوہوری نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ کوئی تصنیف نہیں ہے۔ اور مرتب نے یہ بیان کیا ہے کہ سیوطی ج کی تعرف الورد،

باقاعدہ مرتب اور ابواب میں تقسیم نہیں کی گئی تھی اس لئے انہوں نے اس کو دوبارہ مرتب کیا ہے اور اس میں نئی چیزیں بھی شامل کر دی ہیں جو دوسری کتابوں سے جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب ایک مقدمہ اور تیرہ ابواب پر مشتمل ہے مقدمہ میں مرتب نے یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ سید محمد جوپوری مہدی نہیں تھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علی مستقی، سید محمد جوپوری کو ولی تو مانتے تھے مگر گنہگار ہی انہوں نے یہ خیال بھی ظاہر کر دیا ہے کہ بعض اوقات ولی بھی فاضل غلطی کر جاتے ہیں اور صرف انبیاء و ائمہ سے مبرا ہوتے ہیں۔ اس مجموعہ میں احادیث مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت مرتب کی گئی ہیں۔

۱۔ مہدی کی کرامات۔

۲۔ ان کا سلسلہ نسب۔

۳۔ ان کا حلیہ۔

۴۔ ظہور مہدی سے قبل کے حالات۔

۵۔ علامات۔

۶۔ مہدی کی بیعت کس طرح کی جائے۔

۷۔ مہدی کے مددگار۔

۸۔ ان کی فتوحات۔

۹۔ حضرت عیسیٰ سے مہدی کی ملاقات

۱۰۔ مہدی کے قیام کی مدت

۱۱۔ ان کی وفات۔

۱۲۔ مہدویت کا دعویٰ کرنے والوں کا تذکرہ۔

۱۳۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء کا فتویٰ۔

شیخ علی متقی کی کسی تصانیف میں جنہیں سے ابن الاثیر کی النہایہ کا اختصار بھی ہے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں آپ کی قیام گاہ کے محل وقوع کی بھی نشاندہی کی ہے

کہ سلطان مکہ شریف برکات کے گھر

کے قریب ایک حوش میں آپ کا قیام تھا۔ جس میں آپ کے تمام خدام کے لئے انگ انگ حجرے بنوائے ہوئے تھے۔ جن میں وہ عبادات میں مصروف رہتے اور حرم میں نماز کے لئے آنے کی شیخ کی طرف سے ان کو اجازت تھی مگر شیخ کی اجازت کے بغیر کسی سے اختلاط کی انہیں اجازت نہ تھی۔ انہوں نے شیخ عبدالوہاب شعرانی سے نقل کیا ہے کہ جب وہ دوسری مرتبہ ۱۲۵۲ھ میں حج کیلئے حاضر ہوئے تو شیخ علی متقی ہندوستان جا چکے تھے۔ ۱۷

شیخ علی متقی نے معاصرین کی بے اغذالیوں پر بھی بڑی توجہ فرمائی۔ شیخ غوث گوالیاری کے رسالہ معراجیہ کی مخالفت کے علاوہ آپ نے مہدی جوپوری کے خیالات کی بڑی مخالفت کی اور نہ صرف اس مقصد کے لئے محکام وقت کی اعانت حاصل کی بلکہ مہدویت کی تردید میں دو مبسوط رسائل لکھے اور ظہور مہدی کے تفصیلات اور علمائے مکہ کے فتاویٰ درج کر کے مہدی جوپوری کے دعاوی کی تردید کی۔ یہ آپ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ گجرات میں جو مہدویت کا مرکز بن گیا تھا یہ تحریک بالآخر وہاں پر دم توڑ گئی۔

مہدی تحریک کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ ۱۲۹۵ھ میں محمد جوپوری نے مکہ مکرمہ میں مہدویت کا اعلان کیا۔

سید محمد جوپوری بڑی خوبیوں کے مالک تھے اسی لئے معاصرین نے ان کو اسدا العلماء

جب انہوں نے مہدویت کا اعلان کیا اس وقت انکی عمر تقریباً ۵۲ سال تھی۔
 مکہ مکرمہ سے وہ گجرات کی طرف متوجہ ہوئے اور احمد آباد میں اپنی تحریک کا مرکز قائم
 کیا وہاں علماء نے شدید مخالفت کی لیکن جتنی وہ مخالفت کرتے اتنی ہی ان کی تحریک
 ترقی کرتی تھی۔ شیخ علانی اور شیخ عبداللہ نبازی نے مہدی تحریک کی نشر و اشاعت
 میں بہت کام کیا۔ سید محمد جوہنپوری کی مہدوی تحریک دراصل اجیار سنت اور امانت
 بدعت کے لئے وجود میں آئی تھی۔ لیکن یہ اپنے اصلی رنگ میں زیادہ عرصہ تک نہ
 رہ سکی۔ مہدویت کا تصور اسلام کے ایک بنیادی اصول یعنی ختم نبوت سے متصادم
 ہو گیا۔ علمائے اسلام نے اور خاص طور سے شیخ علی متقی نے اس کی زبردست
 مخالفت کی۔ زیادہ تفصیل شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حالات میں دیکھ لیجئے۔
 بہر حال شیخ علی متقی نے بڑی خدمات انجام دی
 ہیں۔ ممالک مغربیہ کے مشہور شیخ احمد بردزق

طریقت کے چند اصول

کتاب اصول طریقت کی شیخ علی نے تشریح کی ہے۔ چنانچہ اس میں شیخ علی لکھتے ہیں کہ ہمارے اصول طریقت پانچ ہیں۔
 پوشیدہ و اعلائیہ اللہ کا خوف و تقویٰ۔ تمام اقوال و افعال میں سنت نبوی کا پیروی۔
 ذلت و عزت و ونوں حالتوں میں مخلوق خدا سے علیحدہ رہنا۔ کثرت و قلت اور افلاس
 و دولت مندی کے زمانے میں رضا برضا رہنا۔ اعلائیہ اور خفیہ اللہ تعالیٰ کی طرف
 رجوع کئے رہنا۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ رجوع الی اللہ و استقامت کی بدولت تقویٰ
 حاصل ہوتا ہے۔ اس شخص کو سنا تھی بنانا جو احکام الہی پر خود گامزن ہو اور دوسروں کو
 بھی آگاہ کرتا ہو۔

شیخ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مرید میں پانچ چیزیں پیدا کرے۔ علم صحیح، ذوق
 صریح، بلند ہمتی، ہر حالت میں خوش رہنا اور بصیرت نافذہ۔

مرید کو اپنے بھائیوں اور اپنے شیخ کے ساتھ۔ حسب ذیل پانچ امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے
تعمیل احکام بوجہ سلام، ممنوعات اسلامیہ سے پرہیز کرنا، حاضر اور غائب کی عزت کرنا، ادائیگی حقوق
کی فکر کرنا اور ہر معاملہ میں نصیحت پر عمل کرنا۔

شیخ علی شفیق نے اپنے انتقال کے دن اپنے
ابتدائی حالات اپنے ایک خط میں تحریر کئے

شیخ علی اور صحبت شیوخ

تھے جو یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

والصلوة والسلام علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔ بعد حمد و صلوة
کے یہ فقیر خدا علی بن حسام الدین عرف متقی اس دن جبکہ دنیا سے رخصت
ہو کر آخرت کی طرف جا رہا ہے۔ غرض گزار ہے کہ میرے والد بزرگوار
نے مجھے بچپن میں شیخ باجن کا مرید بنایا۔

شیخ باجن قوالیاں سنتے اور وجد و حال میں رہتے تھے۔ میں نے

دوسرے پیر و مرشد کو اختیار کیا بمقابلے اس قول کے کہ جب بالغ ہو جاتا ہے تو
اس کو اختیار ہے۔ کہ اپنے سابق پیر کو برقرار رکھے یا نہ رکھے چنانچہ شیخ
باجن کی وفات کے بعد شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن سے ذکر کو سیکھا۔

شروع میں کتابت ذریعہ معاش تھا۔ اسی سے میں سفر کیا۔ جب ملتان
پہنچا تو شیخ حسام الدین ملتان کی صحبت میں رہا اور ان سے فیض حاصل کیا
پھر جب مکہ مکرمہ پہنچا تو شیخ ابوالخیر بن بکری صدیقی کی صحبت اختیار کی۔ ان
کے تعلیم و تعلم کا اپنا ایک طریقہ تھا۔ انکی صحبت میں رہ کر ذکر سیکھا۔

آخر الذکر دونوں حضرات سے میں نے بہت کچھ علوم ظاہری و باطنی حاصل
کئے۔ چنانچہ ان ہی کی صحبت اور توجیحات سے بہت سی کتابیں اور

اور رسالے تصنیف کئے سب پہلا رسالہ

تیسین الطرق الی اللہ تعالیٰ کے نام سے لکھا اور سب سے

آخری بنام : غایۃ الکمال فی بیان افضل الاعمال تصنیف کیا۔ ۱۰

شیخ محمد بن طاہر ^{طینی} کے علاوہ شیخ محمد بن طاہر ^{طینی} تھے جنہوں نے

اپنے استاذ کی متابعت میں مخالفت بدعت کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی اور بالآخر اسی کوشش میں شہید ہوئے۔ جنکے مفصل حالات اسی کتاب میں اپنی جگہ پر آ رہے ہیں۔

انتقال کے چودہ سال بعد | شیخ عبدالوہاب متقی فرماتے ہیں کہ پیر و مرشد کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ کی وفات

کے بارہ چودہ سال بعد آپ کے بھتیجے کے ایک بیٹے سید احمد کا انتقال ہو چنانچہ کہ معطر کے رسم و رواج کے مطابق لوگوں نے کہا کہ سید احمد کو کسی ولی اور مشہور بزرگ کی قبر میں اس طرح رکھا جائے جس طرح امام عبداللہ ریاضی کو حضرت فضیل بن

عیاض کی قبر میں رکھا گیا تھا۔ چنانچہ ان کی میت کو شیخ علی کی قبر میں رکھنے کی تجویز ہوئی جب شیخ علی کی قبر کھودی گئی تو دیکھا کہ آپ کا جسم کفن میں جوں کا توں اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ حالانکہ حجاز کی زمین میں تین چار ماہ میں میت مٹی ہو جاتی ہے۔

وفات | شیخ علی متقی ۸۸۵ھ یا ۸۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور بوقت سحر منگل رات کو ۵۷۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا انتقال

مکہ مکرمہ میں ہوا اور جنۃ المعلیٰ میں حضرت فضیل بن عیاض رحمہ کی قبر کے محاذِ اقدس میں (دونوں قبروں میں صرف پگڈنڈی کا اہل تھی) دفن ہوئے۔ ۱۱

آپ کی تاریخ وفات قضیٰ نجد ہے ۱۲

اور بعض نے شیخ مکہ اور بعض نے متابعت نبی شکالی ہے۔ سہ

شیخ علی متقی کا ذکر النور السافر میں مفصل مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ آپ کی ولادت برابنپور میں ۸۸۸ھ میں ہے۔ بعضوں نے ۸۸۵ھ بھی لکھی ہے۔ ایک تنو کے قریب آپ کے مؤلفات ہیں۔ آپ کے مہامن اور آپ کے تذکرے میں علامہ عبدالقادر بن احمد قاضی مکی نے ایک مستقل تصنیف فرمائی جس کا نام: القول النقی فی مناقب المتقی ہے۔ جس میں آپ کے محامد آپ کی ریاضت اور مجاہدے کو ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا نام متقی آپ پر صحیح معنوں میں صادق آتا ہے۔ کتاب کے آخر میں لکھتے ہیں کہ جتنے علماء اور مشائخ سے شیخ علی متقی ملے سب نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی۔

شیخ ابوالحسن بکری، شیخ ابو جہر عمودی، امام الحرمین شیخ شہاب ابن حجر شافعی فقیہ مصر، شمس الدین الفزاری، شیخ شمس بکری۔ ان سب نے شیخ علی متقی کی کرامت اور استقامت کی مدح سرائی کی ہے۔ اس لئے صرف مکہ مکرمہ نہیں بلکہ اطراف عالم میں دور دور تک آپ کی شہرت پھیل گئی۔ اور وہ خود آپ کی زیارت، ملاقات اور صحبت کے لئے پہنچنے لگے۔ یہاں تک کہ سلطان سلیمان تک آپ کی شہرت پہنچی جبکہ اس سے پہلے سلطان الہند سلطان محمود آپ کو دعو کراتے اور آپ کے پیر مبارک دھوتے۔

شیخ عبدالقادر حضرت مکی لکھتے ہیں کہ: آپ کی شہرت جتنی مکہ مکرمہ میں ہے اس سے کئی گنا ہندوستان میں ہے۔ آپ کے مناقب میں سے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے شاگرد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب

سہ حیات شیخ عبدالحق۔ خزینۃ الاصفیاء، تذکرہ قاریان، اعیان النجاشی، اخبار الاخیار

میں زیارت کی۔ شیخ علی متقی کی حیات میں مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباذاتامریقی حتی قالہ مجھے کسی کام کا حکم فرمائیے جس کو میں انجام دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیخ علی متقی کا اتباع کرو جیسا وہ کرتے ہیں ایسا کیا کرو۔

صاحب النور السافر فرماتے ہیں کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ علی متقی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سے کامل حصہ عطا ہوا تھا اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے افعال میں آپ کی متابعت کا خواب دیکھنے والے کو حکم فرمایا اسی طرح اس میں شیخ فرما کر ان کے شیخ ہونے کی طرف اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نام دیئے جانے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ شیخ ابوشیرازی ایک خواب پر فخر کیا کرتے تھے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خواب میں انہیں شیخ فرمایا

صاحب النور السافر فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ کی امارت کردہ بعض تعلیقات میں دیکھا ہے جس سے آپ کے بعض حالات معلوم ہوتے ہیں۔ جس میں وہ لکھتے

میں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ
السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَفَقِیْرٌ عَلٰی
بِنِ حَسَّامِ الدِّیْنِ۔ جو علی متقی سے مشہور ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خدشہ
گذرا خیال آیا کہ میں دوستوں کے سامنے اپنا شروع سے لے کر اخیر تک حال
بیان کر دوں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے کہ فقیر کی عمر جب آٹھ سال
ہوئی میرے والد کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ مجھے شیخ باجن قدس سرہ
کا مرید بنائیں۔ انہوں نے مجھے ان کا مرید بنا دیا۔ لیکن ان کا طریقہ سماع کا
طریقہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ باذوق و باصفا لوگوں میں سے تھے۔

انہوں نے مجھے مشائخ صوفیہ کے طریقہ میں بیعت کیا۔ اس وقت میری عمر آٹھ برس تھی۔ اس کے بعد شیخ عبدالحکیم بن شیخ باجن قدس سرہ نے مجھے ذکر کی تلقین کی۔ میرے شروع دور میں، میں کتابت کے ذریعے اپنے لئے اور اہل و عیال کیلئے روزی کماتا۔ اور شہروں کا سفر کرتا۔ اسی دوران میں ملتان پہنچا اور شیخ حسام الدین کی صحبت میں رہا۔ ان کا طریقہ متقیوں کا طریقہ تھا۔ جتنا اشر نے چاہا میں انکی صحبت میں رہا۔ پھر جب مکہ مکرمہ پہنچا۔ شیخ ابوالحسن بکری صدیقی قدس سرہ کی صحبت میں ہوئی۔ تو ان کا طریقہ تعلیم و تعلم تھا۔ وہ بڑے زبردست شیخ کامل عارف کامل تھے۔ فقہ و تصوف دونوں میں ماہر تھے تو میں جتنا اشر نے چاہا انکی صحبت میں رہا۔ انہوں نے بھی مجھے ذکر کی تلقین کی۔ اور ان دونوں مشائخ سے مجھے زبردست علمی، ذوقی فوائد حاصل ہوئے جو علوم صوفیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے کتابیں تالیف کیں، رسالے تالیف کئے۔ سب سے پہلا رسالہ جو میں نے طریق الی اشر میں تصنیف کیا اس کا نام تبیین الطریق الی اشر رکھا۔ اور اس سلسلے میں سب سے آخری رسالہ جو میں نے لکھا اس کا نام، غایۃ الکمال فی بیان افضل الاعمال، رکھا۔

طلباء میں سے جو بھی ان رسالے کو پائیں تو ضروری ہے کہ دوسرے رسالے کو بھی تلاش کریں۔ تاکہ اعمدال والی راہ پر گامزن رہ سکیں۔

صاحب النور السافر نے آپ کو من جنات الدھر اور خاتمہ اہل و رع اور مفاخر الہند کے الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ لہ

ظفر الوالہ میں آپ کے مفصل حالات اس طرح ہیں کہ !

آپ مکہ مکرمہ سے سلطان محمود کے پاس زیارت کے لئے آئے تھے۔

سلطان نے ان کے جی کی ہرجاجت اور آرزو کو پورا کیا۔ ایک دفعہ نماز کا وقت ہوا سلطان شیخ کی خدمت میں تھے۔ شیخ نے سلطان کو دیکھا کہ وضو کر رہے ہیں اور فارغ نہیں ہوئے بہت دیر لگتی ہے۔ اور اتنا پانی خرچ کرتے ہیں کہ جس سے ان کے علاوہ اگر کوئی غسل کرے تو پھر بھی پانی بچے جائے تو شیخ ان کی بیماری سمجھ گئے مگر اس وقت خاموش رہے یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا تو سلطان نے دوسو سے کی شکایت کی تو شیخ نے فرمایا کہ انشا اللہ زائل ہو جائے گا۔ پھر شیخ ٹھہرے رہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آیا پھر جب شیخ وضو کے لئے کھڑے ہوئے تو شیخ نے ٹٹایا اور ان کو مسنون وضو کرایا۔ اگرچہ سلطان کے لئے تھوڑے پانی سے طہارت حاصل کرنا مشکل ہوا مگر شیخ کے ادب کی وجہ سے انہوں نے صبر کیا اور امتثال امر کیا۔ شیخ نے ان سے فرمایا کہ اگر آپ سنت کو ترجیح دیتے ہیں تو آپ کا وضو اسی طرح ہونا چاہئے۔ اور اس کی پابندی کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے خلاف موسوس پر آپ کی مدد فرمائیں گے اور اسی طرح ہوا کہ شیخ ان کے وضو اور غسل کے وقت موجود رہتے اور کئی دن اسی طرح کیا تو شیخ کی برکت شامل حال ہوئی اور انہیں قوت پہنچی اور دوسو دور ہو گیا۔ یہاں تک کہ اتنے پانی سے غسل کر لیتے تھے جو پہلے ان کے وضو کے لئے کافی نہیں ہوتا تھا۔

پھر وہم حج میں شیخ مکہ مکرمہ واپس بوٹ گئے اور شیخ یہاں سے فراخا دل کے ساتھ لوٹے۔ اسی وجہ سے وہاں مکہ مکرمہ پہنچ کر اپنی رباط کے قریب سوق اللیل میں شیخ نے اپنے رہنے کے لئے ایک گھر بنایا جس کا ایک وسیع حوس تھا اور کئی کمرے تھے۔ جو ان مریدین و متبعین کیلئے بنائے گئے تھے جو آپ کی خدمت میں رہتے اس لئے کہ شیخ بہت سوں کی کفالت

کرتے تھے اور جو بھی سائل آتا اس کی وقت پر مدد فرماتے اور سلطان کے وقف میں سے جو ہر سال مال جاتا تھا وہ ساری زندگی کئی رقم شیخ کے اختیار میں ہوتی کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں عطا فرماویں۔ اور اس کے علاوہ بھی ان کو برابر بھیجا جاتا رہا۔ شیخ کی مکہ مکرمہ میں بڑی شہرت ہو گئی یہاں تک کہ سلطان روم تک شیخ علی متقی کی اطلاع پہنچی، اس زمانہ میں سلطان روم سلیمان خاں بن سلیم خاں ابن بایزید بن محمد بن مراد بن محمد بن مراد اور خان بن عثمان تھے۔ تو سلطان سلیمان رومی نے آپ کے پاس دعا کی درخواست کے لئے خط لکھا اور ان سے بھی ساری زندگی تعلق رہا۔

پھر شیخ دوسری مرتبہ ہندوستان تشریف لائے اور سلطان سے ملاقات ہوئی۔ سلطان ان کے آنے کی وجہ سے بہت زیادہ خوش ہوئے۔ کچھ روز کے بعد سلطان کی مجلس میں ان کو مخاطب کرتے ہوئے شیخ نے فرمایا، آپ کو معلوم ہے کہ میں کس وجہ سے آیا ہوں؟ سلطان نے عرض کیا مجھے معلوم نہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھے خیال ہوا کہ میں آپ کے احکام کو میزان شریعت کے ترازو میں تو لوں۔ پھر جو احکام شریعت کے موافق ہوں وہی رہنے چاہئیں۔ سلطان نے انکی اس کوشش و سعی کو مشکور قرار دیا اور اس کو مان لیا اور وزیر کو حکم دیا کہ تمام امور میں شیخ سے مراجعت کریں۔ شیخ نے ایک زمانے تک تمام امور اور تمام حالات کو خود اپنی نظر سے دیکھا اور احکام کے بارے میں خود اجتہاد کیا جو مطابق شرع تھے ان کو جاری رکھا اور جو مطابق شرع نہیں تھے ان کو موقوف کر دیا لیکن بہت سے قانونی اعمال میں بھی غلطی پذیر ہوئے ساتھ ساتھ اس سے سیاست بھی معطل و بے کار ہو گئی اور جو رسوم اور بدعات وغیرہ تھیں وہ سب ختم ہو گئیں اور صرف کے لئے خزانے کے محتاج ہو گئے۔ شیخ نے شیخین رضی اللہ عنہما کی سیرت کا انتظام کیا ایسے دور میں جو انکے دور کی طرح نہیں تھا اور ایسی رعیت میں

جو شیخین کی رعیت کی طرح نہیں تھی۔ تھوڑے ہی دن نہ گذرے۔ یہاں تک کہ شیخ کی وصیت سے شیخ کا وہ مرید بھی نکل گیا جسکو اپنی طرف سے شیخ نے عارضی امور کی تحقیق کے لئے مقرر کیا تھا اور شیخ ان کو دنیا میں زاہد اور عقیف سمجھ رہے تھے اور بہت زیادہ متورع سمجھ رہے تھے۔

شیخ نے جس کا التزام کیا تھا اس اپنا ہاتھ جھاڑ دیا۔ اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی مجلس میں دوبارہ واپس نہیں بیٹھے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب شیخ نے میزان شریعت کو لازم پکڑا تو آپ نے اس کو برا سمجھا عمال دنیا آپ کے ساتھ مجالست کریں اور آپ کا وقت ان سے مراجعت کرنے میں خرچ ہو اور مراجعت کے لئے ان سے گھل ملی کر رہنا پڑے۔ آپ کے پاس آپ کے تلامذہ ہیں سے جن پر اعتماد تھا اور آپ کے اصحاب ہیں جو سب سے بڑے سمجھے جاتے تھے۔ جن کی دیانتداری پر شیخ کو اعتماد و اعتماد تھا اور شیخ ان کو دیکھ رہے تھے کہ وہ شبہات سے بھی اپنے آپ کو بچاتے ہیں جن کا نام شیخ چیلہ تھا۔ شیخ نے ان کو علم دیا کہ وہ عمال کے ساتھ بیٹھیں اور ان کی باتیں سنیں اور شیخ کو تحقیق کے بعد خبر دیں کہ حقیقت حال کیا ہے۔ تو وہ

ان کے ساتھ بیٹھے، سننے اور حقیقت کی تحقیق کرنے کے بعد شیخ کو خبر دیتے پھر شیخ کا جواب ان کے پاس لے کر واپس آئے۔ مگر ضرب المثل ہے کہ صحبت اثر انداز ہوتی ہے۔ بس وزراء کی دسیسہ کاریاں شروع ہو گئیں کہ اسے رشوت دے کر وہ راضی کرنے لگے پہلے وہ چاندی کے برتن سے پانی پینے کو بکروہ قرار دیتے تھے بعد میں مباح قرار دینے لگے بلکہ چاندی کا برتن پاتے تو اسے چرایتے۔

پھر کسی معاملے میں وزیر نے اشارے سے ایک عورت اس کے پاس پہنچی

اس کے ساتھ ایک مرصع ہار تھے جو اس کو رشوت کے طور پر دیا پھر اس عورت نے وہ ہار شیخ کے خادم کی بیوی کو خادم کی موجودگی میں رشوت کے طور پر دیا اور اس عورت نے آکر وزیر سے اس کی شکایت کی، وزیر سلطان کے پاس پہنچے اور سلطان سے کہا کہ تمام قانونی اور رسمی معاملات منغل ہو گئے اور شریعت بھی رشوت کی تزییس سے خالی نہیں رہی۔ شیخ اگرچہ رجال بزرگت میں سے ہیں مگر رجال حکومت میں سے نہیں ہیں، یہاں ایک عورت ہے جس نے شیخ کے وکیل کو اس اس طرح رشوت دی، سلطان تکے پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ جب یہ سنا تو ٹھیک سے بیٹھ گئے۔ پوچھا کہ وہ عورت کہاں ہے؟ عورت کو حاضر کیا گیا اس سے پوچھا تو اس نے جو رشوت دی تھی اس کی خبر دی۔ تو سلطان نے شیخ کے خادم کو بلایا اور اسے اس کے متعلق پوچھا تو پہلے اس نے انکار کیا پھر سلطان نے اس عورت سے اس کا آئنا سامنا کروایا تو اس عورت نے وزیر سے کہا کہ اس سے پوچھو پھر وہ عورت کہنے لگی کہ میں ابھی وہ ہار تیرے پاس لے کر آتی ہوں اور اس نے لاکر دکھایا۔ سلطان بہت متاثر ہوا اور اس نے حکومت کے معاملات دوبارہ اسی طریقے پر وزیر کے سپرد کر دیئے جس طرح گذشتہ زمانے میں پہلے سے چلے آ رہے تھے۔ شیخ کو اس کی اطلاع پہنچی تو سلطان کے پاس پہنچے سلطان کو اپنی عادت کے موافق موجود نہیں پایا تو سلطان کی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہاں سے اپنے گھر واپس نہیں لوٹے بلکہ مکہ مکرمہ سفر کی نیت کر لی اور اسی وقت سرکھج کے لئے روانہ ہو گئے سلطان کو جب معلوم ہوا تو کئی مرتبہ بلانے کے لئے آدمی بھیجا اور ان کو واپس تشریف لانے کی درخواست کی مگر شیخ نے قبول نہیں کیا پھر بڑے بڑے امر اور سلطان کی طرف سے شیخ کی تسلی کے لئے حاضر ہوئے مگر شیخ نے ان کے سامنے دنیا کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کو بیان کرنا

شروع کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، اس درمیان میں کہ آپ امراد کو نصیحت فرما رہے تھے۔ امراد آپ کے پاس موجود تھے کہ سلطان خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ آپ کے یہاں میٹھم رہنے میں ہمارے لئے ملک میں بہت بڑی برکت ہے اور آپ کی صحبت میں رہ کر دنیا میں اپنی آخرت کے لئے یہاں والے بہت کچھ کما سکیں گے۔ شیخ نے جواب دیا کہ مکہ مکرمہ میں قبولیت اور دعا کی بہت سی جگہیں ہیں وہاں کرنا ہمارے لئے دعا کرنا یہ حال کے بھی زیادہ موافق ہے مال کے اعتبار سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ پہلے سے یہ کہا گیا ہے کہ دنیا اور دین سوکنیں ہیں دونوں اکٹھی نہیں رہ سکتیں تو میرے دل میں اس کا ممکن ہونا کھٹکنا رہتا تھا تو میں نے چاہا کہ میں تجربہ کر کے اس کو آزما کر دیکھ لوں۔ یہی چیز مجھے مکہ مکرمہ سے تمہاری طرف سفر کر کے اٹھا کر لائی تھی کہ میں نے تمہاری طرف سے موافقت دیکھی تھی لیکن میں جب تمہارے ساتھ رہا اور تمہاری موافقت اور ترک نصرت، عدم موافقت دونوں کو دیکھ کر میں نے تجربے سے معلوم کر لیا کہ دین اور دنیا دونوں سوکنیں ہیں کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں جس کی وجہ سے میں آیا تھا وہ الحمد للہ حاصل ہو گیا۔ اب میرے لئے اس وقت بیت اللہ کی طرف توجہ کرنے کا وقت کو صرف کرنا لازم ہے اور بقیہ وقت حرم کے جوار میں گزارنا ہی میرے لئے بہتر ہے۔ اور یہاں میری طرف سے حاضری کے لئے یہاں عبدالصمد نائب رہیں گے اور انہیں دعا کی بھی اہلیت ہے پس تم ان سے درخواست کرتے رہنا اور میں ان کو اجازت دی ہے اور اجازت کا قبولیت میں بڑا اثر ہوتا ہے اور میں تمہیں انابت الی اللہ کی تمام احوال میں وصیت کرتا ہوں اور شریعت کے حکم کو جاری رکھنے اور جاری کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور شریعت والوں اور علماء کی عزت اور صلحاء کی صحبت کو لازم پکڑنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کہ فَاتِّمِرُوا مَعَ مَنْ

أَحَبُّ - أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَكَسْتُ مِنْهُمُ لَعْلَ اللَّهُ يَرْزُقَنِي صَلَاحًا -

اور خاص طور پر فقر کے شعار کی تعظیم کرتے رہنا۔ اس لئے کہ رَبِّ اشْعُرْ أَخْبَرُوا
لَا يُعَابِرُونَ أَقْسَرَ عَلَى اللَّهِ لَا يُبْرَهُ۔ کہ بہت سے پراگندہ بال، غبار آلود جن کی
کوئی پرواہ نہیں کی جاتی وہ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ
انکی قسم کو پورا فرمائے۔ اور فقراء کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرتے رہنا اس لئے
کہ انہیں کئی حکومت ملنے والی ہے۔ حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کا ارشاد ہے: انفق يا بلال ولا تخشى من ذي العرش اقلانا۔ اور

صحیحین میں ہے کہ فقراء مہاجرین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مال والے بلند درجات اور دائمی نعمت لینگے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیسے؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ نماز پڑھتے

جس طرح کے ہم پڑھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں جس طرح کہ ہم رکھتے ہیں۔

وہ صدقہ کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے تم

ان لوگوں کو پکڑو جو تم سے آگے بڑھ چکے ہیں اور تم اپنے بعد والوں سے

اور پیچھے والوں سے سابقہ ہی اور آگے ہی رہو اور تم سے کوئی افضل اور

بہتر نہ ہو سکے مگر جب وہ تمہارے جیسا عمل کرے۔ تو انہوں نے عرض کیا ضرور

بتائیے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ہر نماز

کے بعد ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کہتے رہو۔

اس کے روات میں سے ایک ابو صالح کہتے ہیں کہ فقراء مہاجرین آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ

ہمارے ان بھائیوں نے بھی جو مال والے ہیں انہوں نے بھی سن لیا ہے جو ہم کرتے

ہیں انہوں نے بھی اس کی مانند کرنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ذَلِكْ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ جس کو اللہ نے نعمت کے طور پر سلطنت دی ہو اس کا شکریہ انفاق اور خرچ کرنا ہے۔ واللہ يقول الحق و هو يهْدِي السبيل۔

پھر سلطان کو اللہ کے سپرد کیا اور بند رکھو کھ کی جانب روانہ ہو گئے۔ اور وہاں سے بکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ سہ

سراة احمدی کے خاتمہ میں آپ کا مفصل حال لکھا ہے آپ کا اسم شیخ علی متقی کبیر (م ۱۹۰۵ء) آپ کا اسم گرامی شیخ علی ابن حسام الدین عبدالملک المتقی، قادری شاہ ولی، مدنی چشتی ہے۔ آپ کے آباء کرام جو پور کے تھے۔ آپ کی ولادت بھی جو پور میں ہوئی آپ کے والد سات یا آٹھ سال کی عمر میں آپ کو شیخ باجن چشتی کی خدمت میں لے گئے جو برہانپور میں تھے اور ان کا مرید بنایا اور اس کے بعد آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپ بافتنار بشری کچھ عرصہ مندو کے ایک بادشاہ کی ملازمت میں رہے اور جوانی کے ایام میں کچھ دن ان کے یہاں ملازمت کی اور اس طرح کچھ متاع دنیا ہاتھ لگ گئی۔ اس دوران جذبہ عنایت الہی نے کھینچا اور دنیا نظر میں حقیر معلوم ہونے لگی۔ شیخ عبدالکیم بن شاہ باجن کی خدمت میں پہنچے۔ ان سے اکتساب فیوض کے بعد خرقہ خلافت پایا اور پھر بلتان کے علاقہ کا سفر کیا اور شیخ حسام الدین متقی کی صحبت ملی۔ ان کی صحبت سے ورع و تقویٰ اور طریق سلوک کی تعلیم حاصل کی نیز ظاہری علوم بھی پڑھے تفسیر بیضاوی اور عین العلم دو سال میں پڑھی۔ اس کے بعد حرمین شریفین حافر ہوئے۔ شیخ ابوالحسن بکری کی صحبت میں رہے۔ ان کی شاگردی اختیار کی ان

کے علاوہ دیگر علماء و مشائخ کی خدمت میں رہے ان سے استفادہ کیا نیز شیخ محمد بن محمد بن محمد السخاوی سے بھی آپ کو تدریس، شاڈلیہ، مذنیہ، مغربیہ سلسلہ کی خلافت ملی اور آپ کو معظمہ میں مقیم ہو گئے، کتابوں کی تصنیف شروع کی اور متعدد رسائل و کتب، علم حدیث و تصوف میں تحریر فرمائے۔ سیوطی کی کتاب جمع الجوامع میں جو حروف تہجی کی ترتیب پر انہوں نے احادیث مرتب کی تھیں۔ اس کو آپ نے فقہی ابواب کی ترتیب پر ترتیب دیا۔ دوسری جمع الجوامع سے آپ نے احادیث منتخب کر کے ایک احادیث کے ذخیرہ کا انتخاب کیا۔ تبیین الطریق جو علی اشارہ سے آپ نے تصنیف فرمائی۔ نیز آپ نے مجموعہ محکم تصنیف فرمائی جس میں تصوف کے مراتب کو ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی جو اپنے زمانے کے بڑے مکی فقہاء ہیں شمار ہوتے تھے، شروع میں وہ شیخ علی متقی کے استاذ بنے مگر بعد میں آپ اپنے آپ کو شیخ علی متقی کا تلمیذ حقیقی کہا کرتے تھے اور شیخ علی متقی کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت پایا۔

سفر میں شیخ علی متقی کا حال یہ ہوتا کہ آپ نے دو تھیلے بنائے تھے، ایک

میں اسباب طعام چاول، ماش، اُرد، تیل اور برتن وغیرہ رکھتے

اور دوسرا ایک تھیلا تھا جس میں قرآن پاک اور دیگر ضروری کتابیں ہوتیں۔ اور پانی کی ایک بڑی مشک ہوتی۔ اپنے ہاتھ ہی سے کھانا پکاتے

تھے۔ اس میں کسی دوسرے سے اعانت نہیں لیتے تھے جب تک کہ کوئی ضرورت اور مجبوری نہ ہو مگر اس حالت میں بھی اس کو اس کی اجرت عطا فرما دیتے۔

سلطان بہادر کے زمانے میں احمد آباد تشریف لائے سلطان نے آپ کے

کلمات اور اوصاف کو سنکر ملاقات کی درخواست کی مگر شیخ نے قبول نہیں کیا ہمیشہ حجرے کا دروازہ بند رکھتے کسی کو اپنے پاس پھلکے نہیں دیتے تھے۔

جب سلطان کا اشتیاق حد سے زیادہ بڑھ گیا تو قاضی عبدالرشید سندھی جو کہ سندھ سے مدینہ منورہ اقامت کی نیت سے چلے تھے انھی احمد آباد میں مقیم تھے اور شیخ کے ساتھ ان کو محبت اور اعتقاد کی نسبت تھی انہوں نے شیخ سے عرض کیا کہ شیخ سلطان بہادر کی درخواست کو ایک دفعہ قبول فرمائیں اگرچہ ان سے آپ کلام نہ فرمائیں شیخ نے فرمایا کہ ان کے غیر شرعی لباس کو میں دیکھوں گا تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ اس کو میں دیکھوں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کروں۔ ملازمین نے عرض کیا کہ آپ جو چاہیں فرمائیں اور جو چاہیں کریں سلطان حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے نصیحت فرمائی۔ دو سکر دن سلطان نے ایک کروڑ ٹنکہ دجرات کا ٹنکم ہدیہ کے طور پر بھیجا۔ آپ نے وہ تمام کا تمام قاضی عبدالرشید کو عطا فرما دیا اور فرمایا کہ اس ملاقات کا باعث اس کا واسطہ اور اس ہدیہ کے پہنچنے کا ذریعہ تم بنے ہو۔ اس لئے اس ہدیہ کا تعلق تم سے ہے۔ شیخ ہمیشہ احادیث اور سنتوں کا اتباع کرنے والے تھے اور اس زمانے کے تمام مشائخ آپ کی ولایت اور فضل و کمال کے معترف تھے۔ اس درجہ شہرت کے باوجود بھی شیخ ہمیشہ کتابت کے ذریعہ اپنا گزارہ کرتے کبھی مزورت پڑتی تو آپ بیوہ عورتوں سے قرض منگواتے۔ اور بعد میں اس کو ادا فرما دیتے۔ آپ فرماتے تھے کہ بارہا جنگل میں اس کا اتفاق پیش آیا ہے کہ کنواں پانی سے بھرا ہوا ہے اور ہرن کنوئیں کے ارد گرد تشرنکھڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ پانی کی طرف نگاہ کر رہے ہیں فضل الہی جوش میں آتا ہے اور پانی خود بخود اوپر تک آجاتا ہے اور جانور بھی سیراب ہو کر پی لیتے ہیں۔ ہم نے بھی اس میں سے شہید پانی پیا ہے۔ سلطان محمود بھی اکثر شیخ کی خدمت میں حاضری دیتے انہیں پانی کے بارے میں تو سوسہ کا بہت بڑا مرض تھا۔ اور اور کسی تدبیر اور حیلہ سے وہ زائل نہیں ہوتا تھا۔ شیخ نے ایک طلشت اور

اور ایک پیارہ منگوا یا۔ اپنی ٹوپی کو تین بار دھویا اور پانی پھینک دیا چونکہ مرتبہ دھو کر شیخ نے وہ پانی رکھ لیا سلطان سے فرمایا کہ بابا محمود یہ پانی شریعت مطہرہ میں پاک اور صاف ہے اس میں شک کرنا شیطان کا دوسو سو ہے اس کو پی لو اور کسی قسم کا شبہ نہ کرو۔ سلطان نے وہ پانی پی لیا اور اسی گھڑی سلطان کے دل سے دوسو سو بالکلہ زائل ہو گیا۔ شیخ کی ولادت ۸۵۰ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات ۹۷۵ھ۔ ۲ جمادی الاولیٰ کو ہوئی۔ اور آپ نے نوے سال عمر پائی مدینہ منورہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔ ۷

لیکن خاتمہ مرآة احمدی کا یہ بیان بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

مُحَدَّثٌ عَلٰی مَنَقِيٍّ حَسْبِ اُسْتَاذٍ شیخ حسام الدین منتقی ملتانی

۸۷۸ھ - ۹۶۱ھ

آپ بڑے عالم، زاہد، متقی تھے۔ خدا کے ارشاد فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ کے پیش نظر فاتقوا اللہ خق تقاتہ کے بلند مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے، خراجی زمین میں کاشت کرتے، اور اس کا خراج ادا کرتے تھے اور آخر کار ان زمینوں پر ایک عادتہ کی وجہ سے ایسا واقعہ پیش آیا کہ زمینیں مخلط ہو گئیں اور ان کا خراجی ہونا شبہ ہو گیا تو اس شبہ کی وجہ سے آپ نے اس زمین کی پیداوار کو کھانا ترک کر دیا اور

جب شدید بھوک لگتی تو قوت لایموت کے اندازہ سے معمولی سی غذا کھایا کرتے تھے، اور اسی سختی اور تنگی کے زمانے میں آپ کی وفات ہو گئی۔ تقویٰ زہد اور اسلامی شعار ہونے میں آپ اللہ کی نشانی تھے اور ان بزرگوں میں سے تھے جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الْاٰتِ اَوْلِيَاءِ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ط

اولیاء اللہ نہ خوفزدہ ہونگے اور نہ ہی
غمگین ہونگے۔ اور یہ لوگ ہیں جو ایمان
لانے کے بعد خدا سے ڈرتے ہیں۔

شیخ علی متقی نے بھی آپ سے اوائل عمر میں اسلامی علوم حاصل کئے اور پاکبازی کا درس لیا۔

منقول ہے کہ شیخ علی متقی فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ نے فرمایا کہ اب طبیعت کچھ خراب سی ہے اس کا کیا سبب ہے؟ آپ کا یہ اصول تھا کہ جب باطن میں کچھ ٹکدر محسوس کرتے تو اپنی غذا کے متعلق تحقیق و تفتیش کرتے کہ شاید غذا میں کوئی فرق ہو چنانچہ آپ غذا کی تحقیق کے لئے باورچی خانے گئے اور باورچی سے دریافت کیا کہ آج کھانا کس طرح اور کہاں پکایا گیا تھا؟ باورچی نے تمام باتیں بتلانے کے بعد کہا کہ آج میں نے پڑوسی کے ہاں سے بغیر اجازت آگ لے لی تھی چنانچہ آپ اس پڑوسی کے یہاں گئے جہاں سے آگ آئی تھی اور اس سے معافی مانگی اور کچھ دیکر خوش کر دیا۔

بیز شیخ علی متقی فرماتے ہیں کہ آپ کی مجلس سے جاتے وقت ایک آدمی نادانستہ طور پر اپنے سامان میں آپ کا جوتا بھی لے گیا جب اسے معلوم ہوا تو وہ آپ کا جوتا واپس لایا تو آپ نے کہا کہ یہ میرا نہیں ہے مگر اس آدمی نے کہا یہ آپ ہی کا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر آپ مجھے دینا چاہتے ہیں تو اس کی قیمت مجھ سے لیکر جوتا

مجھے دید و مکروہ اس بات کو مانتا نہ تھا، بالآخر آپ نے اصرار کر کے جوتے کی قیمت اس کو ویدری اور جوتار کھدیا اس کے بعد فرمایا کہ میں نے اپنی تمام مملوکہ اشیاء سے حق ملکیت ختم کر رکھا ہے تاکہ اگر کوئی شخص میری چیز استعمال کرے تو وہ اس کیلئے ناجائز نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ آپ شیخ بہاؤ الدین ملتانی کے مقبرے کے سائے کے نیچے کبھی کھڑے نہ ہوتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ بیت المال کی رقم سے بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کا حق اس پر خرچ ہوا ہے۔ اب میرے لئے جائز نہیں کہ میں اس کے سایہ کے نیچے کھڑا ہوں دسجاں اللہ! ایسے ہوتے ہیں اللہ والے کتنی دقیق نظر تھی اور اتباع شریعت کی بھی حد کر دی۔

آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام بایزید تھا، جو نہایت متقی اور مشائخ صفت بزرگ تھے۔

منقول ہے کہ آپ اگر کسی کو مسجد میں گاتے ہوئے دیکھتے تو منع فرما دیتے، آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بڑے پابند تھے اور دوسروں کو بھی اس پر پابندی سے عمل کرنے کا حکم دیا کرتے تھے اور آپ کے صاحبزادے شیخ بایزید کی تو کیفیت یہ تھی کہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر روتے رہتے تھے، ایک دفعہ شیخ بایزید کو کسی نے ایک روپیہ تحفہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے اور اس کا کیا کیا جائے گا اس دن کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ روپیہ ایک نقدی سکہ ہے جو لوگوں کے لین دین بیع و شرار وغیرہ کاروبار میں کام آتا ہے۔

شیخ عبداللہ سندھی

۲ ذوالحجہ ۱۲۸۴ھ بمطابق فروری ۱۹۰۷ء

شیخ عالم محدث عبداللہ ابن سعد اللہ منقہ سندھی خہا جرمہا، آپ مدینہ طیبہ کے فقہار صوفیاء ہیں سے تھے۔ ان کے معاصرین میں حدیث و تفسیر میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ سر زمین سندھ میں آپ کو نہایت والہانہ نگاہوں سے دیکھا جاتا۔ آپ نے مدینہ منورہ میں نشوونما پائی تھی۔ برسوں ان مقامات شریف میں درس و عبادت میں مصروف رہے۔ پھر بعض حوادث و اسباب کی بنا پر ۱۲۸۴ھ کے قریب گجرات تشریف لائے اور کچھ مدت احمد آباد میں اقامت فرمائی۔

اس دوران علم حدیث پڑھاتے تھے۔ آپ نے حجاز کے ائمہ حدیث اور شیخ علی منقہ برہانپوری سے حدیث پڑھی۔ شیخ رحمت اللہ ابن قاضی عبداللہ سندھی نے آپ سے اکتساب کیا۔ جب گجرات میں قیام پذیر تھے تو علماء و عوام دونوں طبقوں کو پڑھاتے رہے۔ آخر میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔

آپ اور آپ کے ساتھی شیخ رحمت اللہ کو لوگ شیخین کہا کرتے تھے خواجہ عبدالشہید عبداللہی فرماتے تھے کہ یہ دونوں شیخین حقیقت میں حضرت ابو بکر رضی و عمر فاروق (شیخین) کی یاد دلاتے ہیں۔ یہ دونوں علم و عمل اور تقویٰ کے محسوس تھے۔ ان جیسے اشخاص مدینہ منورہ سے آج تک نہیں آئے۔

ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۴ھ بمطابق فروری ۱۹۰۷ء میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔

نور اللہ مرقدہ سلمہ

مولانا شیخ رحمت اللہ سندھی

م ۹۹۲ھ / ۱۹۹۵ء بمطابق ۱۵۸۵ھ / ۱۵۸۶ء

شیخ عالم کبیر محدث رحمت اللہ ابن قاضی عبداللہ بن ابراہیم عمری، سندھی۔ بہار مدنی درمیلہ سندھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد قاضی عبداللہ سندھی سندھ سے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تو چند دنوں تک احمد آباد میں قیام کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت شیخ علی متقی گجرات میں مقیم تھے، اور حجاز مقدس کے لئے پارکاب تھے۔ قاضی صاحب نے شیخ کی صحبت اختیار کر لی۔ اس سفر میں شیخ رحمت اللہ بھی ساتھ تھے۔ شیخ رحمت اللہ نے حجاز پہنچ کر شیخ علی متقی کی صحبت اختیار کی اور ان کی خدمت میں رہ کر ظاہری و باطنی کمالات کا اکتساب کیا، مدینہ منورہ میں شیخ علی متقی صاحب تفسیر الشریعہ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔

ان کے ساتھی شیخ عبداللہ تھے۔ انہوں نے بھی شیخ علی متقی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ شیخ علی متقی کے فیض صحبت سے یہ دونوں بزرگ یعنی شیخ رحمت اللہ اور شیخ عبداللہ بہت اونچے مقام پر پہنچ گئے تھے۔ طلبہ انہیں شیخین سے یاد کیا کرتے تھے۔

حجاز کے زمانہ قیام میں کسی کا ہدیہ شبہ کے خیال سے قبول نہ فرماتے تھے ترکی کے حکام اور سلطان عثمان کچھ رقم شیخ علی متقی برہانپوری کے پاس بھجوائے تاکہ وہ اسے ارباب ضرورت اور علماء پر تقسیم کر دیں، مگر شیخ رحمت اللہ اور شیخ عبداللہ اور شیخ عبدالوہاب متقی کے لئے قبول نہ فرمائے۔

شیخ رحمت اللہ نے سفر سے واپسی پر ۹۷۷ھ میں بعض مجبور یوں کی بنا پر احمد آباد میں قیام فرمایا اور کئی سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ آخر عمر میں مریض ہوئے اور اسی حالت میں دوبارہ حجاز روانہ ہو گئے، مکہ معظمہ پہنچ کر تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۹۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔

شیخ رحمت اللہ نے مناسک حج میں دو رسالے لکھے اور ان میں سے جو اہم اور ضخیم ہے اس کا نام؛ جمع المناسک و نفع المناسک؛ ہے جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

؛ الحمد لله اكمل الحمد على ما هدانا الاسلام؛

اس کتاب کی شرح نور الدین علی بن سلطان محمد قادری ہروی نے ۱۰۱۲ھ میں کی اور اس کا نام؛ المسک المقسط فی المناسک المتوسط؛ رکھا۔

دوسری تصنیف؛ باب المناسک؛ ہے اس کی شرح ملا علی قاری نے لکھی ہے جس کا نام؛ المسک؛ ہے۔ اس کا تذکرہ چلیپی نے کشف الظنون میں کیا ہے۔ شیخ علی بن محمد الخطیب کی مشہور کتاب تنزیہ الشریعۃ عن الاحادیث الموضوعۃ کی تلخیص بھی موصوف نے کی ہے۔

حضرمی نے النور السافر میں ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ علمائے عالمین اور عباد الصالحین میں سے تھے۔ بعض علماء نے آپ کی تاریخ وفات حسابِ جبل کے مطابق؛ رحمت اللہ قدتالی مرادہ؛ سے نکالی ہے اور اس میں دو عدد بڑھا دیئے ہیں۔ اہل فن کے یہاں اس میں کوئی قباحت نہیں بالخصوص جبکہ مناسب حال بھی ہو۔ آگے چل کر صاحب النور السافر لکھتے ہیں کہ ہمارے محترم شیخ محمد بن عبداللطیف جامی کی مشہور بہ مخدوم زادہ نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کے مرثیہ میں لکھا ہے۔

رحمة اللہ علیہ تفارق مشوی رحمة اللہ علیہ بالبیاء العمام
ترجمہ اللہ کی رحمت تیری قبر سے دور نہ ہو، اور یہ رحمت تجھ پر ابرا اور بارش کا سایہ رکھے۔
تنبیہ اول: ابن العماد حنبلی نے شذرات جلد ۱۰ شتم میں اس نام کے دو
بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ آپ کا ذکر شیخ رحمت اللہ بن قاضی عبداللہ کے عنوان
سے ہے، اور سن وفات ۹۷۸ھ ہے۔ دوسرے کا ذکر شیخ رحمت اللہ بن
عبداللہ کے عنوان سے ہے۔ اور ان کا سن وفات ۹۹۲ھ ہے۔

ہم یہاں جن کا ذکر کر رہے ہیں وہ یہی دو سکے بزرگ ہیں اور حسب تصریح
شیخ عبداللہ بن قاضی عبداللہ سندھی کے صاحبزادے ہیں۔
تنبیہ دوم: شیخ عبدالقادر عیدروس نے: جمع المناسک و نفع الناس
کو شیخ عبداللہ بن سعد اللہ کی تصنیف قرار دیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ
جمع المناسک کے دیباچہ سے ظاہر ہے۔

جمع المناسک کے بارے میں شیخ علی متقی فرمایا کرتے تھے کہ:
: درمناسک حج بے عیال و بے نظیر واقع شدہ است۔
النور السافر وغیرہ میں آپ کے حالات ذرا تفصیل سے اس طرح درج ہیں
کہ: مولانا رحمت اللہ بن عبداللہ سندھی دریلہ سندھ میں پیدا ہوئے تھے۔
وہاں سے اپنے والد کے ساتھ گجرات اور پھر حجاز چلے گئے۔ مدینہ منورہ
میں شیخ علی بن محمد بن غریب مصنف: تنزیہ الشبۃ، سے حدیث کی سند لی۔
مدتوں درس و افادہ میں مصروف رہے، ہمیشہ زہد و عفاف کی زندگی بسر کی
ان کی تصنیفات میں مناسک حج پر کئی رسالے ہیں، ملا علی قاری نے ان کی

ومنك اوسط، (پشاور ۶۳۵) کی شرح، مسلک منقطع، کے نام سے لکھی۔

المناسک الصغیر (برلن ۲۰۵۵)

یا تم الحروف نے اس کتاب کا خطوط برلن کی لائبریری میں دیکھا ہے۔ یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے مناسک حج سے متعلق ایک مختصر سی کتاب ہے۔ اس موضوع پر مصنف نے ایک ضخیم کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام المناسک الکبیر ہے۔ اور زیر تبصرہ کتاب اسی کا خلاصہ ہے۔ ایک اور تالیف "تشریح الشریعہ" کی تلخیص ہے۔

شیخ رحمت اللہ سندھی کی تصنیف: مجمع المناسک و نفع الناسک: (قاہرہ)

۲۷۰/۴ - سیما نیہ ۲۱۲) کے متعدد قلمی نسخے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ فقہ حنفی کی رو سے فریضہ حج کے احکام اور مسائل بیان کئے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف سے ۲۲۵۰ صفر ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۵۴۳ء میں فارغ ہوئے۔

اپنی کتاب کی اہمیت اور موضوع کا تعارف کراتے ہوئے لکھے ہیں۔

لما كان الحج من اعظم الطاعات تكثرت في باب المصنفات

غیرات منها ما يمل ومنها ما يخل وقد قصرت الهمم عن

المطلوبات فحد اني ذلك ان اجبع كتاباً وسطاً ناقلاً من

الكتب المعبرنة المعتدلة،

چونکہ حج بڑی عبادات میں سے ایک ہے، اور اس کے بارے میں بہت سی

کتابیں موجود ہیں، لیکن ان کتابوں میں بعض لال اور خلل سے خالی نہیں پھر

طویل کتابوں سے لوگوں کی ہمتیں بھی قاصر ہو گئی ہیں، سو اسی بات نے مجھے آمادہ کیا کہ میں ایک درمیانہ حجم کی ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں حج کے متعلق تمام معتبر اور معتد علیہ کتابوں کا مواد نقل کر دیا جائے۔

تیسری کتاب: باب الناسک و عباد المساک (ملاحظہ ہو معجم مخطوطات) بانگی پور ۱۷۶، آصفیہ: ۱/۱۱۰۲) عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ص ۳۔
آپ گجرات میں اخیر عمر میں بیمار رہنے لگے اس لئے مکہ معظمہ چلے گئے اور (۹۹۷ھ/۱۵۸۵ء) میں مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ سہ

شیخ عبدالوہاب متقی

(وفات سن ۱۵۹۲ھ)

عبدالوہاب نام تھا، متقی لقب والد کا نام شیخ ولی اللہ تھا، اصل وطن مانڈو تھا ان کے والد ہندوستان کے اکابر صوفیاء صلحاء سے تھے۔ نیز مانڈو کے امرا میں سے تھے ترک وطن کر کے برہان پور آئے اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔

شیخ عبدالوہاب نے ابتدائی تعلیم برہان پور میں حاصل کی بیس سال کی عمر میں سیاحت اختیار کی، گجرات احمد آباد، سیلون ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور شیخ علی متقی کی خدمت میں بارہ سال رہ کر علوم و معرفت کا وافر حصہ حاصل کیا چونکہ آپ خوش نویس تھے اس لئے شیخ علی متقی نے آپ سے اپنی تمام تصنیفات لکھواتیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالوہاب ابھی کم سن تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس سانحہ کا دل پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ وطن کو خیر باد کہہ کر خانہ بدوشی اختیار کر لی۔ گجرات، دکن، لنکا، سراندیب وغیرہ میں عرصہ تک سرگرم سیاحت رہے۔ عموماً کسی مقام پر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہرتے لیکن جب کوئی قبلہ علم یا خیر طریقہ مل جاتا تو اس کے آستانہ پر کچھ دنوں زیادہ قیام کر لیتے اس زمانے میں انہوں نے جس طرح اپنے دن گزارنے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے وہ فرماتے تھے۔

کتنی بار سہارا کھانا اس طرح ہوا ہے کہ کوئی ساتھی چلا جاتا اور قصاب کی دکان کے آگے سے بے کارہڈیاں اٹھا لاتا اور گیہوں کے تنکے جو کھیتوں میں گرے پڑے رہتے تھے چن لاتا۔ ان ہڈیوں کو کوٹ کر اور اس گھاس کو پاک و صاف کر کے پکایا جاتا اور پھر یک جان کر کے پی لیتے تھے۔ آخر اہل شہر کو اس کی خبر ہوئی اور وہ کھانا لانے لگے تو ہم اس جگہ سے

منتقل ہو کر دوسری جگہ چلے گئے۔

اسی طرح سیاحت کرتے کرتے مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ یہ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۹ھ / ۱۸۵۵ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت انکی عمر ۲۰ سال تھی۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت شیخ علی متقی مسند درس و افادہ پر متمکن تھے۔ دور دور تک ان کی شہرت تھی۔ وہ شیخ عبدالوہاب کے والد سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالوہاب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔

جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب حیات شیخ عبدالحق میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالوہاب کا خط بہت صاف اور پاکیزہ تھا۔ شیخ علی متقی نے سب سے پہلے ان سے یہی کام لیا۔ جو شخص مدتوں صحرا نوردی کرتا رہا اس کی طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ شیخ عبدالوہاب نے بھی یہ کام دل و جان سے انجام دیا۔ شیخ علی متقی کی ایک کتاب بارہ ہزار سطروں کی تھی انہوں نے بارہ راتوں میں اس کی کتابت مکمل کر دی۔ شیخ علی متقی نے جب ان کا یہ ذوق و شوق محنت اور جذبہ دیکھا تو ان کو اپنے اس نو وارد شاگرد سے بہت خصوصیت پیدا ہو گئی۔ شیخ عبدالوہاب نے ان کے آستانے کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ شیخ علی متقی کے انتقال تک وہیں جمے رہے۔ شیخ علی متقی کی وفات کے بعد بھی آپ ۲۶ سال مکہ مکرمہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں ایسا مرکز علم قائم کیا کہ جس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ !

اس زمانے میں ان کے برابر علوم شرعیہ پر عبور رکھنے والے کم ہونگے۔ وہ ایک زندہ قاموس تھے سب کچھ انہیں یاد تھا۔ فقہ، حدیث کا بھی یہی حال تھا۔

اور صرف و نحو و ادب بھی کفایت سے زیادہ جانتے تھے۔ برسوں تک حرم شریف
ہیں ان علوم کا درس دیا۔ سہ

شیخ عبدالوہاب متقی ہندوستان کے ان عظیم المثال علماء حدیث و فقہ میں سے
تھے جنہوں نے مکہ مکرمہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر ساری علمی دنیا کو اپنی طرف متوجہ
کر لیا تھا۔ اور اپنے تبحر علمی کا سکھ اہل حجاز و یمن، مصر اور شام سے منوایا تھا۔
شیخ محدث کا بیان ہے کہ :

تمام اہل حرمین اور کل مشائخ یمن حاضرًا و غائبًا اور مشائخ مصر و شام
جس نے بھی حضرت کو دیکھا ہے ان کا معتقد ہو گیا اور ان کی ولایت
اور علو شان کا قائل ہو گیا۔ ۲

شیخ عبدالوہاب تقریباً ۴۰ حج گئے۔ شیخ علی متقی کے انتقال کے بعد واپس
احمدآباد تشریف لائے مگر جب ہندویوں نے شرارت کی تو اسی سال واپس
چلے گئے اور اس سال کا حج بھی فوت نہ ہوا۔

شیخ عبدالوہاب نے چالیس سال کی عمر تک نکاح نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد
نکاح کیا۔ نکاح سے پہلے جو کچھ فتوحات یا کتابت کی اجرت آتی تھی سب درویشوں
اور فقرا پر تقسیم کر دیتے تھے۔ نکاح کے بعد اہل و عیال کے حقوق کو مقدم
رکھتے تھے لیکن پھر بھی محتاجوں کی مدد بدستور جاری رہی۔

شیخ عبدالوہاب نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو بڑی محبت سے علوم شریفہ
و طریقت کی تعلیم دے کر اپنا حجاز و خلیفہ بنایا۔ شیخ عبدالحق وطن کے ماحول سے
بدول ہو کر حجاز چلے گئے تھے۔ ان کا واپسی کو بالکل جی نہیں چاہتا تھا لیکن استاد
نے سختی سے ہدایت کی کہ تمہاری بوڑھی والدہ اور تمہارے بچے منتظر ہیں تمہیں

واپس جانا چاہئے۔ چنانچہ مجبور ہو کر وطن کا رخ کرنا پڑا۔

شیخ عبدالحق تقریباً دو یا چار سال شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں رہے۔ حجاز سے واپسی سے پہلے شیخ عبدالوہاب نے انہیں حزب البحر کی مخصوص اجازت سے سرفراز فرمایا۔

شاذلیہ سلسلہ میں دعائے حزب البحر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دراصل دعائے حزب البحر شیخ ابوالحسن شاذلی کی تصنیف ہے۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ عجائب الاسفار میں اس کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

جب شیخ ابوالحسن شاذلی حج فرمایا کرتے تھے تو براہ صعید مصر اور بحر جدہ ہو کر تشریف لے جایا کرتے۔ اور کشتی پر سوار ہو کر یہ سفر ہوتا تو روزانہ اس دعائے حزب البحر کو پڑھ لیا کرتے چنانچہ آپ کے سلسلہ کے لوگ روزانہ اب تک اس کا درور رکھتے ہیں۔

بہر حال جب شیخ عبدالحق نے اس دعا کو نقل کرنا شروع کیا تو مکہ کے ایک عالم شیخ علاؤ الدین نامی آگے۔ پوچھا کیا سکھ رہے ہو۔ بتایا کہ حزب البحر کشتی پر سوار ہونے کے وقت پڑھوں گا۔ پوچھا کہ حزب البحر کی اجازت حاصل ہے۔ شیخ عبدالحق نے فرمایا جی ہاں شیخ عبدالوہاب متقی سے اجازت حاصل ہے۔ پوچھا کہ شیخ عبدالوہاب سے شناسائی ہے فرمایا ہاں تو شیخ علاؤ الدین نے فرمایا کہ مبارکباد تمہارا حج مبرور اور عمل مقبول ہے۔ شیخ عبدالحق نے پوچھا کیسے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یمن کا سفر کیا اور وہاں کے تمام مشائخ و فقہاء شیخ عبدالوہاب کی مدح و ثناء میں متفق ہیں نیز سب کو یہ کہتے سنا ہے کہ شیخ عبدالوہاب مکہ کے قطب ہیں۔

شیخ عبدالوہاب نے اپنے پیر و مرشد شیخ علی مستقی سے چشتیہ، قادریہ، ثناویہ اور ندویہ سلاسل میں اجازت پائی تھی۔ چنانچہ شیخ عبدالحق کو بھی ان چاروں سلسلوں میں خلافت سے نوازا۔

یہاں پر احبار الاخیار سے شیخ عبدالوہاب کے ملفوظات و کرامات میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک ایسے دور میں جبکہ علماء نے تکفیر و تزییل کو اہم ترین فرض سمجھ رکھا تھا۔ شیخ عبدالوہاب مستقی کا خیال یہ تھا کہ ! جس کو دیکھو کلمہ پڑھتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اگر اس سے ایسے کلمات صادر ہوں تو اس کو معذور رکھو اور اس کی تکفیر و تزییل نہ کرو۔ اور اس کو مجدد نہ بتاؤ لے

سمع کے متعلق جو اس زمانہ کا نہایت اختلافی مسئلہ تھا شیخ عبدالوہاب کا رویہ یہ تھا کہ !

! نہ مریدین کے کرنے سے راضی ہیں اور نہ مشائخ کے فعل کے منکر۔ ۲
شیخ عبدالحق فرماتے ہیں !

! ایک بار حبرانہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ اگر وہاں جانے کی توفیق ہو تو پہاڑ میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام و نزول فرمایا تھا اس جگہ سے غافل نہ رہنا۔ اور فرماتے تھے کہ قسمت یاوری کرے تو اس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میسر ہے۔ ایک دفعہ ہم وہاں سو گئے تھے جب جب آنکھ جھپکتی تھی حضور کا جمال جہاں آرا نظر میں ہوتا تھا ایک مرتبہ سو سے زیادہ مرتبہ یہ سعادت حاصل ہوئی۔ شیخ عبدالوہاب اس عمرہ کے لئے بہت جانتے تھے اور

روزہ رکھے ہوئے ننگے پاؤں جاتے تھے۔ سنہ

شیخ عبدالحق سکھتے ہیں کہ :

ایک مرتبہ شیخ عبد الوہاب نے فرمایا کہ ایک بار میں بچپن میں والد کے ہمراہ سفر میں تھا۔ اثنائے سفر میں ہم راستہ بھول گئے اور ایک صحرائے قح و دق میں پہنچ گئے آب و گیاہ کا نام و نشان تک بھی نہ تھا ہمارے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ میں بھوک اور پیاس کی شدت سے رونے لگا والد ولداری کرتے تھے کہ صبر کرو ابھی کھانا آتا ہے۔ اسی حالت میں رات ہو گئی ہم وحشی جانوروں سے بچنے کے لئے ایک درخت پر چڑھ گئے۔ اسی کشمکش میں رات کاٹی علی الصبح ہم کیا دیکھتے ہیں کہ اسی درخت کے نیچے میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری ہے اور قریب ہی ایک نورانی صورت بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم درخت سے اترے انہوں نے ہمیں گرم گرم روٹیاں نکال کر دیں ہم نے کھائیں اور اس چشمہ سے پانی پیا ان بزرگ نے کہا یہاں قریب ہی ایک گاؤں ہے وہاں چلے جاؤ ہم اس گاؤں میں چلے گئے۔ کچھ عرصہ آرام کیا۔ مجھے وہ چشمہ دیکھنے کا پھر شوق ہوا اس جگہ پر آیا تو دیکھا وہاں نہ وہ چشمہ ہے نہ وہ بزرگ۔ میں حیران رہ گیا شاید وہ بزرگ حضرت حنفی ہو گئے۔ شیخ اپنے سفر کا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم دیار مالابار میں پہنچے قاضی شہر شافعی مذہب عبد العزیز نامی تھا۔ درویشوں کی بڑی خدمت کرتا تھا۔ ہمیں بھی درویش سمجھ کر بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ پیش آیا میں نے اس سے پوچھا۔ کیا اس شہر میں کوئی مرد

مرد درویش ہے کہا کیوں نہیں۔ صا خوارق و کرامات درویش ہے۔ عوام بھی اس کے بڑے معتقد ہیں۔ مگر بظاہر ارشکابِ خواہی کرتا ہے خود شراب پیتا ہے دوسروں کو بھی پلاتا ہے۔ اسوجہ سے میں بھی اس سے خوش نہیں ہوں۔ دوسرے روز میں اس شخص کو دیکھنے کے لئے گیا۔ دیکھا کہ ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہے۔ اردگرد لوگوں کا ہجوم ہے۔ میں جب اس کے قریب پہنچا تو اتنے مجھے مرجھا کہا اور بڑا خوش ہوا مجھے شراب پینے کے لئے کہا۔ میں نے انکار کیا وہ اصرار کرتا رہا اور میں انکار میں تنگ آ کر کنبے لگا اچھا نہیں پیتے تو نہ پیو۔ دیکھو اب تمہارے ساتھ کیا پیش آتا ہے۔ میں یہ سن کر بڑا پریشان ہوا اور اسکی مجلس سے آگیا۔ اسی رات خواب دیکھتا ہوں کہ بڑا پر لطف نظارہ ہے اور عجیب و غریب باغ ہے پھاہا کہ اندر جاؤں لیکن دیکھا کہ دروازے پر ہی وہ سرد شراب خوار کھڑا ہے ہاتھ میں شراب کا پیالہ ہے۔ کہتا ہے پہلے یہ شراب پنیو پھر باغ کے اندر جانے کی اجازت ہوگی۔ اسی اثنا میں بیدار ہو گیا اور لا حول پڑھا پھر سو گیا پھر وہی کیفیت۔ پھر اٹھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں التجا کی پھر سو گیا تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تخت پر تشریف فرما ہیں۔ دست مبارک میں عصا ہے اور میں حضور کے روبرو حاضر ہوں۔ اسی وقت وہ مرد شراب خوار حاضر ہو گیا۔ آپ نے اس کی طرف عصا پھینک کر فرمایا، ہنٹ جانا مبارک کتے، اسی وقت اس کی صورت مسخ ہو کر کتے کی ہو گئی۔ وہ وہاں سے بھاگا۔ پھر مجھ فقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا اس وقت میں نے اُسے یہاں سے نکال دیا ہے اب شہر میں نہیں رہے گا۔ میں بیدار ہو کر وہاں گیا دیکھا کہ وہاں کوئی بھی نہیں ہے اور وہ راتوں رات بھاگ گیا۔

شیخ عبدالوہاب متقی کی وفات ۱۵۹۶ھ میں ہوئی مزار کہ مکرمہ میں ہے قدس اقدسہ
 مخدوم جیو قادر کی سے شیخ عبدالوہاب متقی کی عقیدت | آپ مخدوم
 جیو قادر کی

حیدرآباد دکن کے صنایع بیدر میں رہا کرتے تھے، بہت ہی ضعیف دبلے پتلے، عبادت
 گزار، بابرکت، عالی ہمت اور عظیم الشان بزرگ تھے۔ بالداروں کی جانب
 بالکل متوجہ نہ ہوتے، اور عام طور سے لوگوں سے بے نیاز تھے۔ حضرت شیخ
 عبدالوہاب متقی فرماتے تھے اگرچہ مخدوم جیو قادر ی میں کمزوری کی وجہ سے کھڑے
 ہونے کی طاقت نہ تھی۔ لیکن رات کو بڑی دیر تک کھڑے ہو کر نفل پڑھا کرتے
 شیخ عبدالوہاب یہ بھی کہتے تھے کہ مخدوم جی قادر ی ہم سے زیادہ عالم، اسلامی
 احکام کی تعمیل کرنے والے متقی و پرہیزگار تھے۔ ہم اور وہ ایک عرصہ تک ساتھ
 رہے۔ ممکن تھا کہ میں ان کا مرید ہو جاتا لیکن میری قسمت میں تو شیخ علی متقی سے
 بیعت ہونا تھا۔ مخدوم جیو قادر ی نے ۱۰۰۰ھ / ۱۵۹۱ء کے وسط میں

وفات پائی۔ ۷۷

خاتمہ مرآت احمدی میں لکھا ہے کہ :

شیخ عبدالوہاب بن ولی احمد متقی قادر ی حنفی مندوی۔ آپ شیخ علی متقی کے
 مرید اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے مرشد تھے۔ آپ کی ولادت مندو میں
 ہے۔ آپ کے والد محترم مندو کے اکابر بزرگوں میں سے تھے اور برہانپور میں
 مقیم ہو گئے تھے اور حوادث کی بنا پر مندو کو چھوڑ دیا تھا شیخ کے والدین
 سفر سنی میں وفات پا چکے تھے آپ نے طفولیت ہی سے راہ حق کی طلب اور
 حق کی تلاش شروع کر دی تھی فقرو تجرید پرستے میں بہت نکالیف اٹھائیں اور سفر کئے۔

اس کے لئے آپ نے گجرات کے علاقوں کے علاوہ دکن سیلون سرانڈیب، سری لنکا، وغیرہ کو چھان مارا۔ اسی سال کی عمر میں مکہ مکرمہ پہنچے، شیخ علی متقی ان کے پہنچنے پر خبر سے بہت ہی زیادہ مسرور ہوئے اس لئے کہ ان کے والد محترم کے ساتھ آپ کو پہلے سے محبت اور تعلق تھا۔ اس محبت اور تعلق کی بنا پر آپ کی آمد کی خبر سنکر آپ کی زیارت اور ملاقات کے ارادے سے خود تشریف لے گئے اور ان پر بہت شفقت فرمائی۔ اور اپنے ساتھ ہی رہنے کو فرمایا۔ شروع میں شیخ عبدالوہاب نے استغناء اور بے نیازی کی بنا پر قبول نہیں کیا مگر بالآخر شیخ کے فضل و کمال کو مشاہدہ کر کے انکی صحبت اختیار کر لی۔ اور شیخ کی تالیفات کی کتابت اور اس کی تصحیح مقابلہ وغیرہ میں مشغول ہوئے ان کے یہاں شیخ عبدالوہاب نے اس قدر کتابت کی کہ بعض اوقات ایک ایک رات میں ایک ایک ہزار بیت کی کتابت کی اور دن کی کتابت اس کے علاوہ ہوتی۔ یہ صرف رات کی کتابت ہوتی۔ شیخ علی متقی کی اتباع اور آپ کی رضا کے حصول میں آپ نے اس قدر کوشش کی کہ جس کو خاندانی شیخ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، بارہ سال شیخ علی متقی کی خدمت میں رہے۔ چو اسیس آپ نے حج کئے کہ یہی آپ کی مکہ مکرمہ کی مدتِ اقامت ہے۔ شیخ علی متقی کی رحلت کے بعد صلہ رحمی کی حق ادائیگی کے لئے آپ برہانپور اپنے شہر ایک دفعہ تشریف لائے مگر جماعت مہدویہ کے شرکی بنا پر جن کو شیخ سے پرانی عداوت تھی اسی سال کہ معطلہ واپس لوٹ گئے اور اس سال کا حج بھی آپ کا فوت نہ ہوا نہ صرف اہل حرمین بلکہ یمن، مصر، شام کے تمام مشائخ آپ کے علوشان اور بزرگی اور ولایت پر متفق تھے۔

شیخ اولیاء بن شیخ سراج

دنیا سے محویت آپ کی عادت تھی، مالی فزہی کو حرام سمجھتے تھے اور جو شئی ہاتھ پڑ جاتی تھی وہ حاجت مندوں کو دیدیا کرتے تھے، کاپی سے اجین جا کر بود و باش اختیار فرمائی ستر سال کی عمر میں سفر حجاز پر روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ میں انتقال فرمایا۔

آپ نے تین لڑکے چھوڑے شیخ قطب الدین، شیخ مودود اور شیخ نظام درمیانی صاحبزادے نے شیخ علی متقی کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں الترام کر کے علم حدیث کی تحصیل کی اور ان سے تلقین پائی۔

سید ابراہیم غیاث پوری

شیخ علی متقی کے شاگرد

سید ابراہیم غیاث پوری بھی حدیث کے جید عالم تھے، انہوں نے مہر جاگر محمد بکری شافعی سے تفسیر و حدیث کی تحصیل کی، اور مدت تک ان کی خدمت میں رہے اس کے بعد مکہ معظمہ میں علامہ شیخ علی متقی سے استفادہ کیا ۸۷۸ھ / ۱۷۱۰ء - ۱۷۱۵ء میں ہندوستان واپس آئے اور اجین میں بود و باش اختیار کی ۱۰۲۱ھ (۱۷۱۲ء) تک بقید حیات تھے۔

خواجہ نظام الدین احمد بخش

مؤلف : طبقات اکبر شاہی -

وفات سنہ ۱۰۳۰ھ - سنہ ۱۵۹۲ء

آپ کے آبا و اجداد کا تعلق ہراث سے تھا۔ والد ماجد کا اسم گرامی خواجہ محمد تقیم تھا۔ جو بابر کی فوج میں شامل ہو کر ہندوستان آئے تھے اور پانی پت کی پہلی جنگ ۱۵۲۶ء میں حصہ لیا تھا۔ بابر کے قریبی زعماء میں سے تھے۔ پھر ہمایون کے عمائدین سلطنت میں بھی شامل رہے۔ اور مختلف مناصب پر فائز رہے۔

شروع ہی سے آپ کو تاریخ نویسی اور واقعہ نگاری کے مقابلہ میں دلچسپی رہتی

تھی جن کے لئے آپ تاریخ کا مطالعہ کرتے رہتے۔

سرزا خواجہ نظام الدین احمد ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں اکبر آباد میں پیدا ہوئے باپ کے زیر سایہ تربیت پائی۔ آپ کے اساتذہ میں ملا علی شیر کا نام ملتا ہے جو اپنے زمانہ کے ایک فاضل اور شیخ فیضی مؤلف اکبر نامہ کے والد تھے۔

خواجہ نظام الدین احمد نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی شعر ادب سے بھی ذوق تھا گجرات بخش ہوئے کے باوجود علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے ملا حسن علی موصلی مشہور فاضل جب گجرات پہنچے تو خواجہ نظام الدین احمد اور ان کے بیٹے محمد شریف نے ان سے استفادہ کیا۔

ملا عبد القادر بدایونی نے ایک واقعہ لکھا ہے جس سے خواجہ نظام الدین کے اہل علم سے بے تکلفی و علمی جستجو کا اندازہ ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ -

ملا عالم کا بی ایک دن فتح پور میں مجھے اور مرزا نظام الدین احمد کو صبح کے وقت زبردستی اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں انہوں نے ایک معجون کھلائی جس سے بھوک لگی اور کھانے کی خواہش بڑھتی چلی گئی۔ پھر اپنی کتابیں دکھانی شروع کیں۔ صبح سے دوپہر تک ہم دونوں نے بھوک کی مصیبت اٹھائی۔ آخر مرزا نظام الدین نے کہا کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں سمجھا تھا کہ آپ کھانا کھا کر آئے ہونگے۔ سہ

خواجہ نظام الدین احمد کی علم تاریخ کے سلسلہ کی تربیت اس طریقے پر ہوئی کہ انکے والد نے انہیں تاریخی کتب پڑھنے کا حکم دیا جس کی بنا پر بعد میں خواجہ نظام الدین کو مسلم تاریخ سے خاص مناسبت پیدا ہو گئی۔ جس کا نتیجہ طبقات اکبری کی صورت میں ظاہر ہوا اس کتاب کی تین جلدیں ہیں۔ پہلی میں غزنویوں سے سلاطین دہلی تک کے حالات دوسری میں بابر سے اکبر تک۔ تیسری میں دکن، گجرات، بنگالہ، جوپور، مالوہ کشمیر سندھ، ملتان کے حکمرانوں کی تاریخ ہے۔ یہ کتاب ۱۰۳۲ھ میں مکمل ہوئی۔ ۱۰۳۵ھ اکبر بادشاہ نے ان کو تاریخ الفی کے مؤلفین میں شامل کیا۔ خواجہ نظام الدین علوم شرعیہ میں بھی پوری دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ انکی معلومات کے ذخیرہ کی بنیاد پر ملا عبدالقادر کی مشہور کتاب نجات الرشید وجود میں آئی۔ تصوف سے بھی تعلق تھا اور مشائخ و صوفیاء سے ارادت و عقیدت سے پیش آتے تھے۔

جب خواجہ نظام الدین سبنا رشد کو پہنچے تو شاہی ملازمت میں آئے۔ ذخیرۃ الخواتین کے مؤلف شیخ فرید بھکری نے لکھا ہے کہ وہ شروع میں اکبر بادشاہ کے دیوان حضور رہے

۱۰۳۵ھ ظہیر الدین بابر مسلمانوں و ہندو مورخین کی نظر میں ص ۱۶۲

خواجہ صاحب اگرہ میں سید جلال قادری کے قریب رہتے تھے۔ ۱۰۹۱ھ میں مرزا نظام الدین احمد گجرات میں بخشی مقرر ہوئے چنانچہ انہوں نے خود لکھا ہے کہ۔

اکبر بادشاہ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اعتماد خاں نے برسوں گجرات پر حکومت کی ہے وہ گجرات کو آباد رکھنے کے طریقے دوسروں سے بہتر جانتا ہوگا اگر گجرات پر اس کو حاکم بنا دیا جائے تو ان شہروں کے حکام کی امیدواری کا سبب ہوگا جو ابھی قبضہ میں نہیں آئے چنانچہ گجرات کی حکومت اعتماد خاں کے سپرد کر دی گئی میر ابو تراب کے امین بنایا گیا۔ ملا عبد انقادرا خوند کے بھائی خواجہ ابو الفاکم کو دیوانی منصب عطا ہوا۔ اور اس کترین بندہ نظام الدین احمد مؤلف تاریخ کو بخشی گری کی خدمت پر مقرر کیا یہ عہدہ آپ کو اکبر کے اسیسویں سال جلوس میں ملا۔ گجرات کی نظامت شہاب الدین کی بجائے اعتماد خاں کے سپرد ہوئی اس بات سے شہاب الدین نہ صرف ناراض ہوا بلکہ اس نے بغاوت کر دی۔ دو سکر ہوگ بھی اس کے ساتھ شریک ہو کر مظفر شاہ گجراتی کے پاس پہنچے۔ اعتماد خاں اور خواجہ نظام الدین احمد نے اس شورش کو رفع کرنے کی بہت کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔

۱۰۹۱ھ میں مظفر شاہ گجراتی لشکر لے کر دھولتھ آگیا۔ اس وقت اعتماد خاں اور خواجہ نظام الدین احمد شہاب الدین کو فہمائش کر کے واپس لانے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ شہر کی حفاظت اعتماد خاں کا بیٹا شیر خاں خواجہ نظام الدین کا بیٹا محمد شریف اور میر معصوم کر رہے تھے۔ مظفر شاہ کے لشکر نے مغلیہ فوج سے مقابلہ کی کوشش کی اب شہاب الدین نے مغلوں کی طرف سے غیر معمولی طرفداری کا اظہار کیا

مگر ناکامی ہوئی۔

اس ہنگامہ کے بعد مظفر شاہ کے ایک جنرل شیر خاں فولادی کو دو ہزار سپاہیوں کے ایک دستہ سے خواجہ نظام الدین احمد نے بری طرح شکست دی۔ شیر خاں سیدھا احمد آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ اعتمد خاں اور نظام الدین احمد نے احمد آباد دوبارہ فتح کرنے کی کوشش کی لیکن فوج کی کمی کے باعث وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ اس مہم کو کامیاب بنانے کے لئے مرزا عبدالرحیم خان خانان مقرر ہوئے سرکھج کے میدان میں زبردست مقابلہ ہوا مغلوں کو فتح نصیب ہوئی اور گجرات پر ان کا قبضہ ہو گیا۔ اس موقع پر خواجہ نظام الدین احمد نے نہایت جرات و بہادری اور قابلیت و حکمت عملی کا ثبوت دیا۔

ان معرکہ آرائیوں میں مرزا عبدالرحیم خان خانان نے اکثر مواقع پر خواجہ نظام الدین احمد سے مشورہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ خواجہ نظام الدین احمد مرزا عبدالرحیم کے ناموں تھے۔ بہر حال ان معرکوں کے دوران مظفر شاہ گجراتی نے بعض زمینداروں کی مدد سے قلعہ جونا گڑھ کا محاصرہ کر لیا۔ چنانچہ خواجہ نظام الدین احمد سورت گئے اور انہوں نے مظفر شاہ گجراتی کو شکست دی یہ واقعہ آخر خرب ۹۹۲ھ کا ہے۔

۹۹۵ھ میں گجرات کی حکومت مرزا عزیز کو کلناش مخاطب بہ اعظم خاں کو ملی اور خانخانان کی جو پورا اور شہاب الدین کو مالوہ ملا۔

محرم کی بیسویں تاریخ ۹۹۸ھ کو اکبر بادشاہ کابل سے روانہ ہو کر لاہور پہنچا اور خواجہ نظام الدین احمد کو بادشاہ نے اپنے پاس بلا لیا۔ ۱۴ جمادی الاخریٰ ۹۹۸ھ کو لاہور میں

جشن نوروز منعقد ہوا۔ نوروز کے تیسرے دن خواجہ نظام الدین احمد ستر سواروں کی ایک جمعیت کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے لاہور پہنچے۔ انہوں نے چھ سو کوس کا راستہ صرف بارہ دن میں طے کیا۔ سٹہ چونکہ یہ ایک عجیب بات تھی اس لئے بادشاہ (اکبر) نے ان پر بہت عنایات کیں اور ان کے مرتبہ اور اعتبار میں اضافہ کیا۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ گجرات میں نظام الدین احمد نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

خواجہ نظام الدین احمد کا قیام گجرات میں کم و بیش آٹھ سال رہا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے طبقات اکبری تالیف فرمائی جو مسئلہ صہ میں مکمل ہوئی۔ خواجہ نظام الدین احمد باحوصلہ امیر تھے۔ اعلیٰ اخلاق و کردار کے مالک، علم دوست اور ایک راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ اکبری دور کی بے دینی و الحاد سے متنفر تھے۔

بلکہ اپنے اس بے دینی کے خلاف ایک کتاب لکھنے کے لئے چند یادداشتیں جمع کیں لیکن کتاب نہ لکھ سکے۔ انہیں یادداشتوں کی بنیاد پر ملا عبدالقادر بدایونی نے نجات الرشید لکھی۔ اس کتاب کے چند عنوان ملاحظہ ہوں۔

اصرار بر معصیت، شرب خمر، انفراد بر خدا، ترک صلوة، ترک زکوٰۃ، اہانت انبیاء، اہانت ملائکہ، دوغ بر رسول، بت گئی، آفتاب پرستی، تنظیم کوکبا غلو در علم فلاسفہ کردن، الحاد، سبت صحابہ، سجدہ بغیر اللہ، معنی قرآن بے علم گفتن، تراشیدن ریش، نکاح متعہ کردن، ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں ان مسائل و موضوعات کو تفصیل سے لکھا ہے۔

حرز نظام الدین کے بہت لوگوں کے ساتھ اچھے اور گہرے تعلقات تھے شیخ عبداللہی محدث دہلوی سے تو بے حد خلوص و محبت کے تعلقات تھے۔ ابتدائی زمانہ میں شیخ محدث

فتح پور۔ بکری میں ان کے پاس ٹھہرے تھے۔ پھر جب وہ ایک جذبہ کے ماتحت یک لخت بیت الشرق طرف چل کھڑے ہوئے تو مرزا صاحب ہی نے ان کے لئے زراد راہ کا انتظام کیا تھا اور نہایت خاطر مدارات سے ان کو احمد آباد میں اپنے یہاں سال بھر ٹھہرایا تھا۔

۱۵۹۳ء/۱۰۰۳ھ میں جب اکبر شکار کے لئے نکلے تو آپ ان کے ہمراہ تھے۔ شاہم علی، کے قریب ان کو بیمار ہو گیا۔ ان کے بیٹے ان کو لاہور لے گئے۔ لیکن آپ دریائے راوی کے کنارے پہنچ کر وفات پا گئے۔ اپنے ۲۲ صفر ۱۰۰۳ھ بمطابق ۲۸ اکتوبر ۱۵۹۳ء کو ۴۵ سال کی عمر میں خواجہ صاحب نے اس دنیا سے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

خواجہ نظام الدین کا لاہور میں ایک وسیع و عریض نہایت خوبصورت ذاتی باغ تھا اس کے گوشہ میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا ہے۔

برایونی نے لکھا ہے کہ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو ان کے غم میں پریم نہ ہوتی ہو۔ بقول شاہنواز خاں خواجہ نظام الدین راستی و درستی میں بے مثل اور کارگزاری و معاملہ نہیں میں اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ ۳

خواجہ نظام الدین احمد نے ۱۵۹۳ء / طبقات اکبر شاہی کے متعلق ۱۰۰۱ھ میں لکھی۔ اس کی تاریخ تصنیف

لفظاً نظامی سے نکلتی ہے۔ کتاب کا نام طبقات اکبر شاہی ہے، لیکن زیادہ تر طبقات اکبری کے نام سے مشہور ہے۔ یہ سبکتگین کے دور (۱۵۹۲ تا ۱۶۰۶ء)

۳۶۷ تا ۱۰۱۱ھ تک کے حالات پر مشتمل، ہندوستان کی ایک نہایت اہم، سنجیدہ اور مستند تاریخ ہے۔ جس میں برصغیر کے تمام علاقوں کی علاحدہ علاحدہ تاریخ لکھ کر اس کا اختتام اکبر کی فتوحات پر کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ پہلی تاریخ ہے جس میں یہاں کے بادشاہوں کا ذکر اس قدر تفصیل سے آیا ہے۔ مؤلف نے واقعات کی تحقیق میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے اور بھی مفید اور اہم ہے کہ اس میں اکبری دور کے حکماء، علماء، فضلاء، اور شعراء، وغیرہ کا تذکرہ بھی ہے۔ بعد میں آنے والے مورخین نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اندازِ تحریر سادہ اور رواں ہے۔

اکبر کی فتوحات اور نظم و نسق کے بارے میں اطلاعات کے علاوہ اس دور کے عجیب و غریب واقعات اور کہیں کہیں معاشرتی اور عمرانی حالات بھی آگئے ہیں اور کہیں کہیں اشعار سے عبارت کو آراستہ کیا گیا ہے۔ لہ

شیخ حسن علی موصلی

آپ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد تھے۔ شاہی ملازمت میں داخل ہوئے تو ان کو شہزادہ سلیم کی تعلیم کے لئے مامور کیا گیا۔ آپ شہزادہ کو فارسی اور علم حکمت پڑھاتے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ شیخ ابوالفضل نے ان سے خفیہ طور سے ریاضی، طبیعیات اور حکمت کی تعلیم حاصل کی اور ان علوم کے دقائق و غوامض معلوم کئے۔ لیکن ابوالفضل نے کبھی ان کی تعظیم نہیں کی۔

ملا صاحب کا یہ بھی بیان ہے کہ دربار کے طور طریقے بدلے تو وہ ملازمت سے علیحدہ ہو کر گجرات چلے گئے۔ جہاں طبقات اکبری کے مصنف مرزا نظام الدین احمد

کی صحبت میں رہے۔ انہوں نے اور ان کے لڑکے محمد شریف نے ان سے عقلی علوم میں استفادہ کیا۔ فتح اللہ شیرازی کی وفات ہوئی تو ابو الفضل نے ان سے کہا کہ علم و فضل کے لحاظ سے ان کا جانشین شیخ حسن علی موصلی ہی ہو سکتے ہیں۔

شاہی فرمان بھیج کر ان کو بلا یا گیا اور جب وہ لاہور اکبر کے دربار میں پہنچے تو وہ کسی بہانہ سے اپنے وطن چلے گئے اور جب ان کو پھر طلب کیا گیا تو انہوں نے کہا لا بیجا۔ احمد شہر میں نے اپنے منافق دوستوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے۔ انشا اللہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں گا۔ سہ

میر محوی

(م۔ ۱۳۹۸ء)

نظام الدین بخششی کے دوست تھے، مرزا خانِ خانان کے پاس گجرات میں قیام رہا
انہی کی تربیت و مدد سے حجاز گئے۔ یہ ان کے اشعار ہیں۔ سہ

تازلف بروئے ہنجومہ خواہد بود
تاخط شت حسن راسپہ خواہد بود
گرخانہ زخشت آفتابم سازند
روزری من بیچارہ سپہ خواہد بود
محوی کہ ز کوئی عقل بیرون می گشت
آوارہ تر از ہزار محبوں می گشت !
دور از تو دورہ دیدم آل گشده را
دور باد یہ کہ باد و رخوں می گشت

من جان و دل حزین نمی دانستم
 من گریه آتشین نمی دانستم
 نے نام بمن گزاشتی و نہ نشان
 اے عشق ترا چہیں نمی دانستم

ملاحالمتی

دوست نظام الدین بخششی

ایک مدت تک بخششی (نظام الدین احمد) کے ہمراہ گجرات میں رہے، یہ آپکے اشعار ہیں۔
 پیغام دوست داغ بھر تازہ می کند
 درد و داغ درج و سفر تازہ می کند
 عاشق رخ خویش بردت بود برفت
 وال مہر کہ درشت با تو بنمودہ برفت
 یک شب ہزار جلد در بزم وصال
 پرواز شمع دیدہ بکشود و برفت

سہ طبقات اکبری ج ۲ صفحہ ۵۴۳۔ تذکرۃ الشعراء میں نام میر محمد اور دوسرے تذکرہ توہینات
 صفحہ ۴۸ میں میر محمد یوسف المتوفی ۹۸۰ھ میں ہے۔

سہ بدایونی منتخب التواریخ صفحہ ۳۸۹ میں، سیاحتی، اور تذکرۃ الشعراء

صفحہ ۳ میں ملاحالمتی، دیا ہے۔ سہ طبقات اکبری صفحہ ۵۵۹

صرفی ساو جی

رفیق نظام الدین بخششی

کچھ عرصہ گجرات میں خواجہ نظام الدین احمد کے ساتھ رہے تھے۔ پھر آپ لاہور چلے آئے۔ درویشانہ وضع میں رہتے تھے۔ جس زمانہ میں فیضی دکن پیر مامور ہو کر گیا تھا آپ بھی اس کے ساتھ تھے۔ آپ نے دکن ہی میں وفات پائی اپنی یادگار ایک دیوان چھوڑ گئے۔ قصیدہ وغزل میں خاص رنگ اور طرز کے مالک تھے۔

زراہ کعبہ ممنوعم و گرنہ میفرستادم

کنف پائے بزحمت چینی خار مغیلانش

گل فروشی من کہ خواہد گل بہ بازار آورد

باید اول تاب عوغائے خسریا آورد

گرم خواہی بسوزی آتش رخسار روشن کن

کہ از خاکستر من تا قیامت نور بخیزد

ہفتالی

رفیق نظام الدین بخششی

آپ ولایت ایران سے آئے ہوئے تھے، دکن میں ملک قومی شاعر کے ساتھ رہنے لگے وہاں سے گجرات پہنچے اور مرزا نظام الدین کے ساتھ رہنے لگے، پہلے آپ کا تخلص لے تذکرۃ الشعراء ص ۱۲ میں مولانا صاحب لکھا ہوا ہے علیہ منتخب التواریخ ملک بلقعات اکبری ص ۵۳۲

مشغولی تھا، مرزا نے بدل کر بقائی رکھ دیا۔
آپ کے اشعار میں ایک کیفیت پائی جاتی ہے، آپ کے حالات باوضع و متوازن
ہیں۔

تو عشق زمزگاں بتاں بیشتر آورد
خون از رگ و از ریشہ دمن جوش بر آورد
فسر یاد کہ تا چشم زدن تیر خیالش
در دید فرو رفت و سر از دل بر آورد

بجائے اشک از چشم دل افکار می بارد
ہمہ خون جگر زیں ابرائش بار می بارد

مرغ دل تا صید چشم او شکار انداز بود
بر سر مور سرم چوں مرغ در پرواز بود

لطفی منجم

رفیق علامہ نظام الدین مجتبیٰ

بادشاہ کے مصاحب تھے، مگر بڑے نیک دل آدمی تھے۔ آپ کو اساتذہ کے اشعار بہت یاد
تھے، کسی بھی موضوع پر آپ رات بھر میں ایک ہزار اشعار سناسکتے تھے کچھ غرضتک گجرات
میں مرزا نظام الدین احمد کے ساتھ رہے اور ان کی مدد سے زاد راہ حاصل کر کے سفر پر چلے گئے۔

سے گل گل از تاب شراب آن رنجہوں گلزار شد : گلگروشاں مژدہ باد تا آنکہ گل بسیار شد
 ولم گر شعلا آتش شود افسردگی دارد گل بختم گراز جنت زرد پشہر و گی دارد

ہر آہ کہ در حسرت بالائے تو کردم

نخل چمن آرائی پیشانی من شد

خان خانان مرزا عبد الرحیم رح

بیرم خاں کے لائق فرزند تھے۔ انکی والدہ میوات کے مشاہیر کی نسل سے تھیں۔

بہایوں بادشاہ ۹۶۱ھ نے یہ نکاح کرایا تھا اس طرح کہ حسین خاں میواتی کے چچا زاد
 بھائی جمال خاں جو ہندوستان کے معتبر زمینداروں میں سے تھے۔ ان کی دواڑکیاں تھیں
 بڑی بڑکی سے بادشاہ نے خود عقد کیا اور دوسری کا عقد بیرام خان سے کر دیا۔

۱۴ صفر ۹۶۲ھ مطابق ۲۷ دسمبر ۱۵۵۶ء کو لاہور میں مرزا عبد الرحیم پیدا ہوئے۔
 جب ان کے والد دبیرام خاں اپنی گجرات میں ایک افغان کے ہاتھ سے شہید ہوئے
 تو ان کی عمر چار سال تھی۔

محمد امین دیوانہ اور بابا زبور مرزا (عبد الرحیم) کو ان کی والدہ کے ساتھ اس پر آشوب
 ماحول سے نکال کر احمد آباد کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان کی تعلیم و تربیت پر خود بادشاہ
 نے توجہ فرمائی۔

جب آپ مرزا عبد الرحیم (سن تمیز کو پہنچے تو مرزا خان کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور
 خان اعظم کو کہ کی بہن ماہ بانو کے ساتھ ان کا عقد کر دیا گیا۔ اکیسویں سال جلوس اکبری میں
 گجرات کی سرداری ان کے لئے نامزد ہوئی۔ ملکی معاملات وزیر خاں کے سپرد ہوئے۔
 ۲۵ ویں سال جلوس اکبری میں مرزا عبد الرحیم (بادشاہ کے میر عرض مقرر ہوئے اور

۲۸ ویں سال جلوس اکبری میں شاہزادہ سلطان سلیم کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اسی سال انہوں نے سلطان مظفر گجراتی پر فتح پائی۔

جب شاہزادہ سلطان مراد بادشاہی حکم کے مطابق دکن کی فتح یا بل کے لئے احمد آباد گجرات سے نکل کر امدادی لشکر کی انتظار میں بھروچ میں مقیم ہو گئے تو خان خانان جو بادشاہ کے حکم سے شاہزادے کے ہمراہ مقرر تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے اپنی جاگیر بھلیسہ میں قیام کرنے کے بعد اہلین کو روانہ ہو گئے۔

شاہجہاں اسی زمانے میں خان خانان کے لڑکے شاہ نواز خان کی لڑکی کو اپنے عقد میں لائے۔

خان خانان لاہور میں بیمار ہو گئے اور دہلی پہنچ کر بہتر سال کی عمر میں ۱۶۲۶ء مطابق ۱۶۲۶ء جہانگیری ایک سو بیس سال کے آخر میں فوت ہو گئے۔

خان سپہ سالار کو تاریخ و فائنس ۱۶۲۶ء (۱۶۲۶ء)۔ ہمایوں بادشاہ کے مقبرے کے نزدیک دفن ہوئے۔ آپ حضرت عیسیٰ جند اللہ کے بہت معتقد تھے خان خانان قابلیت اور استعداد میں یکتائے زمانہ تھے۔ عربی، فارسی، ترکی اور ہندی میں مشاق تھے۔ شعر خوب سمجھتے اور کہتے تھے۔ رحیم تخلص کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اکثر زبانوں میں جو دنیا میں مروج ہیں گفتگو کرتے تھے، ان کی سخاوت اور عالی ہمتی ہندوستان میں ضرب المثل تھی۔ ان کے متعلق اکثر عجیب حکایاتیں مشہور تھیں۔

شاہان مغلیہ کے عہد میں خان خانان کا شمار لائق ترین امراء میں ہوتا تھا۔ آپ کے دربار سے علماء و اصحاب فن وابستہ رہتے تھے۔ ان میں سے مولانا میاں وجیہ الدین مولانا غازی خاں بدخشی، قاضی نصیر الدین برہانپوری، ملا خیر الدین رومی، مولانا جلال الدین حسن نیشاپوری، مولانا شیخ عبداللہ، مولانا شیخ ابراہیم، مولانا شیخ علم اللہ، مولانا صوفی، ملا محمد علی کشمیری، مولانا میر دوستی سمرقندی، میر عبدالباقی تبریزی، میر فیضی

المدثر خورانی ، ملا خوشحال ماسقندی ، مرزا محمد قاسم گیلانی ، آقا جلال قزوینی ، قاضی
عبدالعزیز بہدانی ، مولانا محمد تقی کاشانی ، مولانا مقصود علی تبریزی ، مولانا محمد رضانی
تاج مشہدی اور حکیم کمال الدین حسین شیرازی قابل ذکر ہیں ۔

آپ کی خط و کتابت حضرت مجدد الف ثانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے
بھی رہی جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امارت کے باوجود آپ کا دینی شعور

بیدار تھا ۔

خانِ خانان (عبدالرحیم) اس (سلطنتِ مغلیہ) کے بڑے امیروں میں سے تھے ۔ ان کا
مشہور نام صفحہ زمانہ پر ہمیشہ کے لئے مرتقلش ہو گیا ۔ اکبر بادشاہ کے دور حکومت میں کارہائے
نمایاں انجام دیئے ۔ ان میں سے تین خاص کام فتح گجرات ، تسخیر سندھ اور سہیل خاں
بیجا پوری کی شکست ہیں ۔

خانِ خانان کی طرف سے چوک لگی اور بازاروں تک میں جاسوس تعینات رہتے
تھے کہ جو کچھ وہ عوام میں خبریں سنتے تھے ان کو بھی تحریر کرتے تھے ۔ خانِ خانان شام
کے وقت سب کو پڑھ کر آگ میں جلا دیا کرتے تھے ۔

خانِ خانان بیرم خاں کے لڑکے خانِ خانان عبدالرحیم خاں اکبر اور جہانگیر
کے دور میں بہت ہی معزز منصب دار بن کر رہے ، اپنی شجاعت اور فہم
و فراست کے لحاظ سے بہت مشہور رہے پھر اپنی سخاوت اور بخشش میں خاتم زمانہ کہلاتے
تھے ایک بار ایک برہمن فقیران کے پاس پہنچا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ہم اور
آپ دونوں ہم زلف ہیں ، پھر آپ ہمارے حال سے اس قدر غافل کیوں ہیں خانِ خانان
نے یہ سن کر اس کو اپنے پہلو میں بلا کر بیٹھایا ، اور اس کا حال پوچھا ، اور جب رخصت کیا

۱۰۰ ہندوستان کے سلاطین و مشائخ کے حالات پر ایک نظر ۱۰۰۔ ۱۰۱۔

تو اتنا نقد و جنس عطار کیا کہ اس کا افلاس جاتا رہا۔ خان خاناں کے مقربوں نے پوچھا کہ آخر اس برہمن ہندو سے ہم زلفی کا رشتہ کیسا ہو سکتا ہے خان خاناں نے جواب دیا کہ سیدا اور بیٹیا دو بہنیں ہیں سیدا سے مراد تو نگرہی ہے۔ وہ تو میرے عقد میں ہے، اور بیٹیا سے مراد مفلسی ہے، وہ برہمن کے جالہ میں ہے (کلمات اشعار از محمد افضل سرخوش ص ۳۵)

ادبی سرپرستی میں زرپاشی | خان خاناں عبدالرحیم خاں فارسی اور ہندی دونوں میں طبع آزمائی کر کے ماہرین فن سے داد

حاصل کیا کرتے تھے کہ وہ جس طرح فارسی کے اساتذہ کے مقابلہ میں غزلیں کہتے تھے اسی طرح ہندی شاعروں کے مقابلہ میں بھی طبع آزمائی کرتے تھے وہ ہندی شاعری کی تاریخ میں زندہ جاوید رہیں گے، ان کے ہندی کلام کے مجموعوں میں دوہاؤں، نگرشو بھاروسے نالکے بھید بروے شکر لگار، سورٹھا، پھکرید اور رحیم کاویہ اب تک مشہور ہیں، ان کے دربار میں فارسی شعرا میں عربی، شکبستی، نوعی شیرازی، ثنائی خراسانی، کنوی، معزی جیسے بلند پایہ شعرا اور ان کی زرپاشیوں سے سیراب ہوتے رہے۔ اسی طرح ہندی شعرا، کیشو داس، گنگ، ہری ناتھ، منڈن، پرشدھ، ہول راسے، اور کند وغیرہ بھی انہی کے یہاں سے بڑے بڑے صلے پاتے رہے۔

ایک دن ان کے دربار کے مشہور شاعر نظیری نے کہا کہ میں نے لاکھ روپے کا ڈھیر نہیں دیکھا ہے، یہ سن کر خان خاناں نے حکم دیا کہ خزانے سے روپے لاکھ لاکھ کا ڈھیر لگایا جائے، جب یہ ڈھیر لگ گیا تو نظیری نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ایک لاکھ روپے کا ڈھیر دیکھ لیا۔ اس کے بعد خان خاناں نے حکم دیا کہ یہ تمام روپے نظیری کو دیدیئے جائیں تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔ سہ

ایک اور شاعر ملا نوٹی ان کی شان میں قصدے اور ساتھی نامہ لکھتے رہے آپ نے ایک بار تو دس ہزار روپیے خلعت، ہاتھی، گھوڑے عطا کئے، دوسری بار اس کو سونے میں تنوا دیا۔ مائثر رحیمی میں ہے کہ آپ نے جتنے انعامات فارسی کے شعراء کو دیئے اتنے ہی ہندی شاعروں کو عطا کر کے ۲۰

ایک بار آپ نے ایک ہندی شاعر گنگ کوئی کی کتاؤں سے خوش کر اس کو

چھتیس لاکھ روپے انعام میں دیئے، (دہسٹری آف ہندی لٹریچر از اف، ای، کی)

کتاب خانہ خانانا | خاناناں مرزا عبدالرحیم بن بیرم خاں ممکن ہے علمی قابلیت میں اپنے ہم عصروں سے کم رہے ہوں لیکن

علم کی قدردانی میں ان سے بہت آگے تھے۔ ان کا کتب خانہ شروع میں احمد آباد میں تھا جب کہ یہ وہاں کے حاکم تھے۔ یہ بہت اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ تھا۔ کتابوں کی مرمت، اصلاح اور حفاظت کیلئے بہت سے ملازمین مقرر تھے، کاتب، جلد ساز، وراق، صحاف، نقاش اکڑوہ ہوتے جو اپنے فن میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ مولانا ابراہیم نقاش اسی کتب خانہ میں ملازم تھے۔ یہ خوش نویس، طلا کار، صحاف اور حکاک بھی تھے۔ علمی استعداد بھی ان کی اچھی تھی۔ طبع موزوں بھی رکھتے تھے۔ ان کی نسبت مائثر رحیمی میں ہے۔

وہ ایک مدت تک اس کتاب خانہ میں کتاب داری کے عہدہ پر ممتاز رہے ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چیزیں، تصویریں اور طلا کاری کے نمونے بکثرت ہیں اس کے بعد (غالبا ان ہی کی جگہ) مشفق نقاش کا تقرر ہوا جو فن نقاشی میں یکتائے روزگار تھے۔

خوش نویس | بہبود مرزا مشہور خوشنویس تھے جو میر علی خوشنویس کے بھائی تھے، نقاشی اور خوش نویس میں ان کو کمال حاصل

تھا۔ خان خانان کے کتب خانہ میں اسی کام پر ملازم تھے۔

شجاع شیرازی ران کو خطِ ثلث اور نسخ میں بڑی مہارت تھی۔ ۹۹۹ھ میں انہوں نے مقام ٹھٹھہ میں شرفِ ملازمت حاصل کیا، پھر کچھ دنوں کے بعد کتب خانہ کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔

عبدالرحیم خانخاناں (یہ حضرت خواجہ عقیدت و ارادت تمام داشت) نے یہ سن کر کہ حضرت خواجہ کو حج پر جانے کی خواہش ہے ان کی خدمت میں ایک لاکھ روپیہ بھیجوا یا لیکن آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اس طرح دوسروں سے پیسے لے کر حج پر جانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

جانان بیگم

(وفات سنہ ۱۰۷۹ھ / ۱۶۵۹ء)

امیر عبدالرحیم بن خانخاناں کی صاحبزادی جانان بیگم جس نے اپنے والد کی امارت کے دور میں پرورش پائی۔ اور علم و کمال کے اس درجہ تک کو پہنچی کہ عورتوں کا کیا ذکر جہاں تک بہت سے مرد بھی نہیں پہنچ سکے اسی لئے اکبر نے اپنے بیٹے دانیال کا اس جانان بیگم سے نکاح کرایا اور دانیال کو گجرات کی طرف روانہ کر دیا۔ اور گجرات میں دانیال کا انتقال ہوا اور یہ جانان بیگم طویل عرصہ تک گجرات ہی میں رہیں۔

اُدھر دوبارہ نکاح کی ان کو رغبت نہیں تھی۔

کہتے ہیں کہ سلطان جہانگیر نے خود ان سے نکاح کا ارادہ کیا مگر جانان بیگم نے انکار

کر دیا۔ آپ حج و زیارت سے مشرف ہوئیں اور آپ نے قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی ہے نیز آپ کے فارسی کے اشعار بھی بہت مشہور ہیں۔

جانان بیگم نے ۱۰۷۰ھ میں وفات پائی۔ لہ

مولانا نظیری

(وفات: ۱۰۲۰ھ/۱۰۲۱ھ/۱۰۲۳ھ)

نام محمد حسین اور نظیری تخلص تھا۔ احمد آباد کے رہنے والے تھے گجرات میں خانخانان نے اپنے کتب خانہ میں تمام اساتذہ سخن کے دواوین جمع کر رکھے تھے۔ اس دور کے تمام شعرا کی خواہش ہوتی کہ ان کا دیوان خانخانان کے کتب خانہ میں جائے۔ نظیری بھی ان ہی شعرا میں سے تھے۔ انہوں نے جب اپنا دیوان مرتب کیا تو خانخانان گجرات سے اگرہ منتقل ہو چکے تھے۔ نظیری نے احمد آباد سے اگرہ کا طویل سفر محض اپنا دیوان خانخانان کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کیا نظیری کو بچپن ہی سے شاعری کا شوق تھا اور بہت جلد خراسان میں انکی شہرت پھیل گئی۔ جب خراسان سے کاشان آئے تو وہاں حاتم فہمی، شجاع اور رضائی کے کلام سے فضاگوئج رہی تھی۔ نظیری نے ان کے مقابلہ میں غزلیں لکھ کر اپنے فن کا ثبوت دیا۔

ماثر رحیمی کے مؤلف نے لکھا ہے کہ کاشان کے ایک طرحی مشاعرے میں نظیری نے

بھی ایک غزل کہی جس کا ایک شعر یہ تھا۔

زخود ہر گز نیاز ارم و نئے را کہ می ترسم درو جائے تو باشد

مولانا شبلی لکھتے ہیں کہ، کاشان کے قافیہ شاعروں کی غزل میں اس طرز پر پہلے سے

بندھیکا تھا مثلاً لہ

دو عالم را بہ یک بار از دل تنگ بروں کر دیم تا جائے تو باشد

لیکن نظیری نے اول الذکر شعر میں اس قافیہ کو نئے پہلو سے باندھا نظیری نے اس شعر کا پہلا مصرعہ اس طرح کہا ہے

نیازم ز خود ہرگز ولے را

نظیری کا شان سے چل کر صندوستان آئے اور آگرہ میں خانخانان سے ملاقات ہوئی کیونکہ ۹۹۳ھ میں اکبر نے خانخانان کو آگرہ طلب کر لیا تھا۔ اس وقت نظیری خانخانان کے متوسلین میں شامل ہو کر گجرات آگئے اور احمد آباد میں قیام پذیر ہو گئے۔

بعد میں خانخانان کی شان میں مدحیہ اشعار کہا کرتے تھے اور خانخانان بھی آپ کو انعام و اکرام سے نوازتے رہے۔ ایک مرتبہ ایک مجلس میں خانخانان نے نظیری کو ایک لاکھ روپے عطا کئے۔ نظیری کو زیارت خانہ کعبہ کی بڑی تمنا رہی جس کا اظہار انہوں نے اس طرح کیا۔

کشتی تن شدہ طوفان زدہ عصیانم	وائے من گر بہ حمایت ز رسد غفرانم
گردن این چشمہ اپنا شدہ رابک شاید	یہ گریہاں رسد آلودگی دائم !
بہر آبادی صدمت کردہ اش آب و گل است	از خود آلائش اگر دور کند ایسا نم
صید قربانگہ عشقم بہ قفماندہ کجا ست	کعبہ گردی کہ بقصیر کند قسر با تم

خانخانان نے زاد راہ کے لئے روپے دیئے اور مسئلہ میں سورت کے راستہ

سے مکہ مکرمہ پہنچے

آپ کے متعلق لکھا ہے کہ خانخانان کے ساتھ مستقل طور پر وابستہ ہو کر احمد آباد (گجرات) میں سکونت پذیر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حج کے لئے گئے سر و آزاد میں ہے کہ حج کرنے کے بعد پھر احمد آباد میں رہے۔ تیسری بار یہ ہے کہ ۱۰۰۲ھ میں حج کیا ہے حج سے واپسی پر مراد کے دربار میں رسائی حاصل کی ۱۰۱۴ھ میں اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوئے تو نظیری کو دربار میں طلب کیا

چنانچہ جہانگیر توڑک میں ۱۰۱۹ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں۔ "فن شعر و شاعری میں مشہور روزگار نظیری نیشاپوری کو جو گجرات میں تجارت کے ذریعے زندگی بسر کر رہے ہیں میں نے دربار میں طلب کیا تھا انہی دنوں اس نے یہاں پہنچ کر آستانہ بوسی کا شرف حاصل کیا۔ وہ انوری کے اس قصیدے سے

بازا میں چہ جوانی و جمالست جہاں را

کی زمین میں میری مدح سکھ کر لایا تھا۔ جسے پیش کرنے پر میں نے صلے میں

ہزار روپے، گھوڑا، اور خلعت عنایت کیا۔

بقول آزاد ایک مرتبہ جہانگیر نے انہیں ایک عمارت کا کتبہ لکھنے کے لئے

کہا جس پر انہوں نے یہ غزل سکھ کر پیش کی۔

ایں خاک درت صندل سرگشتہ سران را

باد امثرہ جا رو ب رہت تاجوران را

جہانگیر نے اس کے انعام میں کوئی تین ہزار بیگہ زمین عطا کی۔

شیخ محمد مندوی غوثی، گلزار ابرار میں لکھتے ہیں کہ آپ درویش طبیعت

صوفی سیرت اور مہذب الاخلاق تھے۔ آخری عمر میں صوفیان وحدت

گزار کے مانند شعر کہنے لگے تھے۔ مرنے سے بارہ سال قبل احمد آباد میں مقیم

ہو کر علوم دینی حاصل کئے اور تفسیر و حدیث کے لئے مولانا حسین جوہری وارہ

کی شاگردی اختیار کی۔

بدایونی ان کے متعلق لکھتے ہیں؛ لطافت طبع اور نقاست فوق ہیں دوسرا

شکیبی اصفہانی ہے؛ سہ

سہ منتخب التواریخ ص ۶۲۲ - توڑک جہانگیری ص ۲۰۹ - سرو آزاد ص ۲۲

دربار علی ص ۲۵۲ -

تظیری نیشاپوری جب احمد آباد گجرات میں مقیم تھے۔ اور تنباکو کے شہدائی تھے۔ اس کی تعریف میں ایک غزل لکھی جس کے چند شعر یہ ہیں۔

نئے سنبل تنبا کوئی نہ آتش رخسارہ

دل بوئی خامی میدہر بیدار آتش پارہ

مردم گیاہ از چین مخر تنبا کو آپہن بخر

ہم بایہ بے بایہ ہم چارہ بے چارہ

خواہم دہد وجد آنقدر جام و نئے تنبا کویم

کافتم بطاق ابروئے چوں زرگس خسارہ

اندر کند دودا دگر سنبل دلجویر است

ہم چوں کلیم افتادہ ام اندر دم سمارہ سے

۱۰۰۸ھ میں آپ گوشہ نشین ہو گئے تھے آپ کو اکبر کے ملحدانہ خیالات

سے بڑی نفرت تھی۔ اکبر کے دربار سے وابستہ نہ ہونے کی وجہ ہی تھی۔

آپ نے ۱۰۲۰ھ / ۱۰۲۱ھ / ۱۰۲۳ھ میں بمقام احمد آباد وفات پائی

اور تاجپورہ احمد آباد ہی میں اپنی بنائی ہوئی مسجد کے جوار میں دفن ہوئے۔

مولانا محمد رضا شکیبی

(۴ سنہ ۱۰۲۲ھ - سنہ ۱۰۶۱ھ)

آپ شکیبی تخلص رکھتے تھے۔ اور خواجہ عبد الصغریٰ کے صاحبزادے تھے۔ معقولات

کے ماہر تھے اور فن تذکرہ و تاریخ پر انہیں عبور تھا۔ فارسی زبان کے بڑے اچھے شاعر

۱۔ مقالات شیرانی ص ۶۶ - ۲۔ بزم تیموریہ، تاریخ ادبیات ج ۲ ص ۳۰۴

طبقات اکبری ص ۵۶ -

تھے ، فنِ انشاد میں درجہِ معلمی حاصل تھا ۔ آپ کے جدا علی خواجہ عبد اللہ وہ ہیں جن کے حالات ، نغماتِ الانس میں مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی نے لکھے ہیں ۔ خواجہ عبد اللہ جامی ، خواجہ امین الدین حسن کے فرزند ارجمند تھے ۔ اور خواجہ امین الدین حسن وہ ہیں جن کے مبارک نام پر لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی نے ایک غزل موشح کی تھی

یہ دو بیت اسی غزل میں سے ہیں ۔

چو در گلزارِ اقبالش خراما تم بچمد شد
نہ میل لالہ و نسریں نہ برگِ نسترن دارم
برندی شہرہ شد حافظ پس ز چندی و ربکیں
چہ علم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم
دوسرے کتبہ ۱۵۹۵ء کے آغاز میں آپ غارِ خانان کے ساتھ دکن آئے تھے
مولانا نظیری نیشاپوری ۔ بویقلی بیگ انیس ملا صاحب علی سندھی ، شریف کاشمی ، ملا کامی
سزواری ، ملا نقالی ۔ یہ تمام اصحاب اور نیز اہل سخن کی دیگر جماعت بھی رفاقت میں
تھی ۔ یہ جملہ اصحاب منڈو (مانڈو) کے راستہ سے گزرے تو مولانا غوثی سے
ملاقات ہوئی ۔

۱۷۱۰ء میں پھر آپ کا عبور منڈو (مانڈو) پر ہوا ۔ چونکہ ایک مدت کے بعد
نوبت ملاقات پہنچی اور یہ — وہ وقت تھا کہ علامہ غوثی مشائخ وقت اور بزرگان
عہد کے حالات لکھ رہے تھے ۔ اس لئے مولانا محمد رضا سے بھی حالات دریافت
کے جو حسب ذیل ہیں ۔

۱۷۲۳ء میں ولادت ہے ۔ جب زمانہ ہوش آیا تو کچھ علوم تو شیراز میں اور
کچھ اپنی زاد بوم میں حاصل کئے ۔ جب عمر چونتیس سال ہوئی تو شاعری اور کلام کا وزن
برابر کرنے کا ملکہ پیدا ہوا ۔ اور جوانی میں ہند کی سیاحت کا شوق ہوا ۔ اپنے یہاں سے
لاہور ہو کر ہرمز میں آئے ۔ ہرمز سے بندر جیوں کی کشتی میں بیٹھ کر دریا پار کر کے کنارے
آٹریس ۔ یہاں سے سپہ سالار کی ملازمت کے شوق میں احمد آباد گجرات آ گئے ۔

ان ایام میں نواب کام بخش دارالخلافت شہنشاہی میں تھے . لہذا احمد آباد سے روانہ ہو کر نواب کے پاس پہنچے ۔

۱۸۱۶ء میں سہیل کی لڑائی کے بعد لشکر سر و سنج میں آئے . خونِ شکم کی بیماری کا عارضہ ہو گیا ۔ ارادہ ہوا کہ اگر صحت ہو جائے تو آئندہ دنیا کے کام کو ہاتھ نہیں لگائے گا اور اخروی سامان کو راہ حجاز میں صرف کرونگا . اسی روز سے شفا شروع ہوئی ۔ چھ سال تدبیریں کرتے کرتے گزر گئے . پھر ۱۸۱۶ء میں حجاز کا سفر شروع ہوا تین سال کے اندر سفر پورا ہوا . وہاں سے مراجعت کر کے بندر سورت کے کنارے پر آئے . جب برہانپور میں پہنچے تو پھر خائناناں کی مصاحبت رہی . ایک مدت تک ملازمت میں رہے ۱۸۱۹ء میں نواب نے گوشہ نشینی کی خواہش پر اطلاع پائی ۔ اور اجازت دی اور جہانگیری دربار سے درویشانہ معیشت لے کر وہلی میں گوشہ نشین ہو گئے . اور فقرا سے وہلی کی خدمت میں فراغ دل سے خدا کیساتھ مشغول ہو گئے ۔ ۱۸۲۰ء آپ نے دیوان کے علاوہ ایک مثنوی خسرو شیریں یادگار چھوڑی ہے ۔

ملا محمد حسین ہروی

خان خانان کے احمد آباد کے کتب خانہ کے ملازمین میں سے تھے . ایسے بہترین جلد ساز تھے کہ ان کی نظیر مشکل ہے . ۱۰۳۳ھ میں آپ اس کتب خانہ کے ملازمین میں سے رہے ہیں . بلکہ اس زمانہ میں کتب خانہ کے سب سے بڑے ذمہ دار آپ ہی تھے . ۱۸۲۰ء

مولانا صوفی

(وفات ۳۴-۱۰/۱۶۲۲ھ - ۶۱۶۲ -)

مولانا صوفی گجرات کے علمائے تصوف میں سے تھے۔ علوم میں آپ کو بڑا بھرا حاصل تھا اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔ عبدالرحیم خان خانان کی طرف سے آپ کا وظیفہ مقرر تھا۔ اس لئے کہ ان کے احمد آباد کے کتب خانہ کے آپ ناظر تھے اس کے بعد انہیں خان خانان مستقل اپنے ساتھ ہمیشہ رکھنے لگے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے خلوت نشینی اختیار کر لی۔ اور اپنے گھر کے کونہ میں پڑے رہتے۔ علامہ صادق، الصبح الصادق، میں لکھتے ہیں کہ آپ کا نام محمد تھا۔ اور بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ آپ کا فارسی میں ایک شعر ہے۔

مرا بوقت جدائی دوست مردن بہ

کہ زندہ باشم و بی دوست بنگرم جارا

۱۰۳۴ھ/۱۶۲۲ء میں آپ نے رحلت فرمائی اور علامہ صادق نے

اپنی تاریخ وفات ان الفاظ سے نکالی۔ «رفعتہ ملا محمد صوفی»۔ ۱۶۲۲ھ

میر باقی ماوراء النہری

یہ خان خانان کے کتب خانہ کے داروغہ تھے۔ ۱۶۲۲ھ

ملا محمد مومن

آپ ملا محمد حسین ہروی کے بھائی ہیں۔ یہ دونوں بھائی خان خانان کے کتب خانہ سے وابستہ تھے۔ ملا محمد مومن خوشنویس کا تہوں میں سے تھے۔ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کسی طویل ترین کتاب میں اس کتب خانے میں موجود تھیں۔

ملا عبد الباقی مصنف ماثر رحیمی

(وفات ۱۰۴۳ھ/۶۱۶۳۲/۱۰۴۴ھ/۶۱۶۳۲/۱۰۴۵ھ/۶۱۶۳۵)

یہ کتاب عبد الرحیم خان خان خانان کے ایما پر لکھی گئی۔ اس کے مصنف ملا عبد الباقی جو لک (نہاوند) کے مقام پر ۶۱۵۰ھ/۹۷۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد جو لک کے رد قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور کسی لڑائی کی بنا پر بغداد اور عراق عرب سے نکل کر شاہ اسمعیل صفوی کے آغاز عہد میں ایران آگئے اور اس کے ملازمین میں شامل ہو گئے تھے۔ آپ کے والد آقا بابا، شاہ عباس کی طرف سے ہمدان کے وزیر اور ناظر مامور ہوئے۔ آپ خود بھی کچھ عرصے تک رے، قزوین، کاشان اور قم کے افسر مال رہے۔ پھر اپنے بھائی آقا خضر کی جگہ وزیر بنائے گئے۔ بعد میں بادشاہ کے غائب کے سبب ایران چھوڑ کر ۶۱۶۴ھ/۱۰۲۳ھ میں برہان پور (خاندیس) پہنچے۔ اور عبد الرحیم خان خانان سے ملے جس نے آپ کو جاگیر اور مناسب منصب سے سرفراز کیا۔ اسی کے ایما پر آپ نے، ماثر رحیمی، لکھنا شروع کیا جو ۶۱۶۴ھ/۱۰۲۵ھ میں مکمل ہوئی آپ ۶۱۶۹ھ/۱۰۲۹ھ تک دکن اور برار کے امین رہے۔ پھر سلطان پرویز بن جہانگیر نے آپ کو بہار کا دیوان بنایا۔ آپ نے ۶۱۶۳۲ھ/۱۰۴۲ھ اور ۱۰۴۷ھ کے

درمیان وفات پائی ۔

، آثار رحیمی، عبدالرحیم خاں خان خاناں کے ایما پر ۱۶۱۶ء / ۱۰۲۵ھ میں لکھی گئی ۔

یہ خاں خاں خاناں کے اسلاف یعنی سلاطین قراقویونلو اور خود خاں خاناں کے حالات پر مشتمل ہے ۔ ضمنی طور پر اس میں سلاطین غزنویں، بنگالہ، جونپور، مالوہ، کشمیر،

بھارت، دہلی، گجرات، دکن اور خاندیش کا ذکر بھی آگیا ہے ۔ علاوہ ازیں ہمعصر حکماء، اطباء،

شعرا وغیرہ کا تذکرہ بھی شامل ہے ۔ خاں خاناں کے حکم سے جو مساجد، مدرسے اور حمام بنائے

گئے ان کی تفصیل دی گئی ہے ۔ مثلاً برہانپور میں ایک عظیم الشان قصر و لکشا، بنوایا، خاندیش

میں بڑے بڑے ماہر باغبان باہر سے منگوا کر ایک باغ تعمیر کروایا، جس میں عراق و خراسان

اور ہندوستان کے مختلف علاقوں سے پھلوں اور بیجوں کے درخت منگوا کر لگائے گئے

برہانپور میں حمام، نہر اور جامع مسجد بنوائی ۔ اس سے قبل برہانپور کے لوگ خربوزے کے نام

سے بالکل نا آشنا تھے ۔ خاں خاناں نے عراق و خراسان سے اس کے مختلف اقسام کے بیج

منگوا کر ملکوارہ کے قصبے میں اس کی کاشت کرائی ۔ دو سال ہی میں یہاں کا خربوزہ اتنا

شیریں اور کثرت سے ہوا کہ ولایت (ایران) کے خربوزے ماند پڑ گئے ۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ خاں خاناں نے دوسرے شہروں، احمد آباد، لاہور، سورت

دہلی وغیرہ میں بھی تالاب، باغ اور عمارت بنوائیں اور جہانگیر کے نام پر ایک شہر

جہانگیر پورہ بھی آباد کیا، جس میں دلکش منار اور بڑی شاندار فرخ افزا عمارت

اور سراہیں تعمیر کرائیں اور اس شہر میں میدان اور بازار وغیرہ بھی بنوائے ۔ اس کے

مطابق خاں خاناں ہر فتح کے موقع پر ایک عظیم الشان جشن منایا کرتے تھے ۔ چنانچہ فتح گجرات

کے موقع پر بھی خاں خاناں نے بہت بڑے جشن کا اہتمام کیا، خاص و عام پر عیش و مسرت کے

دروازے کھل گئے ۔ ہر طبقے اور گروہ کے لوگوں کے لئے بارعام ہوا اس مہم میں

سرواروں وغیرہ کو گھوڑے، ہاتھی، مرصع خنجر اور اسی طرح کی دوسری اشیاء مانعام

ہیں دی گئیں۔ یہ جشن سات روز رہا۔ بڑے بڑے بادشاہوں کی تاریخ میں بھی ایسے جشن کی مثال نہیں ملتی۔ یہ کتاب بیہوشیکا انڈیکا کے سلسلے میں خاں بہادر ہدایت حسین صاحب کی سعی اہتمام سے چار جلدوں میں شائع کی گئی۔

ملا عبد الباقی کے حالات یہاں اس لئے لکھے گئے کہ ماثر رحیمی کے لئے اکثر عدد خصوصاً شعراء کا کلام آپ کو احمد آباد میں خانخانان کے قائم کردہ کتب خانہ سے دستیاب ہو سکا جیسا کہ کتاب میں متعدد جگہ تصریح ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی سال تک ملا عبد الباقی اس کتب خانہ سے استفادہ کرتے رہے۔

مولانا شبلی بن ظہیر الدین عبدالرشید امی اصفہانی

(متوفی سن ۱۰۲۳ھ - سن ۱۰۶۱ھ)

آپ علامہ امیر تقی الدین محمد شیرازی کے شاگردوں میں سے ہیں۔ شروع میں اصفہان سے خراسان پہنچے، وہاں سے مشہد بہرات پہنچ کر تحصیل علوم میں مشغول رہے اور اکثر متداول علوم کی کتابیں اپنے زمانے کے علماء سے پڑھیں شعر گوئی شروع کی جس کے متعلق خواجہ حسین ثنائی مرزا قلی، میلی، ولی، دشت بیاضی وغیرہ شعراء نے آپ کے کلام کو بہت پسند کیا۔ وہاں سے شیراز پہنچ کر امیر تقی الدین محمد شیرازی کی خدمت میں پہنچے۔ پھر ہندوستان پہنچ کر خانخانان کے ساتھ رہنے لگے اور سفر حجاز کا ارادہ ہوا۔ خانخانان نے تمام ضروریات سفر ہیا کیوں اور انھی ہزار روپیہ دے کر ان کو رخصت کیا خانخانان کی طرف سے آپ کے ساتھ اس طرح کا معاملہ ہمیشہ رہا۔ جیسا کہ سندھ میں جبکہ ساقی نامہ تالیف کیا گیا اس وقت بھی کافی رقم خطیر اور

انعامات ان کو ملے۔ غرض یہ سفر حجاز کے لئے روانہ ہو گئے، مگر حرمین کی زیارت سے واپسی پر عدن پہنچ کر کشتی کی خرابی کیوجہ سے وہاں ٹھہرنا پڑا۔ تمام کشتی کے مسافروں کو وہاں والوں نے نوٹ لیا۔ اور کسی طرح مشکل سے جان بچا کر یہ قافلہ سورت پہنچا چونکہ وہ جہاز بھی خانِ خانان کا تھا۔ اس لئے آپ نے ایک لاکھ محمودی سکے مولانا اور ان کے شرکائے کشتی کو نقصان کے عوض میں دیئے بلکہ جس کا جتنا نقصان ہوا تھا اتنا پورا پورا خانِ خانان نے اپنی طرف سے دیا۔ اخیر میں مولانا شیکھی دہلی کے منصبِ صدارت پر فائز کئے گئے۔ اور ۱۰۲۳ھ ۱۶۱۴ء میں وہاں انتقال کیا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ سہ

ملائخوشحال

ملائخوشحال ابن مولانا میراں قاسم تاشقندی بن حافظ بن حافظ مسکین۔ آپ کا خاندان اپنے علاقہ میں فقر و درویشی میں ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ مولانا خوشحال کے والد قاسم میرک ابتدائے سمرقند سے آئے تھے۔ وہ بیت اللہ کی زیارت بھی کئی بار مشرف ہو چکے تھے صوم و صلوة نماز باجماعت کے بہت پابند اور کار و لیا کی صحبت میں بیٹھے تھے۔ اور باطن کے شغل سے بھی غافل نہیں تھے۔ خود مولانا خوشحال تقریباً ۲۲ سال احمد آباد میں رہے اور ۲ سال احمد آباد کے مدرسہ میں رہ کر افادہ و استفادہ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ حضرت شیخ میاں وجیہ الدین کے کسی شاگرد سے بدائع، بدیع، فقہ تفسیر، نحو، صرف، اشتقاق، معانی، بیان وغیرہ علوم حاصل کئے۔ اسی طرح شرح ہدایہ الحکمت، حکمۃ العین، شرح تجمید، حاشیہ قدیم، شرح چینی، تحریر اقلیدس وغیرہ کتابیں ان سے پڑھیں۔

اسی طرح علامہ مسر زاجان شیرازی کے بھی آپ دو واسطوں سے شاگرد ہیں۔ اکتساب علوم سے فراغت کے بعد ۱۰۳۰ھ میں آپ خانخاناں کے پاس چلے گئے اور ان کی خدمت میں رہ کر تشنگانِ علم کے افادے اور استفادہ میں مشغول رہے۔ خانخاناں بھی ان کے بڑے معتقد تھے۔ جب کوئی مسئلہ ان کے ہاں پیش ہوتا تو سب سے پہلے آپ کے سامنے اُسے پیش کیا جاتا۔ ملاحظہ فرمائیں کہ استعداد کی تعریف کرتے ہوئے عبدالباقی نہادندی لکھتے ہیں کہ اہل نشو و نما یافتہ در احمد آباد کہ بہترین بلاد و امصار ہندوستان است و دارالافتا واصل این ولایت است۔

مولانا شتابی جنابری

شتابی جنابری خراسان کے ایک موضع کونا باد کے رہنے والے تھے۔ نہایت خوش طبع اور بذلہ سخن تھے۔ آپ مولانا شکیبی کے مریدوں میں سے تھے۔ اکثر اوقات انکی خدمت میں گزارنے۔ اس زمانے میں مولانا شکیبی سورت میں تھے۔ وہاں ان کے ساتھ تھے۔ مولانا شکیبی اصفہانی کے واسطے سے خانخاناں سے تعارف ہوا اور آپ کے پاس آنے جانے لگے۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد مولانا شکیبی اور خانخاناں کو چھوڑ کر کسی وجہ سے یہ دکن چلے گئے۔ اور ان کے اشعار مولانا شکیبی کے پاس تھے اسکا انہوں نے دیوان کی شکل میں مرتب کیا اور ان کے اشعار میں سے خود ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کچھ اشعار خانخاناں کے کتب خانہ میں تھے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

زمی سعادتِ فرخندہ رومی تقدیر
 کہ گشت آئینہ دارم ز آفتاب منیر
 فروز مشعلہ روانشم فسروغ جمال
 نمود آئینہ خاطر م جمالِ صنیر
 سرتقا خرم از اوج منزلت بگذشت
 چو یافتم شرفِ بارگاہِ عرشِ نظیر
 غبارش از بوزہ تاثیر کیمیا کی خرد
 حسدش از در تعظیم بر سپهر اشیر
 ستابی نے دکن میں وفات پائی ۔ ۱۷

مولانا کمال الدین حسینی

مولانا کمال الدین حسینی بہان کے باشندے تھے آپ کے آبا و اجداد وہاں کے اہل ثروت اور ذوی جاہ تھے۔ موزونیتِ طبع کی بنا پر طالبِ علمی ہی کے زمانے سے آپ نے شعر و شاعری کے میدان میں قدم رکھا اور علامہ مرزا ابراہیم بہانی کی شاگردی اختیار کی، اور اکثر متداول کتابیں ان کی خدمت میں رہ کر عمل کیں، متداول فنون کے علاوہ، فنِ خطاطی اور فنِ موسیقی سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ علمِ سیاق و حساب بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ غرض جامع فضل و کمال تھے کہ ایسی جامعیت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ آپ کا کلام ایک ہی طریقہ پر تھا۔ مگر وہ ہر قسم کے عیوب و خامیوں سے مبرا اور پاک ہوتا تھا۔ صفوی خاندان کے بادشاہوں کے زمانے میں امرار و سلاطین کے تقرب

کے ساتھ ساتھ وہاں بعض اوقات منصب بھی آپ کو ملا اور دیوانی میں بھی کچھ عرصہ آپ نے خدمت کی۔ اس خدمت میں آپ مخلوق کے منظور نظر رہے اور کسی سے کسی قسم کی طمع امید و لالچ نہیں رکھتے تھے۔

جب آپ کو عبدالرحیم خانخاناں کی قدر دانیوں کی خبر پہنچی تو آپ نے ہمدان سے ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور آپ وہاں سے شیراز آئے اور کچھ عرصہ شیراز میں ٹھہرے اور حزون کی بندرگاہ سے کشتی میں سوار ہو کر سورت کی بندرگاہ پر اتارے۔ کچھ عرصہ سورت میں رہے اور وہاں اہل ذوق سے صحبتیں رہیں اور وہاں سے احمد آباد آئے۔

مولانا نظیر نیشاپوری اس زمانے میں احمد آباد میں مقیم تھے۔ انکی صحبت میں رہ کر مشاعرہ بحث و مباحثہ رہا۔ اور پھر احمد آباد سے برہانپور خاندیس عبدالرحیم خانخاناں کی خدمت میں پہنچے اور وہاں انکی صحبت میں رہنے لگے۔ آپ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

ہست از کمان ابرو بیت ای ترک تنگ چشم
چوں ترکش نگاہ تو ام بر خدنگ چشم
شاید کہ تک رہ ات از ذوق لحظہ
در چشم خانہ می نماید درنگ چشم
تا نوش خانہ دل از آن لعل شکرین
لذت نہادہ بر سر ہم تنگ تنگ چشم
نہ رنگ عاقبت وارد نہ بوی خرمی بشند
گلے کز آب و خاک این دل صد خاک میروید

حکیم روح اللہ

حکیم روح اللہ جہانگیر کے عہد حکومت میں نہایت نامور اور حاذق طبیب گزرے ہیں آپ کا وطن بھروچ گجرات تھا، اور آپ کے باپ دادا وہیں کے قدیم باشندے تھے اگرچہ آپ کا نام اکبری عہد کے اطباء میں بھی نظر آتا ہے مگر آپ کی ترقی اور نشوونما کا اصل زمانہ جہانگیر کی حکومت کا ہے۔

حکیم روح اللہ تحصیل علوم کی طرف مائل ہوئے، فن طب سے خاص لگاؤ پیدا کر لیا اور بہت تھوڑے عرصے میں نہایت اچھی قابلیت حاصل کر لی۔ تجربہ اور فنی قابلیت کے اعتبار سے آپ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہو گئے جب آپ کی خداقت اور تجربہ کی شہرت ہوئی تو قلیچ محمد خان جو عہد اکبری کے بہت بڑے امراء میں شامل تھے آپ کی طرف متوجہ ہوئے، حکیم روح اللہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہے پھر کچھ دن صادق کی خدمت میں بسر کئے اور بڑے معرکے علاج کئے۔ اس کے بعد شاہ مراد اور شاہزادہ دانیال کے دامن دولت سے وابستہ ہو گئے۔ جب ان دونوں شاہزادوں کا انتقال ہو گیا تو حکیم روح اللہ عہد اکبری کے سب سے زیادہ مشہور بہادر اور قدر شناس امیر عبدالرحیم خان خانان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خان خانان آپ کی استعداد سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے بڑی عزت و توقیر کی اور تھوڑے ہی عرصے میں حکیم روح اللہ نے خانخانان کی خدمت میں درجہ اختصاص حاصل کر لیا۔

صاحب مائثر رحیمی نے لکھا ہے کہ، تحسیر میں بے نظیر اور بے مثال ہیں اور اپنے عہد کے عقلا میں آپ کی شمار ہوتا ہے، مدت سے خان خانان کی خدمت میں باریاب ہیں اور بڑے بڑے انعام آپ کو ملے ہیں۔ خان خانان کے فیض التفات سے حکیم کی زندگی اس قدر آرام و راحت اور شان و شوکت سے بسر ہو رہی ہے کہ اہل گجرات

کو آپ کی کامرانی پر حسد ہوتا ہے ، حکیم روح اللہ بھروچ احمد آباد میں نہایت فراغت و ثروت سے عمر گزار رہے ہیں۔

اور عوام کے علاج معالجے میں نہایت دلچسپی اور کوشش سے حصہ لیتے ہیں اکثر اوقات حاضر ہو کر خان خانان کے پاس بھی رہتے ہیں اور پھر اپنے وطن چلے جاتے ہیں ، ہمیشہ خان خانان کی دولت و اقبال کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں ، جب جہانگیر بادشاہ کو اطلاع ملی کہ خان خانان بہت کمزور ہو گئے ہیں تو جہانگیر نے حکیم روح اللہ کو علاج کرنے کی غرض سے برہانپور بھیجا ، حکیم نے بہت توجہ اور خلوص سے علاج کیا ، خان خانان نے دو ہزار روپے دیئے ۔ ایک ہاتھی اور خلعت عنایت کیا حکیم اس علاج سے فارغ ہو کر بادشاہ کی ملازمت میں چلے گئے ۔

جہانگیر نے سن ۱۵۸۵ء کے واقعات میں اپنی توزک میں خود اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے ۔

نور جہاں عرصے سے ایک بیماری میں مبتلا تھی ۔ اور تمام مسلمان اور ہندو اطباء جو دربار سے تعلق رکھتے ہیں علاج کر چکے تھے ، مگر آرام نہ ہوا تھا ۔ اب حکیم روح اللہ حاضر ہوئے انہوں نے حکیم کے علاج پر ہاتھ ڈالا خدا کے فضل سے بہت تھوڑے دنوں میں پوری صحت ہو گئی ، سن ۱۵۸۵ء میں جہانگیر کشمیر کے دوران قیام میں سانس کی شدید تکلیف میں مبتلا ہوئے تو حکیم روح اللہ ہی نے ان کا علاج کیا ۔ بادشاہ کو بائیں جانب دل کے قریب ہوا کی نالی میں گرائی اور رکاوٹ محسوس ہوتی تھی ۔ روح اللہ نے تھوڑے دنوں میں گرم ادویہ کا استعمال کیا جس سے تھوڑی تخفیف ہو گئی مگر پھر مرض میں شدت پیدا ہو گئی ۔ اس بار پہلے بکری کا پھراوٹنی کا دودھ دیا گیا کسی سے کوئی فائدہ نہیں ہوا ۔ اسی دوران حکیم رکنا کاشی آگرہ سے کشمیر پہنچ گئے اور اس نے علاج شروع کیا حکیم روح اللہ پہلے ہی سے بادشاہ کے مزاج شناس ہو گئے تھے ۔

۱۷۱۷ء میں جہانگیر احمد آباد گجرات میں مقیم تھے وہاں کی آب و ہوا کے اثر سے ان کی طبیعت کچھ خراب ہوئی۔ حکیم نے کہا یہاں کی آب و ہوا آپ کے موافق نہیں ہے شراب اور فیون میں کمی کر دینی چاہئے۔ جہانگیر نے آپ کی رائے کا احترام کیا، اور دونوں چیزوں میں کمی کر دی گئی۔ اسی دن مرض میں افادہ محسوس ہوا جہانگیر نے اس موقع پر آپ کو ستوہرا اور ایک ہزار روپے عنایت کئے۔

مولانا مقصود علی تبریزی

آپ نہایت صوفی صافی، تصوف اور عشق و محبت میں بے مثال، تذکیر اور تزکیہ نفس، سیر فی اللہ، سلوک الی اللہ میں بے مثال تھے۔ متداول علوم نہ صرف یہ کہ حاصل کئے بلکہ ان کا کمال استحضار تھا اور ساتھ ہی مسکنت اور درویشی آپ کا شعار و دثار اور اوڑھنا بچھونا بن گیا تھا۔ اسی بنا پر درویش اور طلاب کی ایک جماعت ہمیشہ آپ سے افادے و استفادے میں مشغول رہتی۔ آپ بڑے زبردست صائم الدہر اور قائم اللیل تھے۔ باوجود غلاتی دنیا سے الگ رہنے کے خانقاہ سے متعلق رہے ان کی طرف سے جاگیر بھی عطا کی گئی۔ جب دکن کی فتح میں خانقاہ احمد نگر میں سہیل جیشی کے ہمراہ جنگ میں تھے تو اس وقت یہ بھی ساتھ تھے۔ بعض کہتے ہیں میر جیشی منصب بھی ان کو خانقاہ کی طرف سے ملا ہے مگر میر عبد الباقی تبریزی کے ساتھ کچھ جھگڑا رہی۔ غالباً اس کی وجہ سے یاد و سکر حاسدین کے حسد کی وجہ سے جہانگیر کی طرف سے جو آپ کو ولایت گجرات کی قضاہ شرعی کا منصب عطا کیا گیا تھا وہ نہ صرف یہ کہ بعد میں آپ سے چھین لیا گیا بلکہ گواہی کے قلعہ میں آپ کو

نظر بند کر دیا گیا۔ اور کئی سال تک گواپار کے قلعے میں آپ مجوس رہے۔

میر محمد ہاشم قصہ خوال

میر محمد ہاشم قصہ گو بدخشاں کے سادات میں سے تھے اور محترم آپ کا تخلص تھا قصہ گوئی میں بے نظیر تھے۔ عبدالرحیم خانخاناں جب فتح گجرات کیلئے متوجہ ہوئے۔ اس وقت سے یہ آپ کے ساتھ تھے اور ملا مہمی شیرازی کہتے ہیں کہ آٹھویں سال یہ مرزا عبدالرحیم خانخاناں کی خدمت میں رہے۔ اور عبدالرحیم خانخاناں کی مدح میں آپ نے اشعار کہے ہیں۔ ۱۰۲۴ھ میں آپ کو لکنڈہ میں تھے آپ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

تاہی باشد ازین بختِ نوکِ ہیدہ خصال

دامنِ وصلِ تھی مایہ تر از دستِ خیال

طبعِ خواہش ز طلبِ مایہ وہ طبعِ نسیم

دلِ مہجور ز غمِ شعلہ کش طبعِ زغال

دل و دستِ ستم از مایہ الصاف تھی!

درد و دشتِ ہوس از شوقِ وقاما مال

دلِ چنایِ شیفۃِ ذوقِ محبتِ کہ بادا

مردم از بامِ دردِ پوستِ رسدغ و دلال

مولانا مشرقی

مولانا مشرقی ابن شیخ کبیر الدین ابن شیخ جیو۔ شیخ جیو احمدآباد کے بڑے علماء میں سے تھے۔ فقہ، کلام، تفسیر و اصول وغیرہ کے بڑے ماہر تھے۔ آپ کی تفسیر اس زمانے میں ہندوستان میں بہت معتبر سمجھی جاتی تھی اور بڑی مشہور تھی۔ اور ہمیشہ انکی خدمت میں عقلا و علماء کا مجمع رہتا تھا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ شیخ جیو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور عرب سے آکر آپ کا خاندان احمدآباد میں متوطن ہو گیا تھا۔ اور شیخ کبیر کی ولادت احمدآباد ہی میں ہوئی اور وہیں پر آپ نے علوم و فنون حاصل کئے۔

مولانا مشرقی نے بھی ابتدائی غالب علمی کے بعد شعر و شاعری شروع کی اور ۱۰۱۵ھ میں عبدالرحیم خان خاناں سے وابستہ ہو گئے۔ عبدالرحیم خان خاناں کی صحبت میں رہ کر تاریخ و سیر کی کتابوں کی قرأت اور اسی طرح اخبار و روایات کی کتابیں کی قرأت آپ کے ذمہ رہی اور ان سے جاگیر پائی۔ اس پر گزارہ تھا اس کے باوجود آپ بڑے زاہد و عابد اور بہت دیندار تھے۔

میر دوستی سمرقندی

آپ فاضل علماء، شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ ابتدائی علوم سمرقند اپنے وطن میں حاصل کئے۔ وہاں آپ کی شہرت ہوئی اس کے بعد ہندوستان کا سفر کیا۔ مولانا عبدالباقی سہاوندی لکھتے ہیں :
۱۰۲۶ھ میں شہزادہ خرم جب تسخیر دکن کے ارادے سے خاندیس

پہنچے تو اس وقت تہاوندی خانخانان کے ساتھ تھے اور میر دوستی سمرقندی، وہاں پر میر عبداللہ حاکم گجرات کے پاس تھے اس وقت وہاں ان سے ملاقات ہوئی میر دوستی سمرقندی، مولانا شفق بنجاری کے شاگرد تھے کہ نظم اور فن شعر ان انہوں نے حاصل کیا ایک مدت خانخانان کے ساتھ رہے اس کے بعد سمرقند اپنے وطن واپس لوٹے۔ ۱۷

مولانا نادی

فتح گجرات کے موقع پر شعراء کی جو جماعت عبدالرحیم خانخانان کے ساتھ تھی اس میں مولانا نادی بھی شامل تھے۔ آپ کا کلام نہایت منانت اور پختگی والا ہوتا۔ منتقدین کی طرز پر ہوتا تھا۔ متاخرین کے طریق کو آپ نہیں جانتے تھے۔ کچھ عرصہ عبدالرحیم خانخانان کی صحبت میں رہ کر آپ اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔ ۱۸

میر محمد یوسف طبعی

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی میر یعقوب ہے۔ آپ کے آبا و اجداد کی پیدائش بھی احمد آباد میں ہے۔ مگر آپ کا اصل خاندان بنجارا سے تعلق رکھتا ہے آپ کی ولادت بھی احمد آباد میں ہے۔ بچپن ہی سے عبدالرحیم خانخانان کے ساتھ تعلق رہا۔

کے ساتھ تعلق رہا۔ آپ کے اشعار مولانا عرفی کی روشنی پر ہوتے ہیں۔
اور آپ کے اشعار

بڑے دلنشین ہوتے تھے کچھ عرصہ آپ مولانا نوعی کی خدمت میں بھی رہے
اور ان سے باحشہ و مناظرہ بھی رہا۔ اور مولانا نوعی کی آپ پر بہت زیادہ
توجہ تھی۔ اور آپ سے بہت زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔

آپ کے چند اشعار یہ ہیں۔

عید آمد کز سیرِ نو عالم آرائی کند

چار طبع و پنج حس را راحت افزائی کند

باز بانِ ماہِ نو گردون ہی گوید کہ عید

ضعف می خوارانِ مبدل با تو انائی کند

طبع مردم آسچناں آمارہ کیفیت است

کز رہِ تاثیرِ در سر آب صہبائی کند

شد چہاں بازارِ مستی گرم کز بس بنجودی

عقلِ ناداں در فنونِ عشقِ دانائی کند سہ

مولانا وامق بلخی

آپ بلخ کے باشندے ہیں شیخ علم اللہ کے واسطے سے عبدالرحیم خانخانان
سے تعارف ہوا۔ خانخانان کے علاوہ چپائی، گیلانی سے برہانپور میں بھی صحبت
رہی اسی طرح خان اعظم کے صاحبزادے مرزا شمس الدین کی خدمت میں کچھ عرصہ

گجرات میں رہے۔ اس کے بعد عبدالرحیم خانخانانا سے وابستہ ہو گئے۔

مولانا نصیری

نصیری خانخانانا کی فوج کے ایک سپاہی تھے؛ شاہ نامہ کی بھر میں آپ نے خانخانانا کی سلطان مظفر کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس کے واقعات کو نظم کیا ہے۔

غازی خان بدخشی

غازی خان بدخشان کے علماء میں سے ہیں اور شاہی منصب دار بھی رہے ہیں ہمیشہ علماء، صلحاء کی ایک جماعت آپ کے ساتھ رہتی تھی۔ اور ان کی تمام سفر و حضر کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔ شیخ ابوالفضل سے بڑی دوستی تھی۔ اسی لئے انہوں نے اپنی ہمشیرہ کو ابوالفضل کے نکاح میں دیا۔

غازی خان بدخشی اپنے انتقال تک خانانانا کے ساتھ رہے اور انتقال کے وقت اپنے فرزند رشید، خواجہ حسام الدین محمد کو خانانانا کے سپرد کیا۔

ابراہیم حسین دیر

آپ کی ولادت بلخ میں ہوئی۔ اور کابل میں نشوونما پائی، اور اپنے والد کے ساتھ پچھن میں اکبر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ مگر یہ والد کا ساتھ کسی وجہ سے چھوڑ کر خانانانا کی خدمت میں دکن پہنچ گئے۔ فن شعر گوئی میں آپ مولانا

نوعی عبوشانی کے شاگرد تھے۔

ابراہیم حسین دیرری ایک مدت تک گجرات میں عبداللہ خاں کے سختی رہے اور ۱۰۲۴ھ میں پرویز بن جہانگیر کے ساتھ رہے۔ خان خاناں جب گجرات سے برہانپور گئے تو اس وقت دیرری نے یہ قصیدہ کہا۔

باغ را بپیرایہ نوشد گل بسطانی نشست
بلبل خوش نغمہ بر شاخ ثنا خوانی نشست

حکیم مشہدی

مشہد کے باشندہ تھے، اور طب میں پوری مہارت رکھتے تھے، فن شعر میں بھی انہیں پورا سلیقہ حاصل تھا، اور مشاہیر شعرا میں شمار ہوتا تھا جس وقت عبدالرحیم خان خاناں گجرات کی قیم پر گئے۔ یہ نئے نئے خراساں سے آئے تھے۔ اور خان خاناں کی خدمت میں باریاب ہو کر اس کے مصاحبوں میں شامل ہو گئے، اس کے بعد بھی خان خاناں کے ساتھ رہے۔ خان خاناں نے انہیں بے حد انعامات اور صلے عطا فرمائے۔ حکیم ان کی مدح میں قصائد لکھا کرتے۔ آخر کسی وجہ سے خان خاناں کی ملازمت سے الگ ہو گئے۔

مولانا شعری

فتح گجرات کے شروع میں خان خاناں کے ساتھ رہنے والے شعرا میں سے شعری بھی ہیں جن کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ان کے چند اشعار حسب ذیل

باز بادِ سحر از طرفِ گلستان آمد
باز جان و رتن مرغانِ بحرِ خوان آمد
باز آمد بچمن شاہدِ گلِ جلوہ کنان
بلبلِ نغمہ سرا از در افغان آمد
باز چوں خیلِ پری گشت شکوفہ پیدا
باز بر تختِ چمن گل چو سلیمان آمد
باز شد باغِ زبارانِ بہاری سرسبز
باز وقتِ طسّر و سیر گلستان آمد سہ

مولانا حمید ری

مولانا حمید ری دارالسلطنت تبریز کے باشندے تھے۔ طوفانی و وقوعی اور شریف کے ہمعصر اور لسانی کے آپ شاگرد تھے۔ جب شریف نے آپ کے استاذ لسانی کے بارے میں زیادتی کی تو آپ نے اپنے استاذ لسانی کا ساتھ دیا۔ اور ان کی طرف سے قصائد کہے۔

ایران میں کافی شہرت کے بعد تبریز سے ہندوستان پہنچے اور کافی مدت ہندوستان میں گذاری۔ شاہان ہند کے شعرا میں شمار ہونے لگے۔ بالخصوص اکبر بادشاہ کے درباری شعرا میں رہے۔ تین مرتبہ عراق سے آپ نے ہندوستان کا سفر کیا۔ طویل عرصہ مرزا عزیز کوک کے ساتھ آپ وابستہ رہے۔

بالآخر عبدالرحیم خانخانان کے حملہ گجرات کے موقع پر آپ ان کے ساتھ تھے۔ ایران پہنچ کر کاشان میں ٹھہر گئے۔ اس لئے کہ کاشان میں ملا عبدالسباتی نہاوندی کے بھائی خضر نہاوندی حکام میں سے تھے۔ ان کے ساتھ رہے اور وہاں ایک تقنیف شروع کی اور اپنے وطن تبریز جانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں رومی، ترکی غالب آگئے تھے بلکہ اپنے عراق کا سفر مناسب سمجھا۔ جو آب و ہوا اور علاقہ کی خوش گواری وغیرہ کے اعتبار سے ہر طرح سے موزوں اور مناسب تھا۔ ۱۷۱۰ء

مولانا صیدی

خانخانان کے شعرا میں مولانا صیدی بھی تھے۔ جن کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ نہاوندی سمجھتے ہیں کہ اظہار یہ ہے کہ صیدی کشمیری تھے۔ صیدی کے خوب اشعار ہیں جو خانخانان کی مدح میں کہے گئے۔ ۱۷۱۰ء

آنکہ گجرات از عدالت او

خوش تر از کابل و بدخشاں است

آنکہ از ہیبت و صلابت او

تن اعدا چو بید لرزان است

ای کہ در جود و در شجاعت و فضل

ہر چہ گویم ہزار چندان است ۱۷۱۰ء

مولانا نسبتی

نہاوندی سمجھتے ہیں کہ نسبتی کے حالات بالکل معلوم نہ ہو سکے کہ آپ کہاں سے ہیں۔ البتہ لوگوں کا بیان یہ ہے کہ آپ عراق سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر عراق کے کس علاقہ سے ہیں یہ معلوم نہیں۔ آپ بھی خانِ خانان کے ساتھ گجرات میں رہے ہیں۔۔۔

میر عہدی

میر عہدی ایران کے شہر ری سے آپ تعلق رکھتے تھے۔ فنِ شاعری کے علاوہ علمِ رمل، نجوم، عروض، قافیہ سے بھی آپ کو واقفیت تھی۔ آپ کا کلام بھی نہایت پختہ ہونا اور حکمت و دانش پر مبنی ہوتا تھا۔ فتح گجرات کے موقع پر آپ بھی خانِ خانان کے ساتھ تھے اور آپ کی ملازمت میں رہ کر آپ نے جاگیر بھی حاصل کی۔۔۔

شاہ نظر بیگ اصفہانی افشاری

اصفہان کے علاقے کے رہنے والے تھے اور ان کے آبار و اجداد وہیں کے تھے۔ ان کے آبار و اجداد کو اس علاقے میں کافی اثر و رسوخ حاصل تھا۔ آپ میر مغیث بہدانی کے شاگرد ہیں۔ رباعیات کہنے میں آپ کو کافی دسترس

حاصل تھی۔ ۱۰۲۳ھ میں آپ ایران کی بندرگاہ اروں سے گجرات پہنچے اور خانخاناں سے وابستہ ہوئے۔ چند سال ان کے ہمراہ رہ کر بیجا پور، گوکنڈہ، دکن ہوتے ہوئے یہ اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔ ۱۰۲۷ھ

آقا جلال

آقا جلال سید شریف قزوینی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ سید شریف قزوین کے مشہور سادات خاندان سے تھے اور قاضی جہاں سینہ قزوینی کے چچا زاد بھائی تھے۔ سید شریف ابتدائے عمر میں قزوین سے ہندوستان پہنچے اور اکبر بادشاہ کی ملازمت میں رہنے لگے۔ اس زمانے میں چونکہ مرزا ابراہیم حسینی بہدانی کا بڑا شہرہ تھا۔ اس لئے اپنے بڑے بھائی آقا تھی کی طرح سے آپ نے بھی مرزا کی شاگردی اختیار کی اور ان کے طالب علموں میں شمار ہوئے۔ چونکہ ان کے جدا مجد نقیب خاں ہندوستان میں منصب عالی پر فائز تھے اور صوبہ گجرات کے حاکم تھے۔ اس لئے ان کے لئے بھی ہندوستان پہنچنا آسان ہو گیا۔ یہاں شروع میں آپ خانخاناں سے وابستہ ہوئے اس کے بعد گوکنڈہ کی سیر اور میر محمد مومن استر آبادی سے ملاقات کے بہانے دکن چلے گئے۔ ۱۰۲۷ھ

ملاح سزینی

آپ کا کلام سوز و درد سے بھرا ہوتا تھا۔ فتح گجرات کے موقع پر آپ

بھی خانِ خانان کے درباری شعرا میں شامل تھے۔ آپ کو جاگیر بھی عطا کی گئی تھی۔ ملاحسریہ کی مولد و منشار کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ حزینی تخلص رکھنے والے دو شاعر ایران میں گذرے ہیں ایک خراسان میں دوسرے نہاوند میں۔

مگر یہ دونوں بزرگ خراسانی و نہاوندی ہندوستان میں نہیں آئے۔ یہ حزینی کوئی اور ہیں۔ عبدالرحیم خانِ خانان کے احمد آباد کے کتب خانے کے متعلق حزینی کے اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

تا علم افزا ختہ شاہ سخندان علم
رخش سخن تا ختہ بر سر میدان علم
شیخ زبان کردہ تیز صفت شکن بیگزین
خاصہ براہیل تیز در صف مردان علم

مولانا محمود

مولانا محمود بھی عبدالرحیم خانِ خانان سے وابستہ شعرا میں سے تھے۔ آپ کے حالات زیادہ معلوم نہیں ہو سکے۔ البتہ طویل عرصہ خانِ خانان کے ساتھ رہے ہیں۔

مہرست مراجع

نام کتاب	تالیف / تصنیف	ناشر
طبقات اکبری	خواجہ نظام الدین احمد	اردو سائنس بورڈ
ظہیر الدین محمد بابر	سید صباح الدین عبدالرحمن	۲۲۹ - اپر مال، لاہور
منتخب التواریخ		معارف پریس، اعظم گڑھ
تاریخ فرشتہ	محمد قاسم فرشتہ	شیخ غلام علی اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور
تذکرہ ادیبانے پاک وہند	ڈاکٹر ظہور الحسن شارب	شیخ غلام علی اینڈ سنز، کشمیری بازار، لاہور
بزم صوفیہ	سید صباح الدین عبدالرحمن	الغنیصل پبلشنگ کمپنی، لاہور
الفوائد البہتہ		نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی
تحقیق باللہند	ابوریحمان محمد بن احمد البیرونی	قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
العقد الثمین	تقی الدین محمد	عالم الکتب
خطوط مشاہیر	مولانا عبدالماجد دریا بادی	تاج کمپنی لیڈنگ، قرآن منزل ریوے روڈ، لاہور
طبقات الشافعیۃ اکبری	مولانا سید عبدالحی بریلوی	مقبول اکیڈمی
نزهة الخواطر و بہجۃ المسامح والنو		۱۹۹ - سرگھر روڈ، چوک نارنگی، لاہور
تاریخ ادب اردو	ڈاکٹر جمیل جالبی	مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور
تذکرہ صوفیائے سیوٹ	محمد حبیب الرحمن خان میواتی	مکتبہ مدنیہ، اردو بازار، لاہور

مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور	اعجاز الحق قدوسی	توزک جھاگیری بھیانۃ الارب تذکرۃ النجاة
سندھی ادبی بورڈ جام شورو حیدرآباد اردو سائنس بورڈ، اپریل، لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور	سید محمد مطیع اللہ حضرت شاہ غلام علی شیخ محمد اکرام منہاج سراج	سندھی اولیاء مقامات مظہری رود کوثر طبقات ناصری طبقات الکبریٰ طبقات المفسرین طبقات ناصری
دارالکتب، بیردت مرکزی اردو بورڈ، گلبرگ، لاہور	محمد ابوالفیصل الہیہم حسن برادرز حامد بن فضل اللہ جمالی	انباہ الرواہ تذکرۃ مشائخ کراچ سیر العارفین
حسن برادرز، لاہور اردو سائنس بورڈ ۱۰، ۲۲۹، اپریل لاہور	محمد ابوالفضل اللہ محمد بن علی الشوکانی رئیس احمد جعفری محمود شکوی آلوسی	البدرا الطالع سفرنامہ ابن بطوطہ المضوء اللامح اخبار الاخیار
مدینہ پبلشنگ بند روڈ کراچی مجلس ترقی ادب کلب روڈ، لاہور مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور	ابوالمحمد شینج ڈاکٹر جمیل جالبی مصنوعی غلام شہر لاہوری	تاریخ ادب اردو خزینۃ الاصغیار

اردو سائنس بورڈ، پرمال لاہور

تاریخ خان جهانی د

مخزن افغانی

المسک الاذفر

تاریخ دعوت و عزیمت

تین تذکرے

بزم تیموریہ

محمود شکری

سید ابوالحسن علی ندوی مجلس نشریات اسلام

محمد احمد فاروقی

سید صباح الدین

عبدالرحمن

نفیس اکیڈمی، اردو بازار

کراچی

معین الارواح

تذکرہ غوثیہ

سید غوث علی شاہ

دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ

کراچی۔

عبدالحمید سالک

ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب بڈ لاہور

مسلم ثقافت

ابجد العلوم

تاریخ مشائخ چشت

مذہب جهانیان جہان گشت

گلزار کھونسیا

طبقات اکبری

ظہیر الدین محمد بابر

خلیق احمد نظامی

پروفیسر محمد ایوب قادری

عالم فقہی

محمد ایوب قادری

سید صباح الدین

عبدالرحمن

مکتبہ عارفین

ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان چوک کراچی

اردو سائنس بورڈ، پرمال لاہور

معارف پریس اعظم گڑھ

اشاریہ

- | | |
|--------------|---|
| اسماء | ☆ |
| اماکن | ☆ |
| سنین (عیسوی) | ☆ |
| سنین (ہجری) | ☆ |
| کتب | ☆ |
| مساجد | ☆ |

فہرست نمبر ۱

اشاریہ
اسماء

اشاریہ اسماء

۱

۹۳	آدم <small>عليه السلام</small>
۹۴	آرام کشمیری
۲۵۲	آصف الدولہ، نواب
۱۶۰	آمنہ بنت سید نصر اللہ (زوجہ ماہ عالم)
۱۴۴	آمنہ بی بی بنت کریم خان بن عماد الدین
	خداوند خاں (والدہ شاہ عالم)
۳۲۹	ابراہیم، مولانا شیخ
۳۱۱	ابراہیم القرانی، ملا
۱۵۹	ابراہیم بن ادہم
۷۳، ۷۲	ابراہیم بن حاجی سلیمان
۱۶۳، ۱۴۷	احمد بن دوسن، خواجہ (خلیفہ شاہ عالم)
۶۶	ابراہیم بن سلیمان، شیخ مخدوم
۲۹۶	ابراہیم بن عبدالمحمد بیجا پوری
۷۴	ابراہیم بن محمد بن سفیان النیشاپوری
۸۷	ابراہیم حسن البورجا (حاکم گجرات)
۴۵۶، ۴۵۵	ابراہیم حسن دیر
۱۵۴	ابراہیم ڈار، پروفیسر
۲۹۹، ۲۹۶	ابراہیم زبیری، قاضی

۲۹۶، ۸۰، ۷۹	ابراہیم عادل شاہ جگت گرو (بیجا پوری)
۴۱۶	ابراہیم غیاث پوری، سید (شاگرد شیخ علی متقی)
۴۳۲	ابراہیم نقاش، مولانا
۳۸۲	ابن الاثیر
۳۱۱	ابن العربی
۴۰۴، ۱۹۸	ابن العماد الحسبلی
۳۵۲، ۲۱۳	ابن الہمام
۲۲۴	ابن برہان الدین ہندی، مخدوم
۴۱۰، ۹	ابن بطوطہ
۲۱۸	ابن تغربی البردی
۲۰۹، ۲۰۸، ۷۶	ابن حجر عسقلانی، حافظ
۳۹۶، ۳۸۶، ۳۷۱، ۳۶۶	ابن حجر مکی
۱۱	ابن خرداذبہ
۷۵	ابن عساکر، حافظ
۱۹۸	ابن فہد
۲۳۱	ابن قاضی شہبہ
۷۵	ابن مردویہ
۱۹۷	ابن ہشام
۷۴	ابو احمد محمد عیسیٰ الجلودی النیساپوری
۷۵	ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن سفیان
۲۷۱	ابو البرکات، حضرت

۳۸۶، ۳۸۳، ۳۷۰، ۳۶۶، ۳۶۵	ابوالحسن بکری، شیخ
۳۹۵، ۳۸۸	
۴۱۰، ۳۶۶	ابوالحسن شاذلی، قطب زمان شیخ
۳۳۶	ابوالحسن علی الندوی، مولانا
۱۲	ابوالحسن علی بن حسین المسعودی
۴	ابوالحسین عبدالغافر الفارسی النیساپوری
۳۵۳	ابوالخیر مبارک، شیخ
۳۵۳	ابوالعباس قصاب، شیخ
۱۱	ابوالقاسم
۱۱۶	ابوالفتح (ولد مولانا محمد قاسمی)
۳۲۸	ابوالفتح ابن شاہ قازن، شیخ
۳۰۳	ابوالفتح الخاطب، شیخ
۲۲۶	ابوالفتح، شیخ (خلیفہ خواجہ گیسو دراز)
۳۲۹، ۳۰۳	ابوالفتح شیخ ہدایت اللہ سرمست، شیخ
۳۵	ابوالفرح خان
۱۲۱	ابوالفضل
۱۹۵	ابوالفضل شوبری، قاضی
۲۵۵، ۴۲۳، ۴۲۳، ۳۳۶	ابوالفضل مبارک، شیخ
۲۷۲	ابوالفضل محمد مظہر الدین گازی
۴۱۹	ابوالقاسم، خواجہ (برادر ملا عبدالقادر آخوند)
۲۷۱	ابوالقاسم، سید (ماموں شیخ وجیہ الدین)

- ۱۳۹ ابو القاسم، شیخ
 ابو القاسم اسماعیل بن محمد القریشی الاصفہانی، ۷۵
 حافظ
 ابو الججد محمد بن جعفر محبوب عالم حسینی بخاری، سید ۱۵۲، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۵، ۱۸۶
 ۳۵ ابو المفاخر خان
 ۳۰۶، ۳۹۰، ۳۹۱، ۴۰۱ ابو بکر الصدیقؓ، سیدنا
 ۲۲۴ ابو بکر العامری
 ۱۴ ابو بکر بن احمد بھروچی
 ۳۰۳ ابو بکر تاج الدین، شیخ
 ۱۲۹ ابو بکر تغلق، سلطان
 ۹ ابو بکر ربیع بن صبیح سعدی
 ۸۹ ابو بکر عیدروس حضر موتی
 ۲۹۶ ابو تراب، شیخ
 ۴۱۹ ابو تراب، میر
 ۹۳ ابو تراب ابن کمال الدین حسینی، شیخ
 ۳۰۳، ۳۰۲، ۳۰۱، ۲۲۳، ۱۷۹، ۸۹ ابو تراب شیرازی لاہوری، سید (بابا گدا)
 ۴۰۴
 ۲۸۳ ابو جی، میاں (متوسل شیخ وجیہ الدین)
 ۱۱۱، ۱۰۸ ابو حنیفہ، امام
 ۷۱، ۱۲ ابو ریحان بیرونی
 ۷۴ ابو سعید الخمیری

۱۲	ابوسعید بن زکریا (تاجر)
۲۲۵	ابوسعید عبدالجبار، شیخ (ابن شیخ غوث الدین)
۳۸۷	ابوشیرازی، شیخ
۳۱۱	ابوطاہر الکردی، شیخ
۱۲، ۵۹، ۹۳، ۱۵۲، ۱۸۶، ۱۸۹، ۲۳۶	ابوظفر ندوی، مولانا
۲۳۹	
۷۴	ابوعبداللہ حکیم نبیسا پوری
۳۸۰	ابوعطاء اسکندری
۲۰۱	ابوفراس بن حمدان
۳۰۷	ابومحمد بن خضر تمیمی
۱۱۸، ۱۲۳، ۳۶۶	ابومدین مغربی، شیخ
۹۷	ابوہریرہؓ، حضرت
۱۹۰	احمد، سید
۲۵، ۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸	احمد، قاضی
۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴	احمد، سید (مخدوم جہاں شاہ)
۳۸۵	احمد، سید (نسیرہ شیخ علی متقی)
۳۳۷	احمد الدیزلی شافعی، مولانا
۲۲۷	احمد بدایونی، شیخ
۳۸۳	احمد بردزق، شیخ
۲۲۲	احمد بن برہان الدین آخرالاولیاء، شیخ
۷۵	احمد بن حنبل، امام

۱۹۶، ۲۰۰	احمد بن سلطان محمد بن مظفر، سلطان
۶۲، ۶۶، ۱۸۳، ۱۸۶	احمد بن سلیمان، مولانا
۱۹، ۲۰، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۳۲	احمد بن عبداللہ کھٹوی (کھٹو)، (کنج بخش،
۳۲، ۳۶، ۶۱، ۶۳، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲	جمال الدین، شہاب الدین)، شیخ
۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹	
۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۸	
۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴	
۱۴۵، ۱۵۳، ۱۶۹، ۱۷۸، ۲۲۶، ۲۳۷	
۲۳۸، ۲۵۱، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵	
۲۲، ۱۹۷، ۲۰۰	احمد بہمنی، سلطان (والی دکن)
۸۸	احمد جعفری شیرازی، سید
۱۹	احمد خان
۸۹، ۹۷	احمد رفائی، سید
۱۵، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵	احمد شاہ، سلطان
۲۶، ۳۲، ۳۵، ۳۷، ۳۸، ۴۱، ۵۱	
۶۳، ۹۳، ۱۰۴، ۱۲۰، ۱۲۶، ۱۲۷	
۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۹	
۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۷، ۲۱۷، ۲۳۶، ۳۹	
۲۳۹	احمد شاہ پیر، حضرت سید
۳۱۱	احمد شاہ وی، شیخ
۳۱۱	احمد قشاشی، مولانا

۱۱۵	احمد کبیر، سید
۱۰۰، ۸۹	احمد کبیر رفاعی، سید
۶۹	احمد کردی، مولانا
۳۰۳	احمد گدا (خلیفہ سید ابوتراب)
۳۳۳	احمد متوکل، شیخ (خلیفہ شیخ غوث گویاری)
۱۹۳	احمد مجد، شیخ (ولد قاضی مجد)
۱۱۷	احمد مخدوم جہاں شاہ، سید
۳۱۱، ۱۷۸، ۱۶۹	احمد میاں مخدوم احمد بن برہان بن ابراہیم
	غوری، مولانا شیخ
۲۶	احمد ہنگوری، بابا (تعلیمی)
۹۰	اختیار الملک سلطانی
۱۰۶	انجی راجکیری، شیخ
۱۵۳	ارجن جی
۳۱	ازرقی، حکیم
۱۰۹	اسحاق، شیخ (بھائی شیخ ساء الدین)
۲۷۷	اسحاق بھروچی، شیخ
۱۲	اسحاق سید پوری
۱۵۶	اسحاق کھوکھر، ملک (والد زوجہ شاہ عالم)
۱۳۹، ۱۳۷	اسحاق منگرنی، بابا (شیخ)
۲۹۱	اسعد اللہ، شیخ (نسبہ شیخ وجیہ الدین)
۹۰	اسعد خان

۲۶۳	اسماعیل، حضرت مخدوم عالم
۳۴۳	اسماعیل بن شاہ محمد غوث، شیخ (خلیفہ شیخ غوث گوالیری)
۱۴۷، ۱۴۰، ۱۷۱، ۱۷۲	اسماعیل بن عبداللہ اصفہانی، قاضی سید
۴۴۱	اسماعیل صفوی، شاہ
۱۱۷	اسماعیل قریشی، شیخ
۱۰۶، ۱۰۴	اشرف جہانگیر سمنانی، سید
۶۸، ۹۱، ۴۱۹، ۴۲۰	اعتماد خان کجراتی
۳۷، ۱۷۹	اعظم خان
۳۳	افضل خان
۱۷، ۳۳، ۳۷، ۴۶، ۶۴، ۶۸، ۶۹	اکبر (جلال الدین) (شاہ)
۸۸، ۹۰، ۹۱، ۱۷۹، ۲۳۸، ۲۴۰	
۲۴۶، ۲۸۳، ۳۱۵، ۳۲۱، ۳۲۵	
۳۳۸، ۳۴۰، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸	
۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳	
۴۳۰، ۴۳۳، ۴۳۵، ۴۴۷، ۴۵۵	
۴۵۷، ۴۶۰	
۴۴۹	اکبر اعظم بن سید آدم عالم، سید
۶۰، ۷۰، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۱	اکرام الدین، قاضی (شیخ الاسلام)
۳۵	اکرم الدین خان

- ۳۴۳ اکمل الدین برہان، شیخ (خلیفہ شیخ غوث
گوالیری)
- ۹ الاشر عبداللہ بن محمد
- ۲۲۳ الف خاں بنجر
- ۱۹۰ اللہ بخش، شیخ
- ۳۰۵ الہ داد اکبر آبادی، شیخ
- ۳۱۸ الہ داد ابن سعد اللہ عثمانی، شیخ
- ۱۵۶، ۱۴۶ امان، بی بی (بنت شاہ عالم)
- ۷۷ امان اللہ، مولوی
- ۳۴ امانت خان
- ۱۵۶ ائمۃ اللہ بی بی (بنت شاہ عالم)
- ۷۲ امتیاز علی عرشی، مولانا
- ۹۰ امیر بن جہانگیر
- ۴۴۳ امیر تقی الدین محمد شیرازی، علامہ
- ۱۵، ۱۰۳، ۱۲۵، ۱۳۳ امیر تیمور گورگان
- ۴۳۸ امین الدین حسن، خواجہ (والد خواجہ عبداللہ
امامی)
- ۲۴۲، ۲۳۹، ۴۵، ۳۵ امین الدین خداوند خان
- ۲۴۴ امین اللہ، شاہ (ابن قطب عالم)
- ۹۰ امین خان
- ۱۸۰ امین محمد، سید (خادم ماہ عالم)

۴۳۸	انیس ملاحظت علی سندھی
۱۷، ۳۳، ۳۳، ۳۳، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۴۰	اورنگزیب عالمگیر
۴۳، ۶۱، ۶۶، ۶۸، ۶۹، ۱۵۳، ۲۰۷	
۳۰۴	
۴۱۶	اولیاء من شیخ سراج، شیخ
۳۰۰	اولیاء کالوپوری، شیخ
۶۳	ایشورداس ناگرپٹنی

ب

۱۵۹	بابو چشتی، شیخ
۷۹، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۸۳، ۳۸۷، ۳۹۵	باجن چشتی برہانپوری، شاہ
۵۵	بار بوسہ، سیاح
۱۵۳، ۱۴۸، ۱۴۷	بارک اللہ چشتی، شاہ (خلیفہ نظام الدین اولیاء)
۴۴۰	باقر ماوراء النہری، میر
۴۰۰	بایزید، شیخ (ولد شیخ حسام الدین ملتانی)
۳۵۴، ۳۳۸	بایزید بسطامی، شیخ
۵۱	بخشی صفی خان
۱۳۹	بدابو ہرہ
۲۷۳، ۲۷۲	بدر الدین ابوالقاسم سہروردی، میاں
۳۱۸	بدر الدین بدایینی، شیخ
۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲	بدر الدین محمد بن ابوبکر ماکی ابن دمانینی
۲۰۴	
۸۹	بدر بھکری، مخدوم سید
۱۱۰، ۱۰۸	بدھ فتح اللہ، خواجہ
۳۴۳	بدیع الزمان سمرقندی، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
۲۱۶، ۲۱۵	بڈھا بن سید یعقوب، سید (والد خوند میر)
۱۵۶	بڈھن، سید (ولد شاہ عالم)
۱۶۹	برہان (والد احمد میاں مخدوم)

۱۵۱	برہان، سید
۸۰	برہان، شاہ
۲۹۶	برہان، قاضی
۶۹	برہان الدین، قاضی
۱۰۴، ۱۰۰، ۸۲، ۳۶، ۲۲، ۱۹، ۱۸، ۱۵، ۱۱، ۱۳۶، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۷، ۲۰۷، ۲۱۳، ۲۱۷، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۷، ۲۶۸	برہان الدین ابو محمد عبداللہ بخاری احمد آبادی، حضرت قطب العالم
۷۹	برہان الدین جانم
۳۶۲	برہان الدین حنفی شطاری
۲۹۶	برہان الدین علوی، شیخ (بھائی شاہ وجیہ الدین)
۳۱۹	برہان الدین ملتانی، مولانا
۲۹۷	برہان الملک
۷۰	بڑے صاحب، سید
۲۸۳	بڑے میاں صاحب (متولی درگاہ شیخ وجیہ الدین)

۴۳۸، ۴۲۷، ۴۲۶	بقائی، ملا (رفیق مرزا بخش)
۸۸	بکرماجیت، راجہ
۳۳۳	بندگی احمد، خواجہ (ولد خواجہ خانون)
۱۰	بنوسامہ
۱۰	بنوہپار
۱۵۶	بو اخوندا (زوجہ شاہ عالم)
۲۱	بہادر، سلطان
۳۳	بہادر خان
۵۹، ۳۹، ۳۵	بہادر شاہ
۳۶۸، ۳۶۷، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۸۸	بہادر شاہ ابن مظفر
۳۹۷، ۳۹۶	
۳۵	بہادر گجراتی، سلطان
۴۴۳	بہادر ہدایت حسین خان صاحب
۳۴	بہار الدین، حاجی الخطاب بھد الملک
۱۹۵	بہاء ابن دامینی
۱۹۱	بہاء الدین (ولد شیخ نور الدین)
۶۶	بہاء الدین، مولانا
۱۰۱، ۱۰۰	بہاء الدین اوچی، علامہ شیخ
۱۸۹	بہاء الدین صدیقی گوپا منوی، حکیم (ہردوئی)
۴۰۰	بہاء الدین ملتانی، شیخ

۲۸۷، ۲۷۱	بہاء الدین مکی، سید (دادا شیخ وجیہ الدین ہلوی)
۱۱۱، ۱۰۹، ۱۰۳، ۱۰۲، ۹۸	بہاء الحق زکریا ملتانی، حضرت مخدوم
۴۳۳	بہبود مرزا (خوش نویس)
۳۳۵، ۳۳۴، ۳۳۰، ۳۲۹	بہلول، شیخ (بھائی شیخ غوث)
۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱	بہلول لودھی
۴۳۸	بویٹلی بیک
۴۳۰، ۴۲۸، ۴۳۰، ۴۳۹	بیرم خان

پ

۲۳۱	پر شدہ
۲۵۶ ، ۲۳۱	پردیز بن جہانگیر، سلطان
۲۲۱	پیارا، حضرت شیخ
۲۳۲	پیارن، شاہ (ابن سید محمود)
۲۶۷	پیرو، شیخ

ت

- تاج الافاضل (از ولد قاضی شمس ۱۹۴
الدين)
- ۱۱۷، ۱۰۶ تاج الدين بھکری، شیخ
- ۱۲۹ تاج الدين سرکھچی، شیخ
- ۷۵ تاج الکندی
- ۱۵۵، ۱۵۱ تاج خان تریانی (نرپالی)
- ۸۸ تان سین
- ۳۵۸ تقاول خان
- ۲۹۲ تفتازانی، علامہ
- ۲۱۲ تقی الدین القاسی
- ۲۰۳ تقی الدین بن حجر
- ۳۶۰ تقی قزوینی، آقا (برادر آقا جلیل)
- ۲۵۲ تقی میر، میر
- ۸ تمیم ابن قسیمی
- ۱۳۲ توکاجی رشخ طالب (والد شیخ صلاح)
- الدين)
- ۲۷ توکل، بابا

ش

۱۰۹

ثناء الدین، مولانا

۴۳۱

ثنائی

ج

- جان (جھانجھ) ۱۲
- جاناں بیگم (صاحبزادی خان خاناں) ۴۳۳، ۴۳۴
- جام تعلق جونہ ۱۴۵، ۱۵۰، ۱۶۰، ۱۶۴
- جام خیر الدین ۱۴۵
- جام صلاح الدین ۱۴۵
- جائسی (بادشاہ) ۹
- جانکنده / جابلینده، قاضی (مرید قطب) ۲۶۹، ۲۷۰
- عالم (
- جعفر، ملا ۲۰۷، ۲۰۷
- جعفر بدر عالم، سید ۶۵، ۶۶، ۱۵۲، ۱۸۰، ۲۵۶
- جعفر بن جلال الدین بن محمد بن جعفر ۱۸۳
- مجید عالم حسینی بخاری، سید
- جعفر شیرازی، سید ۲۵۵، ۲۶۱، ۲۶۲
- جعفر شنی، سید ۲۳۶
- جگن، قاضی ۶۹
- جلال الدین، سید (بن سید محمود) (شاہ) ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۵۲
- شیخ جیو)
- جلال الدین، سید (ولد سید محمد نصیر شاہ) ۱۵۸
- عالم (
- جلال الدین، شاہ ۲۲۱، ۲۲۷

جلال الدین ابو محمد ماہ عالم، حضرت ۱۶۰، ۱۷۹، ۱۸۰، ۲۷۷

سید

جلال الدین احمد بن یعقوب بن محمود ۱۰۸

بن سلیمان التمی

جلال الدین بن محمد بن جعفر حمید عالم ۱۸۲، ۱۸۳

حسینی بخاری، سید

جلال الدین دوانی، علامہ ۲۷۲

جلال الدین چشتی، شیخ ۳۴۹

جلال الدین حسن نیشاپوری، مولانا ۴۲۹

جلال الدین حسینی بخاری، شیخ ۱۸۱

جلال الدین سید ۸۵

جلال الدین شہیدی، سید ۷۰

جلال الدین ملتانی، قاضی (شاگرد شاہ ۳۱۵

وجیہ الدین)

جلال بن عبداللہ اکبر آبادی، شیخ ۳۱۵

جلال خاں براری ۳۶۰

جلال سرخ بخاری، حضرت سید ۸۵، ۱۰۰، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۵

جلال قادری، سید ۴۱۹

جلال قزوینی، آقا ۴۳۰، ۴۶۰

جلال لوہانگی، شیخ ۳۰۵

جلال مقصود عالم، سید ۱۸۰

جلال نورا، حاجی ۱۵۹

- ۳۳۳ جلال واصل، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
- ۳۵۹ جمال، سید مولانا
- ۳۰۴ جمال، شاہ (خلیفہ سید ابوتراب)
- ۲۲۶ جمال الدین چشتی، جن، شیخ
- ۱۰۰، ۹۹، ۹۸ جمال الدین خنداں رو، حضرت
- ۸۸ جمال پتھری، سید
- ۴۲۸ جمال خان (بھائی حسین خان میواتی)
- ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۹ جمالی، شیخ
- ۳۷ جناح الدین، مولانا
- ۲۶۹ جنید بغدادی، حضرت
- ۸ جنید بن عبدالرحمن مری
- ۳۶ جوانمرد خاں بابی
- ۴۶۰ جہاں سینفی قزوینی، قاضی
- ۱۵، ۱۶، ۸۹، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۱، ۱۳۶، ۱۴۵، ۱۵۰ جہانیاں جہاں گشت، حضرت
- ۱۵۱، ۲۲۳، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹ مخدوم (سید جلال الدین حسین)
- ۳۳۳ جیوہ عبدالحی (خلیفہ شیخ غوث)
- ۴۱۴ جیوہ قادری، مخدوم
- ۵۵ جے سنگھ، راجہ

ح

- ۴۳۴ حاتم (شاعر)
- ۳۱۶ حاتم سنبلی، شیخ
- ۷ حارث بن مرہ العبدی
- ۲۵۰ حاکم، سید (متولی مدرسہ شیخ برہانی)
- ۴۲۵ حائقی (حیاتی)، ملا (دوست مرزا بخش)
- ۴۴۴ حامد، شاہ (ولد قطب عالم)
- ۱۰۸ حامد الکبیر بن محمود بن حسن الاوچی
- ۹۰ حامد بن سید میران بن سید مبارک بخاری، سید
- ۱۱۷ حامد گنج بخش، حاجی
- ۸ حبیب بن مران
- ۸ حبیب بن مہلب
- ۳۴۳ حبیب شطاری، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
- ۸ حجاج بن یوسف
- ۴۶۰، ۴۶۱ حزینی، ملا
- ۱۷۲ حسام الدین، مولانا
- حسام الدین متقی ملتانی، شیخ (خلیفہ شاہ ۱۹، ۱۴۱، ۱۴۷، ۳۶۵، ۳۸۳، ۳۸۸، ۳۹۵،
- ۳۹۸ عالم)
- ۴۵۵ حسام الدین محمد، خوبچہ (ولد غازی خان بخش)

۲۲	
۹۳	حسام خان
۹۶	حسنؒ، حضرت
۷۷	حسن الحسنی (التوکل علی اللہ العزیز)
۲۰۶	حسن بن آدم، ملا
۲۱۴	حسن بن محمد اساولی، شیخ (اڈہن)
۳۲۱	حسن بن موسی شطاری، شیخ (والد غوثی)
۳۶	حسن خان، سید
۲۰۹	حسن سرمست (ولد عزیز اللہ مندوی)
۷۴	حسن سمرقندی، حافظ
۲۳۶	حسن عسکری، سید
۴۲۲، ۴۲۳، ۴۱۷	حسن علی موصلی، ملا
۱۴۴	حسن فقیہ، غوث الوری
۶۹	حسن محمد، شیخ
۳۲۵	حسن محمد (ولد غوثی)
۳۴۲، ۳۴۱	حسین، شیخ (معاشر شیخ غوث)
۲۴۳، ۲۴۱، ۲۱۲	حسین بن خالد ناگوری، شیخ
۳۶۲	حسین بن سید محمد ترمذی، سید
۲۷۰، ۲۶۹، ۲۶۸، ۲۶۷	حماد بن قاضی محمد، شاہ
۲۶۹	حسین بن منصور
۴۴۳	حسین ثنائی، خواجہ (شاعر)
۴۳۶	حسین جوہری وارہ، مولانا
۴۲۸	حسین خان میواتی

۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷	حسین خٹک سوار، سید
۳۶۰	حسین شیرازی، مولانا
۳۸	حسین انگاہ، سلطان
۲۸۴	حسینی صاحب، پیر
۷	حکم بن ابی العاص
۷	حکیم بن الجبلہ العبدی
۸	حکم بن عوانہ
۹۳	حلوی شیرازی
۳۱۱	حمزہ (انڈونیشیا کے اہل کلام)
۳۰۳	حمید، شاہ (مرید شاہ قاذن)
۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴	حمید الدین حضور، شیخ حاجی (مرشد شیخ غوث گولیاری)
۱۶۵، ۲۳۱، ۲۳۳	حمید الدین ناگوری، شیخ (شیخ کبیر)
۱۹۲	حمیدہ (بنت شیخ نور الدین)
۲۸۸	حیدر، شیخ (ارادت مند شیخ وجیہ الدین)
۲۹۱	حیدر صاحب، شیخ (نمبرہ شیخ وجیہ الدین)
۳۵۷	حیدری، مولانا
۳۵۴	حیاتی (شاعر)

خ

- خاتون، سلطان (بنت خداوند خاں) ۲۳۲، ۲۲۰
- خان اعظم کوکہ ۲۵۴، ۲۲۸
- خان جونپوری، شیخ ۳۰۷
- خانجہاں، امام ۱۲۹
- خانوں، خواجہ ۳۳۳
- خدا بخش، سید (چچا سید احمد مخدوم ۲۶۳
جہاں شاہ)
- خدا بخش، قاضی ۳۳۲
- خراسانی، (درباری شاعر خان ۲۳۱
خان)
- خرم، شہزادہ ۲۵۲
- خضر، حضرت ۲۳، ۲۲، ۲۵، ۲۶، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۲۶۷، ۲۶۸
- ۳۱۲
- خضر، ملک ۱۷۹
- خضر تہمی، شیخ ۳۰۷
- حضرت ہاوندی، آقا (برادر ملا عبد ۲۵۸، ۲۳۱)
- (الباقی)
- خلیق احمد نظامی، پروفیسر ۳۰۸
- خوب محمد چشتی ۷۹
- خوجہ، بابا ۲۶

۳۶	خون، ملک
۲۱۸، ۲۱۷	خوش باش، ملک (ولد سلطان احمد)
۲۳۵، ۲۳۳، ۲۳۰	خوشحال بن مولانا میراں قاسم
	تاشقندی، ملا
۱۷۹	خونداگوہر (والدہ ماہ عالم)
۱۸۶	خوندا صاحب
۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۱۵، ۲۱۳	خوندا کاروی، بی بی (والدہ سید خوندا)
	میر)
۲۱۹، ۲۱۸، ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۱۵، ۸۹	خوندا میر، سید
۲۲۹	خیر الدین رومی، ملا

و

۱۵۳	داراشکوہ
۴۴۸، ۴۳۳، ۴۴۶	دانیال، شہزادہ
۳۶۳	داؤد بن محمد منڈوی شطاری، شیخ
۱۵۵، ۱۴۶	داؤد شاہ بن سلطان قطب الدین
۱۱۷	داؤد قریشی، شاہ
۷۹	داؤد، شاہ
۸	داہر، راجہ
۱۶۶، ۴۲، ۴۰، ۴۳	دریا خان
۴۴۳	دشت بیاضی (شاعر)
۱۹۷	دمیری، علامہ
۴۵۳، ۴۵۲	دوستی سمرقندی، میر
۲۷	دھوکل، بابا
۱۱۷، ۱۱۷	دین محمد (نومسلم)

ز

۲۳۲ ذاکر محمد، سید (ابن سید محمود)

۳۵۲ ذاکر نہروالہ، بحر المعارف شیخ قطب

جہاں

۷۵

ذہبی، علامہ

ر

- راجح بن داؤد، مولانا ۶۹، ۲۲۳، ۲۳۵
- راجن ابن ملک پیر ابن ملک رکن ۳۵۱
- قریشی، ملک (والد شیخ لکڑ محمد)
- راجن جی ۸۲، ۸۳
- راجی، بی بی (بنت شاہ عالم) ۱۵۶
- راجی محمد عینی، شیخ (دادا قاضی عبد ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۷)
- العزیز)
- رازی، امام ۶۵، ۱۵۲
- رجب، شیخ حاجی (قطب ربانی) ۲۰۸
- رجب غزنوی، حضرت حاجی ۹۷
- رحمت اللہ، شیخ ۳۷
- رحمت اللہ (ولد عزیز اللہ مندوی) ۲۰۹
- رحمت اللہ ابن قاضی عبد اللہ سندھی، شیخ ۳۶۷، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵
- رحیم دادا ۳۳۹
- رزق اللہ مشتاق، شیخ ۲۲۹
- رستم خان ۴۷، ۴۹، ۵۰
- رستم خان، عماد الملک ۹۰
- رشید برہان پوری، مولانا ۳۱۷، ۳۱۷
- رضائی (شاعر) ۴۳۳
- رضوی خان ۳۶

۹۸، ۹۷	رضی الدین عثمان منج عالم، شیخ
۴۴۹	رکنا کاشی، حکیم
۳۳۲	رکن الدین، قاضی
۲۳۶، ۲۲۶، ۱۴۳، ۲۲	رکن الدین کان شکر، شیخ
۲۰۸	رکن الدین مودود گجراتی، حضرت
۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۹۷	رکن العالم ملتانی، حضرت شاہ (ابوالفتح)
	(رکن الدین)
۴۵۰، ۴۴۹، ۴۴۸	روح اللہ، حکیم
۵۹	روی خان ترکی

ز

۲۲۶	زابد چشتی، شیخ
۱۱۳	زبدۃ الانام، حضرت
۴۲۸	زبور مرزا، بابا
۳۰۵	زین العابدین، شیخ
۱۷۲	زین العابدین، مولانا

س

۳۴	سارنگ
۴۲۶	ساؤجی، ہرنی (رفیق مرزا بخش)
۱۷	سجان رائے
۴۲۲	سبکتگین
۵۶	سپہدار خان
۱۹۸، ۲۰۰، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۵	سحاوی، امام
۲۵۸، ۲۵۷، ۲۵۶	سراج، شیخ (خلیفہ قطب عالم)
۱۹۵	سراج ابن الملقن، شیخ
۱۰۶	سراج الدین، شیخ
۳۲۳، ۳۲۳	سراج الدین خان، شیخ
۳۶۱، ۳۳۳	سراج محمد بھابی، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
۲۰۷	سر اللہ المتعال، حضرت
۲۰۹	سعد اللہ (ولد عزیز اللہ مندوی)
۲۳۰	سعد اللہ، شیخ (مرید شیخ محمد ملادہ)
۱۸۸	سعد اللہ بن سید مرتضیٰ بلگرامی، مولانا
	سید
۱۹۲	سعیدہ (ہنت شیخ نور الدین)
۵۰، ۴۹	سکندر، شیخ
۳۳۳، ۳۳۲	سکندر، شیخ (مرید شیخ غوث گوالیاری)
۹۳	سکندر ابن محمد

۱۰۶	سکندر ابن مسعود، سید
۲۰۹	سکندر یود، شاہ
۲۳۰، ۱۱۲، ۲۲۸	سکندر لودھی
۴۲۹، ۴۲۳	سلیم، شہزادہ
۳۱۴	سلیم، شیخ (خسر شیخ یوسف بنگالی)
۹۵	سلیم الدین
۵۴	سلیمان (تاجر)
۸	سلیمان بن عبدالملک
۳۹۰، ۳۸۶، ۳۶۹	سلیمان رومی، سلطان (عثمانی)
۲۳۵	سلیم شاہ (ولد قطب عالم)
۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴	سما الدین، شیخ
۱۵۶	سونگلی (ام ولد شاہ عالم)
۴۵۰	سہیل حبشی
۴۳۰	سہیل خان بیجا پوری
۲۷	سیاح، بابا
۱۵۰، ۱۴۹	سیف الدین، ملک
۳۵	سیف خان
۱۹۸، ۳۶۶، ۳۸۰، ۳۹۶	سیوطی، امام

ش

۳۷	شادمان خان
۲۱۶	شادی بن سید یعقوب، سید (چچا خوند ۲۱۵، ۲۱۶)
	میر (
۱۷، ۴۰، ۴۸، ۵۰، ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۶۶،	شاہ جہاں
۳۰۶، ۳۲۹	
۱۰۱	شاہ رخ عالم، مولانا
۸۳، ۶۶، ۶۵، ۴۶، ۴۲، ۳۶، ۳۵، ۱۹، ۱۸	شاہ عالم (شاہ منجھن) ابو البرکات
۸۸، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹،	سراج الدین سید محمد
۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶،	
۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۸،	
۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵،	
۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۲۲۰،	
۲۳۹، ۲۴۷، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹،	
۲۶۸، ۲۶۳	
۳۱۳، ۳۲۹	شاہ میر، سید
۳۲۹، ۳۲۲	شاہنواز خاں (ولد خان خاناں)
۳۳۳	شبلی، مولانا
۳۳۶، ۳۳۵	شتابی جنابیری، مولانا
۳۳۳، ۳۳۳	شجاع شیرازی
۲۶۳	شرف الدین شاہ شہباز، ملک

- ۱۰۱ شرف الدین محمود ستری، شیخ
- ۲۳۸، ۱۰۶، ۸۹ شرف الدین مشہدی، سید
- ۸۹ شریف، سید
- ۲۶۰، ۲۵۸، ۱۴۷، ۱۴۷ شریف ابو بکر عید روس (خلیفہ شاہ)
- عالم)
- ۳۸۲ شریف برکات، سلطان مکہ
- ۱۰۹ شریف جرجانی، میر
- ۳۶۰ شریف قزوینی، سید
- ۴۵۷، ۴۳۸ شریف کاشی (شاعر)
- ۲۱۷ شعبان، ملک (وزیر سلطان احمد)
- ۱۵۵ شعبان مریم، عماد الملک
- ۳۸۲، ۳۷۱ شعرانی، علامہ
- ۴۵۶ شعری، مولانا
- ۴۴۵، ۴۴۴، ۴۴۳ شکبئی بن ظہیر الدین عبد اللہ امای
- اصفہانی، مولانا
- ۲۷۱ شمس الدین، سید (چچا شیخ وجیہ
- الدین)
- ۱۴۱، ۱۴۰ شمس الدین التمش، سلطان
- ۳۸۶، ۳۷۱ شمس الدین بکری، شیخ
- ۹۵ شمس الدین ترک پانی پتی، حضرت
- ۳۸۶، ۳۷۱ شمس الدین ربلی، شیخ
- ۱۹۳، ۱۹۳ شمس الدین شیبانی، قاضی

- ۹۳ شمس الدین شیرازی
 ۳۴۳ شمس الدین شیرازی، شیخ (خلیفہ شیخ
 غوث)
- ۲۰۶ شمس الدین علی، سید
 ۷۶، ۷۳ شمس الدین علی بن عماد
 ۲۷۹ شمس اللہ قادری
 ۲۱ شمس خان دندانی
 ۴۲۰، ۴۱۹ شہاب الدین (ناظم گجرات)
 ۱۲۲ شہاب الدین حمدانی، مولانا
 ۳۲۵ شہاب الدین خان حسینی نیشاپوری
 ۳۳۹ شہاب الدین خسرو
 ۳۵۶ شہاب الدین سندھی، شیخ
 ۱۰۱، ۹۸ شہاب الدین سہروردی، حضرت
 ۱۷۸، ۹۷ شہاب الدین غوری، سلطان (معزز)
 الدین محمد)
- ۲۰۸ شہاب نرغ شاہ عمری کابلی
 ۳۰۴ شہباز گدا (خلیفہ سید ابوتراب)
 ۲۰۹ شہر اللہ (ولد عزیز اللہ مندوی)
 ۴۳۱ شیرازی (درباری شاعر خان خاناں)
 ۴۳۸ شیرازی، حافظ
 ۸۱، ۷۰ شیرانی، مولانا
 ۳۱۴ شیر پیر محمد حلیم

۳۱۹	شیر خان (ولد اعتماد خان)
۳۲۰، ۹۰	شیر خان فولادی
۳۶۳، ۳۳۵	شیر شاہ سوری
۲۳۲	شیر محمد، سید (ابن سید محمود)
۱۷۹	شیر محمد بن احمد بن سید عرب، حضرت
۲۳۳	شیرد، ملک
۹۵	شیر وانی چشتی، شاہ

ص

- ۲۸۶ صادق، ملا
- ۲۴۰ صادق، مولانا (مصنف الصبح)
- الصادق)
- ۶۱ صادق خاں
- ۲۹۰، ۲۸۸ صادق خان (ارادت مند شیخ وجیہ
- الدین)
- ۲۴۴ صالح، سید (ولد قطب عالم)
- ۳۴۸ صالح بن محمد بن تاج چانپانیری، شیخ
- ۳۵۳ صالح سندھی، مولانا
- ۳۳۷، ۳۰۰، ۲۹۹، ۲۹۸، ۲۹۷، ۲۷۷ صبغۃ اللہ بھروچی شطاری، علامہ سید
- ۱۷۷ صدر الدین، قاضی (والد صدر جہاں)
- ۱۲۲ صدر الدین، مولانا (نبیرہ مولانا
- شہاب الدین حمدانی)
- ۳۴۳، ۳۳۷ صدر الدین زاہر، شیخ (خلیفہ شیخ
- غوث)
- ۱۱۷، ۱۱۵، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۶، ۸۳، ۸۲ صدر الدین راجو قتال، حضرت (شیخ
- الاسلام)
- ۲۶۳، ۲۶۲، ۲۴۳، ۲۴۲، ۲۳۶، ۲۰۷
- ۹۸ صدر الدین عارف، شیخ
- ۱۰۰ صدر الدین محمد، سید

- صدر الدین محمد شاکر بڑودی، صدر ۳۲۳، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۶۲
الذاکرین شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
- صدر جہاں حسام الدین، ملک القضاة ۶۵، ۱۵۲، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۷، ۱۷۸، ۲۲۲،
مولانا ۳۲۹
- صفدر خان بابلی ۳۵
- صفدی، علامہ (صلاح الدین) ۲۰۴
- صفی الدین گجراتی، شیخ ۳۰۶
- صفی ساقی پوری، شیخ ۳۱۸
- صفیہ، حضرت (رضی اللہ عنہا) ۲۰۱
- صلاح الدین، شیخ ۱۴۲، ۱۴۳
- صلاح الدین راجپوت (مرید شیخ ۱۳۵
احمد)
- صلایت خان ۳۷
- صیدی کشمیری، مولانا ۲۵۸

ض

ط

- طاہر سیف الدین، سیدنا ۶۷
 طاہر محمد بن شیخ یوسف سندھی، شیخ (۱۸۹، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸،
 محدث پٹنی) ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۷۰
 طاہر یوسف سندھی، شیخ ۳۱۳
 طرقتہ بن العبد ۲۰۴
 طوعان ۳۵
 طوفی (شاعر) ۳۵۷
 طیب، شیخ (برادر شیخ طاہر محمد سندھی) ۳۵۶
 طیفور حاجی، شیخ ۳۰۳

ظ

۳۲۴

ظہور الدین محمد جلال، شیخ

۴۱۸، ۴۱۷، ۳۳۵، ۳۳۹، ۳۳۵، ۵۹

ظہیر الدین محمد بابر

ع

۴۱۸	عالم کابلی، ملا
۷	عباد بن زیاد
۴۵۲	عباسؓ، حضرت
۴۴۱	عباس صفوی، شاہ
۴۳۷	عبد اصفہانی، خواجہ (والد شکیبی)
۳۲۵	عبدالاول (ولد غوثی)
۳۱۹	عبدالاول، میر
۴۲۹، ۴۵۰	عبدالباقی تبریزی، میر
۲۸۶، ۴۴۱، ۴۴۳، ۴۴۵، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۸	عبدالباقی نہادندی، ملا
۴۵۹	
۲۱۵	عبدالبارکھان پوری
۷۵	عبدالجلال بن محمد
۸۸	عبدالجلیل، سید
۴۳۶	عبدالجلیل چوہڑ شاہ بندگی، شیخ
۱۵۴، ۲۷۹	عبدالحق، مولوی
۷، ۶۴، ۱۰۲، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۳۴، ۱۵۳، ۱۹۳	عبدالحق محدث دہلوی، شیخ
۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲	
۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۴	
۴۳۰، ۴۳۱	

عبد الحکیم، شیخ (متوسل شیخ وجیہ ۲۸۳
الدرین)

عبد الحکیم، شیخ (ولد شاہ باجن) ۳۶۵، ۳۸۳، ۳۸۸، ۳۹۵

عبد الحکیم (ولد شیخ راجی محمد عینی) ۳۱۷

عبد الحمید (ولد شیخ راجی محمد عینی) ۳۱۷

عبدالحی، مولانا حکیم ۱۸۲، ۱۹۶

عبدالحی حسینی، حضرت مولانا سید ۹۴، ۳۱۳

عبدالحی منصور، قاضی ۱۴۳

عبدالحق، سید ۸۸

عبد الرحمن (ولد شیخ راجی محمد عینی) ۳۱۷

عبد الرحمن بن سیدنا ابوبکر الصدیق ۳۶۳

عبد الرحمن چشتی، شاہ ۳۳۷

عبد الرحیم، سید ۸۹

عبد الرحیم، شیخ ۳۰۳

عبد الرحیم خان بن بیرام خان خان ۳۱، ۴۸، ۷۶، ۷۷، ۳۲۵، ۴۲۰، ۴۲۳، ۴۲۸

خانان، مرزا ۴۲۰، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴

۴۳۵، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴

۴۴۵، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱

۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۸

۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱

عبد الرحیم رفاعی، سید ۳۵

عبد الرحیم (ولد شیخ راجی محمد عینی) ۳۱۷

- عبدالرزاق مبارک عبدالحی، قاضی ۱۳۹
 عبدالرؤف، شیخ ۳۰۳
 عبد الرؤوف (خلیفہ ملا ابراہیم ۳۱۱
 القرانی)
 عبدالشکور بن موسی، سید ۱۸۴
 عبد الشہید عبید اللہی، خواجہ ۴۰۱، ۲۷۷
 عبدالصمد، میاں (خلیفہ شیخ علی متقی) ۳۹۳
 عبدالعزیز آصف خان ۷۱، ۱۷
 عبدالعزیز بن راجی محمد عینی اجینی، شیخ ۳۵۳، ۳۱۷، ۳۱۶
 قاضی
 عبدالعزیز شافعی مالباری، شیخ ۴۱۲
 عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ۳۳۷، ۲۰۵، ۲۰۱
 عبدالعزیز ہمدانی، قاضی ۴۳۰
 عبدالعظیم محمد حنفی کئی، شیخ ۲۹۹
 عبدالغفار، شیخ ۳۰۳
 عبدالغفور، شیخ ۳۰۵
 عبدالغفور سندھی، سید ۳۵۳
 عبدالغنی، حافظ ۷۵
 عبد الفتاح، شیخ (خلیفہ سید ۲۱۷
 علاؤ الدین)
 عبدالفتاح ناگوری، مولانا (خلیفہ شیخ ۳۴۳
 غوث)

عبد القادر، شیخ (برادر قاضی عبد ۳۱۶
العزیز)

عبد القادر آخوند، ملا ۴۱۹

عبد القادر بدایونی، ملا ۶۳، ۶۸، ۴۳۶، ۴۸۳، ۴۳۷، ۴۱۷، ۴۱۸،

۴۳۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۳۶

عبد القادر بن احمد فاکھی، علامہ ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۸۶

عبد القادر عیدروسی حضری، شیخ ۶۸، ۲۸۶، ۳۶۹، ۳۸۶، ۴۰۴

عبد القدوس گنگوہی، شیخ ۷۹

عبد القیوم، شیخ (متوسل شیخ وجیہ ۲۸۳

الدين)

عبد الکریم، شیخ (ولد شیخ راجی محمد عینی) ۳۱۷، ۳۱۷

عبد الکریم بن عطاء اللہ شیرازی، شیخ ۹۳

عبد الکریم جیلی ۳۱۱

عبد الکریم نہروالی، مولانا ۳۱۶

عبد اللہ، خواجہ (قاضی القضاة) ۳۴

عبد اللہ شطاری، شیخ ۳۰۳، ۳۲۸

عبد اللہ، شیخ (خلیفہ مولانا محمد صدیق) ۱۶۴، ۱۶۵

عبد اللہ، شیخ (ولد شیخ وجیہ الدین) ۲۹۱، ۳۲۷

عبد اللہ، مخدوم ۱۵۱

عبد اللہ، مولانا ۶۱

عبد اللہ، مولانا شیخ ۴۲۹

عبد اللہ الہ داد، مولانا ۱۱۳

- عبداللہ نامی، خواجہ (جد علی شکیبی) ۴۳۸
 عبداللہ بن سعد اللہ متقی سندھی مدنی، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۹۷، ۴۰۲، ۴۰۴
 شیخ
 عبداللہ بن شیخ غوث، شیخ (جانشین) ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۸، ۳۶۳
 غوث الاولیاء)
 عبداللہ بن عامر کریم ۷
 عبداللہ بن محمد عمر دبیر آصفی مکی، شیخ ۱۵، ۹۴، ۱۰۴، ۱۴۰
 عبداللہ بن محمود حسینی، شیخ ۲۱۶، ۲۱۴
 عبداللہ حسینی بخاری، شیخ ۱۶۳
 عبداللہ حسینی بیجاپوری، قاضی (شاگرد) ۳۱۴
 شاہ وجیہ الدین)
 عبداللہ خان (فیروز) ۴۸
 عبداللہ خان، میر (حاکم گجرات) ۴۵۳، ۴۵۶
 عبداللہ سندھی، قاضی (والد شیخ رحمت) ۴۰۲، ۴۰۴
 اللہ)
 عبداللہ صوفی ہروی عثمانی شطاری، شیخ ۳۱۸
 عبداللہ عثمانی سندیلوی اکبر آبادی، شیخ ۲۷۴، ۳۴۳
 عبداللہ قریشی، شاہ ۱۱۱، ۱۱۲
 عبداللہ مطری، شیخ ۱۰۱
 عبداللہ نیازی، شیخ ۳۸۳
 عبداللہ یافعی، شیخ ۱۰۱، ۲۱۳، ۳۸۵
 عبداللطیف، شیخ (خلیفہ قطب عالم) ۲۵۳، ۲۵۵

عبداللطیف بن ملک محمود، داور الملک، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۶

ملک (خلیفہ شاہ عالم)

عبداللطیف بھٹائی، شاہ ۷۹

عبدالمجید (ولد شیخ راجی محمد عینی) ۳۱۷

عبدالمتقدر، شاہ ۱۵۱

عبدالمتقدر تھائیسری، قاضی ۱۱۶

عبدالملک، مولانا ۶۹

عبدالملک بن شہاب مسمعی ۹

عبدالملک بنیانی عباسی، شاہ ۳۰۰، ۲۷۱

عبدالملک شطاری سارنگ پوری، شیخ ۳۰۵

عبدالمنعم باغلطہ، مولوی ۲۸۴

عبدالنبی، شیخ ۱۵۱

عبدالنبی، ملا ۱۹۰

عبدالنبی شطاری اکبر آبادی، شیخ ۲۷۴

عبدالوہاب، حضرت حاجی ۱۱۳، ۱۱۷

عبدالوہاب، شیخ ۳۰۳

عبدالوہاب، شیخ (معاشر شیخ غوث) ۳۴۲، ۳۴۱

عبدالوہاب (قاضی القضاة) ۳۵

عبدالوہاب الفردی، شیخ ۱۹۵

عبدالوہاب بھورا، قاضی القضاة ۱۸۵

عبدالوہاب متقی، شیخ (خلیفہ شیخ علی ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، متقی)

۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۵، ۴۰۲

۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳

۴۱۵، ۴۱۶

عقیق اللہ، شاہ (بن سید محمود) ۱۵۱، ۲۲۲

عثمان، سلطان ۴۰۲

عثمان، سید ۳۶

عثمان، شیخ (بانی مدرسہ عثمانیہ) ۶۱

عثمان، شیخ (پچا زاد بھائی شیخ طاہر ۳۵۶

سندھی)

عثمان بن ابی العاص ۷

عثمان بن عفان، حضرت ۷

عثمان حنفی سنبھلی، مولانا (شاگرد شاہ ۳۱۵

وجیہ الدین)

عثمان شیخ برہانی، سید ۸۹، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۱

عرش آشیانی، حضرت ۵۲

عرفی، مولانا (درباری شاعر خان ۴۳۱، ۴۵۴

خاناں)

عزت شاہ ۱۵۱

عزیز اللہ عمری مندوی، شیخ ۲۰۸

عزیز اللہ متوکل، شیخ ۸۳، ۲۲۶، ۳۶۳، ۳۶۵

عزیز کوکلتاش، مرزا (اعظم خان) ۴۲۰، ۴۵۷

- ۳۵ عطاء اللہ، سید
- ۱۴۸ عطاء اللہ، شیخ (برادر شیخ بارک اللہ
- چشتی)
- ۱۹۲ عقیقہ (بنت شیخ نور الدین)
- ۲۱۷ علاؤ الدین، شیخ سید
- ۶۹ علاؤ الدین، مولانا
- ۲۳۳ علاؤ الدین بن احمد بہمنی، سلطان
- ۲۱، ۲۰ علاؤ الدین خان، سلطان
- ۲۳۳، ۲۳۳ علاؤ الدین خلجی، سلطان
- ۱۰۶ علاؤ الدین علی، شیخ
- ۴۱۰ علاؤ الدین مکی، شیخ
- ۳۸۳ علائی، شیخ
- ۳۳۳ علم، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
- ۲۳۵ علم الدین، سید (ولد قطب عالم)
- ۱۰۶ علم الدین ترندی، شیخ
- ۲۲۵، ۲۲۶ علم الدین چشتی، شاہ
- ۱۹۴ علم الدین عمری دہلوی، شیخ
- ۴۵۴ علم اللہ، شیخ
- ۴۲۹ علم اللہ، مولانا شیخ
- ۲۶۰ علم شاہ، سید (ولد سید زاہد بن قطب
- عالم)
- ۵۲ علی، حکیم

- ۲۳۷ علی، مولانا
- ۷، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۳۰ علی بن ابی طالب
- ۲۹۹، ۲۹۶ علی بن اسد اللہ، استاذ العلماء قاضی
- (علی محمد)
- ۶۶ علی بن سید جلال مقصود
- عالم، سید (ناظم کتب خانہ)
- ۳۰۳، ۳۰۴ علی بن محمد بن غریق الخطیب، شیخ
- ۷۹، ۸۹ علی جیوگا و دھنی، شاہ
- ۱۶۶ علی خان
- ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۶، ۲۶۵ علی خطیب، شیخ (خلیفہ قطب عالم)
- ۳۳۳ علی خوشنویس، میر
- ۲۶ علی شیر، بابا
- ۴۱۷ علی شیر، ملا (استاذ خواجہ نظام بخشی)
- ۳۳۷، ۳۳۴، ۳۳۹، ۳۵۱ علی شیر بنگالی گجراتی، شیخ (خلیفہ شیخ
- غوث)
- ۱۵۴، ۲۱۵ علی شیر قانع، میر
- ۳۶۰ علی عادل شاہ فاروقی
- ۳۵ علیم الدین، ملک

علی متقی بن حسام الدین قریشی، شیخ

۲۴۳، ۲۸۸، ۳۰۶، ۳۳۵، ۳۶۳، ۳۶۵،
 ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲،
 ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸،
 ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶،
 ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۵، ۳۹۶،
 ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۷، ۴۰۸،
 ۴۰۹، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۱۶

۴۲

علی محمد خان

۲۰۶

علی یمینی، سیدنا

۷۲، ۷۱، ۷۲

عماد الدین، مولانا

۲۰۸

عماد الملک

۷، ۳۹۰، ۳۹۱، ۴۰۱

عمر بن الخطاب، سیدنا

۳۴۴

عمر، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)

۹

عمر بن جمل

۸

عمر بن مسلم باہلی

۴۵۹

عہدی، میر

۱۳

عیاض، قاضی

۳۸۱

عیسیٰ، حضرت الطیبؑ

۴۲۹

عیسیٰ جند اللہ، حضرت

۱۱۳

عین القضاة، شیخ

۳۱۷، ۳۱۷

عین القضاة، ہمدانی، شیخ

غ

۴۲۹	غازی خان بدخشی، مولانا
۳۵۶	غزالی، امام
۱۵۴، ۸۲	غزنی، سلطان
۳۵	غلام چنگیز خان
۱۸۹	غلام حسن
۹۵	غلام سرور لاہوری، مفتی
۲۸۷	غلام علی آزاد بلگرامی، مولانا
۱۸۹	غلام محمد، شیخ
۲۸۶	غلام معین الدین
۱۸۹	غلام نبی
۲۲۴، ۲۰۶	غوث الدین قادری بغدادی، شیخ
۲۸۳	غوث اللہ (ولد شیخ وجیہ الدین)
۱۴۹، ۹۹	غیاث الدین تغلق، سلطان

ف

- فتح اللہ شیرازی ۴۲۳، ۴۲۴
- فتح الملک (والد راستی خان) ۱۳۹
- فخر الدین، شیخ (ولد شیخ نور الدین) ۱۹۳
- فخر الدین بن ملک سیف الدین بن ۱۴۹
- اثر درخان، ملک (داماد احمد شاہ)
- فرید الدین، مولانا ۱۸۴
- فرید الدین گنج شکر، خواجہ ۲۳۶، ۱۴۴
- فرید بن عبدالعزیز صوفی حمید الدین ۲۱۲
- ناگوری، شیخ
- فرید بھکری، شیخ ۴۱۸
- فرید گجراتی، مولانا شیخ ۱۹۰
- فضل الدین محمد بن قوام بلخی، مولانا ۸۰، ۸۱
- فضل اللہ، شیخ ۷، ۱۱۰
- فضل اللہ برہانپوری، شیخ ۳۰۷
- فضل بن ماہان ۱۰
- فضل علی عرف بارک اللہ ۳۴۲
- فضیل بن عیاض، شیخ ۳۸۵
- فقیر احسن العرب الدابھولی ۶۱
- فہمی (شاعر) ۴۳۴
- فیروز شاہ تغلق ۸۳، ۸۷، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۳

۱۷۲

فیض اللہ، مولانا

۳۳۰

فیض اللہ ترخورانی، میر

۱۷، ۱۸، ۶۳، ۲۳۶، ۲۳۶

فیضی

۳۱۷

فیضی، شیخ (مؤلف اکبرنامہ)

ق

- قازن شطاری، شیخ ۲۲۶، ۲۸۸، ۳۰۳
- قاسم، شیخ (برادر شیخ طاہر محمد سندھی) ۳۵۷، ۳۵۷
- قاسم، میر ۳۶
- قاسم بن داؤد بن محمد، شیخ ۲۳۵
- قاسم بن قطلوبغا ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳
- قاسم میرک (والد ملا خوشحال) ۲۲۳
- قاضی خان چشتی (قاضی قاضن چشتی) ۲۷۲، ۲۹۰، ۳۲۸
- نہروالی)
- قہم بن ثعلبہ ۸
- قطب الدین، شیخ (ولد شیخ اولیاء) ۲۱۶
- قطب الدین، قاضی (والد حسن فقیہ) ۱۳۳
- قطب الدین، مفتی ۶۹
- قطب الدین، میاں ۱۵۹
- قطب الدین اویسی چشتی دہلوی، ۳۱۸
- خواجہ
- قطب الدین بختیار ککلی، حضرت ۱۹، ۲۷، ۸۳، ۱۰۶، ۱۲۱، ۱۴۷، ۲۱۵، ۲۱۶،
- ۱۱۳، ۲۲۶
- قطب الدین بن محمد بن سلطان احمد، ۲۱، ۴۵، ۵۱، ۵۲، ۸۳، ۸۷، ۱۳۸، ۱۴۰،
- سلطان ۱۳۶، ۱۵۲، ۱۵۵، ۲۳۹
- قطب الدین بہرام ۱۰۹

اشاریہ اسماء

۵۶

مشائخ احمد آباد

۲۰۶

قلندی

۳۳۸

قلج محمد خان

ک

- کامی سزواری، ملا ۴۳۸
- کبیر الدین اسماعیل بخاری، ۱۱۰، ۱۱۷، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۹
- شیخ (نبیرہ سید جلال الدین بخاری)
- کبیر الدین بن شیخ چوہ، شیخ ۴۵۲
- کبیر الدین بن فرید الدین ناگوری، ۲۱۱
- شیخ
- کبیر الدین مجذوب، سید ۲۷۳
- کرامت، بابا ۲۶
- کفوی (درباری شاعر خان خاناں) ۴۳۱
- کمال (خادم شیخ علی متقی) ۳۷۲
- کمال الدین، شیخ ۹۶
- کمال الدین بہلول (والد شیخ عبداللہ ۳۱۸
- شطاری)
- کمال الدین جسسی، مولانا ۴۳۶
- کمال الدین جوانمرد خان ۳۷
- کمال الدین حسین شیرازی، حکیم ۴۳۰
- کمال الدین شیرازی، سید ۸۹
- کمال الدین کرمانی، شیخ ۲۱۳
- کمال الدین یعقوب کردی، قاضی ۳۱۵
- کمال کرمانی، بابا ۲۷

۲۷ کمال مالوی، بابا

کمال محمد عباسی، شیخ (خلیفہ شیخ وجیہ ۳۰۰
الدين)

۸۸ کیرت، راجہ

کیشوداس (درباری شاعر خان ۴۳۱
خان)

گ

۳۳۹	گدائی، شیخ
۴۳۱	گنگ (درباری شاعر خان خانان)
۶۳	گنیشیا
۴۵۴	گیلانی (شاعر)

ل

۲۶	لارو، بابا
۳۰۴	لال گدا (خلیفہ سید ابوتراب)
۲۷	لدھا، بابا
۴۵۷	لسانی (شاعر)
۳۵۱، ۳۳۳، ۳۳۷	لشکر محمد عارف، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
۴۲۷	لطفی نجم (رفیق مرزا بخش)
۸۳	لطیف، شیخ
۲۷، ۲۷	لولوی، بابا (بابا محمد)

م

۱۰	مامون (خلیفہ)
۳۳	ماں، بی بی
۸۸	مان، راجہ
۳۰۷	ماہ، شیخ
۲۳۳	ماہ، مولانا شیخ
۱۱	ماہان بن فضل بن ماہان
۴۲۸	ماہ بانو (زوجہ خان خانان)
۹۴	مبارک حسین بخاری، سید
۳۴۷، ۳۴۳، ۳۱۹، ۲۸۹، ۲۷۵، ۲۷۴	مبارک دانشمند شطاری گوالیاری، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
۳۰۵	مبارک صدیقی شطاری، شیخ
۴۳	مبارک سمراتی، سید
۱۹۴	مجد، قاضی (ولد تاج الافاضل)
۱۰۱	مجد الدین، مولانا
۴۳۰	مجدد الف ثانی، حضرت
۱۹۴	مجد الدین فیروز آبادی
۱۰۵، ۱۲۴، ۱۴۷، ۱۵۳، ۲۰۱، ۲۲۳، ۲۶۳	محمد ﷺ
۲۹۶	محمد، سید
۱۵۸، ۱۵۷، ۸۵	محمد، سید (نبیرہ شاہ عالم)
۱۵۶، ۱۵۱	محمد، سید (ولد شاہ عالم)

- ۱۵۶ محمد، سید شیخ (ولد شاہ عالم)
- ۱۵۶ محمد، شاہ (ولی گجرات)
- ۳۰۳ محمد، شیخ
- ۱۵۴ محمد، شیخ عرف میاں الولک
- ۱۹۰ محمد، ملا شیخ
- ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۲۱۹ محمد اختیار، ملک
- ۳۳۷ محمد اسحاق دہلوی، شاہ
- ۲۴۴ محمد اصغر، سید (شاہ شیخ محمد) (ولد قطب عالم)
- ۱۹۲ محمد اعظم شاہ
- ۳۰۱ محمد افضل لاہوری، شیخ
- ۹۰ محمد الفخ خان
- ۲۶۰، ۲۳۹ محمد امین، حضرت شاہ
- ۳۲۸ محمد امین دیوانہ
- ۳۴۳ محمد اولیس بن شاہ محمد غوث، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
- ۳۴۴، ۳۴۵ محمد بخش (قلندار)
- ۲۱۶ محمد بکری شافعی
- ۳۱۷ محمد بن ابراہیم اسماعیل ملتان، شیخ
- ۷۲ محمد بن احمد بن محمد
- ۲۲۳ محمد بن اسماعیل نہروالی، محمد دم العالم
- ۳۳۹ محمد بن اولیس گوالیاری، شیخ

محمد بن جعفر بن جلال الدین بن محمد محمود ۱۸۳

عالم حسینی بخاری، سید

۳۰۵

محمد جلال، شیخ

محمد بن حسن بن علی عراقی (محمود شاہ ۱۳

منگرولی)

محمد بن حسن غوثی مندوی شطاری، شیخ ۲۸۹، ۳۱۲، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵،

۳۲۹، ۳۶۰، ۳۶۶، ۴۳۸

محمد بن سلطان احمد، سلطان ۴۱، ۴۷، ۱۲۹، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۵، ۲۰۷،

۲۴۸

محمد بن سید حسین خدا بخش، سید

۲۰۷

۳۸۵

محمد بن طاہر پٹنی، شیخ

۲۴۹

محمد بن سید عثمان شمع برہانی، شیخ

محمد بن عبداللہ الحسینی البخاری، شیخ (بھائی) ۲۲۲، ۲۵۳

قطب عالم)

۱۷۰

محمد بن عبداللہ الحسینی گجراتی، شیخ

۴۰۳

محمد بن عبداللطیف جامی کی، شیخ (مخدوم)

زادہ)

۲۹۹

محمد بن عبدالوہاب گجراتی بیجاپوری

۱۹۷

محمد بن عثمان پٹنی

۲۷۷، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۱۱

محمد بن فضل اللہ برہانپوری، شیخ

۱۰، ۱۱

محمد بن فضل بن ماہان

۸

محمد بن قاسم

۳۶۵، ۳۹۶	محمد بن محمد بن محمد سخاوی، شیخ
۲۷۱	محمد بن محمد مالکی، علامہ
۳۱۳	محمد بھاگلپوری، شیخ
۱۱۷	محمد بیگ خان
۳۳	محمد پناہ
۱۹۲	محمد پیش امام، مولانا
۱۳، ۱۵، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۹۳، ۲۳۳	محمد تعلق، سلطان
۴۳۰	محمد تقی کاشانی، مولانا
۱۱۶	محمد تھانیسری، مولانا
۳۳۳	محمد جمالی، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
۲۸۳، ۲۸۱، ۲۸۲، ۳۸۳	محمد جونپوری، سید
۳۳۹	محمد حسن مندوی، شیخ
۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸	محمد حسین نظیری نیشاپوری،
۴۳۷	مولانا (درباری شاعر خان خاناں)
۴۳۱، ۴۳۹	محمد حسین ہروی، ملا
۱۷۸	محمد خان غوری
۲۳۳	محمد راجو، سید (ولد قطب عالم)
۳۰۵	محمد رضا شطاری لاہوری، شیخ
۴۳۱، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸	محمد رضا شکیبی اصفہانی، مولانا (درباری)
	شاعر خان خاناں)
۴۳۰	محمد رضائی تاج مشہدی، مولانا
۶۹	محمد رضوی، سید

- محمد رکن الحق، قاضی (ولد شیخ نور ۱۹۳۰)
(الدین)
- محمد زاہد، سید (خلیفہ شاہ عالم) ۱۳۷
- محمد زاہد، سید (ولد قطب عالم) ۲۳۹، ۲۴۳، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰
- محمد سلطان ۹۰
- محمد شاہ، پیر ۶۶، ۶۷، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۱۸۵، ۱۹۱، ۲۵۵
- محمد شاہ بن مبارک شاہ فاروقی ۳۱۲
- محمد شاہ فاروقی ۳۵۹
- محمد شاہ گجراتی ۶۱، ۶۳، ۶۴، ۶۶، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۶
- محمد شریف (ولد خواجہ نظام بخش) ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۳
- محمد شیراز ۱۵۱
- محمد صادق، سید (ولد قطب عالم) ۲۳۴
- محمد صالح، شیخ (پیر بابا) (ولد شیخ ۱۹۲۰)
(نور الدین)
- محمد صالح بدخشی ۱۵۵
- محمد صدیقی ملتانی، مولانا (خلیفہ شاہ ۱۴۵، ۱۶۳، ۱۶۵)
(عالم)
- محمد صفی ۶۰
- محمد صوفی، مولانا ۴۳۹، ۴۴۰
- محمد عاشق، شیخ (خلیفہ شیخ غوث) ۳۳۳
- محمد عثمان، شیخ (شیخ عثمانی) ۶۴
- محمد عرفان، شیخ ۱۹۱

- محمد عرف بھیکن، بیگ (ولد شاہ عالم) ۱۳۶، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۵۵، ۱۶۰، ۱۶۵، ۱۸۹
- محمد عریس ابن امام ہمام محمد الجواد، شیخ ۲۸۷
- محمد علی کشمیری، ملا ۳۲۹
- محمد غوث گوالیاری شطاری، سید (غوث) ۸۸، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱
- الاولیاء
- ۲۹۹، ۳۰۳، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴
- ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳
- ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹
- ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵
- ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۷
- ۳۵۸، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۸۲
- ۱۷۸ محمد غوری، سلطان
- ۳۳، ۱۹۲ محمد فرخ سیر
- ۲۲۷، ۲۲۹، ۲۳۰ محمد فلاوہ، شیخ (ملاوہ)
- ۳۲، ۳۳ محمد قاسم (فرشتہ)
- ۱۲۱ محمد قاسم (مصنف مرقاة الوصول)
- ۱۳۴ محمد قاسم، مولانا (مرید شیخ احمد)
- ۳۰۴، ۳۰۵ محمد لاہوری، قاضی (خلیفہ سید ابو
- تراب)
- ۱۵۲ محمد مبارک، شیخ شاہ
- ۱۵۱ محمد مجیب اللہ، شاہ (پھلواری شریف)
- ۱۸۴ محمد مراد، سید

۱۶۰، ۱۵۲	محمد مقبول، سید
۴۱۷	محمد مقیم، خواجہ
۴۴۱	محمد مؤمن، ملا
۲۵۲	محمد میر، سید (سوز)
۱۹۱	محمد ولی، شاہ
۳۱۲	محمد ہاشم، خواجہ
۲۶	محمود، بابا
۲۴۳، ۲۴۲	محمود، سید (ولد قطب عالم) (شاہ بدا)
۸۲	محمود، شاہ
۳۰۳	محمود، شیخ
۴۶۱	محمود، مولانا (شاعر دربار خان خاناں)
۹۱	محمود، بخاری
۳۱، ۳۳، ۳۷، ۴۳، ۵۴، ۱۳۸، ۱۴۲، ۱۵۵	محمود اول، سلطان
۲۳۶، ۲۸۹، ۳۲۵، ۳۶۹، ۳۷۵، ۳۸۸	
۳۸۹، ۳۹۲، ۳۹۵، ۳۹۷، ۳۹۸	
۳۶۳، ۳۴۸	محمود بن جلال گجراتی، شیخ
۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۷	محمود بن سعید ایرجی
۱۶۳	محمود بن سلطان محمد، سلطان
۲۲۰	محمود بن عبداللہ حسینی بخاری، شیخ (نصیر)
	الدین ابوالحسن
۲۵۰	محمود بن الطیف خان، سلطان

۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷	محمود (بیکڑوہ) فتح خان، سلطان
۵۳، ۶۰، ۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴	
۱۵۵، ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۷۱، ۲۳۳، ۲۳۸	
۲۵۰، ۲۵۶، ۲۵۸	
۲۴۳	محمود پیارو، علامہ مدار الملک
۷۲، ۷۷، ۸۲، ۹۰، ۱۲۵، ۱۲۹	محمود تغلق، سلطان
۳۸، ۳۹، ۴۵، ۵۹، ۲۳۹، ۳۶۹	محمود ثالث، سلطان
۳۳، ۳۵، ۱۲۸، ۱۳۸، ۲۷۱	محمود ثانی، سلطان
۲۳۹، ۲۵۳، ۲۵۴	محمود دریانوش، شیخ (ولد قطب عالم)
۷۹، ۱۲۷، ۲۶۸، ۳۵۱	محمود دریائی بیر پوری، قاضی (خلیفہ شاہ عالم)
۲۲۶	محمود راجن بن علیم الدین عمری، شیخ
۶۱	محمود شاہ
۹۳، ۱۷۰، ۱۷۷، ۳۳۵	محمود شاہ، سلطان (کبیر)
۱۰۶	محمود شیرازی، سید
۱۵۴	محمود شیرانی، حافظ
۷۶	محمود عماد
۱۳	محمود غزنوی، سلطان
۲۱۷، ۲۲۶، ۲۳۹	محمود گیسودراز، سید
۸۸، ۱۰۷، ۲۲۳، ۲۶۶، ۳۰۳، ۳۱۷	محمد الدین عبدالقادر جیلانی، سید
۴۹، ۴۳۸	مراد، شاہ
۴۲۹	مراد آباد، سلطان (شہزادہ)

۳۲۷	مراد بن جلال، شاہ
۳۵	مراد بخش (شہزادہ)
۴۶۰، ۴۴۶	مرزا ابراہیم حسینی حمدانی، علامہ
۴۴۵	مرزا جان شیرازی، علامہ
۲۱۰	مرزا حسن
۴۵۴	مرزا شمس الدین (ولد خان اعظم)
۷۷	مرزا علی الحسینی البیلانی
۹۳	مرزا علی محمد
۴۴۳	مرزا قلی
۲۷۹، ۲۱۵، ۱۵۴، ۱۴۷، ۲۸	مرزا محمد حسن (صاحب مرآة احمدی)
۴۳۰	مرزا محمد قاسم گیلانی
۳۴۵، ۳۴۴، ۳۴۰	مرزا ہنڈال
۱۶۰، ۱۵۶، ۱۵۰، ۱۴۶، ۱۴۵، ۴۶	مرکی، بی بی
۴۵	مسعود، سید
۱۳	مسعود (شہزادہ)
۱۶۱	مسعود غازی، سالار
۲۲۰، ۲۱۹	مسکین، ملک
۷۵	مسلم، امام
۴۵۲	مشرقی بن شیخ کبیر الدین بن شیخ جیو،
	مولانا
۴۳۲	مشفق نقاش
۴۵۳	مشفق بخاری، مولانا

۳۵۶	مشہدی، حکیم
۳۱۹	مصطفیٰ رومی، مولانا
۲۶۱	مصطفیٰ شاعر (اولاد قطب عالم)
۱۳۰، ۴۶	منظفر چہارم، سلطان
۴۸	منظفر حسین، سلطان (حاکم دکن)
۱۵، ۱۹، ۲۳، ۲۷، ۳۸، ۵۹، ۶۱، ۷۸، ۹۰	منظفر شاہ، سلطان (ظفر خان)
۹۱، ۹۳، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۸، ۱۳۹	
۱۵۱، ۲۲۳، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۷۲، ۳۲۵	
۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۹، ۳۵۵	
۷	معاویہؓ، حضرت
۲۸۶	معمد خان
۳۵۶	معروف، شیخ (چچازاد بھائی شیخ طاہر سندھی)
۳۱۸	معز الدین بخاری، شیخ
۳۳۱	معزی (درباری شاعر خانانا)
۳۵	معصوم قلی (شجاعت خاں)
۳۳۵	معمر حمید بن ظہیر شطاری، حاجی
۱۱۸، ۱۳۶، ۲۳۱	معین الدین اجمیری، خواجہ
۴۶، ۱۳۵، ۱۴۶، ۲۱۸	مغلی، بی بی
۷	منیرہ بن ابی العاص
۲۰۷	مقربزی، علامہ
۴۳۰، ۴۵۰	مقصود علی تبریزی، مولانا

۶۱	مکرمت خان
۴۳۱	مکنڈ (درباری شاعر خان خاناں)
۱۴۲	ملاجی
۱۹۰	ملا محمد حسین
۱۲۸، ۱۲۷، ۲۶، ۲۵	ملک احمد
۳۶	ملک عیش (نظام الملک)
۱۵۶	منجھلی، بی بی (بنت شاہ عالم)
۳۴۳	منجھن، شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
۸۳، ۸۲	منجھن بن شاہ عالم، شاہ
۲۰	مندلیک، راجہ
۵۵	مندھ راج
۴۳۱	منڈن (درباری شاعر خان خاناں)
۹	منصور عباسی (خلیفہ)
۱۷۲	منہاج الدین بن صدر الدین، مولانا
۴۱۶	مودود، شیخ (ولد شیخ اولیاء)
۲۰	مودود فیروز خان
۷۶	موسوی خان علی اکبر
۱۲	موسی (تاجر)
۱۰۱	موسی، مولانا (نیرہ زکریا ملتانی)
۲۱۱، ۲۱۰، ۲۰۹	موسی سہاگ، حضرت شاہ (میاں موسیٰ)
	درویش)
۳۸۱	مہدی، امام

۹	مہدی عباسی (خلیفہ)
۷	مہلب بن ابی صفرہ
۳۵۱	ملہمی شیرازی، ملا
۲۷۰	میاں جی، مولانا
۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۷۷	میاں مخدوم، مولانا (ولد شاہ عالم)
۹۲	میاں منجھو
۳۰۶	میاں میر لاہوری
۳۲۹	میاں وجیہ الدین، مولانا
۳۳	میران، سید
۲۹۶	میران بن اسعد اللہ (پر پوتے شاہ وجیہ الدین)
۷۹	میر انجی شمس الشائق
۳۲۹	میر دوستی سمرقندی، مولانا
۳۳۹	میر شیرازی گجراتی، شاہ
۳۶۰	میر محمد موسیٰ استرآبادی
۳۵۱	میر محمد ہاشم قصہ خواں
۳۵۳	میر محمد یوسف، طبیبی
۳۲۳، ۳۲۵	میر نحوی (میر محمد یوسف)
۳۱۹	میر مصوم
۳۵۹	میر مغیث ہمدانی
۳۳۳	میلی

ن

- ۲۵۳ نادى، مولانا
- ۲۸۳ نازد، بی بی (اہلیہ شیخ وجیہ الدین)
- ۲۴۴ ناصر الدین، سید (ولد قطب عالم)
- ۲۰۳ ناصر الدین البارزی
- ۱۲۹ ناصر الدین تغلق، سلطان
- ناصر الدین محمود، سید (محمد راجو) (ولد ۱۰۶، ۱۱۷، ۱۵۱، ۱۵۶، ۱۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۵۹)
- شاه عالم)
- ۸۸ نایک بخشو
- ۱۵۵ نجابت خان
- ۲۷۳ نجم الدین صدیقی، شیخ
- ۱۴۷، ۸۲ نجم الدین، قاضی (خلیفہ شاہ عالم)
- ۷۰ نجیب اشرف، پروفیسر
- ۳۰۲ نجیب الدین، سید (والد شاہ ابوتراب
- لاہوری)
- ۱۲۳، ۱۲۲ نجیب نساج
- ۲۵۹ نسبتی، مولانا
- ۲۰۹ نصر اللہ (ولد عزیز اللہ مندوی)
- ۲۷۲ نصر اللہ، شاہ (والد شیخ وجیہ الدین
- علوی)
- ۱۱۳ نصیر الدین، شیخ

- ۱۲۳ نصیر الدین، ملک
- ۴۲۹ نصیر الدین برہانپوری، قاضی
- ۹۶، ۲۷ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی، حضرت
- ۹۰، ۹۲، ۲۳۰، ۳۰۴، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۵، نصیر الدین محمد ہمایون (شاہ)
- ۳۳۹، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۵۷، ۴۱۷، ۴۲۸، ۴۲۹
- ۲۱۴ نصیر بن جمال نوساوری، شیخ
- ۳۵۳ نصیر بن شیخ سراج بدبانی، قاضی
- ۲۲ نصیر خان
- ۴۵۵ نصیری، مولانا
- ۴۱۶ نظام، شیخ (ولد شیخ اولیاء)
- ۵۱ نظام الدین احمد
- ۲۸۵، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، نظام الدین احمد بخش، خواجہ (مؤلف)
- ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷ طبقات اکبر شاہی
- ۱۹، ۲۷، ۸۳، ۱۰۶، ۱۴۱، ۱۴۷، ۲۱۵، ۲۱۶ نظام الدین اولیاء، حضرت
- ۲۲۶
- ۲۳۵ نظام الدین غوث الملک، شیخ
- ۱۰۲ نظام الدین کڑھ، مولانا
- ۱۳۹، ۱۰۳، ۱۴ نظام مفرح راستی خان (حاکم گجرات)
- ۳۷۴ نظر بدخشانی، شیخ حاجی
- ۴۵۹ نظریک اصفہانی افشاری، شاہ
- ۱۵۲ نعمت اللہ، شاہ
- ۲۱۳ نعمت اللہ کرمانی، شیخ

۳۶۰	نقیب خان
۳۳۹	نواب کام بخش
۱۱۶، ۱۱۵	نواہوں (حاکم اوچ)
۳۰۵	نور، سید
۱۳۳، ۱۳۲	نور، شیخ
۲۳۶، ۲۱۵	نور احمد فریدی، مولوی
۱۹۱، ۶۳	نور الدین، قاضی (قاضی بھروچ)
۱۸۱، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰	نور الدین بن محمد صالح، شیخ
۱۹۱، ۱۹۳	
۱۶، ۱۷، ۳۳، ۳۶، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۸، ۴۹	نور الدین جہانگیر (شاہ)
۵۰، ۵۱، ۵۲، ۸۵، ۱۲۱، ۱۳۷، ۱۵۰، ۱۵۱	
۱۵۷، ۱۵۸، ۲۷۸، ۲۹۰، ۲۹۱، ۳۲۱، ۳۳۰	
۳۳۳، ۳۳۸، ۳۳۰، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶	
۳۳۲، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۵۰	
۳۱۱، ۳۱۲	نور الدین رازی (راندری)
۶۱، ۶۲، ۶۶، ۷۰، ۱۵۲، ۲۶۳	نور الدین شیخ الکل، مولانا شیخ
۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۶۲	نور الدین ضیاء اللہ بن شاہ غوث،
۳۶۳	شیخ (خلیفہ شیخ غوث)
۳۳۸	نور الدین عبدالرحمن جامی، مولانا
۴۰۳، ۴۰۴	نور الدین علی بن سلطان القاری
	الہروی (ملا علی قاری)
۳۳۹	نور الہدی ابوالبرکات، شیخ

۳۳۶، ۳۳۹	نور جہاں بیگم
۳۳۶، ۳۳۳	نور محمد، شیخ
۳۷	نورنگ
۳۳۱، ۳۳۲، ۳۵۳	نوعی، ملا (درباری شاعر خان خاناں)
۳۵۶	نوعی حبوشانی، مولانا
۷۵	نودی، علامہ

و

۵۵	واقعا
۴۵۴	واقف بلخی، مولانا
۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۱، ۸۶، ۸۴، ۸۳، ۷۰، ۶۱، ۶۰	وجیہ الدین احمد علوی گجراتی، شیخ (۶۱، ۷۰، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۱۱۱، ۱۱۹، ۱۲۰،
۱۷۹، ۱۸۴، ۲۷۱، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶	یوسف ثانی) (خلیفہ شیخ غوث)
۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۳، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷	
۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۶، ۲۹۷	
۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۰۸	
۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۱، ۳۲۵	
۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰	
۳۲۱، ۳۸۶	وجیہ الدین عمودی، شیخ
۱۳۶	وجین، بی بی (بنت شاہ عالم)
۳۰۷	وحید الدین، شیخ
۳۶۳	ودود اللہ مالوی، شیخ
۴۲۸	وزیر خان
۴۵۷	وقوعی (شاعر)
۲۷	ولایت، شاہ
۱۲	ولہ رائے
۴۴۳	ولی (شاعر)
۷۲	ولی الدین خطیب تبریزی

۶۲

ولی اللہ، مولانا

۳۱۱

ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ

۷

ولید بن عبد الملک

۳۳۷

ولی محمد، شیخ

۵

باجرہ سعادت خاتون، بی بی (والدہ ۲۰۷، ۲۳۶

قطب عالم)

۱۹۰

ہاشم، سید

ہری ناتھ (درباری شاعر خان خاناں) ۲۳۱

۹

ہشام بن عمر تغلیسی

ہول رائے (درباری شاعر خان ۲۳۱

خانان)

۹۰، ۲۳۲

ہیت خان

ی

- ۲۷۹ یسین، شیخ (شاگرد شیخ وجیہ الدین)
- ۳۱۳ یسین شطاری سامانوی، شیخ (شاگرد
- علامہ وجیہ الدین)
- ۷ یاقوت حموی
- ۲۷۳ یتیمی، شیخ (ماموں شیخ وجیہ الدین
- علوی)
- ۸۹ یتیمی ترمذی، مخدوم سید
- ۸۳ یتیمی گجراتی، شیخ
- ۸ یزید ابن ابی کبشہ سلکسی
- ۸۹ یعقوب، سید
- ۳۵۳ یعقوب، میر (والد میر یوسف طبعی)
- ۲۲۰، ۲۱۹، ۲۰۶ یعقوب چشتی بن خوند میر، شیخ
- ۲۳۵ یوسف ابن احمد ملتانی، شیخ
- ۳۱۳ یوسف بنگالی، شیخ (شاگرد شاہ وجیہ
- الدین)
- ۲۸۳ یوسف صاحب کھٹ کھٹے

فہرست نمبر ۲

اشاریہ اماکن

۱

اجیر

اقین

احمد آباد

۳۶۲، ۳۳۳، ۳۳۱، ۳۲۲، ۱۱۸، ۸
 ۳۰، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۷، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۲۹
 ۳۳، ۳۳، ۳۲، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳
 ۳۸، ۳۷، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵
 ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱
 ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۲
 ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰
 ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸
 ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰
 ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸
 ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰
 ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۸
 ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۶، ۲۰۳، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹
 ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷
 ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸
 ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶
 ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶
 ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲
 ۲۸۹، ۲۹۱، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۰۶، ۳۱۳، ۳۱۶
 ۳۱۷، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۵، ۳۳۵، ۳۳۳، ۳۳۳

۳۳۶، ۳۳۸، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۷، ۳۵۸،
 ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۷، ۳۸۳،
 ۳۹۶، ۳۹۷، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۷، ۴۰۸،
 ۴۲۰، ۴۲۲، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۵،
 ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۲، ۴۴۳،
 ۴۴۴، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۶۱

۳۰

احمد پورہ

۲۱، ۳۹، ۲۹۷، ۲۵۰

احمد نگر

۳۱

ارپنا پور

۶۰

ارک (قلعہ)

۳۶۰

ارون (بندرگاؤ ایران)

۲۹

ازدر پور

۱۳، ۱۴، ۲۰، ۳۲، ۸۹، ۱۴۹، ۱۶۵، ۲۱۳

اسادل (ملک کوٹ)

۲۳۷، ۲۳۲، ۲۵۱

۱۹۵، ۲۰۰، ۲۰۳، ۲۰۵

اسکندریہ

۲۹

اسلوریہ

۲۲

اسیر

۴۳۳، ۴۵۹

اصفہان

۵۵

افریقہ (مشرقی)

۳۰، ۳۲

افضل پور

۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۳، ۳۴۷، ۴۱۷

اکبر آباد

۳۵

اکرم پور

۱۶۲، ۱۶۱	امرون
۱۷۲	اندوپور
۳۱۲، ۳۱۱	انڈونیشیا
۱۲	انہل واڑہ
۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۲۳، ۱۲۴	اونچ شریف
۱۵۱، ۱۵۲، ۱۹۷، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۶۲	
۳۵۰، ۳۳۹	اودھ
۲۹	ایشوریہ
۲۱، ۲۰	ایدر
۵۴، ۲۲۶، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹	ایران
۲۶۰، ۲۶۱	
۳۱	ایرناپور
۲۹	السرودیہ
۳۵۸	الچئی پور
۳۶۳	آشتہ
۲۴۰، ۳۱۵، ۳۲۰، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰	آگرہ
۲۴۴، ۳۲۶، ۳۳۸، ۳۱۹، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۹	

ب

۳۵، ۳۰	بابی پور
۱۲۷، ۲۳	بادان باد
۹	باربودھ

۴۶	باغ ارم
۴۶	باغ چمنانیر
۴۷، ۴۶	باغ حویلی (شاہ جهان)
۴۷	باغ درخت ہلیلہ
۴۷، ۴۵	باغ شاہی
۴۷	باغ شعبان
۴۵	باغ غسل خانہ
۴۶	باغ گمینہ
۴۰۶، ۴۷۹، ۴۷۸	باگلی پور
۴۶، ۴۵، ۱۰۰، ۲۲۰، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۲	بٹوہ
۲۴۳، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۱	
۷	بحرین
۱۳۹، ۲۶۰، ۲۵۳	بخارا
۳۱۸	بدایون
۲۵۵	بدخشان
۳۳۳	بدولی
۱۳۷	بڑا حاجی پور
۳۴۱، ۳۵۹، ۳۵۸	برار
۳۰	برسپور
۲۹۹، ۴۷۹، ۴۰۵	برلن
۲۶۶، ۲۸۹، ۲۹۶، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۲، ۳۱۴	برہان پور
۳۱۷، ۳۳۳، ۳۵۲، ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۶۳	

۳۶۴، ۳۶۵، ۳۸۶، ۳۹۵، ۴۰۷، ۴۱۴،

۴۱۵، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۴،

۴۵۶

۴۰، ۳۹، ۴۴، ۷۰، ۸۹، ۳۴۳

بڑودہ

۱۲، ۹

بصرہ

۱۲، ۱۳، ۷۵، ۲۰۶، ۲۲۳، ۴۴۱

بغداد

۳۰

بکلی پور

۱۲۵، ۴۵۴، ۴۵۵

بلخ

۴۴۲

بلکواڑہ

۷، ۱۰، ۷۰

بستی

۳۹۵

بندر کھوکھا

۷

بندر لاہری

۲۲۱، ۲۹۲، ۲۹۹، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۳۴،

بیگال (بیگالہ)

۳۳۹، ۴۱۸، ۴۴۲

۳۵

بہادر گنج

۱۵۱، ۱۵۲، ۳۱۳، ۳۲۹، ۴۴۱

بہار

۸

بھارند

۴۴

بھالول (باغ)

۶۲

بھدر (قلعہ)

۲۷، ۲۱۳

بہرام پور

۷، ۸، ۹، ۱۱، ۱۲، ۱۴، ۲۰، ۳۹، ۴۰، ۶۳،

بھروج

۶۹، ۸۹، ۱۷۰، ۱۸۲، ۱۸۶، ۱۹۱، ۲۳۸، ۲۸۹،

۳۳۵، ۳۵۰، ۴۲۹، ۴۲۸، ۴۴۹	
۴۲۹	محلّیہ
۲۹	مہذاری پور
۳۶۳	مجمو پال
۱۳، ۸	مجمیل مان
۲۹۲	بوہار
۳۳۳، ۳۲۹، ۱۱۱	بیانہ
۲۱۸، ۲۱۵، ۳۳	بی بی پور
۲۶۳	بیت المقدس
۸۰، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۱۳، ۳۱۵	بیجا پور
۳۶۰، ۳۳۳	
۴۱۳	بیدر
۲۷	بیر مکانم
۳۰	بیکم پور (بیکن پور)

پ

۱۱، ۱۰	پالی (پالی تھانہ)
۱۳۲	پنڈوہ
۴۱۷، ۵۹	پانی پت
۳۵۶	پتری (سندھ)
۸، ۱۳، ۱۹، ۲۰، ۲۶، ۳۹، ۴۰، ۴۳، ۵۳	پٹن
۶۲، ۹۷، ۱۲۵، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۶، ۲۰۶	

۲۰۷، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۲۶، ۲۳۶،

۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۲، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۶،

۲۶۲، ۲۶۳، ۲۷۲، ۲۸۸، ۳۱۶، ۳۲۵، ۳۲۸

۱۷

پرگنہ (داهود)

۳۰

پرماپور

۳۴

پناہ پور

۳۰۵، ۳۳۱، ۳۴۲، ۳۹۵

پنجاب

۱۵۱

پھلواری شریف

۳۰، ۲۴۵

پور بہاء الدین پور

۳۶

پورہ رضوی خان

۸۹

پی پی پور

۲۹۹

پیرس

۵۵

پیکو

ت

۲۲۲، ۱۷۹، ۱۷۹، ۲۲۲

تاج پور

۳۳، ۳۳۷

تاج پورہ

۴۵۸، ۴۵۷، ۴۵۵

تھریز

۴۰۲

ترکی

۲۹

تریپولیا

۴۷، ۴۵

توت (باغ)

۵۴

توران

ٹ

ٹھنڈہ ۱۲۳، ۱۳۹، ۲۳۳

ج

۷۶	جام نگر
۳۶۳	جامود
۳۱۱	جاوہ
۴۱۰	جدہ
۲۹، ۱۴	جمال پور
۳۳	جمال پورہ
۳۰	جمنا پور
۳۸۵	جینہ المعلاۃ
۴۴۲، ۳۴	جہانگیر پور
۱۵۳	جواہر میوزیم، اوتاوا
۱۲۰	جودھ پور
۴۴۱	جولک (نہاوند)
۴۲۰، ۴۵، ۳۹، ۲۰	جونانگڑھ
۱۱۶، ۱۳۳، ۳۰۶، ۳۶۵، ۳۹۵، ۴۱۸، ۴۲۰،	جون پور
۴۴۲	
۸۹، ۶۸، ۲۹	جوہری بازارہ
۷۰، ۵۵	جے پور

۴۸، ۴۶

جیت باڑی

۴۸

جیتل پور

چ

۹۱، ۲۱

چتور

۲۹

چکھ بازار

۳۹، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴

چمپانیر

۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹

چنار گڑھ

۳۵، ۳۰

چنگیز پور

۵۸

چین

ح

۲۹، ۳۳

حاجی پور

۵۵

حشہ

۱۰۱، ۱۲۲، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۵۰

حجاز

۳۶۵، ۳۸۵، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۹

۴۱۶، ۴۲۲، ۴۲۸، ۴۲۳، ۴۲۴

۱۸۷، ۲۲۵، ۲۷۹، ۳۱۲، ۳۹۵، ۴۰۹، ۴۱۵

حرمین شریفین

۴۲۴

۲۰۳

حسن آباد

۳۱

حسن پور

۳۱۹، ۲۷	حصار
۳۰	حمید پورہ
۱۱۳	حوض شمس
۴۱۴، ۲۵۰، ۶۶	حیدرآباد

خ

۲۸۸، ۲۷۶، ۱۵۹، ۳۶، ۳۱، ۲۹	خان پور
۲۶۴، ۲۶۵، ۲۹۱، ۲۹۷، ۳۳۰، ۳۱۲، ۳۵۲،	خاندیس
۳۶۰، ۳۶۱، ۳۴۱، ۴۴۲، ۴۴۷، ۴۵۲	
۱۲۹	خانہ کعبہ
۵۸	ختا
۴۴۴، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۵۶، ۳۶۱	خراسان
۳۱	خضر پورہ
۳۱	خوان پور
۳۶	خودن پورہ
۳۶	خویدم پورہ

د

۷۶	دارالامان
۲۱، ۱۷	داهود
۴۰۴، ۴۰۲	در بیلہ
۱۴۷، ۲۸	دروازہ ایدریہ (دہلی دروازہ)

۲۸، ۲۷	دروازہ اسلوریہ
۲۸، ۲۷	دروازہ بنداور
۲۸	دروازہ جمال پور
۲۸	دروازہ خان جہان
۲۸	دروازہ خان پور
۲۸	دروازہ دریابور
۲۸	دروازہ رائے گڑھ
۲۸، ۲۷	دروازہ رائے پور
۲۸، ۲۷	دروازہ سہارنپور
۲۸، ۲۷	دروازہ شاہ پور
۲۸، ۲۷	دروازہ کالوپور
۱۴۸	دروازہ وسط

۲۲، ۲۵، ۲۸، ۷۹، ۸۰، ۱۶۱، ۱۹۷، ۲۰۰،	دکن
۲۰۳، ۲۰۸، ۲۳۹، ۲۹۱، ۲۹۷، ۳۳۷، ۳۰۷،	
۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۸، ۴۲۶، ۴۲۹، ۴۳۸، ۴۴۱،	
۴۴۲، ۴۴۶، ۴۵۰، ۴۵۲، ۴۵۵، ۴۶۰	

۳۰ دلال پوری

۲۰ دہار

۱۵، ۱۸، ۲۷، ۹۱، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۶،	دہلی
۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۲،	
۱۳۳، ۱۳۶، ۱۷۸، ۱۹۳، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۸،	
۲۵۲، ۲۹۲، ۳۰۳، ۳۱۸، ۳۲۹، ۳۵۰، ۳۶۳،	

۳۳۸، ۳۲۹، ۳۳۹، ۳۳۲، ۳۳۳

۱۲۲

دھندوانہ

۱۱، ۸

دہنوج

۲۶، ۲۷، ۱۳۳، ۲۱۹

دھولقہ

۲۹

دھیکو

۱۳

دوارکہ

۳۲۱

دیار

۸، ۷

دیبیل

۵۹

دیو

ر

۱۶۹

راج پور

۳۶

راجو پور

۸

رادھن پور

۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۹

رام پور

۲۹، ۳۰، ۵۲

رائے پور

۲۹

رائے گڑھ

۸۳

رائے کھیڑہ

۳۰

رحمت پور

۳۱

رحیم پور

۴۵، ۴۷، ۴۹، ۵۰

رستم باغ

۳۰، ۳۶، ۴۵، ۱۳۶، ۱۵۹، ۱۷۳، ۱۷۸

رسول آباد

فہرست نمبر ۳

اشاریہ
سنین (عیسوی)

سنین عیسویہ

۱۲۵	۱۳۹۸ء
۳۸۲	۱۳۹۵ء
۳۱۷	۱۵۲۶ء
۵۶	۱۶۳۵ء
۷۹	۱۷۵۲ء
۲۸۳، ۱۳۸	۱۹۲۱ء

فہرست نمبر ۴

اشاریہ

سنین (ہجری)

سنین ہجریہ

۷	۱۵ھ (۶۳۶ء)
۷	۳۹ھ (۶۵۹ء)
۷	۴۲ھ (۶۶۲ء)
۷	۴۴ھ (۶۶۴ء)
۷	۵۳ھ
۷	۸۶ھ (۷۰۵ء)
۸	۹۳ھ (۷۱۱ء)
۸	۹۶ھ
۸	۱۰۷ھ
۹	۱۲۰ھ
۹	۱۵۹ھ (۷۷۵ء)
۱۱	۲۱۱ھ
۱۱	۲۱۳ھ
۱۲	۲۰۳ھ (۹۱۵ء)
۱۲	۲۰۴ھ (۹۱۶ء)
۷۴	۳۰۸ھ
۴۲۳	۲۶۷ھ (۹۷۷ء)
۷۴	۲۶۸ھ
۱۲	۳۰۸ھ (۱۰۱۷ء)
۱۳	۳۱۶ھ

۱۳، ۱۴	۵۲۳۵
۷۴	۵۲۳۸
۷۵	۵۲۵۷
۷۵	۵۵۳۵
۷۵	۵۵۴۱
۱۴	۵۵۴۴
۱۳۶	۵۵۸۷
۷۵	۵۶۰۰
۱۲۱	۵۶۲۹
۱۳۶، ۱۴۰	۵۶۳۳
۹۷	(۱۳۶۸) ۵۶۶۷
۲۱	۵۷۰۴
۱۰۰	۵۷۰۷
۳۸۰	(۱۳۳۹) ۵۷۰۹
۹۹	(۱۳۳۳) ۵۷۲۵
۱۴۰	۵۷۲۷
۱۱۵	(۱۳۳۸) ۵۷۳۰
۱۴۰	۵۷۳۷
۱۳۵	۵۷۳۸
۱۹۳	(۱۳۳۹) ۵۷۴۰
۹۶، ۹۵	(۱۳۳۸) ۵۷۴۹
۸۷	۵۷۵۲

۹۶	۵۷۵۶ (۱۳۵۵ء)
۲۰۰	۵۷۶۰
۲۰۲، ۱۳۶، ۱۲۱	۵۷۶۳
۱۹۵، ۱۱۸	۵۷۶۳ (۱۳۶۱ء)
۹۷	۵۷۷۰ (۱۳۶۸ء)
۱۱۸	۵۷۷۶ (۱۳۷۴ء)
۱۰۷	۵۷۸۵
۱۰۰	۵۷۸۵ (۱۳۸۲ء)
۷۳، ۷۲	۵۷۸۷ (۱۳۸۵ء)
۲۶۴، ۸۷	۵۷۸۹
۲۳۶، ۱۳۵	۵۷۹۰
۲۳۱	۵۷۹۲ (۱۳۹۰ء)
۲۲	۵۷۹۳
۸۰	۵۷۹۵
۱۹۶، ۱۹۵	۵۸۰۰
۱۰۳، ۱۵	۵۸۰۱
۲۳۶، ۱۳۹	۵۸۰۲
۶۳	۵۸۰۳
۷۴	۵۸۰۵
۷۶	۵۸۰۸ (۱۴۰۵ء)
۲۳۲، ۲۲۰	۵۸۰۹
۲۵۳، ۱۹۴، ۱۹۳	۵۸۰۹ (۱۴۰۶ء)

۱۵، ۲۵، ۱۰۳، ۱۲۸	۵۸۱۰
۱۹، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۷	۵۸۱۳
۲۵	۵۸۱۳ (۱۳۱۱ء)
۱۵، ۲۰، ۱۰۳	۵۸۱۳
۲۱۳	۵۸۱۳ (۱۳۱۱ء)
۳۲	۵۸۱۵
۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸	۵۸۱۶ (۱۳۱۳ء)
۲۰	۵۸۱۷
۱۳۳، ۱۳۵، ۱۶۹	۵۸۱۷ (۱۳۱۳ء)
۲۰، ۱۹۵	۵۸۱۹
۱۹۶	۵۸۲۰
۲۰	۵۸۲۱
۲۰	۵۸۲۲
۱۹۸	۵۸۲۵ (۱۳۲۱ء)
۷، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۹۵، ۱۹۸	۵۸۲۷ (۱۳۲۲/۲۳ء)
۲۰۳	۵۸۲۸
۲۱، ۲۰۷	۵۸۳۰
۲۱	۵۸۳۱
۲۱	۵۸۳۲
۶، ۲۰۶، ۲۱۱، ۲۱۲	۵۸۳۵ (۱۳۳۱/۳۲ء)
۸۱	۵۸۳۷
۸۰	۵۸۳۸

۶۳، ۶۲	۵۸۲۵
۱۳۵، ۶۳	۵۸۲۶
۲۰۷، ۲۰۶	(۵۱۳۳۲) ۵۸۲۶
۲۳۳	۵۸۲۷
۲۰۸، ۲۰۷، ۱۳۶	(۵۱۳۳۳) ۵۸۲۷
۲۸۹، ۲۵۳	۵۲۸۲
۲۵۸، ۲۳۳	(۵۱۳۳۵) ۵۸۲۸
۱۳۶، ۱۳۰، ۱۳۷، ۱۳۵، ۱۲۰	۵۸۲۹
۲۳۵، ۱۳۳، ۱۳۸	(۵۱۳۳۵) ۵۸۲۹
۲۰۸، ۲۷	۵۸۵۰
۲۳۰	(۵۱۳۳۷) ۵۸۵۱
۲۰۸، ۷۶	(۵۱۳۳۸/۳۹) ۵۸۵۲
۲۳۳	۵۸۵۳
۲۱۰، ۲۰۹	(۵۱۳۳۹) ۵۸۵۳
۱۳۵، ۶۴، ۵۲	۵۸۵۵
۲۱۲، ۲۱۱	(۵۱۳۵۲) ۵۸۵۶
۲۶۱، ۲۳۸، ۲۳۶، ۶۴	۵۸۵۷
۲۳۶	(۵۱۳۵۳) ۵۸۵۷
۱۳۵	۵۸۵۸
۲۱۲	(۵۱۳۵۴) ۵۸۵۸
۲۰۰	۵۸۶۰
۶۱، ۶۰	۵۸۶۳

۲۳۶، ۳۱	۸۶۳ (۱۳۵۹ء)
۳۲۸	۸۶۵
۲۱۳، ۱۷۰	۸۶۵ (۱۳۶۱ء)
۲۳۵	۸۶۹ (۱۳۶۳ء)
۲۱۳	۸۷۰ (۱۳۶۶ء)
۲۵۲	۸۷۲ (۱۳۶۸ء)
۲۱۶، ۲۱۵	۸۷۳ (۱۳۶۹ء)
۱۵۹	۸۷۶
۳۹۸	۸۷۸
۱۶۳	۸۷۹
۱۶۵، ۱۶۳، ۱۶۱	۸۷۹ (۱۳۷۳/۳۵ء)
۱۵۱، ۱۳۵، ۱۳۱، ۶۵، ۱۹	۸۸۰
۲۲۰، ۱۵۲، ۱۳۶، ۱۳۳	۸۸۰ (۱۳۷۵/۷۶ء)
۲۲۱	۸۸۱ (۱۳۷۶ء)
۲۲۳، ۲۲۳، ۲۲۲، ۱۶۹	۸۸۲ (۱۳۷۷ء)
۲۵۳، ۲۵۳، ۲۳۳، ۲۳۳	۸۸۳ (۱۳۷۹ء)
۳۸۶، ۳۸۵، ۳۶۵	۸۸۵
۲۵۶، ۲۵۳، ۱۶۳	۸۸۵ (۱۳۸۰ء)
۳۸۶، ۳۸۵، ۳۶۵	۸۸۸
۸۲	۸۸۸ (۱۳۸۳ء)
۲۳۳، ۱۶۳، ۱۶۱	۸۸۹ (۱۳۸۳ء)
۲۲۳	۸۹۰

۱۷۸	۸۹۰ھ (۱۴۸۵ء)
۲۵۸، ۲۵۳، ۳۱	۸۹۲ھ (۱۴۸۷ء)
۱۱۲	۸۹۴ھ
۲۲۵، ۲۲۴	۸۹۵ھ (۱۴۹۰ء)
۳۰	۸۹۷ھ (۱۴۹۱ء)
۲۶۴، ۲۶۲	۸۹۹ھ
۲۲۸	۹۰۰ھ
۲۳۱، ۲۲۹، ۲۳۶	۹۰۰ھ (۱۴۹۴ء)
۱۱۲، ۱۰۸	۹۰۱ھ (۱۴۹۶ء)
۷۹	۹۰۲ھ (۱۴۹۶ء)
۳۱۸	۹۰۴ھ
۶۹	۹۰۴ھ (۱۴۹۸ء)
۲۸۷، ۲۸۳	۹۱۰ھ
۲۸۰، ۲۷۱	۹۱۰ھ (۱۵۰۴ء)
۲۰۹	۹۱۲ھ
۳۶۴	۹۱۲ھ (۱۵۰۶ء)
۹۳	۹۱۵ھ
۶۰	۹۱۷ھ
۲۳۰	۹۱۷ھ (۱۵۱۱ء)
۶۹	۹۲۰ھ
۸۲	۹۲۲ھ (۱۵۱۶ء)
۲۴۰	۹۲۷ھ

۳۳۱	۵۹۳۰ (۱۵۲۳ء)
۸۸	۵۹۳۲
۲۸۴، ۲۸۳، ۲۷۶	۵۹۳۳
۳۳۹	۵۹۳۶ (۱۵۲۹ء)
۳۳۴	۵۹۴۰
۹۱	۵۹۴۱ (۱۵۳۴ء)
۲۶۱	۵۹۴۲ (۱۵۳۵ء)
۱۵۹، ۸۸	۵۹۴۳
۳۲۹	۵۹۴۵
۷۹	۵۹۴۵ (۱۵۳۷ء)
۳۷۱	۵۹۴۷
۶۹	۵۹۴۹
۳۵۷، ۲۹۲	۵۹۵۰
۴۰۵	۵۹۵۰ (۱۵۴۳ء)
۳۵۲	۵۹۵۱
۳۰۶	۵۹۵۱ (۱۵۴۵ء)
۴۱۷	۵۹۵۸ (۱۵۵۱ء)
۱۷۹	۵۹۵۹
۴۲۸، ۳۹۸	۵۹۶۱
۷۱	۵۹۶۱ (۱۵۵۳ء)
۳۲۱	۵۹۶۲ (۱۵۵۴ء)
۴۰۸، ۸۳	۵۹۶۳ (۱۵۵۵ء)

۳۲۸	۵۹۶۳
۳۲۸	(۱۵۵۶) ۵۹۶۳
۳۲۸	۵۹۶۷
۳۲۷، ۳۲۵، ۳۲۰، ۳۲۱	۵۹۷۰
۳۲۹، ۳۲۹، ۳۲۲، ۶۹	(۱۵۶۲) ۵۹۷۰
۳۷۵	۵۹۷۳
۳۶۳	(۱۵۶۶) ۵۹۷۳
۳۹۸، ۳۸۵	۵۹۷۵
۳۶۵	(۱۵۶۷) ۵۹۷۵
۲۰۳، ۲۰۱، ۸۶	۵۹۷۷
۲۰۳	۵۹۷۸
۲۲۱، ۲۱۶	(۱۵۷۰/۷۱) ۵۹۷۸
۲۲۳، ۶۳	۵۹۸۰
۳۱۶، ۳۱۵	(۱۵۷۲) ۵۹۸۰
۳۲۰، ۳۰۵	۵۹۸۱
۳۶۲، ۳۶۱، ۳۵۲، ۳۰۰، ۶۹	۵۹۸۲
۳۱۷، ۳۱۶	(۱۵۷۵) ۵۹۸۲
۳۲۰	۵۹۸۳
۲۰۱	(۱۵۷۷) ۵۹۸۳
۳۶۲	(۱۵۷۷) ۵۹۸۵
۱۶۰	۵۹۸۹
۲۳۰، ۲۲۹	(۱۵۸۱) ۵۹۸۹

۳۲۵	۵۹۹۰
۷۹	(۱۵۸۳ء) ۵۹۹۰
۴۲۰	۵۹۹۴
۳۶۳ ، ۳۶۲	(۱۵۸۳ء) ۵۹۹۲
۴۳۵ ، ۴۰۴ ، ۴۰۳	۵۹۹۳
۳۶۳ ، ۳۵۲	(۱۵۸۵ء) ۵۹۹۳
۴۰۲	(۱۵۸۵ء) ۵۹۹۳
۴۰۶ ، ۴۰۲	(۱۵۸۶ء) ۵۹۹۵
۴۰۶ ، ۳۳۰	(۱۵۸۸ء) ۵۹۹۷
۴۲۰ ، ۴۹۲ ، ۴۸۸ ، ۴۸۴ ، ۴۸۳	۵۹۹۸
۴۹۱ ، ۴۷۱	(۱۵۸۹ء) ۵۹۹۸
۴۹۷ ، ۶۹	۵۹۹۹
۳۱۵	(۱۵۹۰ء) ۵۹۹۹
۴۷۹ ، ۶۷	۱۰۰۰
۴۱۴	(۱۵۹۱ء) ۱۰۰۰
۴۲۳	۱۰۰۱
۴۲۲ ، ۴۱۴ ، ۴۰۷	(۱۵۹۲ء) ۱۰۰۱
۴۳۵ ، ۴۲۱ ، ۴۱۸ ، ۴۶۱	۱۰۰۲
۱۸۰ ، ۱۷۹	۱۰۰۳
۴۲۲ ، ۴۱۷ ، ۴۳۹	(۱۵۹۳ء) ۱۰۰۳
۴۳۸ ، ۴۶۱	(۱۵۹۵ء) ۱۰۰۴
۴۳۷ ، ۴۱۶ ، ۴۰۶	(۱۵۹۶ء) ۱۰۰۵

۲۳۹	۱۰۰۶ھ
۳۳۶، ۳۳۵	(۱۵۹۷ء) ۱۰۰۶ھ
۳۳۷	۱۰۰۸ھ
۳۶۲، ۳۶۱، ۳۶۰، ۳۱۸، ۳۰۵	(۱۶۰۱ء) ۱۰۱۰ھ
۳۳۹، ۳۰۳	۱۰۱۲ھ
۳۰۱، ۳۰۰	(۱۶۰۵ء) ۱۰۱۳ھ
۳۳۵، ۳۳۸، ۳۳۶	۱۰۱۴ھ
۳۵۲	۱۰۱۵ھ
۲۹۸، ۲۹۷	(۱۶۰۶ء) ۱۰۱۵ھ
۳۳۸	۱۰۱۷ھ
۵۲	(۱۶۰۸ء) ۱۰۱۷ھ
۳۳۹، ۳۳۶، ۳۶۳	۱۰۱۹ھ
۷۷	۱۰۲۰ھ
۳۳۷	(۱۶۱۱ء) ۱۰۲۰ھ
۳۳۷	۱۰۲۱ھ
۳۱۶، ۳۶۳، ۳۳۸	(۱۶۱۲ء) ۱۰۲۱ھ
۳۳۶	۱۰۲۲ھ
۳۳۹	(۱۶۱۳ء) ۱۰۲۲ھ
۳۳۷، ۱۸۰	۱۰۲۳ھ
۳۳۳، ۳۳۳، ۳۳۱	(۱۶۱۴ء) ۱۰۲۳ھ
۳۵۶، ۳۵۱	۱۰۲۴ھ
۳۳۲، ۳۳۱، ۳۰۶	(۱۶۱۶ء) ۱۰۲۵ھ

۴۵۲، ۴۹۰	۵۱۰۲۶ (۱۶۱۷ء)
۴۹، ۴۱	۵۱۰۲۶ (۱۶۱۷ء)
۱۷	۵۱۰۲۷
۴۴۱، ۴۰۸	۵۱۰۲۹ (۱۶۱۹/۲۰ء)
۶۰	۵۱۰۳۲
۴۳۹	۵۱۰۳۳
۴۴۰	۵۱۰۳۴ (۱۶۲۴ء)
۴۲۹، ۷۹	۵۱۰۳۶ (۱۶۲۶ء)
۴۱۳	۵۱۰۳۷ (۱۶۲۸ء)
۶۸	۵۱۰۳۸
۴۵۵	۵۱۰۴۱
۴۴۱	۵۱۰۴۲ (۱۶۳۲ء)
۴۴۱	۵۱۰۴۳ (۱۶۳۳ء)
۴۴۱	۵۱۰۴۴ (۱۶۳۴ء)
۱۶۰	۵۱۰۴۵
۴۴۱	۵۱۰۴۵ (۱۶۳۵ء)
۴۴۱	۵۱۰۴۶ (۱۶۳۷ء)
۱۸۱	۵۱۰۴۷
۱۸۱	۵۱۰۵۴
۴۲۶	۵۱۰۵۹ (۱۶۴۹ء)
۶۶	۵۱۰۶۲
۱۸۶، ۱۸۲	۵۱۰۶۳

۱۸۶، ۵۶	۱۰۶۳ھ (۱۶۵۳ء)
۵۷	۱۰۶۳ھ (۱۶۵۳ء)
۶۷	۱۰۶۵ھ
۷۹	۱۰۶۷ھ (۱۶۵۶ء)
۳۱۳	۱۰۶۸ھ (۱۶۵۸ء)
۴۳۴	۱۰۷۰ھ
۲۹۷، ۲۹۶	۱۰۷۰ھ (۱۶۶۰ء)
۳۰۴، ۳۰۱	۱۰۷۱ھ (۱۶۶۱ء)
۶۶	۱۰۷۷ھ
۱۸۳	۱۰۸۱ھ
۳۰۰	۱۰۸۲ھ
۱۸۱، ۱۸۰، ۶۵	۱۰۸۵ھ
۱۵۳	۱۰۸۵ھ (۱۶۷۴ء)
۶۹، ۶۲	۱۰۸۷ھ
۶۶	۱۰۸۷ھ
۱۸۶، ۷۰، ۶۰	۱۱۰۲ھ
۱۸۲	۱۱۰۳ھ
۱۸۶، ۱۸۳	۱۱۰۹ھ
۱۸۸	۱۱۰۹ھ (۱۶۹۷ء)
۱۸۲، ۱۸۱، ۷۰، ۶۹، ۶۰	۱۱۱۱ھ
۱۸۸	۱۱۱۱ھ (۱۶۹۹ء)
۱۸۹	۱۱۱۲ھ

۶۳	۱۱۱۲ھ (۱۷۰۰ء)
۱۸۹	۱۱۱۳ھ
۱۸۹	۱۱۱۶ھ
۳۰۶، ۳۰۵	۱۱۱۸ھ (۱۷۰۶ء)
۱۸۹	۱۱۱۹ھ (۱۷۰۷ء)
۲۵۲	۱۱۳۳ھ
۱۸۷، ۱۸۵	۱۱۳۳ھ
۱۹۲، ۱۹۱	۱۱۳۷ھ
۱۸۳	۱۱۳۹ھ
۱۸۷، ۷۱، ۶۶	۱۱۵۵ھ
۱۸۸، ۱۸۶، ۱۸۵، ۱۸۴، ۷۰، ۶۲	۱۱۵۵ھ (۱۷۴۲ء)
۲۶۳	۱۱۷۴ھ
۱۸۸	۱۱۷۴ھ (۱۷۶۰ء)
۱۵۱	۱۱۹۱ھ (۱۷۷۷ء)
۲۵۲	۱۲۱۲ھ
۲۵۳	۱۲۱۳ھ
۲۸۴	۱۲۳۶ھ

فہرست نمبر ۵

اشاریہ کتاب

۱

۱۲۱	آئین ابوالفضل
۳۸۵	ابجد العلوم
۳۷۵، ۳۷۰	اتحاف السنی فی فضل الشیخ علی السنی
۹۳	احمد شاہی
۳۶۱	احیاء علوم الدین
۱۸، ۱۰۲، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۳۶،	اخبار الاخبار
۱۳۷، ۱۴۱، ۱۵۳، ۱۵۴، ۲۲۱، (۲۲۲)، ۲۲۷،	
(۲۲۹)، ۲۳۰، ۲۳۰، (۳۲۹)، (۳۳۲)،	
(۳۶۳)، ۳۷۲، (۳۸۶)، (۴۰۰)، (۴۰۱)،	
(۴۰۸)، (۴۰۹)	
(۳۱۵)	اخبار الاصفیاء
(۳۶۳)، ۳۳۰، (۳۱۳)	اذکار ابرار (ترجمہ اردو و گلزار ابرار)
۲۹۹	اراء الدقائق فی شرح مرآة الحقائق
۲۷۹، ۱۵۴	اردو کی ابتدائی نشوونما
۳۱۹	ارشاد
۳۲۰	اسرار الدعوة
۳۸۰	اسرار العارفين
(۲۸۳)	اسلامی کتب خانے
۳۵۹	اسماء الرجال کرمانی
۹۹، ۱۰۰، ۳۱۹	اصول بزدوی

- ۳۸۳ اصول طریقت
- (۳۵۶) اطباء عہد مغلیہ
- ۱۹۸ اظہار التعلیل
- (۳۱۳)، (۳۱۷)، (۳۸۶)، (۴۰۴) اعیان الحجاج
- (۳۸۶) اقبال نامہ جہانگیری
- (۲۲۳)، (۲۲۵)، (۲۳۳)، (۲۳۷)، (۲۵۸)، اکابرین گجرات
- (۲۶۸)، (۳۶۳)
- ۴۱۷ اکبر نامہ
- ۳۷۹ الاکمال منج العمال
- ۳۱۱ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
- ۳۷۹ البرہان الجلی فی معرفۃ الولی
- ۳۷۹ البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان
- ۳۱۲، ۳۱۱، ۳۰۸ التحفۃ المرسلۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۰۰ التعلیق الزائد علی تسہیل الفوائد تکمیل
- القاصد
- ۱۸۵ التفسیر النورانی للسیع الثانی
- ۷۶ التقریب والہتدیب
- ۲۹۳، ۱۸۵ الحاویۃ القویۃ علی الحاویۃ القدیمۃ
- ۲۷۸، ۱۸۵ الحاویۃ علی الشرح العصدیۃ علی مختصر ابن
- الحاجب
- ۲۷۸ الحاویۃ علی المواقف
- ۲۸۵ الحاوی

۲۹۲	الحقیقة المحمدية
۳۱۲	الحقیقة الموفق الشریعة
۳۱۳	الرحیق المحمدية فی الطریقة الصوفية
۳۱۲	الرسالة فی المعراج
۳۱۲	الرسالة فی کراهية الامر فی الصلوة
۲۸۵، ۱۴	الشفاء (قاضی عیاض)
۴۴۰	اصح الصادق
۲۳۵، (۲۲۳)، ۲۰۰	الضوء اللامع
(۳۷۱)	الطبقات الکبری (الشعرانی)
۳۷۹	العنوان فی سلوک النسوان
۱۹۸	فتح الربانی
۳۷۹	الفصول فی شرح جامع الاصول
۱۹۵	القاموس
۲۸۵	القانون
۳۸۶، ۳۷۰	القول التقی فی مناقب المتقی
(۳۸۲)	الکواکب السیارة
۲۳۵	اللوامع
۴۰۵، ۴۰۳	المسک المنقط فی المنک المتوسط
۴۰۵، ۴۰۳	المسک المنقط (شرح ملا علی)
	(القاری)
۶۵	المصاحح (حدیث)
۲۱۱	المصباح فی النحو

۱۹۸	المغلق فی النحو
۴۰۵	الناسک الکبیر
۲۰۰، ۱۹۷	المعہل الصانی فی شرح الوانی
۳۷۹	المواہب العلیہ فی الجمع بین الحکم
	القرآنیہ والمدنیہ
۲۱۸	النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ
۳۸۲	التہلیہ
۶۸، ۲۸۳، (۲۸۶)، ۳۶۹، (۳۷۱)	النور السافر
۴۰۳، ۳۸۸، (۳۸۷)، ۳۸۶، (۳۸۵)	
(۴۰۶)، ۴۰۴	
۳۱۹، ۱۰۰، ۹۹	الہدیۃ
۳۱۱	الہدیۃ المرسلۃ
۱۹۷	الوانی فی النحو
۳۱۲	الوسیلۃ الی شفاعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۵۴	انوار الاسرار
۶۸	انوار المشکوٰۃ
۳۲۰	انیس المسافرین
۳۲۰	اوراد صوفیہ

ب

۴۴۳

بلیو تصحیح کا اثریکا

۳۲۶، ۲۷۹، ۸۳

بحر الحقائق

۳۳۹

بحر الحیاة

۸۱، ۸۰

بحر الفصائل

(۴۳۷)

بزم تیموریہ

(۲۸۶)

بزم رفته کی سچی کہانیاں

۲۰۱

بستان المحدثین

۱۹۸

بغیۃ الوداع

۹۳

بہادر شاہی

۲۲۴

بہجۃ الحافل

۱۸۵

بیضادی

ت

۲۵۰

تاریخ ابن خلکان

(۲۵۳)

تاریخ ادب اردو

(۲۱۵)، (۲۴۱)، ۲۴۷، (۳۲۷)، (۴۰۶)

تاریخ ادبیات

(۴۳۷)

(۲۳۵)، ۴۴۲، (۴۲۳)، (۴۴۳)

تاریخ ادبیات فارسی

۴۱۸

تاریخ الفی

(۲۵۸)

تاریخ اولیاء دکن

(۲۴۳)، ۲۴۲

تاریخ اولیاء گجرات

۲۴۷

تاریخ تمدن گجرات

(۳۳۶)، (۳۳۵)

تاریخ دعوت و عزیمت

(۲۶۸)	تاریخ دکن
۷۵	تاریخ دمشق
۲۷۹	تاریخ زبان اردو
۹۳	تاریخ صغیر
(۲۳۰)، (۲۷۲)، (۲۷۷)، (۳۳۵)، (۳۳۸)	تاریخ صوفیائے گجرات
۱۴، (۳۳۸)	تاریخ گجرات
(۲۳۲)، (۲۹۲)، (۲۵۰)، (۲۴۸)، ۹۳	تاریخ گجرات اور گجرات کی تمدنی تاریخ
۲۴۱	تاریخ مدینہ (قاضی شہبہ)
۲۳۴، ۹۳	تاریخ مظفر شاہی
۳۹۶، ۳۸۸، ۳۸۵، ۳۸۰	تیسرین الطرق الی اللہ
۴۴۴	تحریر اقلیدس
۹۴	تحفۃ السعادة
۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۰۳	تحفۃ الغریب شرح معنی الملیب
۸۳، ۱۵۴، ۲۱۵، ۲۳۰	تحفۃ الکرام
۱۱۸، ۱۲۹، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۷	تحفۃ المجالس
۷۵	تذکرۃ الحماظ
(۲۲۶)، (۲۲۵)	تذکرۃ الشعراء
۴۶، ۳۳	تذکرۃ الملوک
(۲۳۰)	تذکرہ اولیائے پاک وہند
(۳۵۶)، (۳۵۷)، (۳۵۸)، (۳۵۹)	تذکرہ اولیائے سندھ
۲۷۴	تذکرہ اولیائے شطار

۹۶	تذکرہ چوہڑ بندگی
، (۲۴۰) ، (۲۶۲) ، (۳۰۱) ، (۳۱۳) ، (۳۵۷)	تذکرہ قاریان ہند
(۳۸۶) ، (۴۱۴)	
۱۹۶	تسہیل ابن مالک
۲۹۹	تقریب الجواہر الخمسة
۲۰۱	تعلیق المصانح ابواب جامع الصحیح
۳۹۵ ، ۳۶۵ ، ۲۷۲	تفسیر بیضاوی
۱۸۱	تفسیر جلالین
۱۸۲	تفسیر شاہیہ
۳۶۰ ، ۳۵۹	تفسیر معجم البحار
۳۵۹	تفسیر مدارک
۲۳۱	تفسیر نور الہی (نور النبی)
۷۶	تقریب
۳۸۰ ، ۳۷۹	تلخیص البیان فی علامات مہدی
(۴۳۳) ، ۲۸۴ ، ۲۸۳	تمدنی کارنامے
۴۰۵ ، ۴۰۴ ، ۴۰۳ ، ۴۰۲	تنزیہ الشریعہ عن الاحادیث الموضوعۃ
۱۷ ، ۴۱ ، ۴۳ ، ۴۸ ، ۴۹ ، ۵۰ ، ۵۱ ، ۵۲ ، ۱۲۱	توزک جہانگیری
، ۱۳۷ ، ۱۵۰ ، ۱۵۷ ، (۲۹۱) ، (۳۰۱) ، (۳۳۵)	
۴۳۹ ، ۴۳۶	

ش

ج

۳۵۱	جام جہاناں
۱۰۷، ۱۰۴	جامع العلوم
۳۹۶، ۳۶۶	جمع الجوامع
۴۰۵، ۴۰۴، ۴۰۳	جمع المناسک و نفع الناسک
۴۰۴	جمع الناسک
۳۷۹	جوامع الکلم فی المواعظ والحکم
۱۹۸، ۲۰۳، ۲۰۴	جواہر الحجوث فی العروض
۳۲۴، ۳۲۹، ۳۳۶، ۳۳۷، (۳۳۹)، ۳۴۹	جواہر خمسہ
۳۶۳	
۹۱	جواہر نامہ

ح

۱۸۵	حاشیہ المنہل
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ تفسیر بیضاوی
۲۹۲، ۲۷۸، ۱۸۵	حاشیہ تلوتح
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ شرح تجرید
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ شرح جامی
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ شرح خمینی
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ شرح عقائد
۱۸۵	حاشیہ شرح کافیہ

۱۸۵	حاشیہ شرح مطالع
۲۷۸، ۱۸۵	حاشیہ شرح مقاصد
۲۷۸	حاشیہ شرح ملا
۱۸۵	حاشیہ شرح مواقف
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ شرح نخبۃ الفکر
۲۹۲، ۲۷۸، ۱۸۵	حاشیہ شرح وقایہ
۴۴۴	حاشیہ قدیم
۲۷۸، ۱۸۵	حاشیہ قطبی
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ کشف الاصول للمیزدوی
۲۹۲، ۲۷۸	حاشیہ مختصر المعانی
۲۹۲، ۲۷۸، ۱۸۵	حاشیہ مطول
۲۷۸	حاشیہ ہدایہ
۳۰۴	صدیقۃ الاولیاء
۱۳۲	حسامی
۳۸۰، ۳۷۳	حکم کبیر
۴۴۴	حکمت العین
۱۳۵	حواشی مکتبی نامہ
(۳۸۶)، (۴۰۸)، (۴۲۲)	حیات شیخ عبدالحق

خ

۲۶، ۲۷، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۸۶، ۲۱۳، ۲۱۶،
 (۲۱۸)، (۲۲۰)، (۲۲۲)، (۲۲۳)، (۲۲۵)،
 (۲۵۲)، (۲۵۶)، (۲۵۸)، ۲۵۹، ۲۶۰،
 (۲۶۳)، (۲۷۰)، (۲۸۷)، ۳۶۵، ۳۹۸،
 ۴۱۴، (۴۱۵)

۱۰۴

۹۵، ۹۶، ۱۱۳، ۱۳۵، ۲۰۹، ۲۱۲، (۲۲۲)،
 ۲۲۷، (۲۲۹)، (۲۷۳)، (۳۰۲)، (۳۰۶)،
 (۳۱۳)، ۳۳۱، (۳۳۰)، (۳۸۶)
 ۱۱۸، ۱۳۶، ۲۴۷، (۲۴۸)، (۲۵۳)
 ۵۴، ۳۲، ۵۷

خاتمہ مرآت احمدی

خزانہ جلالی

خزینہ الاصفیاء

خطہ پاک اوج

خلاصۃ التواریخ

د

۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۶

در منظوم

ذ

۴۱۸

ذخیرۃ الخواتین

ر

۳۲۰

رسالہ صوفیہ

رسالہ کنز الاسرار فی حال اشغال ۳۲۰

السطار

۳۳۵، (۳۳۹)

رسالہ معراجیہ

۳۵۲، ۳۵۶

رسالہ منہاج العابدین

(۳۱۳)، (۳۳۸)، (۳۳۳)

رود کوثر

۲۱۰

روضات شائعی

(۲۹۷)، (۳۰۰)، (۳۱۵)

روضۃ الاولیاء

۳۵۹

ریاض الصالحین

ز

۳۸۰

زاد الطالبین

(۴۱۰)

زاد المتقین

س

۴۴۳

ساقی نامہ

(۲۸۷)

سبۃ المرجان

۳۲۰

سراج السالکین

۱۵۳، (۳۳۸)

سفیرۃ الاولیاء

۷۵

سنن دار قطنی

۲۳۲، ۳۵۱

سوانح شیخ احمد غزالی

۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۳، ۲۲۷

سیر العارفين

۵۶، ۵۸

شاجہان نامے

۹۶	شجرۃ الانوار
۹۶	شجرہ چشتیہ
۲۰۴	شذرات
۲۹۲، ۲۷۸	شرح ارشاد النخو
۲۰۳، ۱۹۶	شرح تسہیل لابن الماکلی الطائی
	(تاریخ الفوائد)
۳۱۱	شرح الدعاء السننی
۲۳۵	شرح البیہ (سخاوی)
۲۰۳، ۱۹۸	شرح القصیدۃ الخرجیہ
۳۱۲	شرح اللوائح اللجائی
۲۴۳	شرح تجرید
۱۸۵	شرح تہذیب المنطق
۲۷۲	شرح جامی
۲۴۳	شرح چغمنینی
۱۳۵	شرح جلال
۳۵۶	شرح خمیہ
۳۲۰	شرح رسالہ غوشیہ
۱۸۱	شرح زینۃ الزکات فی شرح مشکوٰۃ
۱۹۶	شرح صحیح البخاری
۱۸۵	شرح نصوص الحکم
۲۰۳	شرح لامیۃ العجم للصفدی
۸۰	شرح مخزن اسرار

۷۵	شرح مسلم للنووی
۲۸۵	شرح مفتاح
۳۱۹	شرح مقاصد
۱۸۵	شرح ملا
۳۱۹، ۲۳۵	شرح مواقف
۳۵۱	شرح زہد
۳۳۳	شرح ہدایۃ الحکمۃ
۳۷۹	شامل نبوی
۱۹۸	شمس المغرب فی الرقص والمطرب
۳۷۸	شؤون المنزلات

ص

۳۵۹، ۱۸۵، ۱۲۸	صحیح البخاری
۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲	صحیح مسلم

ض

۳۳۹	ضمائر و بصائر
۲۱۲	ضوء المصباح

ط

۴۴	طب فرشتہ
----	----------

طبقات اکبر شاهی (طبقات اکبری) (۲۸۶)، (۳۰۶)، (۳۱۷)، (۳۱۸)، (۳۱۹)،
 (۳۲۰)، (۳۲۱)، (۳۲۲)، (۳۲۳)، (۳۲۵)،
 (۳۲۶)، (۳۳۷)

(۲۸۶)

طبقات شاہجہانی

۹۳

طبقات محمود شاهی

ظ

۱۵، ۸۶، ۹۰، ۹۱، ۹۳، ۹۴، ۱۰۳، ۱۳۰، ۱۵۳،
 ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۸، (۲۳۳)، ۳۸۸

ظفر الوالہ بمظفر وآلہ

ظہیر الدین محمد بابر مسلمان و ہندو (۳۱۸)، (۳۳۹)

مؤرخین کی نظر میں

ع

(۳۱۰)

عجائب الاسفار

عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ (۲۹۲)، (۲۹۹)، (۳۷۸)، (۳۸۰)، ۳۰۶

۳۸۰

عرف الورد

۳۱۹، ۲۸۵

عضدی

(۲۶۱)

علمی نقوش

۱۰۱، ۹۹

عوارف المعارف

۱۹۷، ۱۹۷

عین الحیۃ (خلاصہ حیۃ الحیوان)

۳۶۵، ۳۹۵

عین العلم

۱۳

عین الوفائی ترجمۃ الشفاء

غ

۳۸۵ ، ۳۸۸	غایۃ الکمال فی بیان افضل الاعمال
۸۷	غنیۃ الممدیۃ

ف

۳۸۰	فتح الجواد
۲۵۲	فتح القدر
۱۰ ، ۱۱	فتوح البلدان
۶۳	فتوحات عالمگیری
۲۲۶	فخر الاولیاء
۸۸	فريد الزمان فی معرفۃ الالحان
۳۳۳	فیضان ولایت

ک

۳۱۹	کافیہ
۱۹۷	کتاب الحیوان
۱۳۵	کتاب الکبیر
۱۲	کتاب البند
۱۹۷	کتاب الوافی
۲۹۹	کتاب الوحده
۲۸	کتاب مفت القلم

۳۵۷	کشف الحقائق
۴۰۳	کشف الظنون
۴۳۱	کلمات الشراء
۴۳۹	کلید مخازن
۳۷۹، ۳۶۶، ۳۶۵	کنز العمال
۴۳۹	کنز الوحدة
۴۶	کوکب فلک

گ

گجرات کے روحانی چراغ (۲۵۸)، (۲۶۰)

گجری یا گجراتی سولہویں صدی عیسوی ۱۵۴

میں

گلزار ابرار

- ۲۰۹، ۲۱۱، (۲۱۴)، (۲۲۰)، (۲۶۷)، ۲۸۹،
 (۲۹۶)، (۲۹۸)، (۳۰۱)، (۳۰۵)، (۳۱۴)،
 (۳۱۵)، (۳۱۶)، (۳۱۷)، (۳۲۱)، ۳۲۶، ۳۳۹،
 (۳۴۴)، (۳۴۶)، ۳۴۷، (۳۴۸)، (۳۴۹)،
 (۳۵۱)، (۳۵۵)، ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۲،
 (۳۶۳)، (۳۶۴)، (۴۰۴)، (۴۱۶)، ۴۳۶،
 (۴۳۹)

۱۸۶، ۱۸۴

۳۸۹، (۳۸۲)

۷۹

گلستان

گھر کا اندرونی کھلا صحن

گرد و گرنج صاحب

ل

۴۰۶، ۴۰۳	باب المناک و عباب المساک
۴۳۸	لسان الغیب
۱۰۱	لطائف اشرفی
۲۵۵	لطائف برہانی

م

۲۹۹	مالایع المرید ترکہ کلہ من سنن القوم
(۳۳۲)، (۳۳۱)، (۳۳۰)، (۳۲۳)، (۳۲۲)	مآثر الامراء
۳۱، (۲۸۶)، ۴۳۲، ۴۳۳، (۴۳۹)، (۴۴۰)،	مآثر جیمی
۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، (۴۴۴)، (۴۴۵)،	
(۴۴۶)، (۴۴۷)، ۴۴۸، (۴۵۱)، (۴۵۲)،	
(۴۵۳)، (۴۵۴)، (۴۵۵)، (۴۵۶)،	
(۴۵۷)، (۴۵۸)، (۴۵۹)، (۴۶۰)، (۴۶۱)	
۹۳	مآثر محمودیہ
۴۳۹	مشنوی خسرو شیرین
۲۰۹	مجمع البحار
۲۰۳، ۱۹۸	مجموعہ اشعار الفواکہ البدریہ
۲۱۵	محبوب ذی المنن تذکرہ اولیائے دکن
۹۳	محمود شاہی
۶۳	مخزن المعارف

۳۵۹	مختصت قوت القلوب
۲۳۷، ۲۳۵	مدارج المعارج
۱۸۲	مرآة الرؤیانی تأویل الاحلام
(۲۵۳)	مرآة الشعراء
۱۱۵	مرآة الاعلام
۳۳، ۴۲، ۴۳، ۴۶، ۵۳، ۵۴، ۶۰، ۶۱	مرآة احمدی
۷۸، ۹۳، ۱۳۹، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۴، ۱۹۳	
۲۱۵، ۲۲۱، (۲۲۲)، ۲۳۰، (۲۳۳)، ۲۳۶	
(۲۵۳)، ۲۶۸	
۹۸	مرآة المناقب
(۴۳۳)	مرآة جہاں نما
۲۵، ۴۳، ۴۹، ۹۳، ۱۲۷، ۱۶۰، ۱۶۳	مرآة سکندری
(۲۳۰)، ۲۵۸	
۷۹	مرشدنامہ
۳۵۶	مرصاد العباد
۱۴۱، ۱۳۹	مرقاۃ الوصول الی اللہ والرسول
۳۷۹	مسند امام احمد ابن حنبل
۳۱۳	مسج القلوب
۹۹	مشارق الانوار
۷۲، ۹۹، ۱۸۱	مشکوۃ شریف
۱۹۶	مصانح الجوامع (شرح صحیح بخاری)
۱۲۲، ۱۳۵، ۲۲۱، ۲۲۸، ۲۸۶، (۲۸۷)	معارض الولایت

١٣	معارف
٤	مجم البلدان
٣٢٨	معراج نامه
١٩٥	مغني المليب
١٨٢	مقارح الحاجات في الاذكار والاشغال
٢٠٣، ١٩٨	مقاطع الشرب
(٣٣٤)، (٢٣٣)	مقالات شيراني
(٣١٦)	مقالات عرشي
١٠٣	مقررنامه
٣٢٤	مقصود المراد
١١٣	مكتوبات عين القضاة بهراني
٣٥٩	ملقط جمع الجوامع للسيوطي
١٥٣	ملفوظات جمعيات شاي
(٢٢٤)	مناقب المحبوبين
١١٤، ١١٦	مناقب الولايات
١٠٠	مناقب برهاني
٣٣١، ٣٣٢، (٣٣٣)، (٣٣٣)	مناقب غوثيه
(٢٤٩)، (٢٨٥)، (٣٢١)، (٣٣٣)، (٣٢٦)،	منتخب التواريخ
(٣٢٤)، (٣٢٨)	
٣٤٩	منتخب كنز العمال
٣٥٩	منتخب مواهب لدينه
٣٤٩	منج العمال

٢٥٥

منشور خلافت

٢٥٩

موجز القسطلاني

ن

٣٢١، ٣١٨

نجات الرشيد

٣٨٠

نجم الدرر

٣٥١، ٣٣٩

نزہۃ الارواح

، ١٦٣، ١٤٠، (٢١٣)، (٢١٤)، (٢١٦)

نزہۃ الخواطر

، (٢٢١)، (٢٢٢)، (٢٢٤)، (٢٢٣)، (٢٢٤)

، (٢٥٣)، (٢٩٤)، (٣٠٠)، (٣٠١)، (٣٠٢)

، (٣٠٦)، (٣١٣)، (٣١٤)، (٣١٥)، (٣١٦)

، (٣٣٨)، (٣٣٤)، (٣٣٨)، (٣٣٩)

، (٣٥١)، (٣٦٢)، (٣٦٣)، (٣٦٣)

، (٣٠١)، (٣٠٢)، (٣٠٦)، (٣٣٣)، (٣٣٠)

نزول الغيث الذي انجم في شرح لامية ١٩٨، ٢٠٣

النجم للعقدي

نعم المعيار والمقياس في معرفة مراتب ٣٨٠

الناس

٣٣٨

نجات الانس

١٩١

نور العرفان

١٨٦، ١٨٥

نور القاري شرح صحيح البخاري

١٩١

نور معرفت

اشاریہ کتب

۱۲۹

مشائخ احمد آباد

۳۶۱

نورنامہ فارسی

۵

۳۳۲

ہسٹری آف ہندی لٹریچر

History of Hindi

Literature

ہندوستان میں سلاطین و مشائخ کے (۳۳۰)

حالات پر ایک نظر

و

۲۷۸

وافیہ شرح کافہ

ی

۶۹، ۹۳، ۱۸۲، ۱۹۶، ۲۸۳، ۳۱۳

یادایام

فہرست نمبر ۶

اشاریہ
مساجد

مساجد

۴۱	اٹھانوے گنبد کی مسجد
۴۰	جال کی مسجد
۱۹۶	جامع زبید
۴۲، ۴۱	جامع مسجد (احمد آباد)
۱۹۵	جامع مسجد اسکندریہ
۱۱، ۱۰	جامع مسجد (سندان)
۴۰	جھوٹ کا کی کی مسجد
۴۰	رانی پیری کی مسجد
۱۳۲، ۱۳۱، ۱۲۵، ۱۲۳	مسجد خان جہان
۳۵۰، ۳۳۹	مسجد عماد الملک رومی (احمد آباد)
۶۳	مسجد مدرسہ شیخ برہانی
۱۸۸	مسجد مدرسہ ہدایت بخش
۲۶	مسجد نعلیند
۶۲	ولی اللہ کی مسجد (حلیلیاں مل)